جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۷۶)

تاریخ اندلس

حصۂ اول

جس میں

اندلس کا تاریخی جغرافیہ، اس کی مختصر قدیم تاریخ، اور طارق بن زیاد کی فتح اندلس

الرحمٰن الاوسط بن حکم ۲۳۸ھ / ۸۵۲ء تک اسلامی دور کی

ل سیاسی تاریخ قلم بند کی گئی ہے

از

مولانا سید ریاست علی ندوی پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

سابق رفیق دار المصنفین

باہتمام: مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپی

۱۳۶۹ھ

۱۹۵۰ء

فہرست مضامین

تاریخ اندلس

دولت امویہ اندلس

عبدالرحمن الداخل

سنہ ۱۳۸ھ / ۷۵۵ء — سنہ ۱۷۱ھ / ۷۸۸ء

حکم بن ہشام

۱۸۰ھ — ۲۰۶ھ
۷۹۶ء — ۸۲۱ء

عبد الرحمن اوسط

۲۰۶ھ — ۲۳۸ھ
۸۲۱ء — ۸۵۲ء

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مسلمانون نے یورپ کے دو خطون پر حکومت کی اور اسلامی تمدن ابتداءً انھی دونون راستون سے یورپ مین داخل ہوا، یہ دونون ممالک اسپین اور سسلی یعنی اندلس اور صقلیہ ہین جنھین عرب مورخین اپنی اصطلاح مین "دو سگی بہنون" سے تعبیر کرتے ہین، (دیباچہ تاریخ صقلیہ جلد اول)

سسلی کی اسلامی تاریخ کی ترتیب کی خدمت اسی خطاکار قلم سے دو جلدون مین انجام کو پہنچی ہے، یہ حسنِ اتفاق ہے کہ اسپین کی سرگذشت کو اردو مین منتقل کرنے کی خدمت بھی اسی کے سپرد ہوئی، اور اس کی جلد اول اب ناظرین کی نگاہون کے سامنے ہے، اندلس کی تاریخ پر اردو زبان مین بعض قابلِ قدر کتابین پہلے بھی شائع ہو چکی ہین لیکن وہ سب کی سب غیر زبانون سے اردو مین منتقل کی گئی ہین، ایک طرف اسکاٹ کی اخبار الاندلس (مترجمہ منشی خلیل الرحمٰن مرحوم) ڈوزی کی عبرت نامۂ اندلس (مترجمہ مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے مرحوم) اور لین پول کی تاریخ اسپین (مترجمہ مولوی سید عبد الغنی وارثی مرحوم) یورپی زبان سے منتقل کی گئین تو دوسری طرف ابن القوطیہ کی تاریخ افتتاح الاندلس اور اخبار مجموعہ فی فتح الاندلس اور غرناطی کی الاحاطہ فی اخبار غرناطہ کے ترجمے عربی زبان سے کیے گئے،

ان مین سے موخر الذکر عرب مورخین کی کتابون مین سے پہلی دو کتابون کا تعلق اندلس کے

محض ابتدائی دور سے ہے، اور موخر الذکر کتاب کا تعلق خاص طور پر سلطنت غرناطہ سے ہے، ظاہر ہے کہ اندلس کی مکمل تاریخ کے لئے یہ کتابیں تشنہ اور نامکمل ہیں، دوسری طرف عیسائی مورخین کی مذکورہ بالا کتابوں کو انکی طرف سے اندلس کی ترقیوں کے کمال اعتراف کے باوجود اسلامی اندلس کا صحیح مرقع قرار نہیں دیا جا سکتا، کہ ان کے موے قلم کی رنگ آمیزی و نقاشی سے غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے ذریعہ حالات و واقعات کا نقشہ مسخ ہو کر کچھ کا کچھ ہو گیا ہے، اور ایسی غلط بنیادوں میں غلط استدلال کے ذریعہ ایسے غلط نتائج دکھائے گئے ہیں کہ ان کی تصحیح و تغلیط اپنی جگہ خود فن تاریخ کی ایک خدمت قرار پا سکتی ہے، البتہ اردو میں ایک قابل قدر تصنیف سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد "اندلس کا تاریخی جغرافیہ" (تصنیف مولوی عنایت اللہ صاحب بی اے مرحوم) کے نام سے شائع ہوئی ہے، لیکن اس کا تعلق تمام تر جغرافیہ سے ہے، ہم نے اندلس کے جغرافیہ طبعی و تاریخی کے حالات میں اس تصنیف سے فائدہ اٹھایا ہے، جیسا کہ کتاب کے صفحہ ۳ کے ایک حاشیہ میں اس کا ذکر آچکا ہے،

اردو میں اندلس کی تاریخ پر اب تک یہی تمام تر سرمایہ تھا، اس لئے دار المصنفین نے ضرورت محسوس کی کہ جس طرح سسلی کی تاریخ دو جلدوں میں پایہ تکمیل کو پہنچی ہے، اسی طرح اندلس کا تاریخی مرقع بھی تیار کیا جائے تاکہ خاص طور پر عیسائی مورخین کے غلط انداز کے نظریوں اور بیانوں کی تصحیح بھی ہو سکے، اور یہ خدمت کسی مستقل تالیف ہی کے ذریعہ انجام پا سکتی تھی، اور دوسری طرف ان تصنیفات کے ذریعہ دار المصنفین کے سلسلہ تاریخ اسلام کی کڑیاں بھی مکمل ہو سکیں،

حضرۃ الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے دار المصنفین کے سلسلہ تاریخ اسلام کو بنیادی طور پر دو حصوں مشرقی و مغربی ممالک میں تقسیم فرما دیا تھا، موخر الذکر حصہ مغربی کے اسلامی ملکوں اور سلطنتوں کی تاریخ کی تسوید و ترتیب کی خدمت راقم سطور سے وابستہ کی گئی تھی، اس طرح اندلس، شمالی افریقہ، مغرب اور مصر وغیرہ ممالک اس حصہ میں آئے تھے، ان ممالک میں سے

پہلے اندلس کی تاریخ ترتیب کرنے کا خیال پیدا ہوا لیکن اس ملک کی اسلامی تاریخ سے پہلے شمالی افریقہ کی تاریخ کی ضرورت تھی، اس لئے اجمالاً شمالی افریقہ پر کام شروع کیا گیا، اور اس سلسلہ میں دولت اغالبہ، ادریسیہ (مراکش و ریف) مکناسیہ، بنو مدرار (سجلماسہ) اور کچھ حالات دولت فاطمیہ کے قلمبند کر لئے گئے لیکن دولت فاطمیہ کی کڑی مصر سے جا ملی تھی، پھر اس سلسلہ کو چھوڑنے کے بعد شام کی دولت ایوبیہ سامنے آتی تھی، اس لئے قلم کے رُخ کو پھیر کر اندلس کی تاریخ کی ترتیب کی طرف متوجہ ہونا پڑا کہ پہلے اس علیحدہ ملک کی سلطنتوں کے حالات قلمبند کر لئے جائیں، پھر شمالی افریقہ، مغرب اور مصر کے حالات لکھے جائیں گے، اس طرح بحمد اللہ کم سے کم اندلس کی تاریخ چار جلدوں میں بہ ترتیب ذیل اتمام کو پہنچ گئی:-

جلد اوّل میں اندلس کے طبعی و تاریخی جغرافیہ کے بعد اس کی قدیم تاریخ کو روشناس کیا گیا ہے، پھر اندلس پر مسلمانوں کے ابتدائی حملوں کے اسباب دکھائے گئے ہیں، اس کے بعد فاتح اندلس سے لے کر عہد بعہد کے اُن ولاۃ کا ذکر آیا ہے، جو مرکزی حکومت کی طرف سے یہاں حکمرانی کرتے رہے، پھر وہ دور آیا ہے جب اندلس میں امویوں کی آزاد سلطنت قائم ہوئی، اور ملک کے اقتدار اعلیٰ کی زمام اسی ملک میں آ گئی، یہ پہلی جلد امویوں کے چوتھے حکمران عبدالرحمٰن اوسط (تا ۲۳۸ھ / ۸۵۲ء) کے دور پر تمام ہوئی ہے،

جلد دوم امیر محمد (۲۳۸ھ سے ۲۷۳ھ) کے دور سے لیکر حکم ثانی کے زمانہ (۳۵۰ھ سے ۳۶۶ھ) تک پر مشتمل ہے،

جلد سوم ہشام ثانی کے دور (۳۶۶ھ ـ ۳۷۶ھ) سے شروع ہوتی ہے اور امویوں کے آخری تاجدار ہشام ثالث (۴۱۸ھ سے ۴۲۲ھ) کے زمانہ پر ختم ہوئی ہے، اور اسی میں المنصور عامری اور اس کے خاندان کی تفصیلی سرگذشت بھی آ جاتی ہے، جو ایک خاص زمانہ تک اندلس

کی سلطنت کے اقتدار اعلیٰ پر قابض رہا، اس جلد کا خاتمہ "دولت امویہ پر ایک نظر" کے عنوان پر کیا گیا ہے، جس میں اس عہد پر مختلف نقطۂ نظر سے تفصیلی نگاہ ڈالی گئی ہے،

جلد چہارم اس سلسلہ کی وہ آخری کڑی ہے، جو تیار ہو سکی ہے، اس میں ملوک طوائف کی سلطنتوں کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہے، اور آخر میں اندلس سے اسلامی سلطنت کے خاتمہ کو دکھایا گیا ہے، اس چوتھی جلد کے چند آخری صفحات کی تسوید کا کام باقی رہ گیا ہے، جو ان شاء اللہ آئی اشاعت کے وقت بآسانی پورا کر لیا جائے گا،

راقم سطور نے سسلی کی تاریخ کی ترتیب دو جلدوں میں رزمیہ و بزمیہ حیثیت سے رکھی تھی، لیکن اندلس کی تاریخ کی ترتیب دوسرے انداز پر رکھی گئی ہے، اس میں ہر حکمران کے دور کے سیاسی حالات کے خاتمہ کے بعد اس عہد کے نظام حکومت، علوم و فنون، تعمیرات، اور دوسری تمدنی و معاشرتی ترقیوں کا اجمالی جائزہ بھی لیا گیا ہے، اس طرح رزم و بزم دونوں کی داستان ایک ساتھ تیار ہوتی چلی گئی ہے، ارادہ تھا کہ ان جلدوں کے خاتمہ کے بعد ایک جلد جمال اندلس کے لئے وقف ہوگی، جو اس سلسلہ کی پانچویں کڑی ہوگی، اس کا مواد بہت کچھ اکٹھا کر لیا گیا تھا، مختلف تعلیقات بھی قلمبند کئے گئے تھے، لیکن افسوس ہے کہ اس کو ترتیب دینے کا موقع ہاتھ نہ آسکا، اور راقم سطور صوبہ بہار کے شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہو کر پٹنہ چلا آیا، اور یہاں اپنے فرائض مفوضہ میں مصروف ہے، اگر زمانہ نے مساعدت کی تو شاید کبھی اس خدمت کے انجام دینے کا موقع ہاتھ آسکے،

سردست ان چار جلدوں کے شائع ہونے کا مرحلہ سامنے ہے، افسوس ہے کہ ان جلدوں کی تسوید کے بعد ان پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا، صرف پہلی جلد پر نگاہ ڈال کر اس کو مطبع کے حوالہ کر سکا تھا، باقی جلدیں اپنے ساتھ لیتا آیا تھا کہ یہاں سے اس خدمت کو انجام

دے سکوں گا، مگر یہاں کی مصروفیتیں دوسرے انداز کی ہیں، اس لئے باوجودیکہ ایک سال کی مدت گذر چکی ہے، تاریخ اندلس کی جلدوں کو نظر ثانی کے لئے ہاتھ لگانے کی نوبت نہ آسکی اور دراصل یہ کام اعظم گڈھ سے جس کے کتب خانہ میں یہ جلدیں تیار ہوئی ہیں، باہر رہ کر صحیح طور پر انجام بھی نہیں پا سکتا، اس لئے ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ ایک دو سال گرمیوں کی چھٹیوں (جو مسلسل تقریباً تین مہینوں کی ہوتی ہیں) وہیں بیٹھ کر ان جلدوں کو دیکھتا جاؤں، اور ان کو دار المصنفین کے حوالہ کرتا جاؤں گا، اور وہ اپنی سہولتوں کے لحاظ سے جب بھی چاہیں گے شائع کر سکیں گے،

اعظم گڈھ سے روانگی کے وقت تک زیر نظر جلد کے صرف چند ابتدائی فرمے چھپ سکے تھے، پوری کتاب راقم سطور کی عدم موجودگی میں چھاپی گئی ہے، اور ان سطروں کی تسوید کے وقت تک مطبوعہ فرموں کی کتابت و طباعت کی صحت کا جائزہ لینے کا موقع بھی نہ مل سکا ہے، لیکن کتاب کے سرورق میں کتاب کا تعارف جن لفظوں میں کرایا گیا ہے، ان کی تین سطروں میں دو تصحیحوں کی ضرورت ہے، ایک تو "۱۳۸ھ تا ۲۰۶ھ تک" کے بجائے "۱۳۸ھ تا ۲۳۸ھ تک" ہونا چاہئے تھا، اسی طرح "مفصل سیاسی تاریخ" کے بجائے "مفصل سیاسی و تمدنی تاریخ" کے الفاظ لکھنے کی ضرورت تھی،

کتاب کے مآخذ کی مفصل فہرست ان شاء اللہ آخری جلد میں شامل ہو سکے گی،

اس سلسلہ میں مجھے اپنے لائق دوست ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب ایم اے پی ایچ ڈی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا شکر گذار ہونا ہے کہ ان کی عنایت سے کیمبرج میڈیول ہسٹری کی جلد سوم پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے مستعار حاصل ہوئی، جس میں "مغربی خلافت" کے عنوان سے اموی سلاطین اندلس پر ایک قابل قدر باب ہے، اور جس سے اس کتاب میں

دولتِ امویہ اندلس پر ایک نظر" کے باب میں خاص طور پر فائدہ اٹھایا گیا ہے وآخر دعوانا ان الحمدُ للہ ربِّ العٰلمین،

سید ریاست علی ندوی

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ نمبر ۶

۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۰ھ

۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جغرافیہ اندلس

اَنْدَلُسْ

اندلس جنوب مغربی یورپ کے آخری سرے کا وہ جزیرہ نما ہے جس میں آج کل اسپین اور پرتگال کے نام سے دو جداگانہ ملک، جداگانہ سلطنتوں کے ساتھ واقع ہیں،

ملک کا نام اور وجہ تسمیہ

اندلس کو سب سے پہلے یونانیوں نے آئبیریا (Iberia) کے نام سے پکارا، جو ایک یونانی گروہ ایبیری (Iberes) کی طرف منسوب ہے، پھر رومیوں نے اس کو ہسپانیہ (Hispania) کہا، اس لئے کہ یہ رومی سلطنت سے جانب مغرب کا ملک (Hesperia) تھا، اور عرب مورخین کی توجیہ کے مطابق یہ "اشبانیا" کہا گیا، جو رومی حکمران اشبان بن طیطش کی طرف منسوب ہے، اور یہ نام ابتداءً صرف خطہ اشبیلیہ کا تھا جو "اشبان" اور "ایلیا" (بیت المقدس) سے مرکب ہے، لیکن عرب مورخین کی اس توجیہ کو دور حاضر کے محققین نے قبول نہیں کیا ہے،

اس کے بعد جب عرب اس ملک میں داخل ہوئے، تو انھوں نے اس کو ہسپانیہ یا اشبانیہ کہنے کے بجائے اندلس سے موسوم کیا، اور اپنے مذاق کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے اخلاف میں سے اندلس بن طوبال بن یافث کی طرف اس کی نسبت دی،

مگر دورِ حاضر کے محققین نے عرب مورخین کی اس توجیہ کو بھی قبول نہیں کیا ہے، اور لفظ "اندلس" کی اصل جرمن قوم کے نام "واندالس" (Vandalus) یا واندال (Vandal) کو قرار دیا ہے، یہ جرمن قوم یہاں صرف ۴۱۱ء سے ۴۲۹ء تک حکمران رہی، باایں ہمہ فاتح قوم کے نام پر ایک خطہ کا نام واندالیسیہ (Vandalicia) ہو گیا، اور اسی "واندالیسیہ" سے آخر اندلس عالم وجود میں آیا،[1]

دور حاضر کے مورخین کی اس تحقیق کا سراغ بعض عرب مورخین کے بیانوں میں بھی ملتا ہے، کہ اندلس کی اصل "فندلش" یا "فندلس" ہے، جو اربایون (ایبیرین) کے بعد اندلس کے حکمران ہوئے، اور اسی فندلس یا فندلس سے اس مقام کا نام اندلس قرار پایا،[2]

اندلس کا تلفظ و املا

عرب اس کو "اَنْدَلُس" اور کبھی "اَنْدُلُس" کہتے تھے، یہ اگرچہ عجمی لفظ ہے لیکن عربی مخارج سے قریب ہونے کے سبب سے اس کو عربی مخارج میں قبول کر کے اس پر عربی قاعدے کے مطابق الف لام داخل کرتے ہیں، اور بلا عذر تنوین بھی دیتے ہیں، اس طور پر انھوں نے اس کو گویا ایک خالص عربی لفظ تسلیم کر لیا تھا،[3]

اندلس کا مفہوم وسعت ملک کے اعتبار سے

عربوں نے اسپین کے جنوبی حصہ کو جسے غالباً واندالیسیہ کہا جاتا تھا پہلے فتح کیا تھا، اس لئے انھوں نے اسی واندالیسیہ کو اپنی زبان میں اندلس کہا، پھر جیسے جیسے فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، ملک کے اس نام کا اطلاق بھی آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ پورے اسپین و پرتگال پر اس لفظ کا اطلاق ہوا، پھر آگے بڑھ کر جنوبی فرانس کے دو بڑے علاقے ناربونینسس (Narbonensis) اور "اکوٹانیا"

---

[1] صبح الاعشیٰ ج ۵ ص ۲۲۶، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۴۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۴۳، وحواشی دائرۃ المعارف الاسلامیہ ترجمہ عربی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۲ ص ۲۰۳، ۳۰۵ [2] معجم البلدان ج ۱ ص ۳۴۶

(Aquitania) بھی ملک اندلس کے حدود میں داخل ہو گئے، چنانچہ عرب جغرافیہ نویسوں نے اندلس کے جو حدود اربعہ بیان کئے ہیں، اور اس کے انتہائی گوشے، اضلاع، دریا، اور پہاڑ دکھائے ہیں، اس لحاظ سے اسپین، پرتگال اور جنوبی فرانس کے وہ علاقے اندلس کے مفہوم اور وسعت ملک میں داخل ہیں، اور اس وسیع ملک کے مختلف خطوں کے قدیم ناموں کو اپنے تلفظ و املا میں ادا کیا ہے، جیسے گالیکیا (Galicia) کو "جلیقیہ" استوریاس (Asturias) کو "اشتوریاس" لیاون (Leon) کو "لیون" یا "لیونش" نوارا (Navarra) کو "نبرہ" کسٹیل (Castile) کو "قشتالیہ" یا "قشتالہ" کاتالونیہ (Catalonia) کو "قطلونیہ" بسکے (Biscay) کو "بشکنس" یا "بشکونش" یا فرانسیسی علاقہ میں اندلس کے پایۂ تخت "اربون" (Narbonne) کو "اربونہ" یا "اربونہ" کہا ہے، مگر جغرافی اعتبار سے یہ سب عربی جغرافیہ نویسوں کے نزدیک اندلس میں داخل تھے،[1]

---

[1] اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۳۰ - ۱۱، ان اوراق میں اندلس کے جغرافی معلومات اسی ماخذ سے لفظاً اور اجمالاً نئی ترتیب کے ساتھ لئے گئے ہیں، اس کو جغرافیہ کی قدیم و جدید تصنیفات سے مرتب کیا گیا ہے، نیز اگر کسی موقع پر کسی اور ماخذ سے کچھ اخذ کیا گیا ہے تو اس کا انفرادی حوالہ درج کر دیا گیا ہے،

جغرافیہ طبعی

اندلس کی شکل نقشون مین | یونانی جغرافیہ نویس استرابو نے اس ملک کی شکل مستطیل لکھی ہے بطلیموس نے اس کو بے قاعدہ مثلث بتایا ہے، موجودہ زمانہ مین اس کو ایک بے قاعدہ ذوارِبعۃ الاضلاع دکھایا گیا ہے، عربون نے بطلیموسی نقشہ کے مطابق اس کو بے قاعدہ مثلث سمجھا، اور اس کے تین ارکان واضلاع بیان کئے، اوران زاویون کو ملانے سے جو ضلعے بنتے ہین، ان کی تعریف ساحل کے شہرون اور مقامون کا نام لیکر کی ہے،

حدود اربعہ | جیسا کہ معلوم ہے اندلس جزیرہ نما ہے، جسے بقول شریف ادریسی عربون نے اختصار کی وجہ سے شبہ الجزیرہ کے بجائے صرف جزیرہ کہا، اس کی تین سمتون مین تین سمندر ہین، مشرق مین بحر روم ہے، جسے بحر متوسط، بحر شام، بحر مشرق بھی کہتے ہین، مغرب کی طرف اوقیانوس (اٹلانٹک) ہے، جسے بحر محیط، بحر ظلمات، بحر مظلم اور بحر اعظم بھی کہتے ہین، اور جنوب مین آبنائے جبرالٹر ہے جس کو عرب بحر زقاق سے موسوم کرتے تھے، آبنائے جبرالٹر اندلس کے جنوبی گوشہ اور افریقہ کے شمالی گوشہ مین ہے، یہی آبنائے یورپ کو افریقہ سے جدا کرتی ہے، دوسری طرف اندلس کی شمالی قدرتی سرحد جبل البرانس یعنی کوہ پائیرنیز (Pyrenees) ہے اور اندلس کا یہی شمال مشرقی حصہ خشکی سے ملا ہوا ہے، اور یہی وسعت ملک کے لحاظ سے جنوبی فرانس کا وہ علاقہ جس مین ناربون اور اکاتانیا واقع ہین، اس کی سرحد مین داخل ہین، اور اندلس شمال مغربی گوشہ کی سرحد پر خلیج بسکے واقع ہے،

طول و عرض | اندلس موجودہ نقشوں میں شمالاً و جنوباً ۳۶ درجہ ا دقیقہ اور ۴۳ درجہ ۴۵ دقیقہ کے درمیان اور شرقاً و غرباً ۳ درجہ ۲۰ دقیقہ اور ۹ درجہ ۳۰ دقیقہ کے درمیان واقع ہے، اس طول و عرض میں جنوبی فرانس کا وہ علاقہ جو اندلس میں سمجھا گیا ہے داخل نہیں ہے

مساحت | عرب جغرافیہ نویسوں میں سے ادریسی نے اس کا طول گیارہ سو میل اور عرض چھ سو میل لکھا ہے، موجودہ پیمائش کے لحاظ سے مشرق سے مغرب کی جانب زیادہ سے زیادہ طول ۶۳۵ میل اور شمال سے جنوب میں زیادہ سے زیادہ طول ۵۱۰ میل ہے لیکن اس پیمائش میں فرانس کا کوئی علاقہ داخل نہیں ہے،

اندلس کی زمین | اندلس کی زمین سمندر کی سطح سے تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) فٹ بلند ہے، یہ بلندی مشرق سے مغرب کی طرف کم ہوتی گئی ہے، یہاں تک کہ بحر محیط کی سطح آجاتی ہے

اندلس کے پہاڑ | اندلس کی اس مرتفع زمین میں پہاڑوں کے چھ چھوٹے اور بڑے سلسلے مشرق سے مغرب کی سمت میں پھیلے ہوئے ہیں،

(۱) جبل البرانس (Pyrenees) شمال میں پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ جو خلیج تک چلا گیا ہے، اس پہاڑی سلسلہ کے کئی ٹکڑوں کے کئی نام ہیں کہیں جبل البرتات (Montes du puertas) کہیں جبل الابواب کہیں جبل الفاصل یا جبل الحاجز لکھا گیا ہے، پہاڑی کا یہی سلسلہ اندلس کو ارض کبیر یعنی فرانس کے ان علاقوں سے جدا کرتا ہے جو پہلے اندلس میں داخل تھے، اس پہاڑی سلسلہ میں چند درے ہیں جن میں سے چار درّوں (۱) برت اشترہ (۲) برت جاقہ (۳) برت شزرو (۴) برت بیونہ کے نام عرب جغرافیہ نویسوں نے لکھے ہیں، انہی دروں سے عربی فوجیں ادھر سے ادھر گذرا کرتی تھیں،

(۲) الشارات (Sierras) جبل البرانس سے جنوب میں موجودہ صوبہ قسطلہ

کے جنوب مشرقی حصہ سے شروع ہو کر پرتگال کے شہر قلمریہ (Caimbra) کے قریب تک چلا گیا ہے،

(۳) جبال طلیطلہ الشارات کے جنوب میں ہے، اس کے ایک ٹکڑے کا نام شَنَّہ وادی الآش (Sierra de Guadalupe) [illegible] ہے،

(۴) شارات موریہ (Sierra Morena) جبال طلیطلہ کے جنوب میں اندلس کے وسطی ارض مرتفع کے بالکل جنوبی سرے پر ہے، عربی جغرافیہ نویس اس کو جبال قرطبہ بھی لکھتے ہیں کہ اسی کی شاخ شہر قرطبہ تک آئی ہے، اسی پہاڑ سے نہر کاٹ کر قرطبہ میں شیریں پانی لایا گیا تھا، اس سلسلہ کا مشرقی [illegible] Sierra de Segura کہا جاتا تھا جس سے وادی [illegible] اور وادی الکبیر نکلتی ہیں،

(۵) جبل الثلج یا جبل الشلیر (Mons Solarius) اندلس کے جنوبی مشرقی گوشہ میں واقع ہے، اس کی چوٹی اندلس میں سب سے اونچی ۱۱۴۰۰ فٹ ہے، اور ایک عرب فرمانروا [illegible] کے نام پر [illegible] (Conversus(?)) (Mulahacen(?)) مشہور ہے،

(۶) البشارات (Alpuxarras(?)) ایک [illegible] میں جبل الثلج کے جنوب میں ساحل کے قریب [illegible] ہے،

یہ چھوٹا سلسلہ مشرق سے مغرب کی طرف [illegible] چھوٹی چھوٹی [illegible] کی طرف نکلی ہیں، ان میں سے [illegible] (Cabo [illegible]) [illegible] (Carrelio(?)) [illegible] (Doraca) [illegible] جبل [illegible]

جبل منیفہ ہیں، پھر چند چھوٹی پہاڑیاں اپنے شہروں کے ناموں سے جابجا پھیلی ہوئی ہیں، جن کا نقشہ دیکھ کر پتہ چلایا جا سکتا ہے، اور عہد اسلامی میں وہ مختلف ناموں جبل ابن حفصون جبل ہاشم، جبل سلیمان وغیرہ سے موسوم تھے،

اندلس کا ایک پہاڑی سلسلہ بھی لائق ذکر ہے جو جبل طارق کے نام سے موسوم ہے، اور جنوبی اندلس کے صوبہ قادس کے جنوب مشرق میں ایک جزیرہ نما کی شکل میں ہے، شمالاً و جنوباً تین میل طویل اور شرقاً غرباً ایک میل عریض ہے، اس کی سب سے بلند چوٹی ۱۴۳۹ فٹ ہے، اس کے مغربی جانب ایک خلیج ہے جس کو خلیج جبرالٹر کہتے ہیں، جبل طارق کے آمنے سامنے ۲۵ میل پر شہر سبتہ آباد ہے، جبل طارق پر بعد میں اسلامی دور میں قلعے تعمیر ہوئے،

اندلس کے دریا اندلس کے انہی پہاڑوں سے جو دریا نکلے ہیں، ان میں سے بعض بحر روم میں بعض بحر محیط میں اور بعض آبنائے جبرالٹر میں سمندر سے جا ملے ہیں، بحر محیط میں گرنے والے تمام دریا حسب ذیل ہیں:

(۱) وادی الشاء	(The Guadameai.)
(۲) وادی آرو	(The Guadiaro)
(۳) وادی الفرشی	(The Guadalhorce)
(۴) وادی بلش	(Rio Velez)
(۵) نہر المریہ	(Rio Almeria)
(۶) وادی شقورہ	(Sagura)
(۷) وادی شقر	(The Jucar)
(۸) وادی الابیض	(The Guadalaviar)

(۹) وادی ابرہ (The Ebro)

(۱۰) وادی زیتون

بحر محیط اور آبنائے جبرالٹر میں گرنے والے حسب ذیل دریا ہیں :-

(۱) بربا ط (The Barbate)

(۲) وادی لکہ یا وادی الطہ (The Guadalete)

(۳) وادی الکبیر (The Guadalquivir)

(۴) وادی آنہ (The Guadiana)

(۵) تاجہ (The Tagus)

(۶) نہر مندیق (The Mendego)

(۷) دریائے دویرہ (The Douro)

(۸) وادی مینہ (The Minho)

(۹) وادی یُلہ (The Ulla)

ان کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے دریا ہیں جو کہ انہی بڑے دریاؤں میں مل گئے ہیں۔

زراعت، نباتات، معدنیات، حیوانات

اندلس ایک زرعی ملک تھا، خصوصاً مسلمانوں نے یہاں کی زراعت کو بڑی ترقی دی، جس کا تذکرہ کسی اور جگہ آئے گا۔ زراعت کے لیے اس ملک میں دو قسم کی زمینیں تھیں، ایک وہ جہاں دریاؤں اور نہروں سے آبپاشی کا سامان تھا، دوسرے کنوؤں سے رہٹ چلا کر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جن قطعات میں آبپاشی کا سامان تھا وہاں ہر قسم کا اناج پیدا ہوتا تھا، گیہوں، زیتون، جو، چنا، مکئی، رائی، جوار وغیرہ

ہوتی تھی، میوؤں میں انگور، لیموں، انجیر، بادام، انار، کیلا، سیب، اخروٹ، بلوط، کھجور، آڑو، شفتالو، نیشکر وغیرہ کی پیداوار تھی۔ اسی طرح بہت سی خوشبودار جڑی بوٹیاں، چھالیں اور پھول پیدا کیے جاتے تھے جن میں سے بعض الائچی، لونگ، صندل، عود، زعفران، دارچینی، محلب، ادرک، زنجبیل وغیرہ تھیں۔ ان میں بیشتر چیزیں مسلمان اپنے ساتھ اندلس لائے۔

اسی طرح کہربا، عنبر، مرجان وغیرہ بھی سمندر سے حاصل کیا جاتا تھا۔ سونا، چاندی، قلعی، پارا، جوالی نکالا جاتا تھا، پھر دوسرے قیمتی نگینے، ارج، طفل، عقیق، سنگ عمارت کے قیمتی پتھر حاصل کیے جاتے تھے۔

ان نباتات و معدنیات کے علاوہ یہاں کے حیوانات بھی قابل ذکر ہیں۔ یہاں درندہ جانور کم دکھائی دیتے تھے۔ چوپایوں میں ہرن، بکریاں، گائے، بیل، گدھے، خچر اور مضبوط قد آور گھوڑے ہوتے تھے۔ اسی طرح نرم بالوں والے جانور سمور، وبر، قاقم وغیرہ ہیں جن کے نرم بال اور کھالیں پوستین کے کام آتی تھیں۔ پرندوں کی بھی کثرت تھی، اور شکار کا رواج تھا۔ بحری حیوانات میں ہر قسم کی مچھلیاں ہوتی تھیں۔

مسلمانوں نے اپنے زمانے میں اندلس کے ان قدرتی ذرائع سے پورا فائدہ اٹھایا۔ فصلوں کو بڑھایا، مختلف نباتات و حیوانات میں انواع و اقسام کے اضافے کیے اور صنعت و حرفت تجارت کی داغ بیل ڈالی کہ اندلس کو کمال ترقی پر پہنچا دیا جس کا تذکرہ تفصیل سے کسی اور جگہ آئے گا۔

جغرافیہ تاریخی

اندلس کے باشندے

قدیم زمانہ سے ائبیری، کلٹ، فنیقی، یونانی، رومانی، شیوانی، الانی، واندال، فرینک اور قوطی (گاتھ) قوموں نے اس ملک میں وقتاً فوقتاً اپنی آبادیاں قائم کیں جن میں سے فنیقیوں کے سوا سب کی سب مشرقی اور وسطی یورپ کی قومیں تھیں، جو مختلف زمانوں میں اندلس میں آئیں، اور یہاں بود و باش اختیار کر لی۔

قوطیوں (گاتھ) کا قافلہ بحر اسود کے شمالی ساحل کے قریب دریائے نیپر کے نواح سے اٹھا تھا۔ اور یونان، اٹلی، اور فرانس سے گذرتا ہوا ۴۱۱ء میں اندلس میں داخل ہوا، ۴۱۹ء میں انھوں نے شیوانی اور الانی کی حکومتوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کی، اور اسپین سے لیکر فرانس میں دریائے لوائر ( ) تک حکمران بن گئے، قوطیوں پر واندال نے آ کر حملہ کیا، اور ایک حصہ ملک میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کی لیکن بیس برس کا زمانہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ قوطیوں نے انھیں افریقہ کی طرف چلے جانے پر مجبور کر دیا، قوطیوں نے اندلس میں تقریباً تین سو برس حکومت کی، اور انہی کے زمانہ حکومت میں مسلمانوں نے ۷۱۱ء میں اندلس میں داخل ہو کر ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کی۔

اندلس میں قوطیوں کے داخلہ کے بعد ایک نئی قوم کی تخلیق ہوئی، جو اسپینی قوم کہی گئی،

اس مین سب قومون کی اصل یا مخلوط النسل اور قوطی قومین داخل تھین، خصوصاً مسلمانون کے مقابلہ مین ان کی نسلی تقسیم ختم ہو چکی تھی، اب وہ صرف ایک قوم تھی جس کا امتیازی رنگ عیسائی مذہب کی حلقہ بگوشی تھی،

یہود | مسلمانون کے داخلہ کے وقت اندلس یہودیون کے وجود سے بھی خالی نہ تھا لیکن انہین حکمران قوم کی حیثیت حاصل نہ تھی تاہم اپنی دولت و ثروت کے اعتبار سے وہ لوگ اس ملک مین اپنا نمایان اثر و نفوذ رکھتے تھے،

مذہب | اسپین مین مسلمانون کے داخلہ سے پہلے تین مذاہب عیسائیت، بت پرستی اور یہودیت قائم تھے۔

گاتھ ون کا عیسائیت قبول کرنا | گاتھ مین عیسائیت کی تبلیغ چوتھی صدی عیسوی مین ہوئی، ان مین اور رومیون مین جب پہلی آویزش ہوئی، اس وقت گاتھ مذہباً بت پرست تھے، چوتھی صدی مین گاتھک زبان مین بائبل کا ترجمہ کیا گیا اور اس صدی کے ختم ہونے سے پہلے یہ پوری قوم مسیحیت قبول کر چکی تھی،

فرینک مین عیسائیت کی تبلیغ | جرمن قوم فرینک نے بھی اسپین اور فرانس مین مسلمانون کو سابقہ پڑا، فرینک سنہ ۵۰۸ء مین پیرس کو دارالسلطنت بنا کر فرانس کے حکمران بن چکے تھے، ان مین عیسائیت کی تبلیغ ایک خاص تقریب سے عمل مین آئی، آتی کلووس کی ملکہ برگنڈی کی شہزادی تھی، مذہباً عیسائی تھی، ایک لڑائی مین اس نے اپنی ملکہ کی ترغیب سے جنگ مین فتح پانے پر عیسائیت قبول کر لینے کی منت مانی، اتفاق کی بات اس کو کامیابی حاصل ہوئی، چنانچہ سنہ ۴۹۶ء مین کلووس عیسائی کلیسا مین داخل ہو گیا، پھر پوری قوم نے اسکی تقلید مین عیسائیت قبول کر لی،

جنوبی فرانس کے باشندون کا مذہب | جنوبی فرانس کے علاقہ آلبیجین، برگنڈی وغیرہ مین سلطنت روما

تاریخ اندلس، ۲۴ ۴/۹۴

کے اثر سے عیسائیت پھیل چکی تھی، اگرچہ وزیگاتھ کبھی کبھی بت پرستی کی طرف بھی عود کر جاتے تھے؛ نیز یہاں کی آبادی کا ایک حصہ اپنی بت پرستی پر پہلے سے قائم رہا۔

مسلمانوں کے داخلہ کے وقت مذاہب

اس لیے جب مسلمانوں کے قدم اس جزیرہ نما میں پہنچے تو صرف دو مذاہب عیسائیت اور یہودیت قائم تھے، البتہ جنوبی فرانس میں بت پرستی کا رواج بھی تھا اور اسپین کے عیسائیوں اور یہودیوں میں تعلقات خوشگوار نہ تھے، اور عیسائی برسر صاحب اقتدار تھے، اس کی تفصیل کسی دوسری جگہ نظر سے گزرے گی، اس لیے اس جزیرہ نما میں مسلمانوں کا مقابلہ تمام تر عیسائیوں سے پڑا، اور مذہبی حیثیت سے وہی ان کے حریف اول اپنی نسلی و قبائلی تقسیم کے مطابق اپنی اپنی قوم کی شکل میں موجود رہے تھے۔[۱]

(اندلس کی آبادیاں)

اندلس کی تقسیم حصوں اور کوروں میں

جب اندلس جب اسپین اور پرتگال کی دو جداگانہ سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا تو ان دونوں ملکوں کے جداگانہ صوبے قرار پائے، اسپین میں ابتدا ۱۸۳۳ء تک صرف ۱۲ پراونس (صوبے) قائم تھے، پھر سنہ ۱۸۳۳ء میں ان کو ۴۹ پراونسوں (صوبوں) میں تقسیم کیا گیا، وہی تقسیم اب تک ہے؛ اور دوسری طرف پرتگال بھی انتظام کے لحاظ سے ۸ بڑے پراونسوں (صوبوں) میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور ملکی انتظام کے لیے یہی صوبے آج بھی وہاں موجود ہیں۔ ان صوبوں کے نام حالات کے موقع پر نقشوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں سے قبل اندلس کا اسپین و پرتگال کی موجودہ تقسیم سے جداگانہ طریقہ پر تقسیم کیا گیا تھا اور مختلف جغرافیہ نویسوں نے اس کی تقسیم کی تھی۔ مقری نے جہاں بیان کی ہے، مثلاً احمد بن محمد رازی نے

---

[۱] تاریخ یورپ گرانٹ و ٹمپرلی جلد اول ص ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۲۴ وغیرہ

وانڈلس غربی و اندلس شرقی مین تقسیم کیا ہے، اندلس غربی سے مراد وہ حصہ ملک تھا جس
بحر محیط مین گرتے ہین، اور شرقی سے مراد وہ حصہ ملک ہے جس کے دریا بحر روم مین ملتے
ین مقری نے اندلس کو تین حصون مین تقسیم کیا ہے یعنی اندلس وسطیٰ مشرقی، اور مغربی
ین کا ہر حصہ مختلف کورون مین تقسیم تھا،

تقسیم اقلیمون مین | تیسری تقسیم شریف ادریسی کی ہے، اس نے اندلس کو دو حصون مین تقسیم
، اول جبل الشارات کے اس طرف جنوبی جانب کو اشبانیہ کے نام سے موسوم کیا ہے،
کے شمالی جانب کو قشتالہ کہا ہے، پھر اشبانیہ کو متعدد اقلیمون مین تقسیم کیا ہے، اور ہر اقلیم
و شہر دکھائے ہین، اندلس کے اس حصہ یعنی اشبانیہ مین اسلامی اندلس کے تقریباً تمام
غل ہین جہان مستقل طور پر اسلامی حکومت قائم تھی، اس حصہ کو اس نے ۲۶ اقلیمون
لیا ہے، ان میں سے ہر ایک کو ایک صوبہ سمجھا جا سکتا ہے، اور ان کے اہم شہر حسب ذیل ہین
اقلیم البحیرہ (Laguna de la Janda) (۱) صوبہ کی
محیط سے ہوتی ہے، اس میں کے اہم شہرون مین جزیرۂ طریف، جزیرۂ خضراء، جزیرہ قادس
بل اس اقلیم کے بیشتر حصہ صوبہ قادس مین ہین، البحیرہ ایک بڑی جھیل کا نام ہے، جو
مغربی اندلس میں صوبہ قادس مین جزیرہ طریف سے شمال مغرب مین تھوڑے فاصلہ
ہے، اس طرف یہ اقلیم منسوب ہے،

جزیرۂ طریف (Tarifa) اندلس مین مسلمانون کا سب سے پہلا قافلہ طریف
نخعی کی سرکردگی مین اندلس آیا، اور سب سے پہلی مرتبہ وہ اندلس مین اسی مقام پر اترا، اور
سالار قافلہ کے نام سے ہمیشہ کے لیے موسوم ہوگیا، اس کے تین گوشے سمندر سے
ئے ہین، اس لیے یہ جزیرہ نما کی شکل مین ہے، جسے عربون نے جزیرہ کہا ہے، یہ چھوٹا

صوبہ قادس کے جنوبی حصہ مین جزیرہ خضرا سے ۸ امیل مغرب مین آبنائے جبل الطارق کے کنارے
اندلس کے مغربی و مشرقی سمندرون کے جنوبی نقطۂ اتصال پر واقع ہے، شریف ادریسی نے لکھا
ہے کہ "یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس کے گرد شہر پناہ بھی ہے، ایک چھوٹی ندی بھی بہتی ہے،
جو شہر کے ایک جانب سے دوسری جانب چلی گئی ہے، بازار، سرائے، حمام موجود ہین،
سامنے دو چھوٹے جزیرے ہین، یہ دونون جزیرے خشکی سے قریب ہین

جزیرۃ الخضراء (Algeciras) جنوبی ساحل اور آبنائے جبل الطارق
کے مغربی کنارے کا مشہور شہر ہے، اس کے سامنے بھی ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے، جو ام حکیم
کہا جاتا تھا، اسپینی اس جزیرہ کو "ایلاوردی" یعنی سبز جزیرہ کہتے ہین، شاید اسی مناسبت سے
عربون نے اس کو جزیرہ نمائے "الخضراء" کہا ہو، جزیرۃ الخضراء اور جبل الطارق دونون ایک
دوسرے کے بالکل محاذ مین ہین، بیچ مین صرف خلیج جبل طارق حائل ہے، شہر مضبوط شہر پناہ
سے گھرا ہوا تھا، جسمین تین دروازے تھے، مسلمانون نے یہان دار الصناعہ (جہاز سازی کا کارخانہ) قائم کیا تھا
اور اسلامی عہد خصوصاً اس کے آغاز مین اس شہر کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی، طارق نے
اندلس مین سب سے پہلے اسی شہر کو فتح کیا تھا،

جزیرہ قادس (Cadiz) شہر قادس کے جنوب مین ہے، اس کے
شمالی سرے پر شہر قادس واقع ہے، اس کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس مین ایک
قلعہ شنت بیطر (Sancti Petri) ہے، پھر اسی کے سامنے ایک چھوٹا سا
ٹاپو ہے، جسے عرب "حلق شنت بیطر" کہتے تھے،

شہر قادس گیارہ سو برس قبل مسیح مین بنو کنعان کے ہاتھون آباد ہوا تھا، بنو کنعان
نے اپنی زبان مین اس کا نام "گوریہ" رکھا تھا، عبرانی مین "اگادیر" ہوا، یونانیون نے "گدیریا"

کردیا، رومیون نے "گادیس" کہا، عربون نے اس سے "قادس" بنالیا، قادس سے اب "کیدز" ہو گیا ہے، یہ شہر پچھلے زمانون مین تجارت کا اہم مرکز تھا، مسلمانون نے ۹۲ھ مین اس پر قبضہ کیا،

اس اقلیم کی دوسری اہم آبادیون مین قلعہ آرکش (Arcos)، بجہ (Vejer)، شریش یا شرس (Xeres) مدینہ ابن السلیم (Grazalema)، طشانہ (Tocina) واقع ہیں،

(۲) اقلیم شذونہ (Sidonia) مین اشبیلیہ اور مدینہ شذونہ اہم شہر تھے، آجکل اس اقلیم کے حدود صوبہ قادس کا وسطی و شمالی حصہ اور ایک حصہ صوبہ اشبیلیہ مین داخل ہین،

اشبیلیہ (Sevilla) ای بیری اور لاطینی مین ہسپالس (Hispalis) اور عربی اشبیلیہ اور اب "سیویلا" کہا جاتا ہے، آج کل جنوبی مغربی اندلس کا ایک صوبہ ہے، یہ شہر بحر محیط سے ۵۴ میل کے فاصلہ پر وادی الکبیر کے داہنے کنارے پر آباد ہے، یہ بڑے مرکزی شہرون مین شمار کیا گیا ہے، اس کو بحری اہمیت حاصل تھی، اس کے دریا مین ۷۲ میل تک مدوجزر آتا ہے، باربرداری کے جہاز آتے جاتے ہین کشتیون کا ایک پل بھی تھا، بڑا تجارتی مرکز تھا، اس کے نواح بڑے سرسبز و شاداب تھے، اسلامی عہد مین اس شہر کو بڑی مرکزیت حاصل رہی، یہ مختلف زمانون مین اندلس کا پایہ تخت رہا، اولاً اسلام کے ابتدائی فتوحات کے دور مین، پھر بنو عباد نے اس کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

مدینہ شذونہ (Medina Sidonia) کو مدینہ سدونیا یا مدینہ سیدونہ

بھی کہا گیا ہے، رومی اسے "اسیدو (Assido) اور گاتھ "اسیدونیا"
(Assidonia) کہتے تھے، عربوں نے "مدینہ شذونہ" کہا، اور آجکل میڈنا سیڈونیا
کہا جاتا ہے، یہ پہاڑ رندہ کے ایک سلسلہ کی بلندی پر شہر قادس سے جنوب مشرق میں
۲۱ میل کے فاصلہ پر آباد ہے،

اسی طرح یہاں کی دوسری آبادیوں سے قرمونہ یا قرمونیہ (Carmona)
اور قلسانہ یا قلسانہ کا نام تاریخ میں آتا ہے،

(۳) اقلیم الشرف (Aljarafe) میں ولبہ، جزیرہ شلطیش، جبل العیون
لبلہ اور حصن القصر داخل ہیں، اقلیم الشرف کا کچھ حصہ صوبہ اشبیلیہ اور کچھ حصہ صوبہ ولبہ میں
ان دونوں واقع ہے،

ولبہ (Huelva) ان دونوں جنوبی مغربی اندلس میں ساحل سے ملا ہوا
ایک صوبہ کا بھی نام ہے، اس کا قدیم نام انوبا (Onuba) تھا، جس کو عربوں نے
"اونبہ" کہا، نیز ولبہ بھی کہنے لگے، جو آجکل اپنی زبان میں "ہوالبوا" ہو گیا، یہ شہر بحر محیط سے
۱۰ میل کے فاصلہ پر دریائے اوڈیل (Odiel) کے کنارے پر آباد ہے،

شلطیش (Saltis) عہد اسلامی میں جزیرہ تھا، جو شہر ولبہ کے سامنے
آباد تھا، اس زمانہ میں یہ ایک جزیرہ نما کی شکل میں ہے، صرف دریائے اوڈیل اور جبل العیون
کے دھاروں کے قریب واقع ہے، اسلامی عہد میں یہاں کوئی شہر پناہ نہیں تھی، دشمن کے
حملوں کے وقت لوگ آبادی چھوڑ دیتے تھے،

اسی طرح جبل العیون (Gibraleon) لبلہ (Niebla)
جو عہد اسلامی میں تجارتی مرکز تھا، اور حصن القصر (Aznalcazar) کو تاریخی

اہمیت حاصل ہے،

(۴) اقلیم کنبانیہ (La campina) میں پایہ تخت قرطبہ اور زہرا وغیرہ واقع ہیں، اس اقلیم کا بڑا حصہ صوبہ قرطبہ میں وادی الکبیر سے جنوب میں پھیلا ہوا ہے، اور جو لاکمپینا کہلاتا ہے، اور کچھ صوبہ اشبیلیہ میں واقع ہے،

قرطبہ (Cordova) اس زمانہ میں جنوبی اندلس کا ایک بڑا صوبہ ممتاز شہر اور عہد اسلامی کا مشہور پایہ تخت ہے. یوں تو قرطبہ کی وجہ تسمیہ مختلف عرب جغرافیہ نویسوں نے مختلف لکھی ہے، لیکن نئی تحقیق کے مطابق اس کا قدیم نام کوردوبہ (Cordoba) تھا جسے عربوں نے قُرطُبہ کہا.

شہر قرطبہ شہر قرطبہ کی اصل آبادی ۲۱ محلوں کے بیچ میں واقع تھی جس کی فصیل علیحدہ قائم تھی، قرطبہ عہد قدیم سے متمول شہر تھا، ۱۵۲ ق م میں رومی مقبوضات اندلس کا یہ دارالحکومت بنا، پھر گاتھ کے زمانہ میں پایہ تخت بدل گیا تاہم اس کو اندلس کے اسقف اعظم کے صدر مقام کی حیثیت حاصل رہی، مسلمانوں نے سنہ [illegible] سے اس کو دارالحکومت قرار دیا، اور اس کی شہری و عمرانی ترقی پر غیر معمولی توجہ کی، رفتہ رفتہ شہر قرطبہ کی شان و شوکت بڑھتی گئی، شہر کے مضافات پھیلتے گئے، قصور و ایوان، محلات و باغات، عالیشان عمارتیں، مساجد، حمام اور پل تعمیر ہوتے رہے، یہاں تک کہ یہ دنیا کے ممتاز ترین شہروں میں شمار کیا جانے لگا؛

قرطبہ کے محلے قرطبہ کے ارد گرد ۲۱ بیرونی محلے (ارباض) قائم تھے، ان میں سے اکثر محلوں میں مختلف صنعتوں کے کاریگر آباد تھے، جیسے مغربی سمت کے محلوں میں ربض حوانیت الریحان (ریحان کی مٹھائی بنانے والوں کا محلہ) ربض رقاقین (نان بائیوں کا محلہ) آباد تھے، مغربی سمت

کے دوسرے محلے ربض مسجد الکہف، ربض بلاط مغیث، ربض مسجد الشفا، ربض حمام الالبیری، ربض مسجد السرور، ربض مسجد الروضہ، اور ربض السجن القدیم تھے، شمالی سمت کے تین محلے ربض باب الیہود، ربض مسجد ام سلمہ، اور ربض الرصافہ کے نام سے موسوم تھے، اور جنوبی سمت میں ربض شقندہ اور ربض منیۃ العجب آباد تھے، اور مشرق کی سمت میں ربض سبیلار، ربض فرن بریل، ربض البرج، ربض منیۃ عبد اللہ، ربض منیۃ المغیرہ، ربض زاہرہ، ربض المدینۃ العتیقہ واقع تھے، یہ سارے محلے اصل قدیم شہر کے ارد گرد آباد ہو گئے تھے، اور ہر محلہ کے گرداگرد خندقیں کھدی ہوئی تھیں، صرف ربض شقندہ میں پہلے کی ایک فصیل موجود تھی، موجودہ زمانہ میں اراضی قرطبہ کی اینٹ سے اینٹ بج کر ختم ہو چکی ہے، اور وسیع میدان میں باغ لگا دیئے گئے ہیں، البتہ قرطبہ کا قدیم شہر اپنی جگہ موجود ہے،

قرطبہ کے دروازے | قرطبہ کی فصیل میں ذیل کے ناموں کے سات دروازے تھے،

(۱) باب القنطرہ (۲) باب جزیرۃ الخضرا (۳) باب الحدید (۴) باب طلبیرہ (۵) باب عامر القرشی (۶) باب الجوز (۷) باب العطارین، اور باب الیہود جسے باب الہدی کے نام سے بھی پکارا گیا ہے، ان میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں،

قرطبہ کا قدیم شاہی محل | مسلمانوں کے داخلے سے پہلے یہاں صرف ایک شاہی قصر عہد قدیم سے تھا، جس میں اندلس کا حکمران آکر ٹھہرا کرتا تھا، مسلمانوں نے آنے کے بعد اس قصر کو اسی حکمران [illegible] موسوم کیا، اور خلفائے بنو امیہ نے اس میں سکونت اختیار کی، اور ..... طرح طرح کی [illegible] صنعت کاریوں سے اس کو تعمیری ترقی دی، بے نظیر باغ لگائے، ہر قسم کا سامان عیش مہیا کیا اور بہت سی نئی عمارتیں، باغات، سیرگاہیں اور محل تعمیر کرائے جن کا تذکرہ آگے آئیگا،

عہد اسلامی میں قرطبہ کی شہری ترقی کا عالم یہ تھا کہ عام باشندوں کے مکانات دو لاکھ ستر ہزار اور امراء

رؤسا اور وزراء کے محل ساٹھ ہزار تین سو تھے، چار ہزار تین سو بازار تھے، شہر کے مضافات میں ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات تھے، اسی طرح قرطبہ کی جامع مسجد دنیائے اسلام کی مشہور مساجد میں شمار کی گئی، ان سب کی تفصیلات آگے آئینگی،

مدینۃ الزہرا والزاہرہ ایک مختصر مگر بہت ستھرا اور پرتکلف شہر تھا جسے عبدالرحمن الناصر نے تعمیر کرایا تھا، اسکا تفصیلی تذکرہ اسکے عہد حکومت میں آئیگا، اسیطرح المنصور کا پایہ تخت مدینۃ الزہرہ عجائب روزگار عمارتوں سے معمور تھا،

اس اقلیم میں قرطبہ کے علاوہ دوسرے اہم شہروں میں استجہ (Ecija) ہے، جہاں قدیم کتبے فصیل اور دروازے کے آثار اب تک موجود ہیں، بیانہ یا لسانہ (Baena) قبرہ Cobra جہاں عہد اسلامی کے کچھ آثار اب بھی گرجے کی شکل میں باقی ہیں، الیسانہ یا لیسانہ (Lucena) جہاں یہودیوں کی خالص آبادی تھی، اور شہر کمنیانیہ تھے،

۵- اقلیم تدمیر (Province of Theodomir) کا نام مسلمانوں نے اپنے مطیع عیسائی سردار تھیوڈومیر کے نام پر رکھا، وہ اس علاقہ کا گورنر تھا، اس کے شہروں میں تامرسیہ اور یولہ، قرطاجنہ ممتاز تھے، یہ علاقے آجکل صوبہ مرسیہ، لقنت اور صوبہ البسیط میں داخل ہیں،

تدمیر، تھیوڈومر (Theodomir) مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کے وقت قوطیون کی طرف سے جنوبی مشرقی حصہ اندلس کا حاکم تھا، اور یولہ اس کا پایہ تخت تھا، اور اسی کے پاس ایک قدیم آبادی تھی، تھیوڈومر کے اطاعت قبول کرنے کے باعث مسلمانوں نے اس کی حکومت کو باقی رکھا، اس علاقہ کو اقلیم تدمیر کہا، اور یولہ یا مرسیہ کے قریب جو قدیم شہر مشہور تھا، اس کو مدینہ تدمیر سے موسوم کیا گیا،

مرسیہ (Murcia) آجکل جنوبی مشرقی اندلس کے صوبہ مرسیہ کا دارالحکومت ہے، اس علاقہ کی زمین بڑی زرخیز ہے، عہد اسلامی میں بھی اس کو صوبہ کے

دارالسلطنت کی حیثیت حاصل رہی تدمیر اس شہر کے قریب آباد تھا، کچھ دنون کے بعد تدمیر وہ مرسیہ کی آبادی مل گئی۔ اس کو بھی مرسیہ کہا جانے لگا، یہ شہر عہد قدیم سے آباد تھا، اوریولہ (Orchuela) کو اریول، اوریل اور اوریوالہ بھی بعضون نے لکھا ہے، یہ شرقی اسپین کے موجودہ صوبہ لقنت کا مشہور شہر ہے،

قرطاجنہ (Cartajena) جنوب مشرق اندلس مین صوبہ مرسیہ کے جنوبی ساحل پر ایک خلیج کے کنارے ایک پہاڑی پر آباد ہے، جس کے جنوب و مشرق مین سمندر رواں ہے، اس کو فینقیون نے ابتدا آباد کیا تھا، اور اسپین مین فینیقیون کا دارالسلطنت تھا، عرب، افریقہ کے قرطاجنہ سے تمیز کرنے کے لیے اس کو قرطاجنۃ الخلفاء کہتے تھے،

اسی طرح لورقہ یا لرقہ (Lorca) جو عہد اسلامی مین تجارت کا مرکز تھا، حصن مولہ (Mula) اور جنجالہ (جنچیلا (Chinchella) اس اقلیم مین واقع تھے،

۶- اقلیم کونکہ یا قونکہ، مین لقنت (Alicante) کونکہ (Cuenca) شقورہ (Segura) آلش (Elche) واقع ہین، ان مین سے آجکل لقنت اور کونکہ خود صوبے ہین، اور شقورہ صوبہ جیان کی بالکل مشرقی سرحد پر ہے،

۷- ارخیرہ (Erguera) مین شاطبہ (Jataba) جزیرہ شقر (Al…) دانیہ (Denie) اور بہت سے قلعے داخل تھے، یہ مقامات آجکل صوبہ بلنسیہ اور صوبہ لقنت مین داخل ہین۔

۸- اقلیم مرباطر (Murvedro) مین مرباطر یا مربیطر MURBE-CRO

بلنسیہ (Valencia) جو عہد اسلامی میں اس علاقہ کا صدر مقام تھا، اور جہاں اسلامی عہد کی یادگاریں آج بھی قائم ہیں اور بریانہ (Burriana) واقع ہیں، یہ مقامات آجکل صوبہ بلنسیہ کا حصہ ہیں۔

۹۔ اقلیم قونکہ یا قونکیہ میں ثغنت جہاں بنو امیہ کے زوال کے بعد بنو قاسم (قوامہ) کی حکومت قائم ہوئی، اور جو آجکل صوبہ بلنسیہ میں ہے، اور شنتمریہ بنو رزین یا شنتمریہ بنو رزین (Albarracin) جسے مسلمانوں نے مؤخر الذکر کو شنتمریہ الغربیہ سے تمیز کرنے کے لیے شنتمریۃ الشرق بھی کہا، طوائف الملوکی کے زمانہ میں ایک بربری خاندان بنو رزین کی حکومت یہاں قائم ہوئی، تو یہ شہر ان کے نام سے منسوب ہو گیا، اور ان کا نام آجکل بھی اس شہر کے بگڑے ہوئے اپنے تلفظ "البراسین" کے ساتھ موجودہ صوبہ تیروِل (Teruel) میں موجود ہے،

۱۰۔ اقلیم وبجہ میں سرتہ، اور قلعہ رباح داخل تھے، ان میں سے قلعہ رباح آجکل صوبہ "سوداد ریال" میں اور سرتہ صوبہ گوانکہ میں موجود ہیں،

سُرتَہ (Almonacid de Zorita) یاقوت نے اس کو شنتمریہ سے متصل طلیطلہ کے شرق میں بیان کیا ہے، اور دوزی نے موجودہ شہر المونسڈی زورتیہ کو اس سے منطبق کیا ہے۔

قلعہ رباح (Calatrava) اندلس وسطی میں صوبہ طلیطلہ سے متصل صوبہ سوداد ریال کے شمالی حصہ میں اس عربی شہر کا ویرانہ موجود ہے، یہ آبادی تابعی بزرگ ابو عبد اللہ علی بن رباح اللخمی کی طرف منسوب تھی، جو موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس آئے تھے، خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ شہر کا ریون سے ۲ میل شمال میں یہ شہر آباد تھا، یہ خالص اسلامی آبادی،

تھی، اور اسلامی عہد میں اس کو بڑی فوجی اہمیت حاصل رہی،

۱۱۔ اقلیم اشونہ (Osuna) میں بڑے بڑے آباد قلعے شہروں کے مانند ہیں جن میں سے لورہ اور اشونہ قابل ذکر ہیں، اقلیم اشونہ موجودہ صوبہ اشبیلیہ اور مالقہ کا ایک حصہ تھا،

لورہ یا حصن لورہ (Lora del Rio) آجکل صوبہ اشبیلیہ میں وادی الکبیر کے کنارے اشبیلیہ سے شمال مشرق میں تقریباً ۳۰ میل کے فاصلہ پر آباد ہے، اور قرطبہ سے مشرق میں تقریباً ۴۰ میل ہوگا، اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ قلعہ نما آبادی تھی،

اشونہ (Osuna) کا ایبیری نام "ارسو" تھا، رومیوں نے "ارسونہ" کہا، عربوں نے اشونہ تلفظ کیا، یہ صوبہ اشبیلیہ میں اشبیلیہ سے جنوب مشرق میں ۵۰ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع ہے،

۱۲۔ اقلیم ریہ (Regio) میں مشہور شہر مالقہ ... اور چند دوسرے اہم شہر قلعے ہیں، یہ کل مقامات آجکل صوبہ مالقہ میں داخل ہیں، اس لیے اقلیم ریہ گویا موجودہ صوبہ مالقہ ہے،

ریہ (Regio) کوئی بڑا مقام نہ تھا، ایرانی شہر رے کے کچھ باشندے اندلس میں آباد تھے، جنھوں نے اپنے شہر کے نام پر اپنی آبادی کا نام ریہ رکھا، جس سے آج کل زفرونہ (Zafurraya) کا گاؤں مراد لیا جاتا ہے، اسلامی عہد میں ریہ کی شہرت اقلیم ہی کی حیثیت سے رہی، اس اقلیم کا صدر مقام ارجذونہ تھا،

مالقہ (Malaga) آجکل جنوبی اندلس کا ایک مشہور صوبہ ہے، اور اس کا صدر مقام ہے، اس کا رومانی نام مالاکا (Malaca) تھا، پانچویں صدی میں یہ اسقف اعظم

کا صدمقام تھا، عہد اسلامی میں اس کو ایک اہم شہر اور اچھے بندرگاہ کی حیثیت حاصل تھی،
دوسرے شہرون مین اذشذونہ اور ارچذونہ (Archidana) مربلہ
(Marbella) اور قلعہ بشتر، ببشتر البشتر (Bobastro)،
جو جبال رنڈہ مین مشہور باغی ابن حفصون کی جائے پناہ تھا وغیرہ تھے،

۱۳- اقلیم البشارات (Alpuxarras) میں جیان اور بہت
قلعے اور گاؤن تھے، جن کی تعداد ۶۰۰ سے زائد ہے، البشارات آجکل صوبہ غرناطہ کے جنوبی
حصہ کا ایک پہاڑی علاقہ ہے، اور جیان خود ایک صوبہ ہے" البشارات" کے معنی ایسی زمین
کے ہین جہان گھاس کثرت سے ہوتی ہے، اسپینی زبان مین اس علاقہ کو اب" البکساراس" یا
"البجاراس" کہتے ہین، یہ علاقہ جبل الشلیر کے جنوب مین بحر روم کے کنارے کنارے بندرگاہ
مترل (Motril) سے لے کر المریہ کی سرحد پر سمندر کے کنارے ختم ہو جاتا ہے، اس
میں کی مشہور آبادی جیان ہے،

جیان (Jaen) آجکل وسطی اندلس کے جنوبی حصہ کا ایک صوبہ ہے،
شہر جیان کا قدیم نام" اورگی" یا" اورجی" (Auge) تھا، جب شامی اندلس میں
داخل ہوئے تو جیان کے باشندون نے اپنے اس مسکن کو اپنے شامی وطن کے نام سے
موسوم کیا، پھر قنسرین کے لشکر نے اس کو قنسرین سے یاد کیا، مگر یہ نام مشہور نہ ہو سکا، یہ عہد
اسلامی کا مشہور ترقی یافتہ اور اہم تجارتی مرکز تھا، اور اس کا قلعہ نہایت مستحکم سمجھا جاتا تھا،

۱۴- اقلیم بجانہ (Pchina) کے شہرون مین بجانہ اور المریہ اور برشانہ ہین، یہ
مقامات مرشانہ کے سوا موجودہ صوبہ المریہ مین واقع ہین،

بجانہ (Pechina) دریائے المریہ کے کنارے ایک چھوٹا سا

مقام تھا، عہد اسلامی میں اس کو ترقی حاصل ہوئی، قدیم نام "ویگی یا "وبجی" (Vigi ، تھا، جس سے بجانہ ہو گیا، اور اب اس کا بگڑا ہوا ہسپینی تلفظ "پے چینا" ہے، بجانہ المریہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے آباد تھا، عہد اموی کے بعد بجانہ کے لوگ المریہ میں آباد ہو گئے اور یہ شہر ویران ہو گیا، آجکل محض ایک گاؤن ہے مگر یہ اقلیم عہد قدیم سے اسی طرف منسوب ہے

المریہ (Almeria) جنوبی اندلس کا مشہور شہر اور آجکل ایک صوبہ کا نام ہے، اس کا قدیم نام "ارکی" (Urci) تھا، مسلمانون نے اس کا نام المریہ یا المریۃ البجانہ رکھا یعنی وہ مقام جہان سے بجانہ نظر آتا ہے یا حفاظت کی جا سکتی ہے، المریہ عہد اسلامی کے اہم شہرون میں شمار کیا جانے لگا، یہ دو پہاڑون پر جن کے بیچ مین شاداب زمین ہے آباد ہے ان میں سے ایک پہاڑی پر عہد الناصر کا ایک قلعہ ابتک موجود ہے، جس کو بعد مین قلعہ خیران (صقلوی) کہنے لگے، دوسری پہاڑی کے ایک حصہ پر ایک آبادی ربض الحوض کے نام سے شہر پناہ کے اندر تھی، اس پہاڑی کا نام جبل الدہم تھا، شہر پناہ مین متعدد دروازے تھے، شہر پناہ برجون سے مستحکم تھی،

دوسرے شہرون مین برجہ (Berja) برشانہ (Purchena) مرشانہ (Marchhena) طرجالہ (Tirjola) اور بالش (Velez Rubio) ہین، موخر الذکر کو آجکل "والیز روبیو" کہتے ہین، اسی خلعہ مین ایک قلعہ بلج بھی تھا، جسے بلج بن بشر قریشی والی اندلس نے دوسری صدی کے اوائل مین تعمیر کرایا تھا، اور اس مین ان کی نسل سکونت پذیر تھی،

۱۵- اقلیم البیرہ (Elvira) میں مدینۃ البیرہ، غرناطہ، وادی آش، المنکب اور بہت سے قلعے اور گاؤن تھے، مقامات آجکل صوبہ غرناطہ مین ہین، اس لیے

اقلیم البیرہ صوبہ غرناطہ کا ایک حصہ تھا،

البیرہ (Elvira) کو لبیرہ یا لبیرہ بھی کہا گیا ہے، اس کا پرانا نام ابیری زبان کے دو لفظوں "الی" (غناف) جس کے معنی "شہر" کے ہیں اور دوسرے "بیری" (Berri) بمعنی "نیا" سے مرکب ہے، یعنی "الی بیری" (نیا شہر) عربوں نے اس کو البیرہ کہا، امویوں کے زمانہ میں یہ اقلیم البیرہ کا نام تھا جس کو بعد میں اقلیم غرناطہ کہنے لگے، اس زمانہ میں قسطیلہ اس اقلیم کا دار الحکومت تھا، اس لیے اس شہر کو "مدینۃ البیرہ" کہنے لگے، محض "البیرہ" سے کوئی شہر نہیں پورا صوبہ یا اقلیم سمجھا جاتا تھا، اور مدینۃ البیرہ سے شہر قسطیلہ

مدینۃ البیرہ یا قسطیلہ دریائے شنیل (Xenil) سے شمال میں شہر غرناطہ سے سو امیل شمال مغرب میں واقع تھا، اس شہر کا موجودہ موقع مقام الرف (Alarfe) اور "پینوس پوانتی" (Pinos Puente) کے درمیان جبل البیرہ کے نیچے سمجھنا چاہیے، صوبہ البیرہ میں عرب بڑی تعداد میں آباد ہوئے، مدینۃ البیرہ ان کا مرکزی مقام تھا لیکن سنہ [illegible] میں دولت امویہ کے زوال کے سبب شہر ویران ہونے لگا، اور لوگ یہاں سے منتقل ہو کر غرناطہ میں آباد ہونے لگے، رفتہ رفتہ مدینۃ البیرہ بالکل ویران ہو گیا، مگر علاقہ کا نام البیرہ بدستور باقی رہا،

غرناطہ (Granada) کو اغرناطہ بھی بعضوں نے لکھا ہے، یہ آجکل جنوبی اندلس کا ایک صوبہ اور اس کے پایہ تخت کا نام ہے، پرانی تحریروں میں "گرناطہ" بھی مرقوم ہے، گمان ہے کہ لاطینی میں انار کو "گراناتوم" کہتے ہیں، اسی لیے یہ لفظ بنا ہے کہ انار کی پیداوار یہاں بہت ہوتی تھی، عربوں نے اس کے قریب ایک قلعہ کا نام "حصن الرمان" (قلعہ انار) بھی رکھا تھا، غرناطہ کی مدنی ترقی بنو امیہ کے زوال کے بعد ہوئی، اور اس کو اندلس کا دمشق

کہا گیا، بڑے بڑے اہل کمال اس کی خاک سے اٹھے اور اس شہر کی عظمت کو بڑھایا، وزیر لسان الدین نے اپنی ایک نظم مین کہا کہ مصر اپنے نیل پر فخر کر سکتا ہے، اور غرناطہ اپنے شنیل مین ایک ہزار نیل رکھتا ہے، کسی نے کہا "غرناطہ کی نظیر دنیا مین نہین، نہ مصر مین، نہ شام مین نہ عراق مین، پانچوین صدی کے آغاز مین مدینۃ البیرہ کو ویران کر کے ایک صنہاجی امیر نے اس شہر کو بسایا، شہر پناہ قائم کی، پھر عمارتین بنائی گئیں، اور رفتہ رفتہ بڑی شان و شوکت کا شہر بن گیا، اور بنو زیری کے ہاتھون یہ پایہ تخت بنا اور شام کا دمشق کہا گیا، اور آخر دور مین بھی شہر اندلس مین اسلام کا پایہ تخت اور مسلمانون کا ماوی و ملجا تھا، ابن بطوطہ (۷۰۳ھ - ۷۷۹ھ) جب اس شہر مین داخل ہوا تو یہ چالیس میل مین پھیلا ہوا تھا، اور ہر نوع کی شہری و تمدنی ترقیون سے آراستہ و پیراستہ تھا، بنو نصر (۶۳۶ھ - ۸۹۸ھ) ملوک غرناطہ کا پایہ تخت تھا، اسکی آبادی دو لاکھ تھی، اس دور مین یہ اندلس کا سب سے دولتمند شہر تھا، قصر الحمرا اور جامع مسجد یہان کے خوبصورت آثار اس کے اعلیٰ اور ترقی یافتہ تمدن کے آج بھی شاہد ہین، جن کا تفصیلی ذکر کسی اور جگہ آئے گا،

وادی آش یا وادالاشی یا وادالاشات (The Guadix)

موجودہ صوبہ غرناطہ کا مشہور شہر ہے، جو جبل الشلیر کے شمالی ڈھلان پر ایک دریا کے کنارے جو اسی نام وادی آش سے موسوم ہے، واقع ہے، شہر سے سات میل شمال مغرب مین ایک قدیم آبادی "اکی" یا "اکسی" (Acci) تھی، جس کو اب "گوادکس ال ویجو" کہتے ہین، غالباً اسی نام پر عربون نے شہر کا نام آش پھر وادی اضافہ کر کے وادی آش رکھ لیا، شہر کے مغرب مین دریائے فردیش (Furdix) کے کنارے مشہور گرم چشمہ حمام جلیانہ (Juliana) واقع تھا، جسے جلیانہ القفار بھی کہتے تھے

اس شہر کے ایک جانب دریا کے کنارے عہد اسلامی کی ایک آبادی الکسابہ (Alca-
zaba) آجکل بھی باقی ہے، جس کا نام القصبہ تھا،

المنکب (Almunecar) شہر غرناطہ کے جنوب مین ساحل بحر روم پر واقع ہے، عبدالرحمٰن الداخل پہلی مرتبہ اسی ساحل پر اندلس مین اترا، اس زمانہ مین معروف مقام اور بندرگاہ تھا،

۱۶- اقلیم فرریرہ (Ferriera) مین مشہور مقام بسطہ تھا، آجکل اس اقلیم کے بعض حصے صوبہ غرناطہ مین اور بعض صوبہ جیان مین داخل ہین،

بسطہ (Baza) جو صوبہ غرناطہ کے شمالی حصہ مین جبل اشلیر کی شاداب گھاٹی مین آباد ہے، اور جس کی پہاڑی پر ایک کلیسا تھا، جو مسجد بنالیا گیا، اب وہ مسجد پھر کلیسا بن گئی ہے، اس شہر کے آس پاس پرانے وقتون کے بہت سے آثار ہین، نیز حصن فرریرہ (Ferriera) اور حصن طشکر (Tiscar) اسی مین واقع تھے،

۱۷- اقلیم البلاطہ، اقلیم البلاطہ، اقلیم البلاط اور مدینۃ البلاط مین کچھ اشتباہ سا ہوگیا ہے، شریف ادریسی نے اس کا تذکرہ ایک سے زیادہ موقعون پر کیا ہے[۱]، چنانچہ اولاً اس نے اس اقلیم کو ایک طرف اقلیم الوجہ سے اور دوسری طرف مغربی اقلیم القصر سے متصل بتایا ہے، اس موقع پر اس اقلیم البلاطہ مین بطروش (Pedroche) اور حصن غافق کو داخل کیا ہے، موخر الذکر کو قبیلہ غافق نے بسایا ہے، یہ دونون مقامات آجکل صوبہ قرطبہ مین واقع ہین،

۱۸- اقلیم البلاط، ادریسی نے اقلیم البلاط کو اقلیم القصر، اور "اقلیم بلاطہ" کے درمیان

---

[۱] نزہتہ المشتاق ص ۱۶۵، ۱۸۶، ۱۸۷

لکھا ہے، اور اس میں مدینۃ البلاط، اور مدلین کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے مدلین صوبہ بطلیوس میں اور مدینۃ البلاط غالباً صوبہ قرطبہ میں ہے، اس لیے اس اقلیم کا تعلق ان دونوں صوبوں سے ہوتا ہے،

مدینۃ البلاط کی موجودہ جائے وقوع دریافت نہ ہوسکی، گمان ہے کہ وہ صوبہ قرطبہ کے شمال مغربی حصہ یا صوبہ بطلیوس کے شمال مشرقی حصہ کا کوئی شہر ہو،

مدلین (Medellin) موجودہ صوبہ بطلیوس کا ایک بڑا شہر وادی آنہ (Guadiana) کے کنارے باروہ سے مشرق میں آباد ہے۔

۱۹- اقلیم بلاطہ، ادریسی نے اس موقع پر بلاطہ کو بغیر الف لام کے "بلاطہ" ہی لکھا ہے، اور اس میں شنترین، لشبونہ اور سنترہ کے شہروں کو دکھایا ہے، اور اس کے پہلو میں اقلیم الشارات کو لکھا ہے، جس میں طلیطلہ وغیرہ ہیں، اقلیم بلاطہ کے یہ تینوں شہر آجکل پرتگال کے موجودہ علاقہ "استری مدورا (Estremadura) میں واقع ہیں، اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ موجودہ علاقہ استری مدورا کے اس حصہ کو عرب اقلیم بلاطہ کہتے تھے،

شنترین (Santarem) مغربی پرتگال کے ضلع "سنٹاریم" کا صدر مقام ہے، اور دریائے تاجہ (Tagus) کے داہنے کنارے پہاڑی کے ڈھال پر آباد ہے، لشبونہ (لسبن) سے اس کا فاصلہ ریل کے راستہ سے ۵۱ میل ہے، شریف ادریسی نے ان دونوں مقاموں میں ۵۰ میل بتایا ہے۔ عہد اسلامی کا شہر بڑی بلندی پر آج بھی موجود ہے، یہاں کے ایک گرجے "سانتا اِرینی" کے نام پر مسلمانوں نے اس کو "شنترین" کہا تھا، جس سے اب سنٹاریم کہا جاتا ہے،

شنترہ (Cintra) لشبونہ (لسبن) سے شمال مغرب میں دس بارہ

(سنتاریا)
۲۷

میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اسلامی عہد میں اس شہر کو شہرت اور اہمیت حاصل تھی،

لشبونہ یا اشبونہ (Lisbo یا Lisbon) آجکل ملک پرتگال کا دارالحکومت ہے، یہ دریائے تاجہ (Tagus) کے کنارے سمندر کے قریب جھیل پر واقع ہے، اس کا منظر نہایت خوشنما اور دلفریب ہے، دریا کے دوسرے کنارے اونچی پہاڑی کے مشرقی سرے پر ایک عرب آبادی المادا (Almada) جسے المعدن کہتے تھے، ابھی تک موجود ہے، عہد اسلامی کے مستحکم اور مشہور شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، یہاں کی جامع مسجد کلیسا بنالی گئی ہے، جو ابھی تک موجود ہے،

۲۰. اقلیم الفقر (Figueira) کے شہروں میں شنت ماریۃ الغرب، مارتلہ، شلب ہیں، جو سب کے سب آجکل پرتگال کے صوبہ الگاردی (الغرب) اور المنتیجو میں واقع ہیں، اس لیے یہ اقلیم ان دنوں پرتگال کا ایک حصہ ہے۔ "الفقر" شاید وہ آبادی ہو جو آجکل "فلیرا" کہی جاتی ہے،

شنت ماریہ یا مریۃ الغرب (Santa Maria de Algarve) ملک پرتگال کے جنوبی ساحل پر شہر طبیرہ (Tavera) سے جنوب مغرب میں ۱۲ میل کے فاصلہ پر اور شہر فارو (Faro) سے بہت قریب مشرق میں ایک شہر تھا، جس کے آثار اب باقی نہیں رہے، صرف ایک مقام سانتا ماریہ (Cape of Santa-Maria) باقی رہ گیا ہے، جس سے شہر کی جائے وقوع متعین ہوتی ہے شہر اوسط درجہ کا تھا، جامع مسجد بھی تھی، یہاں کی بندرگاہ سے تجارتی مال آتا جاتا تھا،

مارتلہ یا مرتلہ (Mertola) قدیم پرتگالی شہر ہے، جو صوبہ المنتیجو (Alemtejo) کے جنوبی علاقہ میں وادی آنہ کے داہنے کنارے پر واقع ہے

قدیم یونانی نام "مرتلس" تھا، جس سے مارتلہ یا مرتلہ بنا یا گیا،

مرتلہ، صوبہ تدمیر میں بھی ایک شہر تھا، جو شمال مغرب سرحد اور صوبہ البسیط کی جنوبی سرحد کے قریب واقع تھا،

شلب (Silves) جنوبی پرتگال کے صوبہ الگاروی کے ایک ضلع کا جس کو فارو کہتے ہیں، ایک بڑا شہر دریائے شلب کے داہنے کنارے پر شہر فارو سے شمال مغرب کی سمت میں واقع ہے، اس شہر کا قلعہ اور شہر پناہ جو مسلمانوں نے بنائی تھی، اب تک قائم ہے،

۲۱- اقلیم القصر، اس میں قصر ابو دانس، یابورہ، بطلیوس، شریشہ، ماردہ، قنطرۃ السیف، اور قوریہ داخل ہیں، ان میں سے قصر ابو دانس اور یابورہ پرتگال میں ہیں، بطلیوس خود ایک صوبہ ہے، اور شریشہ اور ماردہ اس کے شہر ہیں، اور قنطرۃ السیف صوبہ قاصرش کا ایک شہر ہے، اس طرح اس اقلیم میں اسپین کے صوبہ ہائے بطلیوس و قاصرش کے کچھ حصے اور پرتگال کے المنتجو اور استرمیدورا کے حصے شامل ہیں، یہ اقلیم اپنی وسعت میں بہت بڑی تھی،

قصر ابی دانس (Alcacer dosal) پرتگال میں دریائے سداؤ (SADAO) کے کنارے خلیج "ستوبال" (شطوبر) کے ساحل پر مشرق میں واقع ہے، یہ اوسط درجہ کا شہر ہے، آجکل "الکاسر ڈو سال" کہا جاتا ہے، اور ابو دانس کی طرف منسوب ہے، صدیوں یہاں اسلامی حکومت قائم رہی،

یبورہ یا یابورہ (Evora) بھی پرتگال میں صوبہ المنتجو کے وسطی حصہ کا ایک علاقہ اور اس کا شہر اشبونہ (لسبن) سے جنوب مغرب میں ۷۲ میل کے فاصلہ

پر واقع ہے، شہر ایک گھاٹی پر آباد ہے، جس کو نیچی نیچی پہاڑیاں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، شہر پناہ قائم ہے، عہد رومانی و اسلامی طرز تعمیر سے ملی جلی ہے، قدیم نام "ایوورہ" تھا، جس سے مسلمانوں نے یبورہ یا یابورہ بنالیا،

بطلیوس (Badajoz) مغربی اسپین کا ایک صوبہ اور شہر ہے، شہر وادی آنہ پر واقع ہے، یہ شہر دراصل مسلمانوں کا بسایا ہوا ہے اگرچہ بطلیوس کوئی عربی لفظ نہیں شہر کے گرد مسلمانوں کی بنائی ہوئی شہر پناہ بھی تھی، جس کے گرد تین خندقین تھیں، دو خشک رہتیں اور ایک میں پانی بھرا رہتا تھا، اس کے لیے پانی کا ایک خزانہ بنایا گیا تھا جس سے ابتک شہر میں آب رسانی کا کام لیا جاتا ہے، عہد اسلامی کی تعمیرات کے چند آثار اور ایک شکستہ قلعہ ابتک باقی ہیں،

شریشہ (Jerez de los Caballeros) جنوبی مغربی اندلس میں صوبہ بطلیوس میں وادی آنہ کی ایک شاخ کے کنارے دو پہاڑوں پر آباد ہے، یہ پہاڑیاں نہایت خوش منظر ہیں، عہد اسلامی کا شہر جس کو آجکل پرانا شہر کہتے ہیں، ابتک موجود ہے اور اس کی فصیل مع اپنے چھ دروازوں کے ابتک سلامت ہے،

ماردہ (Merida) مغربی اندلس میں یہ بھی آجکل کے صوبہ بطلیوس میں شہر بطلیوس سے ۳۰ میل مشرق میں وادی آنہ کے داہنے کنارے پر آباد ہے، قدیم نام "اوگستا ایمیریٹا" تھا جس سے عربوں نے ماردہ کردیا، یہ ۲۵ ق م میں تعمیر ہوا تھا، عہد قدیم کی اہم یادگاریں عہد اسلامی میں باقی تھیں، جن میں سے چند ابھی تک قائم ہیں، رومانی عہد کے قلعہ کو عربوں نے القصر کہا، وہ اب "الکاسر" کہلاتا ہے، عربوں کے داخلہ کے وقت اس شہر کی حفاظت کے لیے ۵ قلعے، اور ۸۴ دروازے تھے، عہد اسلامی میں بھی اس شہر کو مرکزیت و اہمیت حاصل تھی،

قنطرۃ السیف (Alcantara) مغربی اندلس میں صوبہ قاصرس کی مغربی سرحد
کے قریب دریائے تاجہ کے بائیں کنارے ایک شہر ہے، جس سے متصل شمال مغربی سمت میں
رومیوں کے دور کا پل ابتک موجود ہے، جس کو عرب القنطرہ (پل) کہتے تھے، پھر تلوار کے
ایک قصہ کی مناسبت سے اس کو قنطرۃ السیف کہنے لگے، اب یہ "الکنٹارا" کہلاتا ہے، شہر ایک
اونچی پہاڑی پر واقع ہے. یہاں سے موجودہ پرتگال کی سرحد ۸ میل رہ جاتی ہے.

قوریہ (Coria) صوبہ قاصرس (Caseress) سے شمال مغرب
میں تقریباً ۳۵ میل کے فاصلہ پر ہے، دوسری طرف جلیقیا کی سرحد قریب ہے، یہ مقام تقریباً
تین سو برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، پھر عیسائیوں کے پاس چلا گیا،

۲۲- اقلیم الشارات (Provincedesierras) میں طلبیرہ، طلیطلہ، مجریط،
افہین، وادی الحجارہ، اقلیش اور وبذہ واقع ہیں، ان میں سے طلیطلہ خود ایک مستقل صوبہ ہے
طلبیرہ اور افہین بھی صوبہ میں ہیں، اسیطرح مجریط اور وادی الحجارہ الگ الگ صوبے ہیں اور اقلیش اور وبذہ موجودہ
صوبہ کونکہ میں واقع ہیں، اسلیے اقلیم الشارات کا علاقہ صوبہ جات طلیطلہ، کونکہ اور وادی الحجارہ میں داخل ہے، الشارات
جیسا کہ اوپر گذرا ایک پہاڑی سلسلہ کا نام ہے جس کی طرف یہ اقلیم منسوب ہے،

طلبیرہ (Talavera) وسطی اندلس میں موجودہ صوبہ طلیطلہ میں دریائے
تاجہ کے داہنے کنارے پر واقع ہے، یہ قدیم شہر ہے، اس کے گرد تین فصیلیں یکے بعد دیگرے
تھیں جن کے بعض حصے ابتک موجود ہیں،

طُلَیْطُلَہ، طُلَیْطِلَہ یا طُلَاطُلَہ (Toledo) وسطی اندلس کا ایک صوبہ اور
عہد قدیم سے عہد اسلامی تک اندلس کے ممتاز ترین شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اسپین کے
مورخ اس کو طوبال بن نوح کا تعمیر کردہ سمجھتے ہیں، نیز یہودیوں کی طرف بھی اسکی بنا منسوب ہے

اس کا قدیم نام "تولیتم" "پھر" زلیطلہ" ہوا، جس کو عربون نے طلیطلہ کہا، یہ شہر سنگ خارا
کی نیچی اونچی پہاڑیوں پر بسایا گیا ہے، دریاے تاجہ شمالی سمت کے علاوہ ہر طرف سے اسکو
گھیرے ہوئے ہے، شمالی سمت مین نہایت مستحکم دوہری فصیل عہد قدیم سے موجود ہے، دریا
تاجہ پر صرف ایک محراب کا عجیب پل تعمیر تھا، اس دریا مین ناعورہ (رہٹ) بنایا گیا تھا
جس سے شہر مین پانی پہنچایا جاتا تھا، مسلمانون کے داخلہ کے وقت یہی شہر اندلس کا
پایۂ تخت تھا، اس کی فتح کے بعد گویا اندلس سے قوطیون کی حکومت کا خاتمہ ہوا، یہان
کے گرجے کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی، عہد اسلامی مین اس کے شہری استحکام کی وجہ سے
باغیون کو بار بار بغاوتون کا حوصلہ ہوتا، مسلمانون کے ساتھ عیسائیون کی بڑی آبادی بھی
موجود تھی، بلکہ اسلامی اندلس مین بھی شہر عیسائیون کا مرکز بنا رہا، عہد اسلامی کے آثار کہین
کہین اب باقی رہ گئے ہین، بعض محلات، مساجد اور پن گھڑیون کی شکستہ عمارتین موجود
ہین، نیز علم ہیئت سے متعلق بعض عمارتون کے آثار پائے جاتے ہین،

مجریط یا مشریط (Madrid) آجکل اسپین کا پایۂ تخت ہے، جو وادی
شہر نہر کی ایک شاخ پر آباد ہے، قدیم نام "میجوریتم" تھا جس کو عربون نے مجریط کہا، اور آجکل
میڈرڈ کہا جاتا ہے، عہد اسلامی مین اس شہر کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی، محض ایک طلیطلہ کا ایک
ماتحت شہر تھا، مسلمان آباد تھے، ایک جامع مسجد تھی، یہ گویا ایک سرحدی چھاؤنی [illegible]
رکھتا تھا جس سے طلیطلہ کی حفاظت کی جاتی تھی،

[illegible] طلیطلہ کے اعمال مین شمار کیا جاتا تھا، ایک چھوٹا سا شہر [illegible]
[illegible] مسلمانون کی آبادی بھی تھی،

وادی الحجارہ (Guadalajara) شمالی اندلس کا ایک صوبہ [illegible]

اس کا پایہ تخت ہے، جو دریائے "ہینارینر" (Henares) کے بائیں کنارے پر
ایک مسطح قطعۂ زمین پر سطح سمندر سے ۲ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے، رومیوں اور قوطیوں
کے زمانہ میں اس شہر کا نام "اری اکہ" (Arriaca) تھا، اری کے معنی پتھر کے
ہیں، مسلمانوں نے جب اس مقام کو فتح کیا تو پہلے اس ندی دریا کو "وادی الحجارہ پتھروں والا
دریا" سے موسوم کیا، پھر اس شہر کو بھی وادی الحجارہ کہنے لگے، نیز اس کو مدینۃ الفرج بھی
کہتے تھے، جو بربری قبیلہ بنو فرج کی جاگیر کے باعث اس نام سے موسوم ہوا، نیز عہد اسلامی
میں اس پورے قطعۂ کوہستانی کو بھی وادی الحجارہ کہتے تھے، یہ زرخیز علاقہ تھا، شہر مضبوط
شہر پناہ سے گھرا ہوا تھا، جا بجا چشمے رواں تھے، اور آراضیاں باغات اور شاداب کھیتوں
پر مشتمل تھیں، بنو امیہ نے اس علاقہ کو اولاً بنو فرقان کے سپرد کیا تھا، یہ مقام عربی اسلامی
حکومت کا مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا جس سے عیسائیوں کے سرحدی حملوں سے حفاظت
کی جاتی تھی،

اقلیس یا اقلیج (Ucles) آجکل صوبہ کونکہ میں ہے، مغرب کی
جانب علاقہ طلیطلہ سے ملا ہوا ہے، طلیطلہ سے سمت شرق میں ۵۰ میل فاصلہ ہوگا، عہد اسلامی
میں بڑا آباد شہر تھا، یہاں کی جامع مسجد بڑی عالیشان تھی، اب چھوٹا سا مقام رہ گیا ہے،

وبذہ (Huete) کو وبذی بھی کہتے ہیں، اب صوبہ کونکہ میں ہے، یہ اقلیش
سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر آباد ہے،

۲۳- اقلیم ارنیط (Arnedo) کے شہروں میں ارنیط، قلعۂ ایوب، قلعۂ دروقہ،
سرقسطہ، وشقہ اور تطیلہ واقع ہیں، ان میں سے سرقسطہ آجکل خود ایک صوبہ ہے، عہد اسلامی
میں بھی اس شہر کو صوبہ کی حیثیت حاصل تھی، قلعۂ ایوب و دروقہ اسی صوبہ میں ہیں، ارنیط صوبہ

لوگرونو میں اور تطیلہ موجودہ صوبہ نبرہ میں واقع ہے، وشقہ بھی الگ صوبہ ہے، اس طرح یہ اقلیم موجودہ صوبہ جات سرقسطہ، لوگرونو، نبرہ اور وشقہ پر محیط ہے،

ارنیط (Arnedo) ارنیط موجودہ صوبہ لوگرونو میں ایک بڑا شہر ہے، عہد اسلامی میں بھی اس کو مرکزیت حاصل تھی، یہ قلہرہ سے ۱۵ میل جنوب میں اور تطیلہ سے مغرب میں واقع ہے،

قلعۂ ایوب (Calatayud) اندلس وسطی میں صوبہ سرقسطہ کا ایک شہر وادی شلون کے بائیں کنارے آباد ہے، اور مدینہ سالم سے مشرق کی سمت ۵۰ میل پر ہے، یہ ایوب بن حبیب اللخمی کی طرف جو تابعین میں سے تھے، اور امیر اندلس تھے، منسوب ہے، انہی نے اس شہر کو رومانی شہر بلبلس کے قریب آباد کیا، بلبلس کا کھنڈر اس سے مشرق جانب دو میل کے فاصلہ پر اب تک موجود ہے، اس کا قلعہ نہایت مستحکم تھا، اور سرحد کا عظیم الشان اور فوجی حیثیت سے اہم شمار کیا جاتا تھا، یہاں کے باشندوں کو ثغری (سرحدی) کہا جاتا تھا، شہر کے اب دو حصے ہیں، ایک بلندی پر ہے جو عہد اسلامی کا اصلی شہر ہے، اور اب شہر الا کہلاتا ہے، دوسری آبادی جو عہد اسلامی کے بعد کی ہے، شہر زیریں کہلاتی ہے، پہلی صدی سے چھٹی صدی ہجری تک یہاں اسلامی حکومت قائم رہی، اور دشمنوں کے لیے ایک مستحکم قلعہ سمجھا گیا،

درقہ یا دورقہ (Daroca) صوبہ سرقسطہ میں اس کی جنوبی سرحد کے قریب واقع ہے، اور ثغر اعلیٰ میں سمجھا جاتا تھا، یہ قلعہ ایوب سے جنوب کی طرف ۲۰ میل پر ہے اور سرقسطہ سے ۵۰ میل پر، یہ عہد اسلامی میں اوسط درجہ کے شہروں میں سے تھا،

سرقسطہ (Saragossa) شمالی اندلس کا ایک صوبہ اور عہد اسلامی میں

سرحدی علاقہ کا صدر مقام تھا، ۲۵ ق م میں آگسٹس نے آباد کیا، "سیسار یا اوگستا" نام رکھا
رومیوں نے اس کو "سیسارا گوستا" (Cesaragosta) کہا، عربوں نے سرقسطہ
تلفظ کیا، اب "سارا گوسا" یا "زارا گوسا" کہا جاتا ہے، رومی عہد میں بھی صدر مقام تھا، اس کا
علاقہ بڑا اور آباد تھا، قصبہ بہت پھیلا ہوا، شاہراہیں وسیع، عمارتیں عالیشان، اور شہر پناہ
نہایت مستحکم تھی، دریائے ابرہ کے کنارے آباد ہے، اس کو "المدینۃ البیضا" بھی کہتے تھے
کیونکہ اس کی عمارتیں سفید ماربل پتھر کی تھیں، دریائے ابرہ پر ایک بڑا پل بنا ہوا تھا،
عہد اسلامی میں یہ ممتاز ترین شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اسلامی عہد کے ہر دور میں اس کو
غیر معمولی اہمیت حاصل رہی، بڑی طویل تاریخ اس شہر سے وابستہ ہے، مسلمانوں کے
زمانہ کی نشانیاں اب بہت کم باقی رہ گئی ہیں، جامع مسجد کی بنیاد مشہور تابعی حضرت
حنش بن عبداللہ صنعانی نے رکھی تھی، ان کی قبر اس مسجد کے سامنے تھی، اب یہ مسجد کلیسا
بنی ہوئی ہے، سرقسطہ کا ایک محلہ "الجعفریہ" (الجافریہ) کے نام سے اب تک موجود ہے، اس
محلہ میں ایک مسجد بھی تھی جس کی خوبصورت عمارت ابھی موجود ہے،

وشقہ (Huesca) آجکل شمالی اندلس کا سرحدی صوبہ ہے، دارالحکومت
کا بھی یہی نام ہے، اس کا قدیم نام "اوسکہ" (Osca) تھا، اسی سے وشقہ بنا،
بعضوں نے "اشقہ" بھی لکھا ہے، یہ سرقسطہ سے ۴۵ میل شمال مشرق میں ایک دریا کے
کنارے اونچے مقام پر واقع ہے، کچھ کم چار سو برس تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا،

تطیلہ (Tudela) آجکل شمالی اندلس میں صوبہ نبرہ کا مشہور شہر
ہے، یہ دریائے ابرہ کے داہنے کنارے، ارنیط سے تقریباً ۲۵ میل مغرب میں اور سرقسطہ
سے شمال مغرب میں ۵۵ میل پر واقع ہے، قدیم نام "تتیلا" (Tutela) تھا،

عربون نے تطیلہ کہا، جس سے اب "تدلیہ" ہوگیا، ابوالفدا کا بیان ہے کہ یہ شہر مسلمانوں کا بسایا ہوا ہے، اس لیے ممکن ہے قدیم تطیلا ویران ہوچکا ہو، اور مسلمانوں نے اسی نام سے اس جدید شہر کو بسایا ہو،

۲۴ - اقلیم ثغر ثغور میں جاقہ، لاردہ، مکناسہ، افراغہ وغیرہ واقع تھے، ان میں سے جاقہ صوبہ وشقہ میں، لاردہ خود ایک صوبہ ہے، افراغہ لاردہ میں اور مکناسہ سرقسطہ میں ہے، اس لیے یہ اقلیم لاردہ، وشقہ اور سرقسطہ میں واقع ہے،

جاقہ (Jaca) شمالی اندلس میں صوبہ وشقہ میں سرقسطہ سے ۷۰ میل شمال مغرب میں جبل البرانس کے جنوبی دامن پر سطح سمندر سے ۲۳۰۰ فٹ بلند دریائے ارغون کے بائیں کنارے پر واقع ہے، یہاں سے ایک راستہ جبل البرانس سے گزرتا ہوا فرانس کو جاتا ہے، جس کو عرب بریت جاقہ (درۂ جاقہ) کہتے تھے،

لاردہ (Lerida) عرب اس کو لریدہ بھی کہتے تھے، یہ جنگل بھی لریدہ کہا جاتا ہے، اور شمالی اندلس کے ایک صوبہ اور صدر مقام کا نام ہے، یہ شہر وادی ثغر کے دونوں کناروں پر آباد ہے، عہد اسلامی کا شہر دریا کے داہنے کنارے پر واقع تھا، یہ وشقہ سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے، شہر پناہ اب تک شکستہ حالت میں موجود ہے، عہد اسلامی کا ایک قلعہ بھی موجود ہے، جامع مسجد اب سنٹ لورنزو میں منتقل ہوگئی ہے، اس شہر کا قدیم نام "ایلرڈا" (Ilerda) تھا، عہد اسلامی میں اس شہر کو اہمیت حاصل تھی، اور باغیانہ سرگرمیاں بھی جاری تھیں، یہ مقام تقریباً چار سو برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، اس کی سرحد فرانس کی سرحد سے ملی ہوئی ہے،

مکناسہ (Mequinenza) موجودہ صوبہ سرقسطہ کے بالکل مشرق

سرحد پر دریائے ایرہ کے کنارے آباد ہے، شاید بربرون نے اس کو آباد کیا تھا، اور انہی
کی طرف منسوب ہے،

افراغہ (Fraga) صوبہ لاردہ مین، لاردہ سے مغرب مین تقریباً
۱۰ میل کے فاصلہ پر دریائے سنکا کے کنارے اب ایک چھوٹا سا شہر ہے، عہد اسلامی مین
(ثغر سرحد) کا بڑا شہر سمجھا جاتا تھا، ۹۳ھ سے ۵۴۲ھ تک مسلمانون کے قبضہ مین رہا،

۲۷- اقلیم البرتات (Pyrenees) مین طرطوشہ، طرکونہ اور برشلونہ
واقع ہین، ان مین طرطوشہ، موجودہ صوبہ طرکونہ مین ہے، اور برشلونہ خود ایک صوبہ ہے
"البرتات" جبل البرانس (پائیرنیس) کا دوسرا نام تھا، اس لیے اقلیم البرتات سے مراد جبل
البرانس سے ملے ہوئے علاقے اسپین اور موجودہ صوبہ برشلونہ و طرکونہ تھے،

طرطوشہ (Tortosa) کا پرانا رومانی نام کولونیا جولیا درتوسہ تھا،
اس نام کے جزء "درتوسہ" (Dertosa) پر عربون نے اس شہر کا نام طرطوشہ
رکھا، اب "تورتوسہ" کہا جاتا ہے، یہ شمال مغربی اندلس مین شہر طرکونہ سے جنوب مغرب
مین ریل کے راستے سے ۴۰ میل پر دریائے ایرہ کے داہنے کنارے پر آباد ہے، شہر کا
قدیم حصہ محفوظ ہے، سنگ خارا کی عمارتین ہین، جس پہاڑی پر شہر آباد ہے اس پر
غالباً عہد اسلامی کا ایک قلعہ اب تک موجود ہے، مسجد کو جو عہد الناصر مین تعمیر ہوئی تھی،
گرجا بنا لیا گیا، اس شہر کے آس پاس سنگ مرمر کی کانین ہین، شہر پناہ مستحکم تھی، یہان
کے پہاڑون کی لکڑی سے جہاز بنائے جاتے تھے، اس شہر کو عہد اسلامی مین نمایان
اہمیت حاصل تھی،

طرکونہ (Tarragona) شمالی مشرقی اندلس کا صوبہ ہے، یہ شہر

سمندر کے کنارے آباد ہے، عہد اسلامی مین یہان یہود آباد تھے، شہرپناہ سنگ تمام کی تھی، عمارتین مستحکم تھین، تھوڑے سے عیسائی بھی رہتے تھے، یہان سے برشلونہ شمال مشرق مین ۶۰ میل پر ہے، شہر سمندر کے کنارے اونچے پہاڑ پر آباد تھا، چوٹی پر ایک قلعہ تھا، جو اب گرجا کی حیثیت مین ہے، شہرپناہ باقی ہے، اس مین ۴ دروازے ہین، مسلمانون نے اولاً اس شہر کو ویران کیا، پھر خود از سر نو درست کرکے آباد کیا تھا، یہ شہر تقریباً چارسو برس مسلمانون کے زیر نگین رہا، اس کے علاقہ مین بھی قیمتی پتھر کی کانین پائی جاتی تھین،

برشلونہ (Barcelona) کا قدیم نام بارسینونہ ہے، عربون نے "برشینونہ" بھی کہا ہے، معروف نام برشلونہ ہے، اب "بارسلونہ" کہا جاتا ہے، یہ شمال مشرقی اندلس کا صدر مقام ہے، جو بحر روم کے کنارے آباد ہے، ۹۲ھ مین مسلمانون کے قبضہ مین تھا، ۹۱ برس کلیۃً مسلمانون کے قبضہ مین رہا، پھر کئی صدیون تک کبھی مسلمانون اور کبھی عیسائیون کے ہاتھون مین آتا جاتا رہا، آگے چل کر یہان عیسائیون کی مستقل حکومت قائم ہوگئی تھی، جس کو اسلامی حکومت قرطبہ نے تسلیم کر لیا تھا،

۲۶- اقلیم مرمریہ، اقلیم البرتات کے مغرب مین ہے، اس مین چند قلعے تھے جن مین حصن طشکر، قشتیلیون یا کشطالی، اور کنندہ کے نام ادریسی نے لکھے ہین، یہ مقامات موجودہ صوبہ جات طرکونہ، قشتیلیون اور تیردل مین واقع ہین،

حصن طشکر (Tiscar) کے نام سے دو آبادیان ہین، ایک کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، یہ دوسری آبادی اقلیم مرمریہ مین تھی، یہ شہر بحر روم کے قریب آباد تھا، اس کی جائے وقوع اب صحیح طور پر متعین نہیں ہے، آجکل ایک قلعہ "شہورت" کہا جاتا ہے، ممکن ہے حصن طشکر اور شہورت دونون ایک ہی مقام ہون،

قشتیلیون (Castellon) یا کشطالی سے مراد غالباً "قشتیلیون" یعنی "کشتیلون دی لا پلانا" (Castellon de la Plana) ہے، جو بحر متوسط کے کنارے بلنسیہ کے شمال میں واقع ہے، قشتیلیون کا نام زیادہ معروف تھا، یہ مشرقی اندلس میں آجکل ایک صوبہ بھی ہے، عہد اسلامی میں یہ شہر بحر روم سے چار میل مغرب میں آباد تھا، عہد اسلامی کا شہر، موجودہ شہر کے شمال میں پہاڑی پر تھا، بلنسیہ سے اسلامی حکومت کے اٹھنے کے کے بعد یہ شہر بھی مسلمانوں کے قبضہ سے جاتا رہا، جدید شہر اس پہاڑی کے نیچے ہے جس پر عہد اسلامی کا شہر تھا، موجودہ شہر میں پانی اسی نہر سے لاتے ہیں جس کو کاٹ کر مسلمانوں کے عہد میں شہر میں پانی پہنچایا گیا تھا، موجودہ شہر کو "کاستیلون دی لا پلانا" یعنی "میدان والا قشتیلیون" کہتے ہیں،

کلندہ، قلندہ، کلندہ (Calanda) کو نفح الطیب میں ورقہ کے قریب ثغر اعلیٰ کے علاقہ کا ایک شہر لکھا گیا ہے، ادریسی کے بیان کے مطابق یہ شہر موجودہ صوبہ تیرول کے وسط میں قرار پاتا ہے، جہاں پر آجکل ایک شہر "کلندا" آباد ہے اس لیے گمان ہے کہ کلندہ سے مراد موجودہ شہر کلندا ہی ہے،

قشتالہ کے حصے

ادریسی کی تقسیم کے رو سے اندلس کا دوسرا حصہ جیسا کہ اوپر گذرا، قشتالہ ہے اس نے قشتالیہ کو نو حصوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں ارض القریج، بشکنس، قبرہ، اشتورا اس، جلیقیہ، لیون، قشتالہ قدیم اور موجودہ پرتگال کے بعض شمالی حصے داخل ہیں، یہ وہ مقامات ہیں جو عہد اسلامی میں زیادہ تر عیسائیوں کے قبضہ میں تھے، اور انہی کی مختلف حکومتیں قائم تھیں، یہ سارے مقامات اندلس کے ہم سرحد عیسائی مقبوضات سمجھے جاتے ہیں، ان کے حدود عیسائیوں اور مسلمانوں کے قبضہ اور بے دخلی سے گھٹتے اور بڑھتے رہتے

اوران کے سرحدی قلعے بھی کبھی عیسائیون اور کبھی مسلمانون کے قبضے مین رہے، اس علاقہ کے مشہور مقامات حسب ذیل ہین:

(۱) ارض الفرنج کو ارض بشکنس بھی کہتے تھے، اس پورے علاقہ کی تفصیل ان کے نامون کے ساتھ یون تھی کہ جبل البرانس کے شرقی سلسلہ سے جو علاقے ملحق تھے، اس کے رہنے والون کو الفرنج کہتے تھے، مغربی سلسلہ مین جو علاقے تھے ان کو علاقہ اور بشکنس کہتے تھے، عربی جغرافیہ نویس اندلس کے شمالی مشرقی علاقہ قیطلونیہ سے ملے ہوئے علاقے ارغون کے شمالی حصون کو جو جبل البرانس کے مغربی سلسلہ سے ملے ہوئے تھے، ارض الفرنج کہتے اور مشرقی سلسلہ کے ملے ہوئے ملکون کو نبرہ اور بشکنس کہتے، اور علاقہ اشتوریس اور جلیقیہ کو ارض جلالقہ کہتے تھے، پھر جبل البرانس کے اس پار جس قدر ممالک تھے، انکو ارض الکبیر سے تعبیر کرتے، اور خاص فرانس کو ارض الفرنج لکھتے تھے، پھر فرانس کیلیے افرنجہ کا لفظ استعمال کرنے لگے، نیز جلیقیہ اشتوریس، بشکنس کو اقطار الجوف اور ارغون (ثغر اعلی) اور قیطلونیہ کو بلاد الشمال سے بھی موسوم کرتے تھے، اب ان مین سے ہر حصہ اور اس کے مشہور مقامات حسب ذیل ہین:-

(۲) نبرہ (Navarre) آجکل شمالی اسپین کا ایک صوبہ ہے، عہد اسلامی کی ابتدا مین یہ بشکنس مین شامل سمجھا جاتا تھا، نبرہ مین جبل البرانس کا سلسلہ شرقاً غرباً واقع ہے اور پورے علاقہ مین اس کی شاخین پھیلی ہوئی ہین، یہ پورا علاقہ عیسائی حکومت مین داخل تھا، خلیفۃ الناصر کے عہد مین شانجہ غرسیہ (Sancho Garces) اس کا پہلا حکمران قرار پایا تھا، بنبلونہ اس کا دار الحکومت تھا، پھر اس حکومت کو بڑی ترقی ہوئی جبل البرانس کے دونون جانب کے علاقے اس کی حکومت مین داخل ہوگئے، اس طرح

اسپین اور فرانس کے علاقے اس حکومت کے ممالک محروسہ رہے، اور رفتہ رفتہ لنگاڈس کا کل علاقہ برغوش کے شمالی اضلاع، ایبرہ کے شمالی مغربی حصے ترسونہ تک اس حکومت میں داخل ہو گئے، پھر البہ کا علاقہ بھی داخل ہوا، پھر چھٹی صدی ہجری میں قشتالہ کی عیسائی حکومت نے البہ پر قبضہ کر لیا، یہاں تک کہ ساتویں صدی میں نبرہ کی اصل حکومت عیسائی ریاست قشتالہ کا ایک حصہ بن گئی، اس علاقہ سے فرانس کو تین راستے کوہ پائیرنیس ہو کر جاتے ہیں، تینوں "پرت دی ویرا"، "پرت دی مایا" اور "رون سوبلز" ہیں،[1] اس علاقہ کے چند مقامات قابل ذکر ہیں،

(۱) بنبلونہ (Pamplona, Pampeluna) عہد اسلامی میں حکومت نبرہ کا اور دور حاضر میں صوبہ نبرہ کا دار الحکومت ہے، پہلے یہ علاقہ لنگاڈس میں شمار ہوتا تھا، رومی سپہ سالار پومپی نے اس کو از سر نو تعمیر کیا تھا، اور "پومپیلو" نام رکھا تھا، اسی سے پمپلونہ ہوا، جس کو عربوں نے بنبلونہ کیا، یہاں [illegible] تک قوطیوں کی حکومت تھی، ۷۷۸ء میں افرنجہ (فرانس) کے بادشاہوں نے اس پر قبضہ کیا، مسلمانوں کے فتوحات کی موجیں اکثر یہاں تک پہنچیں مگر مستقل حکومت قائم نہیں ہو سکی، اموی سلاطین نے بارہا اس کو پامال کیا، لیکن آگے چل کر اسلامی حکومت سے اس کے تعلقات خوشگوار ہو گئے تھے،

(۲) تطیلہ (Tudela) [illegible] نبرہ سے تقریباً ۵۰ میل مشرق میں واقع ہے، دوسری صدی کے اوائل میں یہاں اسلامی حکومت قائم ہوئی، دو سو برس کے بعد ۱۱۱۴ء میں نبرہ کے عیسائی حکمرانوں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا [illegible] واپس لیا گیا، اور چھٹی صدی تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۹ ص ۲۰۲ (نوارا)

(۵) ناجرہ (Najera) شمالی اندلس مین موجودہ صوبہ لوگرونو مین وادی ابرہ کی گذرگاہ سے جنوب مین قلہرہ سے تقریباً ۱۸ میل مغرب مین اب تک یہ شہر موجود ہے، دو صدیوں کی اسلامی [illegible] کے بعد [illegible] مین نبرہ کی عیسائی حکومت نے اس پر قبضہ کیا، الناصر نے اس کو واپس لیا اور صدیوں اسلامی حکومت مین داخل رہا، مذکورہ دونون آبادیان اگرچہ نبرہ مین مستقلاً داخل نہ تھین، مگر ایک زمانہ مین اس سے متعلق سمجھی گئین،

(۶) پمپلونہ (Pamplona) اندلس کے مشرق مین [illegible] کوہ برتات کے شمال مین واقع ہے، یہ شہر پمپلونہ (ومبیونہ) اسی کی طرف منسوب تھا، جو نبرہ سے فرانس کے راستہ مین کوہ برتات مین واقع ہے،

(۷) بشکنس، جزئی تقسیم کے لحاظ سے علاقہ بشکنس نبرہ کے مشرق مین خلیج بسکے پر واقع سمجھا جائے گا، جو تمام تر کوہستانی علاقہ ہے، البہ اس زمانہ مین اس کا مشہور شہر تھا،

(۸) البہ (Alawa) آجکل ایک صوبہ ہے جو جبل البرانس کے مغربی حصہ کے جنوب مین واقع ہے، اس کے شمال مین بسکے کا موجودہ صوبہ، مغرب وجنوب مین قشتالیہ قدیم، اور مشرق مین نبرہ کا صوبہ واقع ہے، شہر البہ پر مسلمانون نے ابتدائی فتوحات مین قبضہ کیا، پھر ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا،

(۹) اشتوراس (Asturias) شمالی اندلس کا بڑا صوبہ ہے، اسکے شمال مین خلیج بسکے، مشرق مین قشتالیہ، جنوب مین صوبہ لیون اور مغرب مین صوبہ جلیقیہ ہے، مسلمانون نے اس علاقہ کے ایک حصہ کو فتح کیا، اس علاقہ کا مشہور مقام صخرہ بلائی ہے،

(۱۰) صخرہ بلائی (COMPOSTELA) اندلس کے شمال مین ساحل کے قریب ایک پہاڑی مقام تھا، جہان ایک قوطی سردار بھاگ کر چلا گیا، اور یہین روپوش رہ کر اپنی

قوت بہم پہنچائی، اور ایک عیسائی حکومت کی بنیاد ڈالی، اس کی ترقی ہوئی، مختلف عیسائی حکومتیں اندلس میں کامیابی سے کھڑی ہوئیں، اور مسلمانوں سے زور آزما رہیں، اس سردار کا نام پلایو (Pelayo) تھا جس کو عرب بلائی کہتے تھے، اور اس پہاڑی ضلع کو صخرہ بلائی سے موسوم کیا تھا، اس کا اسپینی نام "کوداودنگا" تھا،

(۱۰) جلیقیہ یا غلیسیہ (Galicia) اندلس کے بالکل شمال مغربی گوشہ کا ایک بڑا صوبہ ہے، جلیقیہ کی زمین سمندر کی سطح سے بہت اونچی ہے، مغربی ساحل پر بڑا بڑا پہاڑ ہیں، اور ان ہی کی لمبی پٹیاں کچھ دور تک سمندر میں نکلی ہوئی ہیں، صوبہ کے گوشہ شمال مغرب کی سرحد سے ملے ہوئے حصہ سمندر کو عرب مجمع البحرین کہتے تھے، کرونہ (Coruna) کا مشہور شہر اور "راس فی نستیری" (C. Finisterre) جو اس وقت اسپین کا شمالی مغربی گوشہ سمجھا جاتا ہے، اسی ساحل پر واقع ہیں، عربی جغرافیوں میں علاقہ جلیقیہ کے جن مقاموں کا ذکر آیا ہے، وہ یہ ہیں:-

دیر قشان یا دیر قسطان یا قشتان، یہاں "سنت کوسمو" (St Cosma) کی خانقاہ تھی، اسی نام پر اس شہر کا نام "کوسمو" ہوا، جسے عربوں نے قشان، قسطان یا قشتان سے موسوم کیا،

وادی بلنبو، یہ ایک میدان مغربی ساحل کے قریب ہے، جس میں بیونہ کا شہر ساحل پر واقع ہے،

شنت بلایہ کا اسپینی نام "سان پایو" (San Payo) تھا،

جبل مراسیہ، سمندر کے کنارے ایک پہاڑی قطعہ تھا، جو سمندر میں کچھ دور نکلا تھا، اسپینی میں اس کو "موروزو" (Morazo) کہتے ہیں،

نت یاقب، یہاں یعقوب حواری کے نام کا بگڑا ہوا مشہور و معروف گرجا
ہر کو "کمپوسٹیلا" کہتے تھے، کرونہ سے جنوب مغرب مین تھا، اس پر المنصور
اق حملہ ہوا تھا،

نت مانکش، بحر محیط پر واقع تھا، اپنی نام "سمودی ماینکا" (San Cosmode
ہے، شہر کرونہ کے قریب تھا، یہ اسلامی لشکر کے پہنچنے کا انتہائی مقام ہے، اسکے
تھا،

ستا (Lugo) جلیقیہ کا مشہور شہر تھا، آجکل شمالی مغربی اندلس کا صوبہ ہے،
) میتہ کے بائین کنارے آباد ہے، شہر پناہ مع برجون کے اب تک موجود ہے،
یقیہ کو مسلمانون نے بار بار فتح کیا، اور ابتداءً اس علاقہ مین عرب دریہ آباد کیے ہم
ی حکومت کے تحت مین یہ مقامات چلے گئے،

ان لیونش (Leon) آجکل شمالی اندلس مین ایک صوبہ اور اسکے
ت کا نام ہے، یہاں آبادی بہت کم ہے، صرف دو بڑے شہر ہین، استورقہ جسکا
ا، دوسرا لیون، عہد اسلامی مین یہاں مستقل ایک عیسائی حکومت قائم ہوئی،
، و گھٹتے بڑھتے رہے، لیون، سمورہ اور طلمنکہ وغیرہ اسکے مشہور شہر تھے،
لیون کے دو حصے ہین ایک پرانا، دوسرا نیا، پرانے شہر کے گرد ایک فصیل ہے،
ن یہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، ۱۲۵ھ مین عیسائیون نے واپس لے لیا، پھر
ین مسلمانون کے قبضہ مین دوبارہ آیا، پانچوین صدی مین عیسائیون کے پاس

ورہ (Zamora) اب شمالی وسطی اندلس کا صوبہ اور اس کا

دار الحکومت ہے، دریائے دویرہ کے داہنے کنارے ایک پہاڑی پر واقع ہے، سنہ ۹۳ھ
میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، ۴۹ برس تک قبضہ میں رہا، سنہ ۱۴۲ھ میں عیسائیوں کے پاس
چلا گیا، یہ شہر سات فصیلوں کے اندر تھا، الناصر کے عہد میں یہاں تاریخی لڑائی ہوئی،
شلمنکہ یا سلمنکا (Salamanca) آجکل ایک صوبہ اور اس کا دار الحکو
مت ہے، یہ شہر دریائے تورمس کے داہنے کنارے آباد ہے، سنہ ۹۳ھ میں قبضہ میں آیا، اور یہاں
غیر معمولی تمدنی اثرات قائم ہوئے، یہاں عیسائیوں کی آبادی زیادہ تھی، صدیوں تک
مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، سنہ ۱۰۵۵ھ میں شیوں کے تحت چلا گیا تھا، مگر یہ قاعدی تباہ تھا،
سلطان نے دوبارہ فتح کر کے اس کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔

۵۔ قشتالہ، قشتالیہ، قشتال، قشتلہ (Castile یا Castilla)

یہ شمالی وسطی اسپین کے ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھا، جس کے حدود اسلامی و عیسائی فتوحات
کے لحاظ سے گھٹتے اور بڑھتے رہتے تھے، "کسٹیلا" کے معنی قلعہ کے ہیں، جب عیسائی اسلامی
مفتوحات میں سے کوئی شہر لے لیتے تو اس کی سرحد پر قلعے بنا دیتے تھے، انہی قلعوں کی وجہ
سے اس حصہ ملک کو کسٹیل یا کسٹیلا کہنے لگے، اور کبھی عرب اس کو ارض القلاع بھی کہتے
تھے، جن شمالی حصوں کو عیسائیوں نے مسلمانوں کے قبضہ سے نکالا ان کو وہ "کسٹیلا
لاویجا" یعنی قشتالیہ قدیم کہتے تھے، بعد میں جو حصے شمال سے جنوب کی طرف کے حاصل
کئے، ان کو "کسٹیلا لا نیووا" یعنی قشتالیہ جدیدہ کہنے لگے، اب قشتالیہ قدیم والیہ، برغش،
لوگرونیو، پالنسیہ، شقوبیہ، سوریہ، سنتانڈر، والادولد کے صوبوں میں تقسیم ہے، اور
قشتالیہ جدیدہ میں وہ سب صوبے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، قشتالیہ قدیم میں
بعض اہم شہر حسب ذیل ہیں:-

شقوبیہ (Segovia) آجکل وسطی اندلس کا ایک صوبہ اور اس کا دارالحکومت ہے، یہ ایک عریض پہاڑی سلسلہ پر آباد ہے، حکومت قشتالیہ کی قوت بڑھی تو شقوبیہ اس کا پایہ تخت بن گیا، الداخل کے کتنا سے پہلے جیسا [illegible]

[illegible]

برغش یا برغش (Burgos) شمالی اندلس میں ایک صوبہ اور اس کے دارالحکومت کا نام ہے، موجودہ البہ سے کچھ مغرب میں ملا ہوا ہے۔

[illegible] اندلس کی ان آبادیوں کے علاوہ بھی کا تذکرہ اوپر کیا ہے اس ملک کے [illegible] [illegible] کی متعدد مقاموں پر مستحکم قلعے بھی تھے [illegible] [illegible] اور شہری آبادیوں میں سے چلے جیسے [illegible] [illegible] کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے، یہ مقامات [illegible] [illegible] ان میں سے [illegible]

کیا جاتا ہے۔

[illegible] شمالی اندلس کے موجودہ صوبہ [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] طرکونہ (Tarragona ... 11 [illegible]) [illegible]

[illegible] اور اسلامی حکومت [illegible]

[illegible] کا ذکر [illegible]

[illegible] شمالی [illegible] میں واقع ہے [illegible]

کے شمالی ساحل پر ہے، چوتھا "سان اشتیبان دل مو" مسمورہ کے ارگرد میں ہے،

شنت اولالیہ (Olalla) کے نام سے دو قلعے تھے، ایک جنوبی اندلس میں صوبہ ولبہ کے شمال مشرقی گوشہ پر، دوسرا وسطی اندلس میں صوبہ طلیطلہ میں اس سڑک پر ہے جو مجریط سے طلبیرہ جاتی ہے،

شنت بریہ (Sentobria) قرطبہ سے شمال مشرق میں تھا،

شنت بیطر (Petri) صوبہ قادس کے مغربی ساحل کے قریب چھوٹے سے جزیرہ پر آباد تھا،

شنت طولہ شمالی ساحل پر تھا،

شنت غنش، قرمونہ کے قریب تھا،

شنت فروش، ماردہ کے قریب تھا،

شنت پالہ، جالہ، جبیل، حصن بلائی سے جو صوبہ قرطبہ میں تھا، اسکے قریب واقع تھا،

اسی طرح حصن اشبیر غرہ غرناطہ کا ایک قلعہ تھا، حصن البونہ لورقہ کا، حصن الریاحین بلنسیہ کا ایک شہر نما قلعہ تھا، حصن الفرج اشبیلیہ کا حفاظتی قلعہ تھا، حصن المنشات غرناطہ کے حوالی میں تھا، حصن اندرجبر یا اندوشر جیان کا قلعہ نما شہر تھا، حصن جلیانہ غرناطہ میں، حصن جیان میں، حصن ... رشیہ اشبیلیہ میں، حصن قرد بدہ البیرہ میں، حصن محسن قادس میں، حصن مولہ مرسیہ میں، حصن منقصر بہ شلونہ میں، حصن ناشر المریہ میں، حصن وخشہ، حصن شروہ، حصن قلمریہ پرتگال اور اس کے آس پاس میں تھے، حصن الورہ مدینہ شذونہ سے قریب تھا،

اسی طرح القلعۃ النہر، شہر وادی الحجارہ کے قریب، القلعۃ وادی آرا، اشبیلیہ سے ۰ میل پر تھا، قلعہ اشعث صوبہ جیان میں مقام قاصرہ کے پاس واقع تھا،

قلعہ اور ادبھی کسی کوہستانی سلسلہ میں تھا، قلعہ حزم، بنو حزم کی طرف منسوب تھا، نیبان میں واقع تھا، قلعہ حمیرہ لاردہ کے صوبہ میں تھا، قلعہ خولان، قابس کے صوبہ میں، اور قلعہ حیران المرتہ کے قریب واقع تھا، اسی طرح قلعہ یحصب یا قلعہ بنی سعید، غرناطہ سے شمال مغرب میں ۲۰ میل کے فاصلہ پر تھا، اور حصن آقلہ، مرسیہ میں سمندر کے کنارے لورقہ سے ۲۵ میل پر تھا، حصن المدور شہر قرطبہ سے مغرب میں وادی الکبیر کے کنارے واقع تھا،

فرانس کے صوبے جو اندلس میں داخل تھے

جیسا کہ اوپر گذرا، عرب جغرافیہ نویسوں نے اندلس کو مثلث قرار دیکر اس کا ایک زاویہ یا رکن شہر اربونہ یا اربونہ اور بردیل کے درمیان قرار دیا ہے، اس طرح جنوبی فرانس کا یہ علاقہ اندلس کے حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

فرانس کا یہ جنوبی مشرقی حصہ "ناربونین سس (Norbonensis) کے نام سے موسوم تھا، اس علاقہ کی جنوبی سرحد ملک اطالیہ کے جبال جول (Alps) اور شمالی سرحد فرانس کے علاقہ اکوٹانیا (Aquitania) سے ملی ہوئی تھی، جنوبی سرحد کا کچھ حصہ بحر روم کے ساحل سے اور کچھ جبل البرانس کے سلسلہ سے ملا ہوا تھا، شمال میں حصن لوزون تک یہ علاقہ چلا گیا تھا،

مسلمانوں کے داخلہ کے وقت ناربونین سس کا علاقہ تین حصوں میں منقسم تھا جبل البرانس سے ملے ہوئے حصہ کا نام سپتیمانیہ (Septemania) تھا، اور جنوبی مشرقی حصہ کو پراونسیہ (Provincia) کہتے تھے اور شمالی حصہ کو برگندیہ (برغونیہ) (Burgandia) سے موسوم کرتے تھے، جو ناربونین سس کے شمالی سرحد سے بھی آگے تک تھا، مسلمانوں نے ان تینوں حصوں پر فوجکشی کی، بعض شہروں مثلاً سپتیمانیہ میں اربونہ، قرقشونہ، پراونسیہ میں "اربلا توم اور حصن البقیرہ میں اور برغونیہ میں" دالشیہ"

اور حصن لوذون (Lugdunum) پر قبضہ کیا تھا۔ ناربونیس کے مغرب میں
اکوئتانیا کا چوتھا علاقہ تھا اس کو واسکونیہ (Vasconia) (غشقونیہ) بھی کہتے تھے
اس کا جنوبی حصہ جبل البرانس سے ملا ہوا تھا۔ اس میں سے مسلمانوں نے بردیل پر حکومت کی
چہار طاہرہ ([illegible]) یہ بھی جبال البرتات اور بردیل کے درمیان تھا۔ مسلمانوں کے
معرکے رہے۔ عرب جغرافیہ نویس عمومیت کے ساتھ ان علاقوں کو "ارض اکبر" بھی کہتے تھے۔
اور خاص ملک فرانس کو ارض الفرنج کہتے تھے۔ پھر "ارض الفرنج" اندلس کے علاقہ جلیقیہ
وشقہ وغیرہ کے لیے خاص ہوگیا، اور "افرنجہ" کا لفظ فرانس کے لیے خاص طور پہ استعمال
کرنے لگے۔

ان علاقوں میں مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے قابل ذکر مقامات حسب ذیل ہیں:

۱- اربونہ (Narbonne) فرانس کا شہر بحیرہ روم کے ساحل سے ۵ میل
کے فاصلہ پر واقع ہے، سنہ ۱۱۸ ق م میں رومیوں کے قبضہ میں آیا، اور نہایت مستحکم کیا گیا، اور
علاقہ ناربونیس کا دارالحکومت قرار پایا۔ مسلمانوں نے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی
شہر پناہ اور قلعوں کو مضبوط کیا، اور اس کو اس علاقہ کا پایۂ تخت بنایا۔

۲- ابنیون، حصن ابنیون، صخرۂ ابنیون سے فرانس کا شہر ادی نیون (Avignon)
مراد ہے، یہ جنوبی مشرقی فرانس کے قدیم صوبہ نربونیس کا شہر ہے۔
لوذون (Lugdunum) سے ۱۴۲ میل جنوب میں دریا ے رودونہ (Rhone)
کے کنارے آباد ہے۔

بردیل (Bordeaux) جنوب مغربی فرانس کے مغربی ساحل
کا ایک بڑا پرانا شہر ہے۔ اس کا پرانا نام بردیگالا تھا، اسی سے بردیل یا بردال بنا، اور آج کل

اس کا نام "پرروونہ" ہے، عرب جغرافیہ نویسوں نے اس کا "اندلس" کے شمالی مشرقی گوشہ کے بیان میں تذکرہ کیا ہے، ۱۲۳ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا،

فرانس کے اس علاقہ کے دو دریاؤں کا ذکر ضروری ہے، اسلامی تاریخ کا اس سے خاص تعلق رہا ہے اس کے آس پاس کے شہر مسلمانوں کے آماجگاہ بنے رہے۔ رودونہ نہر رودونہ، وادی رودونہ (The Rhone) کے نام سے تاریخ میں مذکور ہے، اس کا قدیم نام "رودانس" تھا، آجکل "رون" کہا جاتا ہے مسلمانوں نے "رودانس" سے "رودونہ" بنا لیا۔ یہ تاریخ میں اس کا سب سے بڑا دریا ہے، اور اس کا علاقہ فرانس میں رومائی تہذیب و ثقافت کا مرکز سمجھا جاتا تھا، اس کا منبع سوئٹزرلینڈ کے شمال مشرقی پہاڑوں میں ہے، یہاں سے بہتا ہوا آگے جنیوا کی جھیل میں جاتا ہے، جھیل سے نکل کر پہلے کچھ دور جنوب کی طرف پھر شمال کا رخ کر کے فرانس میں داخل ہو جاتا ہے، پھر مغرب کی طرف بہتا ہوا لیوذون (Lyons) کے شہر تک پہنچ جاتا ہے، یہاں دریائے سون (Saone) شمال سے آکر اس میں ملتا ہے، پھر دونوں ایک ہو کر "رون" (رودونہ) کے نام سے جنوب کی طرف بہتے ہوئے لیوذون سے ۲۲۰ میل کی مسافت طے کر کے بحر روم میں گر جاتے ہیں،

دوسری صدی میں ان دونوں دریاؤں، رودونہ و سون کے کنارے کے جن شہروں کو مسلمانوں نے فتح کیا، وہ حسب ذیل تھے،

دریائے سون کے کنارے ماکون (Macon)، اور شالون (Chalon) کے شہر اور (   ) کے مغرب میں دریا سے کچھ فاصلہ پر بیوسے (Beaune) کا شہر اور سے تقریباً ۷۵ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں آٹون (Autun) کا شہر

یہ سب کے سب ہشیم کے عہد (۱۱۱ھ) مین فتح ہوئے تھے،

دریاے رودنہ کے کنارے عربون نے جن مقامات پر فوج کشی کرکے اس کو فتح کیا وہ ارل (Arles) اوینون (Avignon)، والنس (Valence) لیون (Lyons) (لوذون) اور اس سے تقریباً ۱۵۰ میل شمال مین شہر سینس (Sens) ہیں،

لوذون، حصن لوذون (Lyons یا Lugdania) جیسا کہ اوپر گذرا، مشرقی فرانس کا شہر دریاے رودنہ کے کنارے آباد ہے، عرب اس کو لوذون اور حصن لوذون دونون کہتے ہین،

قرقشونہ (Carcassonna) جنوبی فرانس کے صوبہ لنگ ودک (Languidoc) کا ایک شہر ہے، جو ساحل کے شہر اربونہ سے مغرب مین تقریباً ۵۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، رومی عہد مین ناربونین سس مین شمار کیا جاتا تھا، ابتدائی فتوحات کے دور مین مفتوح ہوا،

طلوشہ (Towlousa) شہر اربونہ اور برذیل کے درمیان پہلے علاقہ ناربونین سس کی حد مین اور بعد کو غشقونیہ مین سمجھا گیا یہان بڑے بڑے معرکے پیش آئے اور یہ شہر بھی مفتوح ہوا،

الغرض عربون کا اندلس آجکل کے یورپ کے تین ملکون اسپین (کامل)، پرتگال (کامل)، اور فرانس (کے جنوبی صوبون) پر مشتمل تھا، اوراق ذیل مین انہی ملکون مین عربون کے فتوحات، مختلف دورون کی حکومتوں اور انکے تمدنی اثرات کی سرگذشت نظر آئے گی،

اندلس کی قدیم تاریخ

اندلس کی قدیم حکومتون کا ایک اجمالی خاکہ

اندلس کی اسلامی تاریخ بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ یہان کی قدیم حکومتون کے اجمالی خاکہ پر ایک نظر ڈال لی جائے،

اندلس مین سب سے پہلی آباد ہونے والی قوم کا نام عربون کے بیان کے مطابق "اندلش" اور مغربی مورخین کی تصریحات کے مطابق "سلٹ" تھا، پھر آئی بیری اور لگوری قومین آئین اس کے بعد افریقہ کی راہ سے فینیقیون نے میلاد مسیح سے کئی سو برس پہلے اندلس کے جنوبی ساحل پر آکر آبادیان قائم کین، پھر قرطاجنی سنہ ۲۴۷ ق م مین جنوبی اسپین مین آئے، اسی زمانہ مین یونانیون نے اندلس کے مشرقی ساحل پر بستیان بسائین، اب مختلف قومون کے اجتماع سے زمین کے لیے کشمکش شروع ہوئی، الگ الگ حکومتین قائم ہوگئین، اور لڑائیون کا سلسلہ شروع ہوگیا، چنانچہ دوسری صدی قبل مسیح مین قرطاجینون نے شکست کھائی، انکا صدر مقام اشبیلیہ تھا، ان کے بعد رومیون کو غلبہ حاصل ہوا او وہ کئی سو برس تک بڑی شان وشوکت سے حکومت کرتے رہے، اگسٹس کے زمانہ مین ملکی تقسیم کے اعتبار سے اندلس مین تین صوبون لوسی ٹینا، بٹیکا اور مٹراکونس مین تقسیم تھا، رومیون کے زمانہ مین اندلس مین بڑے بڑے نامور پیدا ہوئے، سنیکا (فلسفی سنہ ۴ ق م ۶۵ء)، لوشئن (مکالمہ نگار) مارشل (شاعر) ٹریجن ہیڈرین، مارکس اریلیس، تھیودوسیس (سلاطین روما) وغیرہ کے نام رومی تاریخ مین زرین حروف مین لکھے جاتے ہین،

رومی سلطنت کے کمزور ہو جانے پر یہاں خود مختار حکومتیں قائم ہونے لگیں چنانچہ پیرینیز کے کوہستان میں ریاست خود مختار حکومت قائم ہوئی جس کا بانی [illegible] تھا، جو یوں [illegible] موسیو فرین کے ساتھ میں رہتے تھے ان میں چوتھا [illegible] نے فوج جمع کی کہ [illegible] پر حملہ کیا، اور وہاں سے ان کو نکال دیا، اس کا دارالحکومت اشبیلیہ کے قریب [illegible] تھا، اس خاندان میں [illegible] بادشاہ گذرے ہیں جن کے نام یورپی مورخین نے لکھے ہیں، پھر ایک قوم "شوابیات" آئی "البلیش" من شیظہ" اس کا بادشاہ [illegible] تھا، اس خاندان کے [illegible] فرمانرواؤں نے حکومت کی، [illegible] اور [illegible] تک [illegible] مورخین نے [illegible] یا [illegible] اور [illegible] ناموں سے [illegible] تھیں جنھوں نے روم کے [illegible] رہے، اور کبھی خود سری سے حکومت کرتے رہے۔

یہ وحشی بہت جلد اندلس کی لاطینی قوموں سے مل گئے، اور انھوں نے لاطینی زبان اختیار کر لی، اور دیوتاؤں کو چھوڑ کر [illegible] قبول کر لیا، اور [illegible] نظام حکومت کو اختیار کر لیا، اس طرح [illegible] حکومت کا تھا | پھر پانچویں صدی [illegible] کہتے ہیں، اندلس میں آئی، ان کا قافلہ اسپین میں آیا، وہ بحر اسود کے [illegible] ساحل کے قریب دریائے [illegible] کے [illegible] سے اٹھا تھا، اور یونان، اٹلی اور فرانس سے گذرتا ہوا اسپین [illegible] میں پہنچ گیا تھا، یہاں انھوں نے [illegible] اور [illegible] حکومتوں کو [illegible] میں ختم کیا، اور جنوبی اسپین سے [illegible] ملک کے حکمراں بن گئے۔

حکومت وندال | [illegible] بحر بالٹک

کے کناروں [illegible] فرانس سے گذرتی ہوئی اسپین

میں داخل ہوئی اور تقریباً ۲۰ برس [illegible] اسپین کے ایک حصہ پر حکومت کر کے اور اپنے نام

پر اس حصہ ملک کا نام [وندالیشیا] یا اندلیشیا مشہور کر کے [افریقہ] چلی گئی جہاں ان کی حکو

قائم ہوئی [illegible] اسپین میں

گاتھ کی حکومت قائم ہو گئی۔

اندلس کی [illegible] | [illegible] سلطنت روما کے زوال کے

دور میں [illegible] ان کی [illegible] چوتھی صدی عیسوی

میں شروع [illegible] ترک اعظم [illegible] سلطنت کا

[illegible]

[illegible]

[illegible] تلوار سے

[illegible]

سے آزادی حاصل [illegible]

[illegible] ان کے ارکان

اندلس کے [illegible] یونان کو فتح

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بڑھے، اور انھون نے بھی حاکمانہ اقتدار مین اپنا حصہ لینا چاہا، اور اس مین وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے،

پھر چھٹی صدی عیسوی سے اندلس مین کیتھولک مذہب کا دَورِ دورہ شروع ہوا، جس سے پادریون کے اقتدار مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اب وہ تقریباً یہان کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے، اور بیشتر موقعون پر شاہ اندلس بھی ان کا دست نگر رہنے لگا، اس صورت حال سے ان دونون مین کشمکش شروع ہوگئی، لیکن پادریون کے اقتدار کو زوال نہ آیا،

اندلس کے یہود یہ دور اندلس کے یہودیون کے لیے سب سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوا، انھین نہ صرف شہری حقوق سے محروم کیا گیا بلکہ ان سے اندلس مین توطن کا حق بھی چھین لیا گیا، چنانچہ بادشاہ کے لیے تخت نشینی کے وقت یہ حلف اٹھانا ضروری قرار پایا کہ بے دینون (یعنی یہودیون) کو چاہے وہ جیسے بھی جاہ و منصب پر ہون، جلاوطن کیا جائے گا، اس قانون کے نفاذ پاتے ہی اندلس کے یہودیون پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا، ان پر عام دار و گیر شروع ہوئی، ان مین سے کچھ جلاوطن ہوئے، کچھ قتل کیے گئے، کچھ زندہ جلائے گئے، بہت سے غلام بنا لیے گئے، ان کی ساری دولت و ثروت لوٹ لی گئی، مگر یہ قوم اپنی تاریخ کے ہر دور مین بڑی سخت جان اور سازشی ثابت ہوئی ہے، انھون نے اپنی شاطرانہ چالون اور اپنے ذہنی و علمی تفوق سے ان بے شمار آلام و مصائب کے باوجود اپنا امتیاز قائم رکھا، ان کے سودی کاروبار سے دولت کا انبار پھر ان کے قبضہ مین آگیا، اس طرح انھون نے مختلف حیلون اور سازشون سے اندلس مین اپنے وجود کو باقی رکھا، اور اپنے خزانون کا منہ کھول دیا، اور پادریون کو اپنی بڑی بڑی رشوتون سے اپنا ہمنوا بنا لیا، یہانتک کہ حکومت کے مالیات کا شعبہ انھی کے ہاتھ مین آگیا، سفارت کے خدمات

انجام دینے لگے اور مختلف علمی، ادبی صنعتی اور دوسری تمدنی ترقیون مین پیش پیش ہوگئے، اور بڑے بڑے امراء و جاگیردار جوان پڑھ ہوتے تھے، یہودیون کے علمی تفوق کے باعث انھین اپنی جائداد کا منتظم بنانے لگے،

گاتھک تمدن

وزیگاتھ کے زمانہ مین اندلس کی علمی، تمدنی و صنعتی ترقیان اپنے دور کے لحاظ سے اوج کمال پر تھین، تعمیرات مین گاتھک طرز آج بھی شہرت رکھتا ہے، دولت و ثروت کے انبار کا حال یہ تھا کہ جب مسلمان فاتحین یہان پہنچے، تو ان کا بیان ہے کہ دولت و ثروت کا ایسا انبار اس سے پہلے کسی دوسری جگہ ان کی نظر سے نہین گزرا تھا، دولت کی فراوانی سے ان مین صرف دولت کے مختلف طریقے رائج تھے، اور وہ عیش و تنعم کی اعلیٰ مدنی زندگی گذارنے کے عادی تھے،

آگے چل کر آٹھوین صدی مین پادریون کی جاہ طلبی، عیش پرستی، عیاشی، اور رشوت ستانی انتہا کو پہنچ گئی تھی، اسقف کا محل شبانہ یوم فتنہ و فساد کا آماجگاہ بن گیا، گرچہ سلطنت کے کام بخیر و خوبی چل رہے تھے، مگر پادریون کی عیاشیون کے ساتھ سلاطین بھی بے راہروی مین مبتلا ہوگئے، اور جاہ و منصب اور دولت و ثروت کے حصول مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانے مین سرگرم رہنے لگے، ذاتی اغراض کے لیے عوام کو بری طرح ستانے لگے، خصوصاً غلامون کے ساتھ جانورون سے بھی زیادہ برا سلوک روا رکھا جاتا تھا، اس صورت حال سے عوام مین بھی حرارت پیدا ہوئی، اور بغاوتون کا دار و دورہ شروع ہوگیا، بالآخر ویمبا (Wamba) فرمانروائے اندلس نے ہوشمندی اختیار کی، یہ زمانہ وہ ہے، جب مسلمانون کے ابتدائی حملے اندلس پر شروع ہو چکے تھے، اس نے مسلمانون کا مقابلہ کیا، اور ایک فوجی حکم نافذ کرکے پادریون کے اختیارات مین تحدید کی، لیکن پادری اس کے

خلاف بغاوت کی آگ سلگانے میں کامیاب ہو گئے اور اس کو جلد ہی معزول کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس کے جانشین [illegible] روش اختیار کر لی اور پادریوں کو پھر اقتدار
حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد [illegible] اس میں [illegible]
اندلس کو کامیابی ہوئی [illegible] معزول کر دیا گیا۔ پادریوں
کے زوال کو روک [illegible] اپنے مقصد میں کامیابی
نہیں ہوئی [illegible] اور [illegible]
پھر ایک [illegible] احکام واپس
لے لیے گئے [illegible] اجازت دے دی گئی

اس کے بعد [illegible] کے ہاتھوں میں
آئی اور اس نے اپنے [illegible] یہودیوں کے ساتھ بھی اس نے
نرمی کا سلوک اختیار کیا لیکن [illegible] عیش و عشرت میں مبتلا ہو گیا اور کلیسا کے پادریوں کو
دخل اندازی کا موقع مل گیا [illegible] اور بالآخر وہ بھی تخت سے
دستبردار ہو گیا [illegible] اس کا جانشین مقرر ہوا اور
اس نے اسپین کا [illegible] ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

[illegible] تاریخ
زوال [illegible]
[illegible] کے مطابق
[illegible]
کی مدد سے [illegible]
[illegible]

رزرلن یا ارگ [illegible] ان سے تعلق رکھتا تھا، ۲۰ سال کی عمر میں [illegible] اپنی لڑائیوں میں شہرت حاصل کر چکا تھا، [illegible] تھا اور لوگوں میں ہردلعزیزی حاصل تھی، کامیابی [illegible] لیکن بہت جلد حکومت کے نشے میں چور ہو کر فرائض سے غافل ہو گیا جس سے لوگوں میں بے چینی پیدا ہوئی، دوسری طرف [illegible] شاہزادہ [illegible] میں پیدا ہوا اور اندلس [illegible] پرورش پانے لگے اور ایک [illegible] اقتدار کی خواہشمند تھی۔

[illegible] اندلس [illegible]

[illegible]

[illegible] اور اس کے [illegible] بعض اہل علم نے اس کو قبول [illegible] اور اصفہان میں [illegible] کو [illegible] میں پہنچا، اور کسی [illegible] کوئی مشرق [illegible] کو [illegible]

[illegible] (اسعد [illegible] ص ۳۶۰)

کے حملہ اندلس کے وقت یہی یہاں کا حکمران تھا،

کوہ پائرنیس سے اس پار کی حکومتیں

جزیرہ نمائے اسپین میں مسلمانوں کے قدم رکھنے کے وقت کوہ پائرنیس کے اس پار کے علاقہ جنوبی فرانس پر جرمن قبیلہ فرینک کا قبضہ و اقتدار قائم تھا، اور یہی لوگ شمالی فرانس کے حکمران تھے،

فرینک کی قابل ذکر تاریخ شاہ کلودس (۴۸۱ء) کی تخت نشینی سے شروع ہوتی ہے، اس زمانہ میں یہ قوم دریائے رائن کے نشیبی سواحل پر آباد تھی، شاہ کلودس نے مسلسل لڑائیوں کے بعد اس علاقہ کی مختلف خود مختار حکومتوں کا خاتمہ کرکے اپنی حکومت قائم کی، ۵۰۸ء میں اس نے پیرس کو اپنا دارالسلطنت بنایا، اسکے انتقال کے بعد اس خاندان کو زوال آیا، اسکی شاہی برائے نام قائم رہی، عنان حکومت محل سرا کے داروغہ کے ہاتھوں میں آگئی، اسی خاندان میں پے پن پیدا ہوا جس نے ۶۸۷ء میں شمالی فرینک قوم کو پھر ایک قوم بنا دیا، ۷۱۴ء میں اس کا انتقال ہوا، اس کا بیٹا چارلس مارٹل اس کا جانشین ہوا، جو آگے چل کر ایک زبردست خاندان کا بانی بنا،

چارلس خالص جرمن نسل سے تھا، اور اسکی مادری زبان جرمن تھی، لیکن اس زمانہ میں کوہ پائرنیس کے اس پار جنوبی فرانس میں اکوٹین اور برگنڈی وغیرہ میں خود مختار ریاستیں قائم ہوگئی تھیں، ان خود مختار امراء سے چارلس مارٹل کی لڑائیاں جاری رہیں، لیکن رفتہ رفتہ ان پر بھی ایک گونہ اسکی سیادت قائم ہوگئی تھی، اور جب ان پر اسلامی حملے ہوئے تو چارلس مارٹل اور اسکے جانشینوں نے اسکی مدافعت کو اپنا فرض منصبی سمجھا، اسپین، پرتگال اور جنوبی فرانس میں یہی سیاسی صورت حال اور ملکی حکومتیں تھیں کہ مسلمانوں کے قدم یہاں پہنچے اور یورپ کے یہ علاقے عیسائیوں اور مسلمانوں کی معرکہ آرائیوں کا میدان جنگ بن گئے،[1]

---

[1] تاریخ یورپ (گرانٹ)، ملخصاً ص ۲۲۳ تا ۲۲۶

اندلس پر مسلمانون کے ابتدائی حملے

اسلام کا آفتاب اقبال عرب کی گھاٹی سے نکلا، اور اس کی کرنون سے عرب کے آس پاس میں
مانی ورومی حکومتون کے جاہ وجلال کے ستارون کی روشنی جھلملانے لگی، دو سمتون کی
ور گھٹاؤن نے نور کی ان کرنون کو ماند کرنا چاہا، مگر وعدۂ ربانی کو پورا ہونا تھا، ان کرنون
ی پھیلی، اور پھیلتی گئی، ایران کا غبار آلود مطلع صاف ہوگیا، اور وادی نیل کی فضا بھی
ردوغبار سے پاک ہوگئی، تخت کسریٰ کے الٹتے ہی ایرانی قوت کا تو خاتمہ ہوگیا،
رمی سلطنت کی سطوت کچھ دنون اپنے قدم جمائے رہی،

روم وعرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ ۶ھ مین پیش آیا، جب کہ اسلام کے قاصد
دحیہ کلبی کو غسان کے عیسائیون نے شہید کیا، پھر حارث بن عمر دوسرے قاصد رومی
ت کے حدود مین شہید کیے گئے، ان شہدا کے انتقام مین ۸ھ مین غزوۂ موتہ پیش
پھر رومی حملہ کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے، پھر شام کا
بہ عربون کے زیر نگین آیا، پھر اس کے ہمسایہ صوبہ پر اسلامی پرچم لہرایا،

اس کے بعد رومی سلطنت کی سطوت نے مصر سے نکل کر افریقہ مین اپنے قدم جما لیے
ت عمر فاروق کے عہد حکومت مین مصر کے والی عمرو بن العاص نے عقبہ بن نافع فہری
رقہ کی سمت بھیجا، وہ شمالی افریقہ کی چوکیون زویلہ اور برقہ کو اسلامی حدود حکومت
ے آئے اور آگے بڑھکر طرابلس پر حملہ کیا، اس کے بعد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

مصر کے والی بنائے گئے۔ انھوں نے عہد عثمانی میں روم کا حاکم افریقہ بطریق جرجیر سے مقابلہ

کیا۔ وہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ میں آیا اور قتل کیا گیا اور طرابلس سے

طنجہ تک کا علاقہ جرجیر کے [illegible] اس کے بعد سے علاقہ کو [illegible]

کرکے اسلامی حکومت میں داخل کر لیا۔ اسلامی حکومت [illegible] داخل ہو گیا

اور اس خدمت کو خود عبد اللہ بن سعد [illegible]

معاویہ بن حدیج [illegible]

بلوی اور حسان بن نعمان [illegible]

اور مغرب اقصیٰ [illegible]

کر لیا۔ خلافت [illegible]

و مغرب کے حکمران رہے [illegible]

اسی زمانہ میں جب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو اُدھر طنجہ تک مسلمانوں کے قدم پہنچ جانے سے اندلس کا سرسبز و زرخیز ساحل نظر آنے لگا، اب یہ لڑائیاں روم و عرب کے بجائے اسلام اور عیسائیت کی قرار پاچکی تھیں، ان میں ہر ایک حریف کو دوسرے حریف کا [illegible] دوسرے حریف کے [illegible] بھی ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دینے لگی اور مسلمانوں کے حملہ آور قافلے اندلس کی سرزمین پر بھی اپنی آبدار تلوار کا جوہر دکھانے لگے،

چنانچہ اندلس کی زرخیز و سرسبز زمین [illegible] جہاں عربوں نے سمندر کی تلاطم خیز موجوں [illegible] پہلی مرتبہ [illegible] طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر جیسے جانباز مجاہدوں نے یہاں فتح و ظفر کے اسلامی پرچم لہرائے، اور عربوں اور بربروں کے مختلف قبیلوں نے یہاں کی شادابی [illegible] ہوکر اس کے ایک ایک خطہ کو اسلامی مملکت کا جزو بنایا، پھر دنیا نے دیکھا [illegible] کا آفتاب اقبال مشرق میں غروب ہوکر مغرب [illegible] تابانی و درخشانی سے چند صدیوں تک مغرب کا افق روشن رہا، اور [illegible] سسلی کے مسلمانوں نے اٹلی کی سرزمین کو اپنی آماجگاہ بنائے رکھا، اسی طرح [illegible] صدیوں تک [illegible] کی سرزمین میں اسلامی پرچم کو بلند رکھا، [illegible] حدود [illegible] اندلس میں مسلمانوں کی علمی [illegible] کی جو شمع روشن ہوئی، اس سے ایک عالم [illegible] علوم و فنون [illegible] کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

نے حضرت عبد اللہ بن نافع بن حصین اور حضرت عبد اللہ بن نافع بن عبد القیس کو افریقہ کی
راہ سے اندلس پر چڑھائی کرنے کے لیے بھیجا، یہ لوگ بحری راستہ سے اندلس پر حملہ آور ہوئے
حضرت عثمان نے انھین لکھا کہ قسطنطنیہ اندلس کی راہ سے آسانی سے فتح کیا جا سکتا ہے،
تم لوگ اس سعادت کو حاصل کر کے اس اجر کے مستحق ہو سکتے تھے جس کی بشارت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کے فتح کرنے والون کو دی ہے،

یہ مجاہدین بربری لشکر لے کر اندلس پر حملہ آور ہوئے تھے، اور اس کے بعض شہرون
پر قابض رہے، اور افریقہ کے بربریون سے انھین ہر قسم کی مدد ملتی رہی لیکن جب ابتداءً بربری
قبائل مرتد ہو گئے تو پھر اندلس اور افریقہ کی راہ منقطع ہو گئی، اور جو مجاہدین اندلس مین موجود تھے
وہ وہین کے وہین رہ گئے، اور ان کے تعلقات کا سلسلہ اسلامی حکومت سے منقطع ہو گیا [۱]

یہ مسلمان اندلس کے کس شہر مین تھے؟ اور ان پر طارق کے حملہ اندلس سے پہلے، اندلس
مین کیا گذری، اور طارق کے حملہ کے وقت ان مین کا کوئی وہان موجود تھا یا نہین، یہ سوالات
ہین جن کے جواب مین تاریخ کے صفحے ابھی تک خاموش ہین، مغربی مورخین مین سے گبن
کی تاریخ "ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر" مین بھی اس حملہ کا ذکر آیا ہے، اس
سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عرب یہان آئے اور تاخت و تاراج کر کے واپس چلے گئے،
گبن نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ

"عثمانؓ ہی کے زمانہ مین ان کے غارت گرون کی جماعت نے اندلسیا کے ساحل
کو تاراج کیا تھا" [۲]

دوسرا حملہ | اندلس پر مسلمانون کا دوسرا حملہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ مین اس وقت کیا گیا

---

[۱] طبری ج ۵ ص ۲۱۷، ۲۱۸، ابن اثیر ج ۳ ص ۷۲ [۲] گبن سلسلہ ۵ ص ۵۵۵

جب معاویہ بن خدیج افریقیہ کے والی تھے، لیکن اس حملہ کی تفصیلات بھی معلوم نہ ہوسکیں،

تیسرے حملہ کا قصہ، اور اس کا التوا اس کے بعد اسلامی تاریخون مین اندلس کا ذکر اس وقت آتا ہے جب عقبہ بن نافع کو یزید بن معاویہ نے افریقیہ کی ولایت پر دوبارہ بھیجا ہے، نافع پیش قدمی کرکے طنجہ تک پہنچے، یہان کاؤنٹ جولیس (یولیان) جس نے آگے چل کر اندلس کے معاملات مین غیر معمولی اہمیت حاصل کی، ان دنون یہان کا حکمران تھا، اس نے عقبہ کی اطاعت قبول کی، اس کے بعد عقبہ نے جولیس سے اندلس کی طرف بڑھنے کا مشورہ کیا، یہ اس کو شاق گذرا، تو انھون نے اس سے بربریون کے متعلق پوچھا، اس نے کہا" وہ عیسائی نہین ہین، کفار ہین، انکی تعداد کا علم خدا ہی کو ہے، ان کی بڑی آبادی سوس ادنی کی طرف ہے، اُدھر پیشقدمی کی جاسکتی ہے، چنانچہ عقبہ اس موقع پر جولیس کے مشورہ کے مطابق طنجہ سے اندلس کی طرف بڑھنے کے بجائے مغرب کی سمت سوس کی طرف نکل گئے[1]

بہرحال یہ ابتدائی حملے نہ فتح کے لیے کیے گئے تھے، اور نہ ان کا کوئی پائیدار اثر یہان باقی رکھنا مقصود تھا، اس لیے اندلس پر حقیقی اسلامی حملہ اسی فوجکشی کو قرار دیا جا سکتا ہے، جو اندلس کی فتح کی نیت سے مشہور فاتح طارق بن زیاد کی سرکردگی مین کیا گیا، اور مسلمانون نے یہان توطن اختیار کرکے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا،

اندلس پر اسلامی حملہ کی تحریک طارق کے اندلس پر حملہ آور ہونے کا سبب ایک خاص واقعہ قرار پایا ہے، اس زمانہ مین اندلس مین سلطنت کے امراء اور گورنر اپنے بچون کو آداب و تہذیب سیکھنے کے لیے شاہی محل مین بھیجا کرتے تھے، یہ بچے گویا یرغمال کے طور پر بادشاہ کے قبضہ مین رہتے تھے، اور سن بلوغ کو پہنچتے ہی اپنے گھر کو بھیج دیے جاتے تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۸۹

شمالی افریقہ میں جب طنجہ تک کا علاقہ اسلامی اقتدار میں داخل ہو گیا، تو اندلس کے ساحل سے قریب کے اضلاع، اندلس کے شہنشاہ کی سیادت میں داخل ہو گئے تھے، سبتہ ان اضلاع کا دار الحکومت تھا، اور کاؤنٹ جولین، جسے عرب بلیان کہتے ہیں اور جو پہلے طنجہ کا والی تھا، یہاں کا گورنر تھا، جولین اندلس کے سابق تاجدار وٹیزا کا داماد تھا، اور اندلس کی عام رسم کے مطابق اس کی لڑکی فلورنڈا طلیطلہ میں اندلس کے نئے حکمران راڈرک کے شاہی محل میں تعلیم و تربیت سیکھنے کے لیے رہتی تھی، وہ جوان ہوئی تو راڈرک اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا، اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کر کے اس کے شیشۂ عصمت کو زبردستی چور کر دیا، اور اسی سے ایسی چنگاری اٹھی جس سے نہ صرف راڈرک کا تاج و تخت جل کر خاکستر ہو گیا، بلکہ ملک میں ایسا انقلاب آیا کہ صدیوں کے لیے اس ملک کی تاریخ بدل گئی۔

فلورنڈا نے حادثہ کی اطلاع اپنے باپ کاؤنٹ جولین تک پہنچائی، وہ اس شرمناک واقعہ کو سنکر غیرت و حمیت میں ڈوب گیا، اور جوش انتقام میں راڈرک کو تاج و تخت سے محروم کرنے کا پختہ عزم کر لیا، چنانچہ وہ یہی منصوبہ باندھ کر پہلے فلورنڈا کو شاہی محل سے لے آنے کے لیے طلیطلہ پہنچا، راڈرک کے لیے طلیطلہ میں اس کی آمد غیر متوقع تھی، اس نے اپنی خانگی پریشانیوں کی ایک فرضی داستان اس کو سنائی کہ اس کی بیوی بستر مرگ پر ہے، اور وہ فلورنڈا سے آخری ملاقات کرنے کے لیے بے چین ہے، راڈرک نے اس کی پریشانی کا حال دیکھ کر فلورنڈا کو واپس لے جانے کی اجازت دیدی، روانگی کے وقت راڈرک نے جولین سے کہا سنا ہے افریقہ کے باز بہت اچھے ہوتے ہیں، چند باز بھیج دینا[۱]، کاؤنٹ جولین نے جواب دیا،

---

[۱] بازوں کے متعلق یہ تاریخی لطیفہ یہاں ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اندلس کے سلاطین کا دستور تھا کہ جب کشتی پر سوار ہوتے تھے تو شاہین، شاہانہ سواری پر سایہ افگن کشتی کے ساتھ ساتھ اوپر اوپر چلتے تھے
(باقی حاشیہ ص ۶۷ پر)

اگر یہ زندہ رہا تو ایسے بادشاہ ہوں گا جن کو آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا" ان بے نظیر بازوں سے جولین کی مراد عرب کے قدر انداز شہسوار تھے، چنانچہ جولین نے سبتہ واپس آتے ہی شمالی افریقہ کی اسلامی حکومت سے اندلس پر حملہ آور ہونے کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کر دی،

اس زمانہ میں شمالی افریقہ میں خلافت امویہ دمشق کی سیادت میں موسیٰ بن نصیر جیسا بیدار مغز والی حکمران تھا، اس نے چند برسوں میں شمالی افریقہ کو نئے سرے سے مطیع کر لیا، اور اسلامی دستوں کو بحر روم کے مختلف جزیروں میں چھاپے مارنے کے لیے بھیجتا رہتا تھا، وہ سبتہ پر بھی دو مرتبہ پیش قدمی کر چکا تھا لیکن کاؤنٹ جولین نے پوری طاقت سے اسکی مدافعت کی تھی۔ ان دنوں طارق بن زیاد طنجہ کا والی تھا، جولین نے اس سے مراسم پیدا کئے، اور اسلامی حکومت کی اطاعت، اور اندلس پر حملہ آوری کی دعوت دی، طارق نے اس معاملہ کو موسیٰ کی طرف بڑھایا، جولین نے موسیٰ سے براہ راست مراسلت کی، چنانچہ جب جولین نے موسیٰ کو اپنی اطاعت قبول کرنے کی اطلاع اور سبتہ آنے کی دعوت دی تو موسیٰ نے اس موقع کو غنیمت جانا، اور وہ سنہ ۹۱ھ میں خود قیروان سے سبتہ آیا[1]، جولین نے خندہ جبینی سے اس کا خیر مقدم کیا، اور اس کو اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے کے لیے اندلس کی زرخیزی و شادابی، میووں اور زرعی فصلوں کی بہتات، دریاؤں کی کثرت پانی کی شیرینی

(بقیہ حاشیہ ص ٦٦) اڑتے ہوئے چلتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ اندلس کی سواحل پر سیر کرتے ہوئے یہ شاہین اڑ رہے تھے کہ ایک چڑیا سامنے آگئی، ان میں سے ایک شاہین نے جھپٹ کر اس کو شکار کر لیا، اور انسانوں کے علم میں پہلی مرتبہ یہ بات آئی کہ شاہین شکار بھی کر سکتے ہیں، چنانچہ اسکے بعد ان کے ذریعہ سے شکار کھیلنے کا عام رواج ہو گیا، (مسعودی ج ۲ ص ۲۷، ۲۸، ۲۸۰، ۲۸۱)

[1] یہ ابن اثیر وغیرہ کی روایت ہے مقری صاحب نفح الطیب کا بیان ہے کہ جولین خود سبتہ سے قیروان گیا تھا،

اور سیاسی حالات کے سلسلہ مین یہان کے باشندون کے باہمی اختلافات اور ایک غیر شاہی خاندان کے قائد کے برسر اقتدار آجانے کی تفصیلات بیان کین، اور اس مہم مین اپنی طرف سے ہر قسم کی امداد دینے کا یقین دلایا،

موسیٰ نے اس دعوت کو غور سے سنا، مگر اس کو قبول کر لینے سے پہلے جولین کو پورے طور پر آزما لینا چاہا، چنانچہ اس نے جولین سے کہا کہ پہلے وہ خود کسی مختصر لشکر سے حکومت اندلس سے چھیڑ چھاڑ کرے تاکہ اس کے اور حکومت اندلس کے تعلقات کھلے طور پر خراب ہوجائین، اور آئندہ اس کے انحراف کا موقع باقی نہ رہ جائے، جولین نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کیا، اور ایک مختصر لشکر تیار کرکے اس کو دو جہازون پر سوار کرکے اندلس کے ساحلی شہر جزیرۂ خضرا بھیجا، جہان اس جمعیت نے معمولی چھیڑ چھاڑ کی، اور لوٹ مار کرکے سبتہ واپس آگئی اندلس پر جولین کی اس حملہ آوری کی اطلاع موسیٰ کو ملی، اب اس کی سچائی مین کوئی شبہہ باقی نہین رہ گیا تھا، اس لیے موسیٰ نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو ان حالات سے خبر کرکے اس سے اندلس پر فوجکشی کی اجازت طلب کی، لیکن ولید کو ان تمام حالات سے باخبر ہوجانے کے باوجود اس فوجکشی کی اجازت دینے مین تامل ہوا، اور جواب مین لکھا کہ مسلمانون کو ایسے بحر زخار کی ہلاکت آفرینیون مین نہ ڈالا جائے، موسیٰ نے اطمینان دلایا کہ اندلس کا ساحل سامنے نظر آتا ہے، فوج کی بربادی کا کوئی اندیشہ نہین ہے، بااین ہمہ ولید نے کسی بڑی فوجکشی سے باز رہنے کی ہدایت کی، اور پہلے کسی چھوٹے دستہ کو بھیجکر آزمایش کر لینے کی ہدایت کی،

طریف کی مہم

چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے فرمان خلافت کی تعمیل مین مسلمانون کا ایک مختصر دستہ اپنے مولیٰ طریف بن مالک نخعی کی سرکردگی مین اندلس پر حملہ آوری کے لیے روانہ کیا، طریف کی

یہ جمعیت صرف چار سو مجاہدین پر مشتمل تھی، جن مین سے ایک سو سوار تھے، یہ لوگ چار کشتیون مین سوار ہوکر روانہ ہوئے، اور جنوب مغربی اندلس کے ایک شہر مین جاکر اترے جس کا نام بعد مین جیسا کہ اوپر گذرا جزیرۂ طریف پڑا، یہ لوگ اس جزیرہ مین قتل و غارت کرکے اندلس کے ساحلی شہر جزیرۂ خضرا مین اترے، یہان بھی لوٹ مار کی، اور کثیر مال غنیمت اور متعدد قیدیون کو ہمراہ لے کر ماہ رمضان ۹۱ھ مین بخیر و خوبی واپس آگئے،

بڑے حملہ کی تیاریان

طریف کی مہم کی کامیابی سے اندلس کی راہ کی آسانیان نظر آگئین، اس لئے موسیٰ نے اندلس پر حملہ آور ہونے کا اعلان کردیا، اور لوگ خوشی سے اس غزوہ مین شریک ہونے کے لیے آمادہ ہوگئے، چنانچہ ایک عظیم الشان لشکر ایک لائق اعتماد قائد طارق بن زیاد کی سرکردگی مین تیار ہوگیا، اور اسی قائد نے آگے چل کر فاتح اندلس کا معزز لقب حاصل کیا،

آزاد بربریون کی یورش

اسی زمانہ مین جب افریقہ مین اندلس کے حملہ کی تیاریون کا غلغلہ بلند تھا، اور طریف کی مہم کی کامیابی کی داستانین پھیل رہی تھین، افریقہ کے چند آزاد اور جنگجو قبائل کے حوصلے بڑھ گئے، اور انھون نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر اندلس کو تاخت و تاراج کرکے جو کچھ بھی ہاتھ آسکتا ہو، اس کو سمیٹ لینے کے لیے آزادانہ طریقہ سے فوجکا ایک دستہ بنایا، اور اندلس کے لیے اسلامی حکومت افریقہ کے لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے چل کھڑے ہوئے، یہ افریقہ کے نیم وحشی بربری قبیلے تھے، جو ایک شیخ ابوزرعہ نامی کی قیادت مین ایک ہزار کی تعداد مین اکٹھا ہوگئے تھے، افریقہ سے چل کر جزیرۂ خضرا، مین اتر پڑے، شہر کے لوگ ان غارتگرون کو دیکھتے ہی آس پاس کی آبادیون مین بھاگ گئے، جو لوگ سامنے مل گئے انھین لوٹا مارا، پھر بڑی بربریت کے ساتھ بعضون کو آگ مین جلا دیا، اور ایک کلیسا مین آگ

لگا ہی، ان کی یہ وحشیانہ حرکتین اسی پر ختم نہین ہوئین، بلکہ چند قیدیون کو انہون نے بیدردی سے ذبح کر ڈالا، اور لاشون کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے دیگون مین رکھکر آگ پر چڑھا دیا، اور باقی ماندہ قیدیون کو آزاد کر دیا، تاکہ یہ رہا شدہ قیدی ملک مین پھیل جائین، اور ملک مین مشہور ہو جائے کہ یہ حملہ آور ایسے وحشی ہین کہ قیدیون کو ذبح کرکے بھون کر کھا جاتے ہین، اس طرح ان کا رعب و دبدبہ پھیل جائے گا، اور لوگ ان کے مقابلہ مین آنے کی جرأت نہ کر سکین گے[1]

[1] ابن القوطیہ ص ۹ و ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۴ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹، بعض غیر محتاط راویون نے اس واقعہ کو طارق کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ابن اثیر نے اگرچہ اسکو طریف کیطرف منسوب کیا ہے لیکن اسکے اثرات سے طارق کے فائدہ اٹھانے کا تذکرہ کیا ہے، غالباً ابن اثیر نے اس کی طرف یہ نسبت اس لیے دی کہ اسکی کنیت بھی ابو زرعہ تھی، (نفح الطیب ج ۱ [illegible]) لیکن جیسا کہ مقری نے بتصریح لکھا ہے کہ یہ ابو زرعہ قبائل بربر مین سے ایک شیخ تھا جس نے قیدیون کو آگ مین جلوا دیا، اسلیے ہمارا قیاس صحیح ہے کہ نفح الطیب مین لاشون کو ٹکڑے کرکے آگ مین بھونے کا جو فعل واقعہ ہے وہ دراصل ابو زرعہ کی اسی جمعیت کے ہاتھون سرزد ہوا ہے، طارق و طریف جو اسلامی حکومت افریقیہ کے فرستادہ لشکرون کے قائد تھے، ان دونون کے دامن اس سے پاک ہین، اور نہ اسکی ذمہ داری اسلامی حکومت افریقیہ کے سر عائد ہوتی ہے، اس واقعہ کو ایک وحشیانہ جنگی چال سے تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن ایسی وحشیانہ حرکتین کسی ذمہ دار مہذب جماعت سے سرزد نہین ہو سکتین، بربریون کی یہ جماعت نو مسلم تھی، وہ لوگ اسلام کے اخلاقی تعلیمات و قوانین جنگ سے پورے طور پر آگاہ نہ تھے، جیسا کہ مورخین نے تصریح کی ہے لوٹ مار کی غرض سے جمعیت اکٹھا کرکے یہ افریقیہ سے چل پڑے تھے اور اندلس پہنچ کر وقتی طور پر جو کچھ یہ کر سکتے تھے، بغیر کسی ذمہ داری کو محسوس کئے ہوئے کر گذرے، واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا، شہرت پا گیا، مگر ابو زرعہ کی اس مہم کا حال عام مورخین کو نہ معلوم ہو سکا، اور لوگون نے اس واقعہ کو طریف و طارق کی طرف منسوب کر دیا،

طارق بن زیاد فاتح اندلس

۹۲ھ / ۷۱۱ء — ۹۳ھ / ۷۱۲ء

طارق نسلاً بربری، افریقیہ کا باشندہ، اور موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلامون مین سے تھا،[1] فوجی خدمات پر مامور تھا، پہلے طنجہ کا والی بنایا گیا تھا، کاؤنٹ جولین سے اس کے مراسم پہلے سے قائم تھے، اور فتح اندلس کی ابتدائی گفتگو مین شریک تھا، لشکر گویا بربریون ہی پر مشتمل تھا،[2] اس لیے سپہ سالاری کے لیے طارق کا انتخاب موزون ہو سکتا تھا، جولین کے وعدہ کے مطابق اس کے چار تجارتی جہاز افریقہ آئے، اور طارق ۷ ہزار لشکر لے کر اندلس روانہ ہو گیا،

---

[1] مقری نے ابن بشکوال کی روایت کے مطابق طارق کے باپ کا نام عمرو لکھا ہے، مگر مشہور طارق بن زیاد ہے، اسی کو مقری نے بھی اختیار کیا ہے، بعض لوگون نے اسکے موسیٰ کے آزاد کردہ غلام ہونے سے بھی انکار کیا، اور اس کو افریقی ہونے کے بجائے فارسی الاصل یعنی ہمدانی لکھا ہے، اور بعض روایتین اسکے قبیلہ صدف ہونے کی بھی ہین، خصوصاً طارق کی اولاد جو اندلس مین آباد تھی، اپنے خاندان کے موسیٰ کے موالی ہونے سے قطعی انکار کرتی تھی، مگر مشہور روایت وہی ہے جو متن مین درج کی گئی۔ [2] مسٹر ہنری اینڈ ورڈ ہالٹس ڈنسٹین، ہسٹری آف دی نیشن سیریز ۷ ص ۸۱، نے بربریون کی اصل قوم ونڈال بتایا ہے جنھون نے رومیون کے ہاتھون سے اسپین کو فتح کیا تھا، اور پھر جنھین گاتھون نے اندلس سے نکال دیا تھا افریقہ چلے گئے تھے، اور پھر طارق کو بھی ونڈال ہی مین سے بتایا ہے، ونڈال کا خون ان سب مین موجود تھا، موصوف کے نقطہ نظر سے ان لوگون نے اسلام قبول کر لیا تھا، اور گاتھون نے تین سو برس پہلے انکے ساتھ جو سلوک کیا تھا، انھین اسکا بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آیا تھا لیکن یہ افسانہ ہی افسانہ ہے جو صرف اسلیے گھڑا گیا کہ کسی غیر یورپی قوم کے فاتح یورپ ہونے کے واقعہ کو کم سے کم کر کے دکھایا جائے، ورنہ افریقہ کے بربر وہان کے قدیم باشندے ہین اور نسلی حیثیت سے بڑے بڑے مشہور قبیلون مین تقسیم ہین، ابن خلدون نے تفصیل سے ان کے قبائلی حالات لکھے ہین، یہ ذکر کا شبہہ بھی نہین کیا جا سکتا کہ یہ اس ونڈال قوم سے ہین جو تین سو برس پہلے کسی قدر تعداد مین اندلس سے ہجرت کر کے افریقہ آئی تھی،

ان میں تین سو عرب اور باقی بربر تھے،[۱] جتنے سپاہی چار جہازوں میں سوار ہو سکتے تھے، وہ طارق کے ساتھ روانہ ہوئے، اور کاؤنٹ جولین رہنمائی کیلیے اس لشکر کے ساتھ گیا،

ورود اندلس | اسلامی لشکر یوم دوشنبہ ۵ رجب سنہ ۹۲ھ کو اندلس کی ایک پہاڑی پر اترا، جو بعد میں طارق سے منسوب ہو کر جبل طارق سے موسوم ہوا، اور اب اسی کا بگڑا ہوا تلفظ جبرالٹر مشہور ہے، مسلمان جولین کے تجارتی جہاز پر آئے تھے، اس لیے ان کے اترنے سے کسی کو کوئی کھٹک نہیں ہوئی، یہ چاروں جہاز سپاہیوں کو اتار کر باقی ماندہ سپاہیوں کو لانے کے لیے واپس چلے گئے۔

ایک مبارک خواب | اثنائے راہ میں طارق نے ایک خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی معیت میں تشریف فرما ہیں، صحابہ کرام رضی تلواریں لٹکائے اور مونڈھوں پر کمانیں چڑھائے ہیں، اور آپ طارق سے فرما رہے ہیں "طارق! اسی شان سے قدم بڑھائے جاؤ" پھر آپ نے اس کو مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے، اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی ہدایت کی، اس کے بعد اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام کے جلو میں، اندلس میں داخل ہوئے، اور طارق اس مقدس جماعت کے پیچھے ہے،

اس مقدس خواب کو اس نے بشارت پر محمول کیا، اپنے رفقا کو اس کا مژدہ سنایا، سب لوگوں کو اس سے تقویت حاصل ہوئی، اور اس مہم میں کامیابی و ظفرمندی کی امید بندھی

---

[۱] اسلامی لشکر کی تعداد میں مورخین میں اختلاف ہے، ابن اثیر و مقری نے ۷ ہزار فوج لکھی ہے، پھر ۵ ہزار کمک کا تذکرہ کیا ہے، ابن خلدون نے ۳ سو عرب اور دس ہزار بربر لکھا ہے، اور ابن بشکوال نے مجموعی تعداد ۱۸۴۸۴ لکھی ہے۔ (مقری) اس طرح یہ تعداد ۱۰۳۰۰ سے ۱۲ ہزار کے اندر ہوتی ہے یہی پوری جمعیت ہے جو فاتح اندلس بنی اور سب سے پہلے ایک لاکھ فوج کے مقابل میں صف آرا ہوئی،

چند شہرون پر بلا مزاحمت قبضہ

طارق اس پہاڑ پر چند دنون ٹھیرا رہا، اس اثنا مین باقی ماندہ لشکر بھی آگیا. ابتدائی انتظام مکمل کرنے کے بعد اس نے فوجی نقل وحرکت شروع کی جبل الطارق کے بالکل شمالی ساحل پر قدیم تاریخی شہر قرطاجنہ (کارتیہ) ساحل پر آباد تھا، طارق نے عبد الملک معافری کو جو بعد کی تاریخون میں مشہور ... معافری پیدا ہوا، ایک دستہ دیکر روانہ کیا، جو شہر مین مزاحمت کے بغیر داخل ہوگیا، پھر جزیرہ خضرا کی طرف بڑھے، یہان بھی کامیابی ہمرکاب تھی، یہ مقام طریف کے ہاتھون گزشتہ سال بھی پامال ہوچکا تھا، پھر ایک چھوٹی سی جمعیت طریف ہی کی سرکردگی مین دی گئی تاکہ وہ اپنے پامال کیے ہوے شہر جزیرہ طریف کو زیر علم لے آئے، چنانچہ اس پر بھی قبضہ ہوگیا،

جبل طارق کے آس پاس کے شہرون جزیرہ خضرا، قرطاجنہ، اور جزیرہ طریف کے پاسانی زیر نگین ہوجانے سے بڑی آسانی حاصل ہوگئی، طارق نے ان شہرون کی فصیل اور قلعون کو درست کرایا، جہان جہان دیوار کی مرمت کی ضرورت تھی، مرمت کرائی، اور اندلس کے شاہی لشکر سے کھلے میدان مین مقابلہ کرنے کی تیاریان کرلین،

مسلمانون کے ورود اندلس کے وقت کے چند افسانے

اندلس مین اس زمانہ مین یونانی اساطیر کی طرح نجوم وطلسمات کے بہت سے افسانے پھیلے ہوے تھے، ان مین سے بعض عرب مورخین کے کانون تک بھی پہنچے، مقری وغیرہ نے ان کو دلچسپی کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سلسلہ مین جزیرہ خضرا مین بھی تفاول کے طور پر ایک واقعہ پیش آیا، یہان طارق سے ایک بڑھیا نے بیان کیا کہ اس کا شوہر نجومی تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ اس ملک مین ایک امیر داخل ہوگا، جو سب پر غلبہ حاصل کرلے گا، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سر بڑا ہوگا، اور اس کے بائین بازو پر ایک تل ہوگا، جس پر بال اگے ہون گے، طارق کو اس بیان سے دلچسپی

پیدا ہوئی، اس نے بایاں بازو کھول کر دیکھا تو واقعی اس پر تل موجود تھا جس میں بال اُگے ہوئے تھے۔

جس طرح طارق کی طرف ان بشارتوں کی نسبت کی جاتی ہے ویسے ہی راڈرک کی طرف ایسے واقعات منسوب ہیں جن سے اس کی حکومت کے زوال اور عربوں کی آمد کی پیشینگوئی ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ طلیطلہ میں ایک قدیم تاریخی عمارت تھی، جو بیت الحکمہ کے نام سے موسوم تھی، یہ عمارت مقفل تھی، اور دستور یہ چلا آتا تھا کہ اندلس کا نیا فرمانروا اس پر ایک تالا چڑھا دیتا تھا، اور اس کی کنجی اس تالے کے ساتھ لٹکتی رہتی تھی، کسی فرمانروا کو اجازت نہ تھی کہ وہ اس تالے کو کھول دے، ورنہ تالے کے کھولنے کے معنی ملک کو آفات و حوادث میں مبتلا کر دینے کے تھے، اس عمارت کی حفاظت کے لیے دربان مقرر تھے، چنانچہ راڈرک کی تخت نشینی کے وقت بھی دستور کے مطابق دربار میں حاضر ہوئے، اور اس عمارت پر قفل چڑھانے کی رسم انجام دینے کی درخواست کی، اس وقت تک اس عمارت کے دروازہ پر ۲۶ قفل لگ چکے تھے، ستائیسواں قفل راڈرک کی خدمت میں نذر کیا گیا، لیکن راڈرک کا تعلق شاہی خاندان سے نہ تھا، کہ پچھلی روایات کا احترام اس کے دل میں موجود ہوتا، اس کو اس طلسمی عمارت کی حقیقت دریافت کرنے کا شوق پیدا ہوا کہ شاید پچھلے بادشاہوں کی دولت اس میں ودیعت رکھی ہوئی آ رہی ہو، اس لیے اس نے اسپین کے عمائد کے سامنے اس قفل کو کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا، لیکن لوگوں نے یک زبان ہو کر اس کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ کہا کہ اگر زر و جواہر کا خیال ہے تو ملک سے دولت کا انبار جمع کر دیا جائے، مگر اس عمارت کے طلسم کو توڑ کر ملک کو کسی نئی آفت میں مبتلا نہ کیا جائے، لیکن راڈرک اس طلسمی عمارت کے سربستہ رازوں کو معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا، وہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا، اور

اور خود جاکر سارے قفل کھول ڈالے،

بیت الحکمہ کا دروازہ کھلا تو سامنے ایک زر و جواہر سے مرصع مکلل زرنگار خوبصورت میز رکھی ہوئی ملی، معلوم ہوا کہ یہ "مائدۂ سلیمانؑ" ہے، جو بیت المقدس کی فتح کے بعد وہاں سے لایا گیا تھا، پھر اسی کمرے میں ایک مقفل صندوق ملا، راڈرک نے اس تالے کو بھی کھلوایا تو صندوق میں بڑی صنعت سے بنی ہوئی سواروں کی چند تصویریں نکلیں، جن کی شکلیں عربوں سے ملتی ہوئی تھیں، وہ جانوروں کی کھالیں پہنے، عمامے باندھے، گیسو لٹکائے، عربی گھوڑوں پر سوار ننگی تلواریں سونتے اور برچھے تانے ہوئے کھڑے تھے، انہی تصویروں کے ساتھ ہرن کی ایک جھلی رکھی ہوئی تھی، راڈرک نے اس جھلی کو کھلوایا تو اس میں مکتوب تھا کہ جب اس مقفل عمارت اور صندوق کو کھولا جائے گا، تو وہ قوم جس کی تصویریں اس صندوق میں بنی ہوئی ہیں، جزیرۂ اندلس میں داخل ہوگی، اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں ملک ہوگا، ان کی حکومت جاتی رہے گی"۔[1]

راڈرک اس نوشتہ کو پڑھ کر اپنے کیے پر پچھتایا، اور اس کو اپنی سلطنت کے زوال کا خطرہ محسوس ہوا، اس واقعہ پر کچھ دن گذرے تھے کہ اس نے سنا کہ مشرق سے شہنشاہ عرب کی فوج اندلس کی فتح کے لیے ملک میں داخل ہوگئی ہے،

ڈیوک تھیوڈومر سے مقابلہ اور اس کی شکست

طارق کی ان پیش قدمیوں سے جن سے چند شہر قبضہ میں آگئے تھے، اس علاقہ میں ہلچل مچ گئی تھی، ڈیوک تھیوڈومر اس علاقہ کا گورنر تھا، وہ ان اجنبی حملہ آوروں کو ساحل پر دیکھ کر سراسیمہ ہوگیا، اس نے مقابلہ کی جرأت

[1] ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ تصویریں علیحدہ بنی ہوئی نہیں تھیں، بلکہ ہرن کی کھال پر کھنچی ہوئی تھیں، اور تصویروں کے نیچے وہ تحریر مکتوب تھی،

کی مگر ایک ہی حملہ مین پسپا ہوا، راڈرک ان دنون شمالی علاقہ لیکے مین دشمنون سے صف آرا تھا، تھیوڈومیر نے راڈرک کے پاس ایک تیز رفتار قاصد بھیجا اور ان اجنبی حملہ آورون کے ساحل پر اترنے کی اطلاع ان لفظون مین دی کہ "ہماری زمین پر ایک قوم اتر پڑی ہے، ہم نہین جانتے کہ یہ آسمان سے نازل ہوئی ہے یا زمین سے نکل پڑی ہے"، نیز یہ بھی اطلاع کرائی کہ کاؤنٹ جولین ان حملہ آورون کا دلیل راہ ہے،

بادشاہ اندلس کی تیاریان | راڈرک اس ناگہانی افتاد سے سخت گھبرایا، وہ وہان سے لوٹ کر قرطبہ چلا آیا، جس کو اس نے طلیطلہ کے بجائے دار الحکومت قرار دیا تھا، اور یہان مسلمانون سے مقابلہ کرنے کی تیاریون مین مصروف ہو گیا، چنانچہ ملک مین عام فوجی بھرتی کا اعلان کرایا، حملہ آورون کو ملک سے نکالنے کی عام اپیل کی، لوگون نے اسکی تحریک کو لبیک کہا اور جوق در جوق قرطبہ آکر فوج مین شریک ہوئے، نیز اس نے مذہب و وطن اور قوم کے نام پر اپنے مخالفین کو بھی بلایا، چنانچہ خاندان گاتھ کے تین شاہزادے بھی اپنے حلقۂ اثر سے فوج اکٹھا کر کے اپنے جان نثارون کے ساتھ دار الحکومت کی طرف چل کھڑے ہوئے، مگر انھین راڈرک پر بھروسہ نہ تھا، اس لیے انھون نے شہر مین داخل ہونے سے گریز کیا، اس لیے قرطبہ سے باہر وادی کبیر کے اس پار مقام تقندہ مین فوج کے ساتھ اترے، رفتہ رفتہ یہی مقام فوجی چھاؤنی بن گیا، اور راڈرک کا لشکر ایک لاکھ کی تعداد مین پہنچ گیا،

طارق کو کمک | ادھر طارق نے اتنی بڑی جمعیت کے فراہم ہونے کا حال سنا تو کچھ سراسیمہ ہوا، اس نے موسیٰ بن نصیر کو تفصیلات کی اطلاع دیکر کمک طلب کی، موسیٰ بھی غافل نہ تھا، وہ کمک کے لیے پہلے سے کشتیون پر کشتیان تیار کرا رہا تھا، چنانچہ کمک کی

طلب کے ساتھ ہی اس نے پانچ ہزار فوج بھیجی، اور اب اسلامی لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی،

جنگ گوڈالیٹ

اس اثنا میں راڈرک کوچ کرتا ہوا جنوبی اندلس کی طرف چلا، ادھر طارق نے بھی اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا، دونوں فوجوں کا سامنا دریائے گوڈالیٹ کے دہانے کنارے، بحر محیط کے ساحل سے تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر مقام شریش (XERES) میں ہوا، دونوں فوجوں نے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیے اور خونیں لڑائی کی تیاری میں مصروف ہو گئے،

راڈرک کی یہ ایک لاکھ سپاہ گھوڑوں اور قیمتی اسلحہ سے آراستہ تھی، ادھر صرف بارہ ہزار مجاہدین تھے، گرچہ یہ بڑے قوی ہیکل، جنگجو اور بہادر تھے، مگر ان کے پاس نہ گھوڑے تھے اور نہ مکمل اسلحہ، ہاتھوں میں صرف ننگی تلواریں تھیں، اور بعضوں کے پاس نیزے، فوج کی تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی مقابلہ نہ تھا، خصوصاً اس لیے کہ اندلسی لشکر میں وطن اور مذہب کی مدافعت کا جذبہ کارفرما تھا، اور اندلس کے گوشہ گوشہ سے چیدہ چیدہ سپاہی سمٹ کر آ گئے تھے، لیکن تائید ایزدی سے ایک نئی صورت حال ایسی پیدا ہو گئی کہ ان کی قوت میں اضمحلال آ گیا،

گاتھ شہزادوں سے خفیہ معاہدہ

کاونٹ جولین اسلامی لشکر کے ہم رکاب تھا، اس کے آدمی دشمنوں میں مل جل گئے تھے، اور جاسوسی اور تفرقہ اندازی کی حکمت عملی اختیار کیے ہوئے تھے، کاونٹ جولین اپنا کمند گاتھ شہزادوں پر پھینکنے میں کامیاب ہو گیا، اس نے انھیں ان کی کھوئی ہوئی عظمت یاد دلا کر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لینے میں درخشاں مستقبل کی یاد دلائی، چنانچہ گاتھ شہزادوں نے طارق کو اپنے پیامبر کے ذریعہ راڈرک کے حکومت

پر غاصبانہ قبضہ کر لینے اور ان لوگون کا اپنے حقوق سے دستبردار نہ ہونے سے مطلع کیا، اور اپنی موروثی جاگیرین واگذار رکھنے کی شرط پر اسلامی لشکر کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی، یہ شاہی جاگیرین اندلس کے نہایت ہی زرخیز علاقون مین تین ہزار کی تعداد مین تھین، طارق نے ان شاہزادون کی یہ شرط منظور کر لی، اور دونون مین یہ خفیہ عہد و پیمان طے پا گیا،

راڈرک کے لشکر مین انتشار

اس رازدارانہ عہد و پیمان کے بعد راڈرک کے لشکر مین یہ خیالات پھیلائے گئے کہ وہ سلطنت کا غاصب ہے شاہی خانوادہ سے اس کا تعلق نہین، اسکو کامیاب بنانے کے لیے کوئی اپنی تباہی و بربادی خود کیون مول لے، باقی رہے یہ مسلمان تو یہ چلتی پھرتی قوم ہین، انھین مال غنیمت چاہیے، انھین اس ملک مین رہ جانے کی ضرورت نہین، بہتر ہے کہ انہی کے ہاتھون سے اس غاصب سے نجات حاصل کی جائے، پھر جب مال غنیمت لے کر یہ لوگ روانہ ہو جائین گے، تو اندلس کے شاہی تخت کے لیے کسی کو منتخب کر لیا جائے گا،

راڈرک لشکر مین ان باغیانہ خیالات کے پھیلنے سے بے خبر تھا، وہ اپنی مختلف جنگی تیاریون مین مصروف رہا، چنانچہ اس کے جاسوس بھی اسلامی لشکر کے گرد چکر کاٹ رہے تھے، اس نے مسلمانون کی عام حالت کا اندازہ لگانے کے لیے بعض جری اور معتبر آدمیون کو بھیجا تھا، مگر وہ اپنے کو مسلمانون سے چھپا نہ سکے، مگر مسلمانون کے ہاتھ سے بچ نکلنے مین کامیاب ہو گئے، ان جاسوسون نے اپنے جو تاثرات راڈرک سے بیان کیے وہ اس کے لیے اور زیادہ حوصلہ شکن ثابت ہوئے، انھون نے کہا

یہ وہی صورتین ہین جو صندوق مین دکھائی گئی تھین، ان سے مقابلہ آسان نہین، یہ آپ کے پاس آنے والے ایسے ہین کہ یا تو اپنی موت چاہتے ہین، یا وہ زمین

جو آپ کے قدمون کے نیچے ہے، انھون نے واپسی کے تخیل کو مٹا دینے کے لیے اپنے جہازون کو بھی جلا دیا ہے، اور ثبات قدم کے ساتھ اس زمین پر صف آرا ہوگئے ہین، ان کے لیے ہماری زمین پر کوئی ایسا مقام نہین جہان وہ بھاگ کر پناہ لے سکین۔"[1]

ایک طرف راڈرک کی فوج مین ان مختلف قسمون کا اضطراب پھیل رہا تھا لیکن دوسری طرف مسلمان سپاہی بھی دشمنون کی تعداد کی کثرت اور ان کے قیمتی سامان جنگ کو دیکھ کر مرعوب ہو رہے تھے، اور اسلامی سپہ سالار طارق بھی اس سے بیخبر نہ تھا، مگر وہ جلد ہی اس خوف و ہراس کو دور کرنے مین کامیاب ہوگیا، چنانچہ اس نے اسی رات کو جس کی صبح کو لڑائی شروع ہوئی، مسلمانون مین جوش و ولولہ، اور عزم و استقامت کی روح پھونکنے کے لیے ان کے سامنے ایک بڑی پرزور تقریر کی جس نے مسلمانون کے ڈوبے ہوئے دلون کو سنبھال لیا، اور وہ لڑنے مرنے اور فتحمندی سے ہمکنار ہونے کے لیے تیار ہوگئے،

طارق کی تاریخی تقریر

طارق کی یہ تاریخی تقریر تاریخون مین قلمبند ہے، اس نے حمد و ثنا کے بعد کہا:

مسلمانو! یہ خوب سمجھ لو، اب تمھارے بھاگنے کی جگہ کہان ہے؟ سمندر تمھارے پیچھے ہے اور دشمن تمھارے آگے، خدا کی قسم اب سوائے پامردی و استقلال کے تمھارے لیے کوئی چارہ باقی نہین رہا، یہی دونون طاقتین ہین جو مغلوب نہین ہو سکتین، یہی دونون فتحمند فوجین ہین جنھین فوج کی قلت تعداد نقصان نہین پہنچا سکتی، اور نہ کسی فوج کی کثرت، بزدلی، سستی، نامردی، اختلاف اور غرور کے ساتھ کسی کو فائدہ پہنچا سکتی، سمجھ لو! تم اس جزیرہ مین ایسے ہی ہو جیسے یتامیٰ بخیلون کے

---

[1] مقری ج ۱ ص ۱۲۱،

دسترخوان پر ہوتے ہیں، تمھارے دشمن اپنی فوج اور سامان جنگ کے ساتھ تمھارے
سامنے آچکے ہیں، ان کے پاس سامان رسد کا ذخیرہ بھی وافر ہے، مگر تمھارے پاس
کوئی سامان نہیں بجز تمھاری تلواروں کے تمھارے لیے کوئی رسد نہیں، سوا اس کے
کہ تم اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے چھین کر حاصل کر لو، اگر تم نے کوتاہی کی اور کچھ
حاصل نہ کیا تو تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور تمھارے دشمنوں کے دلوں میں تمھارا
رعب پیدا ہونے کے بجائے تم سے مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا ہو جائے گی، اسلیے
تم اپنے آپ کو کسی ایسی رسوائی میں پڑنے سے اس سرکش (راڈرک) کو زیر کرکے
بچا لو، جو اس قلعہ بند شہر سے تمھارے مقابلہ کے لیے نکلا ہے، اگر تم اپنی جانوں
پر کھیل جاؤ تو کامیابی تمھارے قدم چومنے کیلیے فرش راہ ہے، میں تمھیں کوئی ایسی
دعوت نہیں دیتا جس کو خود قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں، میں تمھیں ایسے مقام
پر لایا ہوں، جہاں سب سے سستی چیز انسانوں کی جانیں ہیں، اور سب سے پہلے میں اپنے
آپ سے شروع کرتا ہوں، یہ خوب یقین رکھو اگر تم تھوڑی دیر کی تکلیف اٹھالوگے
تو اس کے بدلے میں ایک زمانہ دراز تک عیش و راحت اٹھاؤگے، تم اپنی جانوں
کو میری جان سے زیادہ قیمتی نہ بناؤ، تمھارا اور میرا حصہ برابر ہے، اس وقت جو
کچھ جزیرہ میں ہے، وہ سب کچھ تمھارا ہے، یہیں وہ حور وش خوبصورت یونانی
لڑکیاں ہیں، جو موتی اور مرجان سے مزین، سنہرے لباس میں ملبوس اور امراء
و تاجدار سلاطین کے محلوں کی زینت ہیں، امیر المومنین ولید بن عبدالملک
نے تم جیسے بہادروں کو اس لیے منتخب کیا ہے کہ تم اس جزیرہ کے تاجداروں
اور رئیسوں کے داماد بن جاؤ، یہاں کے بہادروں اور شہسواروں سے

دو دو کرلو، تم اس جزیرہ میں اللہ کے بول اور اس کے دین کو سربلند کرنے کے لیے آئے ہو اور اس کا اجر پاؤ گے، یہاں کا مال غنیمت صرف تمہارے ہی واسطے ہے، تم میں عزم پر استوار رہو گے، اللہ اس میں تمہاری مدد کرے گا، اور دونوں جہان میں تمہارا نام باقی رہ جائے گا،

یہ خوب سمجھ لو، میں تمھیں جو دعوت دے رہا ہوں، اس کو قبول کرنے والا سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں، مجھے تم جو کچھ کرتے دیکھو، اسی کی پیروی کرو، اگر میں حملہ کروں تم تم بھی ٹوٹ پڑو، اگر میں رک جاؤں، تم بھی ٹھٹک کر رک جاؤ، لڑائی کے میدان میں سب مل کر ایک شخص واحد کی ہیئت اختیار کر لو، جس وقت دونوں فوجیں ٹکرائیں گی اس وقت میں خاص طور پر اس سرکش (راڈرک) کی طرف رخ کروں گا، اگر میں اس سرکش کا کام تمام کرنے کے بعد مارا جاؤں تو میں تمہارے کام کو پورا کر جاؤں گا، تم بہادر اور عقلمند ہو، اس کے بعد تم اپنے کاموں کو خود سنبھال سکتے ہو اور اگر میں اس تک پہنچنے سے پہلے ہی مارا جاؤں تو تم میرے اس عزم کو پورا کر لینا، اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کا کام تمام کرنا، اور اس جزیرہ کی فتح کو مکمل کر لینا، کیونکہ اس کے قتل کے بعد انکی ہمتیں چھوٹ جائیں گی،

اگر میں مارا جاؤں تو غمگین نہ ہونا، رنج و ملال نہ کرنا اور نہ آپس میں جھگڑ کر ایک دوسرے سے لڑنے لگنا، ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور دشمنوں کے لیے تم پیٹھ پھیر دو گے، اور قتل و گرفتار ہو کر برباد ہو جاؤ گے، خبردار! خبردار! پستی کو قبول نہ کر لینا، اور اپنے کو دشمنوں کے حوالہ نہ کر دینا، تمہارے لیے مشقت و جفاکشی کے ذریعہ شرف و عزت، راحت و آرام اور حصول شہادت کے ذریعہ ثواب آخرت مقدر کیا گیا ہے،

ان سعادتون کے حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھو، اگر تم نے یہ کر لیا تو اللہ کا فضل و احسان تمھارے ساتھ ہے، وہ تمھین آیندہ ہونے والے بڑے گھاٹے سے اور کل اپنے جاننے والے مسلمانون کے درمیان بُرے لفظون سے یاد کیے جانے سے بچائے گا، پس میں حملہ آور ہون گا اور اس پر چھا جاؤن گا، میرے حملہ آور ہوتے ہی بہادرو تم بھی جھپٹ پڑنا[1]

اس پرجوش تقریر سے فوج کے دل عزم، ہمت، جوش، خروش اور فتح و ظفر کی امیدون سے بھر گئے، ان میں سے بعض نوجوان آگے بڑھے، اور انھون نے اپنی جوابی تقریر مین اپنے عزم و اطاعت کا اظہار ان لفظون مین کیا،

اگر اس سے پہلے ہمارے دلون مین کوئی بات اس کے برخلاف تھی جس کا آپ نے عزم فرمایا ہے، تو اب ہم نے اس کو اپنے دلون سے دور کر دیا، اب آپ قدم اٹھائیں، ہم آپ کے ساتھ اور آپ کے تابع فرمان ہین"

اس تقریر کے بعد اسی جوش و خروش مین ساری رات جاگ کر آنکھون مین کاٹ لی، جب صبح کا سپیدہ نمودار ہو تو جنگ کا طبل بجایا گیا، یہ ۲۸ رمضان المبارک ۹۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۷۱۱ء کی یادگار تاریخی صبح تھی،

راڈرک نے میدان جنگ مین فوج کی صفین درست کین، وہ فوج کے اندرونی حالات سے تو بے خبر تھا، اس نے میمنہ و میسرہ پر انھی گاتھ شہزادون کو رکھا، اور قلب کی فوج کی

---

[1] یہ تقریر نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۲ اور کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۹۰ سے ماخوذ ہے، دونون مین تقریر کے جستہ جستہ فقرے نقل کیے گئے ہین، اس ترجمہ میں اصل تسلسل اور ترتیب کو قائم رکھ کر ان فقرون کو اکٹھا کر دیا گیا ہے،

کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، وہ خود بڑی شان و شوکت سے قلب فوج مین دو گھوڑون کے تخت رواں پر سوار موتی، یاقوت اور زبرجد سے مرصع چتر شاہی کے زیر سایہ قیمتی لعل و جواہر سے مزین لباس مین ملبوس تھا، جلو مین مسلح پاسبان اور زرق برق لباس اور ہتھیارون سے آراستہ جاگیردار اور امراء صف آرا تھے،

ادھر طارق اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سب سے آگے تھا، اسلامی لشکر زرہین پہنے، عمامے باندھے، ہاتھوں مین عربی کمانین لیے، کمرون مین تلوارین لٹکائے اور بغلون مین تیر دبائے نظر آئے، کہا جاتا ہے کہ راڈرک اسلامی لشکر کو اس ہیئت مین دیکھتے ہی پکار اٹھا کہ قسم ہے یہ تو وہی صورتین ہین جن کو ہم اپنے شہر کے بیت الحکمۃ مین دیکھ چکے ہین،

حملہ کی ابتدا اسپینی لشکر کی طرف سے ہوئی، مسلمان بھی مقابلہ کے لیے آگے بڑھے اور جلد ہی گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، دونون فوجون کی مادی و روحانی حیثیتون مین بڑا فرق تھا، ایک طرف ایک لاکھ انسانون کا جنگل تھا، جو ہر طرح کے اسلحہ سے آراستہ تھے، ملک کے نامور سے نامور قائد و جاگیردار اپنی اپنی فوجون کے سرخیل بن کر میدان مین موجود تھے، اپنی سرزمین تھی، اور اگرچہ اسپین تین سال سے قحط کی مصیبت مین مبتلا تھا، مگر شاہی نظم کے مطابق سامان رسد کا وافر ذخیرہ فوج کے ساتھ تھا، اور لڑائی مین ہر قسم کی آسانی پیدا کرنے کے ذرائع مہیا تھے، اور شہنشاہ خود فوج کی کمان سنبھالے میدان جنگ مین موجود تھا، لیکن ایک لاکھ کی اس فوج کے دائین و بائین دونون بازو پہلے دشمنون سے عہد و پیمان کر لیے تھے، اور اس امراء اور جاگیردارون کا بھی ایک بڑا طبقہ اپنے بادشاہ سے خوش نہ تھا، اس لیے اور جو عام کسان فوج مین آئے تھے، وہ بھی بددل تھے، پھر اسپین کا شہنشاہ غاصب سلطنت تھا، سلطنت کے حقیقی وارث اور دعویدار فوج مین میمنہ اور میسرہ کے کمانڈر تھے، اور یہ سمجھ کر کہ یہ حملہ اٹھارہ ہزار

لیکر واپس جائین یا رہین تو ان کی سرسبز و شاداب جاگیرون سے ان کو محروم نہین کرین گے وہ حملہ آورون سے عہد و پیمان کر چکے تھے، اس لیے اگرچہ فوج کی تعداد زیادہ تھی مگر وہ اپنی اندرونی اخلاقی و روحانی طاقت سے تہی دامن ہو چکی تھی،

دوسری طرف صرف بارہ ہزار پردیسی تھے، جو نہ اچھے اور قیمتی اسلحہ رکھتے تھے، نہ ان کے پاس سواری کے لیے زیادہ گھوڑے تھے، انھین انہی دشمنون سے چھین کر اپنے لیے دوسرے وقت کی خوراک مہیا کرنی تھی، مقام اجنبی اور راستے نامعلوم تھے، وہ فیصلہ کن جنگ کے عزم کے ساتھ اپنی کشتیان جلا چکے تھے، اب انہی انسانون کے اسی جنگل کو کاٹ کر ان کا راستہ بنانا تھا، اس لیے وہ ہمت و استقلال سے اس عزم کے ساتھ آہنی دیوارین کر اس میدان مین کھڑے تھے، کہ یا تو وہ اس جزیرہ کے مالک بن کر رہین گے، یا ان مین کا ہر فرد جام شہادت نوش کرکے اسی زمین کی خاک پر ہمیشہ کے لیے سو رہے گا،

لیکن جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو یہ بارہ ہزار سر بکف مجاہدین، ایک لاکھ کی ٹڈی دل فوج پر بھاری ہوے، عیسائی لشکر کے داہین باہین بازو پر زور کا حملہ ہوا، اور کماندار شہزادے پسپا ہونے شروع ہوئے، یہانتک کہ دونون بازو کمزور ہو گئے، اور پھر گاتھ شہزادے اپنے گھوڑے بڑھاتے ہوئے طارق سے آملے، ان شاہزادون کا علحدہ ہونا تھا کہ میمنہ و میسرہ سپاہ کے پاؤن اکھڑ گئے، اور پھر ان کے پیچھے کے سپاہیون نے اگلی صفون کو خالی اور اپنے سردارون کو موجود نہ پاکر لڑنے سے انکار کر دیا،

فیصلہ کن حملہ

مگر راڈرک پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، وہ ثابت قدمی سے فوج کو قلب مین لیے مقابلہ کرتا رہا، لڑائی ۲۸ رمضان سے ۵ شوال تک جاری رہی، اس جنگ کا فیصلہ طارق کی فیصلہ کن تلوار ہی سے ہوا، وہ اپنا گھوڑا بڑھاتے قلب کی فوج مین گھس پڑا،

مجاہدین نے اس کے نقش قدم کی پیروی کی، اس حملے سے قلب کے لشکر مین ابتری پھیل گئی، اور راڈرک کے سامنے کی مسلح گارد نے جگہ خالی کر دی، اب راڈرک کا تخت رواں مسلمانون کے سامنے تھا، طارق راڈرک کو دیکھتے ہی للکار کر اس کی طرف یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ عیسائیون کا بادشاہ یہی ہے' طارق تخت رواں تک پہنچا تھا کہ راڈرک اس تیزی سے فرار ہوا کہ مسلمان تعاقب کرنے کے باوجود اس کو نہ پا سکے، کچھ دور آگے جا کر دریا کے کنارے اسکا سفید گھوڑا جس پر یاقوت و زبرجد سے مرصع ساز کسا ہوا تھا، دلدل مین پھنسا ہوا ملا، وہین پر اس کے ایک پاؤن کا سنہرا موزہ بھی پڑا ہوا تھا، جس مین زبرجد یاقوت اور موتی ٹکے ہوئے تھے، نیز ایک زرتار حلہ جو بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا، اسی کے پاس گرا ہوا تھا، راڈرک کے آخری انجام کے ذکر سے تاریخ کے صفحات خاموش ہین، دریا کے کنارے کی ان نشانیون سے سمجھا جاتا ہے وہ دلدل مین گھوڑے کے پھنس جانے کی وجہ سے اس پر سے اتر کر دریا مین کود پڑا اور گوڈالیٹ کی لہرون نے اس کو اپنی آغوش مین چھپا لیا،[1]

راڈرک کے فرار ہوتے ہی لڑائی کا میدان خالی ہو گیا، مقتولین کی لاشین میدان مین پڑی تھین، ۳ ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے، عیسائی مقتولین کی تعداد بیشمار تھی، ان مین امرا، متوسط حال، اور غلام تینون طبقون کے لوگ تھے، جو سونے، چاندی، اور تانبے کی انگوٹھیون سے پہچانے جا سکتے تھے، طارق نے میدان سے مال غنیمت جمع کرایا، کچھ قیدی بھی ہاتھ آئے تھے، مال غنیمت اور قیدیون کو مجاہدین مین تقسیم کر دیا گیا، باقی ماندہ عیسائی فرار ہو کر مختلف شہرون اور قلعون مین پناہ گزین ہو گئے، اسلامی فتح کی خبر بجلی کی مانند سارے اندلس

[1] عام عرب و مغربی مورخین کے بیانون کے برخلاف ایک روایت مین طارق کے ہاتھون اسکے قتل کیے جانے اور اسکے سر کو موسیٰ کے پاس بھیجنے کا ذکر آیا ہے، لیکن یہ روایت عرب و مغربی مورخین کے متفقہ بیانون سے منفرد ہے۔

پھیل گئی، اب اندلس کا تخت خالی ہو چکا تھا، جو جس شہر یا قلعہ میں تھا، وہ وہاں کا مالک اور نگہبان تھا، ان میں سے ایک گروہ تھیوڈمر کو زیادہ امتیاز حاصل تھا، اس نے جانفشانی سے مرسیہ کے علاقہ میں ان کی تنظیم کی باگ ہاتھ میں لی، اور اسپین کو اپنے زیر علم لانے کی کوشش کی، اس طرح مسلمانوں کو ایک ایک شہر اور قلعہ کو علیحدہ علیحدہ فتح کرنا تھا، اس لیے ان کو سلطنت سے نہیں بلکہ شیرازہ بکھرنے کے باوجود اسپین کے چپہ چپہ کے لیے لڑنا، اور ہر شہر کی محافظ فوج کے عیسائی باشندوں کو زیر کرنا تھا،

ادھر افریقہ میں اسلامی فتح، اور مال غنیمت کی فراوانی کی داستانیں پہنچیں، اور لوگ شوق و ذوق سے جوق در جوق افریقہ سے آ آ کر طارق کی فوج میں شریک ہوتے گئے، اب مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے، وہ اپنے خیال میں میدان گواڈالیٹ کی جنگ میں فتحیاب ہو کر پورے جزیرہ نمائے اندلس کو زیر نگین کرنے کا دروازہ کھول چکے تھے، اور سمجھتے تھے کہ وہ جیسے جیسے آگے بڑھیں گے فتحمندی و کامرانی ان کے قدم چومنے کے لیے راہ میں اپنی آنکھیں بچھائے گی،[1]

جنوبی اندلس کے چند شہروں شذونہ، المدور، قرمونہ، اشبیلیہ اور استجہ پر قبضہ

اس کے بعد طارق نے اندلس کے جنوب مغربی علاقہ کا رخ کیا، ان اطراف میں گاتھ شہزادوں کے ہمدردوں کی تعداد زیادہ تھی،

---

[1] اندلس پر طارق کے حملہ کی تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۳، ۴۴۵، طبری حوادث سنہ ۹۲ھ. ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۷، ابن خلکان ج ۳ ص ۷۰ تا ۷۷، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۶ تا ۱۰۸ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ج ۲ ص افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳ تا ۹، مجموعہ اخبار اندلس ص ۵ تا ۹، اخبار الاندلس اسکاٹ (مترجمہ خلیل الرحمٰن) ج ۱ ص ۲۰۹ تا ۲۲۴، مورس ان اسپین لین پول، اسٹوری آف دی نیشنس سیریز ج ۶ ص ۲۱ تا ۲۲، اسپین، ہنری اڈورڈ وٹیز اسٹوری آف دی نیشنس سیریز ج ۳۶ ص ۱۷ تا ۱۹

مسلمانون کو کامیابی مین آسانی حاصل ہوئی، چنانچہ سب سے پہلے صوبہ قادس کے مشہور شہر شذونہ (Sidonia) کی شہر پناہ کے نیچے پہنچا، اہل شہر محصور ہو گئے، چند دنون کے محاصرہ کے بعد انھون نے اطاعت قبول کی،

اس کے بعد شہر قرطبہ سے مغرب مین ایک شہر حصن المدور (Almadovar) کی طرف گئے، وہ بھی قبضہ مین آیا، پھر صوبہ اشبیلیہ کی طرف مڑ گئے، اشبیلیہ سے ۲۵ میل مشرق مین شہر قرمونہ (Carmona) آباد تھا، وہ زیر نگین ہوا، اس کے بعد مسلمان اسپین کے تاریخی شہر اشبیلیہ کی دیوارون کے نیچے پہنچ گئے، شہر والون نے خاموشی کے ساتھ جزیہ ادا کرنا منظور کرلیا، پھر معلوم ہوا کہ راڈرک کی فوج کے کچھ شکست خوردہ سپاہی استجہ (Ecija) (Astija) مین جمع ہوئے ہین، یہ شہر بھی صوبہ اشبیلیہ ہی مین واقع ہے، طارق نے اس شہر کا رخ کیا، ان لوگون نے شہر والون سے مل کر مسلمانون کا سخت مقابلہ کیا، گوڈالیٹ کے میدان کے بعد ابتدائی فتوحات کے سلسلہ مین اس سے بڑی کوئی لڑائی نہین ہوئی، بہت سے مسلمان شہید ہوئے، طارق شہر کا محاصرہ کیے رہا، اتفاق کی بات شہر والون مین سے ایک شخص کسی ضرورت سے دریائے شنیل (The Xenil) کے کنارے آیا، استجہ اس دریا کے بائین کنارے آباد ہے، طارق کی نظر اس پر پڑی، وہ دریا مین اتر چکا تھا، طارق نے جست مار کر پانی ہی مین اس کو دبوچ لیا، اور دریا سے نکال کر چھاؤنی مین لایا، شکل وشباہت سے وہ معززین مین سے معلوم ہوا، طارق نے کرید کرید کر حالات پوچھے تو معلوم ہوا، وہی شہر کا والی ہے، طارق نے اس سے اپنے حسب منشا شرطین قبول کرائین، جزیہ کی رقم مقرر ہوئی، اور شہر کے دروازے کھل گئے، یہ والی جب تک زندہ رہا، ان شرطون

کا پابند رہا[1]۔ استجہ مین شیرین پانی کی قلت تھی، طارق نے شہر مین پانی پہنچانے کا انتظام کیا، استجہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک دریا بہتا تھا، اس سے نہر نکال کر شہر مین لایا، وہ نہر عین الطارق کے نام سے موسوم ہوئی[2]،

استجہ کی شکست کے بعد اسپینی امراء اور عوام اپنے مستقبل کی امیدون سے مایوس ہو گئے اور ان مین اس قدر خوف و ہراس پیدا ہوا کہ عوام میدانی علاقون کی آبادیون کو چھوڑ چھوڑ کر پہاڑی علاقون مین چلے گئے، اور امراء اپنے قیمتی ذخیرون کو لیکر طلیطلہ میں جاکر پناہ گزین ہو گئے کہ اس کی مضبوط شہر پناہ شاید ان کے مال و دولت کی حفاظت کر سکے،

کاؤنٹ جولین کی ایک تجویز ادھر کاؤنٹ جولین، طارق کو اپنے مفید مشورے دے رہا تھا، استجہ کی فتح کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ اس وقت اسپینیون پر رعب چھایا ہوا ہے، ان کے لیے کسی بڑی فوج کی ضرورت نہیں، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف صوبون مین پھیلا دیے جائین، وہ لائق اعتماد رہنما ان دستون کے ساتھ کر دیگا، جو راہ کی دشواریون کو آسان کرین گے، اور مختلف مقامون کے متعلق ضروری معلومات دیتے رہین گے، اور خود طارق فوج لے کر دار السلطنت طلیطلہ پر حملہ آور ہو تاکہ اس سے پہلے کہ اسپینی آپس مین مل کر کسی کو راڈرک کا جانشین منتخب کرین، اور ان مین کوئی شیرازہ بندی پیدا ہو، انھین اسی انتشار کی حالت مین زیر نگین کر لیا جائے، اور مختلف صوبون کے اہم مرکزون اور دار السلطنت پر قبضہ کر لیا جائے،

طارق نے کاؤنٹ جولین کی اس تجویز کو پسند کیا، چنانچہ اس نے ایک طرف ان فتوحات کی تفصیلات موسیٰ کے پاس لکھ بھیجین، اور دوسری طرف عملی قدم اٹھانے کے لیے

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۵، [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۹

استجہ کو صدر مقام قرار دیا، اور یہاں سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے تیار کر کے مختلف اہم شہروں قرطبہ، غرناطہ، مالقہ، تدمیر کی طرف بھیجے اور خود فوج لے کر دار السلطنت طلیطلہ روانہ ہو گیا،

اس تجویز سے موسیٰ بن نصیر کا اختلاف اس اثنا میں موسیٰ بن نصیر والی افریقہ کا جواب آیا، اس نے بدقسمتی سے طارق کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا، اس نے پیش قدمی جاری رکھنے سے باز رہنے اور اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھنے کی ہدایت لکھ بھیجی کہ وہ امدادی لشکر لے کر خود اندلس پہنچے گا، حالات کا جائزہ لے گا، اس وقت اگر مناسب ہوا تو پیش قدمی شروع کی جائے گی، مگر طارق اندلس کے موجودہ حالات سے اس قدر مطمئن تھا کہ وہ والی افریقہ کے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا کہ جب وہ آئیگا، اسکو صورت حال ہماری ہاتھ لگی، چنانچہ اس نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی، اور فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، مگر طارق کی یہ عدول حکمی موسیٰ کو سخت ناگوار گذری، اور جوش انتقام میں اس نے آگے چل کر طارق کی سیاسی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

فتح قرطبہ قرطبہ، اندلس کے اہم شہروں میں سے تھا، راڈرک نے یہیں بیٹھکر مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں کی تھیں خلیفہ ولید بن عبد الملک کے ایک تجربہ کار غلام مغیث کی سرکردگی میں سات سو سواروں کا ایک دستہ اس کی فتح کے لیے بھیجا گیا، مغیث دریائے شقندہ کے کنارے ترائی کی جھاڑیوں میں چھپ گیا، اور چار سو سواروں کو تحقیقات کے لیے شہر کی طرف بھیجا، وہ ایک چرواہے کو پکڑ لائے، اس سے معلوم ہوا کہ قرطبہ کے امراء و روسا شہر کو چھوڑ کر طلیطلہ چلے گئے ہیں، شہر کا والی صرف چار سو سپاہی اور چند شہریوں کے ساتھ شہر کی حفاظت کے لیے رہ گیا ہے، اور یہ کہ شہر کی فصیل بہت مستحکم ہے [illegible] یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مقام پر دیوار [illegible] انجیر کا درخت لگا ہوا ہے [illegible]

یہ معلومات نہایت مفید ثابت ہوئے، مسلمان رات کی تاریکی میں اسی چرواہے کی رہنمائی میں قرطبہ کی طرف بڑھے، اتفاق سے بارش ہوگئی تھی، زمین نرم تھی، گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز سنائی نہ دی، خاموشی سے دریا سے قرطبہ کو عبور کرلیا، فصیل کی دیوار ساحل سے تقریباً تیس گز کے فاصلہ پر تھی، پہلے فصیل پر چڑھنے کی ناکام کوشش کی گئی، پھر اس روزن کا پتہ چلا، انجیر کے درخت کی شاخیں دیوار پر آگئی تھیں، ایک آدمی اس درخت کے سہارے دیوار پر چڑھ گیا، پھر پگڑیوں کا کمند بنا کر چند سپاہیوں کو اوپر کھینچ لیا، پھر اسی تدبیر سے فصیل کے اس پار اترے، فصیل کے پاسبان بے خبر سو رہے تھے، انھیں قتل کرکے پھاٹک کھول دیا، مغیث پھاٹک کے سامنے فوج لیے منتظر کھڑا تھا، پھاٹک کھلتے ہی اسلامی لشکر ریلا کرکے اندر گھس گیا، اور شاہی محل کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ سنسان پڑا ہے، حاکم شہر چار سو سپاہیوں کے ساتھ ایک قلعہ بند کلیسا سینٹ جارج میں جو شہر کے مغربی حصہ میں ایک باغ میں واقع تھا، محصور ہوگیا ہے، اس کلیسا کے اندر قریب کی ایک پہاڑی سے زمین دوز راستہ سے پانی آتا ہے، تین مہینے محاصرہ میں گذر گئے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی، مغیث کے جاسوس جابجا لگے ہوئے تھے، ان میں سے ایک حبشی غلام رباح اپنی حماقت سے کلیسا کے باغ کے ایک درخت پر چڑھ کر پھل توڑ کر کھانے لگا، اس پر ایک اہل کلیسا کی نظر پڑ گئی، اس کو پکڑ کر قلعہ میں لے گئے، کہا جاتا ہے کہ اہل کلیسا نے اس سے پہلے کسی حبشی کو نہیں دیکھا تھا. اس کے جسم کی سیاہی کو دھونے کے لیے اس چشمہ پر لے آئے جس میں پانی آکر جمع ہوتا تھا، اس طرح رباح نے پانی کے اس ذخیرہ اور اس کے راستہ کو دیکھ لیا، جب لوگوں کو اس کے جسم کی سیاہی کے قدرتی ہونے کا یقین آگیا تو کلیسا میں لیجا کر اس کو قید کردیا، مگر وہ اتفاق سے کسی طرح قید سے نکل بھاگا، اور ساتھیوں میں دان مغیث کے پاس آکر کلیسا اور اس کے چشمہ کے چشم دید حالات بیان

کیے، یہ واقعہ خواہ صحیح ہو یا نہ ہو، بہرحال کسی نہ کسی ذریعہ سے مغیث کو کلیسا کے اندر پانی پہنچنے راستہ کا سراغ مل گیا، چنانچہ اس نے فوراً ہی اس زمین دوز نہر کے راستہ کو روک دیا، پانی کا بند ہونا تھا کہ کلیسا کے محصورین کو اپنی بربادی کا یقین آگیا، مغیث نے اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی شرط پیش کی، مگر کلیسا والے راسخ العقیدہ غیور عیسائی تھے، انھوں نے ان میں سے کسی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس گفتگو کی ناکامی کے بعد، حاکم شہر کے پائے استقلال میں لغزش پیدا ہوگئی، اور وہ ایک شب میں کلیسا سے تنہا نکل بھاگا، مغیث کو اطلاع ہوگئی، اس نے بھی تعاقب میں اپنا گھوڑا سرپٹ ڈال دیا، مقام طلیرہ کے قریب حاکم شہر گھوڑے پر نظر آیا، دونوں بے تحاشا گھوڑے دوڑا رہے تھے، اتفاق سے حاکم شہر کا گھوڑا ایک تالاب پھاندتے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی، مغرور پریشانی کے عالم میں اپنی ڈھال پر بیٹھ گیا، مغیث بجلی کی طرح کوندتا سر پر آگیا، وہ آتے ہی ہتھیار چھین کر گرفتار کر لیا، لیکن حاکم شہر کے گرفتار ہو جانے کے باوجود کلیسا والے ہمت نہ ہارے، اگرچہ ان کی جان پر بن گئی، بالآخر مغیث نے ان کو زیر کرنے کی سخت سے سخت تدبیر اختیار کی، یعنی کلیسا کے گرد آگ جلوا دی جس سے مجبور ہو کر انھیں اطاعت قبول کرنی پڑی،[1]

[1] محصورین کلیسا کے آخری انجام کے متعلق مسلمان و عیسائی مورخین کے بیانوں میں اختلاف ہے، مقری کا بیان ہے کہ کلیسا کے محصورین آخر دم تک قلعہ بند رہے، اور جل کر خاکستر ہو گئے، اس سبب سے عیسائیوں میں اس کلیسا کا بڑا احترام قائم ہو گیا، اور "کنیسہ سوختہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، دوسری طرف لین پول اور اسکاٹ لکھتے ہیں کہ ان محصورین نے اطاعت قبول کر لی تھی، اور معاہدہ کے مطابق کچھ لوگ آزاد کر دیے گئے اور کچھ غلام بنائے گئے، ہم نے عیسائی مورخوں کے بیان کو صحیح قبول کیا کہ اگر یہ واقعہ ہوتا تو مبالغہ سے پرہیز ممکن نہ تھا تو عیسائی مورخین اسکو اور زیادہ بڑھا چڑھا کر لکھتے، اسلئے دوسری روایت صحیح ہو سکتی، ذرا بعید ہے [illegible] درج ہے۔

مغیث نے اس قلعہ کے سر ہونے کے بعد طارق کو فتح کی خوشخبری بھیجی، اور اپنے ساتھ کے سواروں کو اس شہر میں بسا دیا، نیز صوبہ قرطبہ کے یہودیوں کو یہاں آکر آباد ہونے کی دعوت دی، اس جزیرہ نما میں یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان دیرینہ کشمکش قائم تھی، وہ اس موقع پر اپنا انتقام لینے کے لیے مسلمان فاتحین کے بڑے جان نثار اور وفادار دوست ثابت ہوئے اور بڑی تعداد میں آکر یہاں آباد ہو گئے، مغیث نے اپنا قیام، قرطبہ کے شاہی محل میں رکھا، اور اسی وقت سے قرطبہ اندلس کے ممتاز اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا، قرطبہ پر مسلمانوں کا حملہ ماہ شوال ۹۲ھ مطابق ماہ اگست ۷۱۱ء میں ہوا، اور ماہ محرم ۹۳ھ مطابق ماہ اکتوبر، نومبر ۷۱۱ء سے یہ اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا۔[1]

البیرہ و تدمیر کی فتح

دوسری طرف شہر مالقہ کو فتح کرنے کے لیے جو دستہ بھیجا گیا تھا وہ بھی کامیاب ہوا، مالقہ والے، شہر کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑیوں میں جا چھپے تھے، مسلمانوں نے یہاں بھی طرح اقامت ڈالی، اور فوج کے ایک حصہ کو آگے بڑھایا، جس نے شہر البیرہ کا رخ کیا، جہاں آگے چلکر شہر غرناطہ کی بنا پڑی اور اس نے بڑا نام و نمود حاصل کیا، اس شہر کے مفتوح ہونے کے بعد شہر ریہ مفتوحہ علاقہ میں شامل ہوا، اور آگے بڑھ کر اسلامی لشکر مقام اریولہ میں اترا، اور اس سلسلہ مہم میں اس سمت میں اسلامی دستوں کی آخری منزل یہی تھی، کیونکہ یہیں پہنچکر اس علاقہ کے عیسائی حاکم تھیوڈومیر سے صلح کی سلسلہ جنبانی ہوئی،

تھیوڈومیر کی صلح

تھیوڈومیر راڈرک کے زمانہ میں صوبہ اندلس کا والی تھا، مسلمانوں کے استیلا پانے کے بعد وہ صوبہ مرسیہ میں چلا گیا تھا، اور یہاں مختلف لشکر کو فراہم کرکے مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا،

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۱۲، ۱۱۳، ابن اثیر ج ۴ ص ۱۴۱، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰، ۱۱ و ۱۴، افتتاح الاندلس ص ۹، ۱۰، لین پول ص ۲۳، اسکاٹ ج ۱ ص ۲۸۰

ریہ میں شکست کھانے کے بعد وہ اریولہ میں آکر پناہ گزین ہوگیا تھا، جب اسلامی لشکر نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو تھیوڈومر نے جم کر مقابلہ کیا، مگر اس کے بہت سے سپاہی کام آچکے تھے، لڑنے والوں کی تعداد اس کے پاس زیادہ باقی نہیں رہ گئی تھی، لیکن اس نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لیے عورتوں کو سپاہیانہ لباس پہنا کر اور اسلحے سے آراستہ کر کے فصیل کی دیوار پر کھڑا کر دیا، دور سے عورتوں اور مردوں میں تمیز کرنا مشکل تھا، اور ان عورتوں کے آگے کچھ سپاہیوں کو ہتھیار سے آراستہ کر کے کھڑا کیا، اور پھر صلح کا جھنڈا لہراتا ہوا، خود اسلامی لشکر کے کیمپ میں چلا آیا، مسلمانوں کو دور سے فوج کی تعداد زیادہ نظر آئی، وہ فریب میں آگئے، اور آسان شرطوں پر صلح کے لیے تیار ہوگئے، تھیوڈومر نے صلح کے بعد اپنا تعارف کرایا، پھر جب مسلمان شہر میں داخل ہوئے اور شہر میں عورتوں بچوں کی بڑی تعداد اور محض تھوڑے سے سپاہیوں کو دیکھا تو اس وقت انھیں تھیوڈومر کے فریب جنگ کا اندازہ ہوا، اور وہ آسان شرطیں قبول کر لینے پر کف افسوس ملنے لگے، لیکن صلح کے جو شرائط طے پاچکے تھے، ان پر قائم رہے، یہ علاقہ تھیوڈومر کے قبضۂ اختیار میں باقی رکھا گیا، اور طارق نے بھی اس کو صوبہ مرسیہ کا حاکم تسلیم کر لیا، اور یہ پورا علاقہ آگے چل کر تھیوڈومر کے نام پر تدمیر سے موسوم ہوا۔[1]

فتح طلیطلہ

طلیطلہ شاہان گاتھ کا پایۂ تخت تھا، طارق، کاؤنٹ جولین کے مشورہ سے خود اپنی سرکردگی میں فوج لیکر یہاں پہنچا، مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اسپین کے امرا اور عام باشندے اس شہر کو بھی خالی کر کے کوہ طلیطلہ کی پشت پر دوسری آبادیوں میں منتقل ہوگئے تھے، اور طلیطلہ کا مطران یعنی کلیسا کا اسقف اعظم ملک چھوڑ کر روما چلا گیا تھا، اور

[1] ایک روایت کے مطابق مرسیہ اور اریولہ کی فتح ۴ رجب ۹۴ھ مطابق ۵ اپریل ۷۱۳ء کو موسیٰ کے ورود اندلس کے بعد ہوئی (دیکھو اخبار اندلس ص ۱۰۴)

اور جس قدر نوادر و خزائن لیجا سکتے تھے وہ لیجا چکے تھے، اس لیے طارق کے لیے طلیطلہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ بلا کشت و خون اس تاریخی شہر میں داخل ہو گیا۔ طلیطلہ کے قیمتی ذخائر اگرچہ یہاں سے ہٹائے یا چھپائے جا چکے تھے پھر بھی طارق کو یہاں دولت و ثروت کا اتنا بڑا انبار ہاتھ آیا جو کہاں سے پہلے اس ملک میں دیکھا نہیں گیا تھا، اسی میں شاہان اسپین کے ۲۴ زرنگار تاج بھی ایک کلیسا میں محفوظ دستیاب ہوئے، شاہان اسپین کا دستور تھا کہ وہ اپنے دورِ حکومت میں اپنا قیمتی تاج کلیسا میں نذر چڑھاتے تھے۔ اس میں ان کا نام، عمر، تاریخِ تخت نشینی اور پھر جس میں وفات کی تاریخ لکھ دی جاتی تھی[1]، اسی طرح بڑی تعداد میں قسم قسم کے نقرئی و طلائی، اور لعل و جواہر سے

---

[1] شاہان اسپین کے "تاجوں" کے متعلق مولوی عنایت اللہ صاحب نے اندلس کے تاریخی جغرافیہ میں بعض معلومات کو یکجا کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"اسی شہر طلیطلہ کی ایک وسیع عمارت میں جو غالباً کلیسا سے متعلق ہوگی طارق بن زیاد کو ۲۵ تاج (عربوں کے بیان میں ۲۷ اور ۲۴ درج ہے) طلیطلہ کے بادشاہوں کے ملے تھے اسی روایت سے عربی مورخوں نے اس عمارت کا نام بیت الملوک بیان کیا ہے، ڈون پاسکل نے اپنے ترجمہ نفح الطیب کے ضمیمہ میں کتاب الامامہ والسیاسہ کی ایک عبارت ترجمہ کی ہے جس میں قوطی بادشاہوں کے تاجوں کا ذکر ہے ..... برنرڈ اور ایلن ویشا اپنی کتاب "ٹرکیب اسپین" (ص ۴۴ تا ۴۵) میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۸ء سے پہلے قوطی بادشاہوں کے تاجوں کے متعلق یہ بیان یورپ والوں کو عربوں کی ایک گپ معلوم ہوتی تھی، لیکن جب جنوبِ طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر کے قریب ایک مقام سے چند تاج اور کلیسائی اشیاء برآمد ہوئیں تو یقین ہو گیا کہ عربوں نے ان بادشاہی تاجوں کے حال میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت قابلِ قبول ہے۔ ۱۸۵۸ء میں جنوب طلیطلہ کے ایک چھوٹے سے شہر گوادامور کے قریب ایک ندی گوارزار میں سخت طغیانی آئی، پانی اتر گیا تو اس ندی کے کنارے ایک پرانے

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۵ پر)

ظروف ہاتھ آئے، طارق نے مسلمانوں کو یہاں آباد کیا، اور ان کے ساتھ ان کے حلیف یہود بھی بسائے گئے، اور قوطی شہزادہ ادپاس کو طلیطلہ کا حاکم بنا دیا۔[1]

(بقیہ حاشیہ ص ۹۴) قوطی گرجا کے کھنڈروں میں ایک جگہ مٹی میں کچھ چیزیں چمکتی نظر آئیں، سب سے پہلے ایک غریب کسان کی بیوی کی نظران پر پڑی اور اس نے اور اس کے خاوند نے ان قیمتی چیزوں کو وہاں سے نکال لیا، ان کو کیا معلوم کہ یہ خزانہ وہی جو بارہ سو برس سے زمین میں دبا پڑا تھا، ۔۔۔۔ مدرسہ کے معلم نے ان میں کی ایک چیز کسان یا اسکی بیوی کے ہاتھ میں دیکھ لی۔۔ اس نے حکام کو اطلاع کی کر اور جو چیزیں سنار کی بھٹی کے حوالے نہیں ہوئی تھیں وہ بچ گئیں، اگر یہ اتفاق پیش نہ آتا تو ساتویں صدی عیسوی کے کلیسائی زیورات کے ایک پورے مجموعے سے دنیا محروم ہو جاتی۔

(یہ) تمام قیمتی اشیا۔۔ آجکل میڈرڈ (Madrid) اور کلونی (Cluny) کے عجائب خانوں میں رکھی ہیں۔۔ ان تاجوں پر ایک قوطی بادشاہ ۔۔۔۔ کے نام جواہرات کے جڑاؤ حروف میں لکھے ہوئے تھے، ان تاجوں کے ساتھ صلیب بھی تھی جس پر ۔۔۔ نام کندہ تھا، ان کے علاوہ اور کلیسائی اشیا تھیں جن پر ان کے ہدیہ کرنے والوں کے نام مٹ گئے تھے، تھیوڈوسیس کے سونے کے تاج پر ایک عبارت اس مضمون کی کندہ تھی کہ "اسٹیفانو تھیوڈوسیس آیا یہ نذر پیش کرتا ہے"۔ بادشاہوں کے تاجوں پر صرف ان کے نام اور "پیشکش شاہی" کے الفاظ نقش تھے، اس سے ظاہر ہے کہ عربی مورخین کا یہ بیان کہ نذرانے کے تاجوں پر قوطی بادشاہوں کے نام کندہ تھے، بالکل درست ہے اور اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ عرب جو لاطینی زبان نہ جانتے تھے، انھوں نے ان کندہ عبارتوں کی طرف نسبت جو کسی قدر بے ترتیب تھیں یہ سمجھا کہ جس شخص کا تاج ہے اس پر نام کے علاوہ (باقی ص ۹۶ پر)

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۴، ۱۶۵، ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۴، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰-۱۲، ۱۱-۲۲، ابن قوطیہ ص ۹-۱۰، لین پول ص ۴۳، اسکاٹ ج ۱ ص ۲۲۴، ایڈورڈ ولیمز ص ۲۱، ڈوزی ج ۱ ص ۳۵۲

طارق طلیطلہ کو خالی پاکر مفرور عیسائیون کے تعاقب مین جبال طلیطلہ وجبال الشارات کو عبور کر کے خود فوج لیکر گیا، اور ایک قائد محمد بن الیاس مغیلی کی سرکردگی مین فوج کا ایک دستہ دوسری سمت مین بھیجا تاکہ طلیطلہ کے شاہی خزانہ کو قبضہ مین لایا جائے،

فتح وادی حجارہ | مغیلی نے ایک شہر وادی الحجارہ (Guadalajara) کو فتح کیا، اور یہاں کے کلیسا مین بیش قیمت طلائی ونقرئی ظروف وزیورات بیشمار تعداد مین حاصل ہوئے، مسلمانون نے اس علاقہ کو وادی الحجارہ (پتھرون والا دریا) سے موسوم کیا، شہر میہ یا امیہ جہان انیسوین صدی مین زمین سے شاہی تاج برآمد ہوئے اسی کے آس پاس آباد تھا،

فتح مدینہ مائدہ | دوسری طرف طارق طلیطلہ سے تقریباً ۵۰ میل سے کچھ آگے مقام قلعۃ النہر کے قریب ایک آبادی مین پہنچا، جہان طلیطلہ کے سب سے زیادہ بیش قیمت خزانے چھپا کر رکھے گئے تھے، طارق نے اس شہر پر آسانی سے قبضہ کر لیا، اور وہ بیشمار دولت ہاتھ آگئی جس مین وہ تاریخی مائدہ (کھانے کی میز) بھی تھا جس کو یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے چلے آتے تھے، اور ان کے بیان کے مطابق بعض شاہان اندلس اس کو بیت المقدس کی فتح کے بعد اسپین مین لائے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) اسکے خاندانی حالات بھی درج ہین، یہ ضرور ہے کہ یہ تاج وہ تھے جو قوطی بادشاہ اپنی زندگی مین پہنتے تھے، بلکہ یہ تاج وہ تھے جن کو بادشاہ اپنے تاج کو دستبرداری کے وقت کلیسا کو پیش کر دیتے تھے، ہر پابند مذہب قوطی بادشاہ دو تاج بنوایا کرتا تھا، ایک وہ خود پہنتا تھا، دوسرا کلیسا کو نذر کرتا تھا، یہ دستور ایسا تھا جس سے اس امر کی تشریح آسانی سے ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی قیمتی چیزین مسلمانون کو فتح اندلس کے وقت بہ کثرت کیسے مل سکیں،

برٹرانڈ اور ایلبر یوسف کا خیال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امیہ یا مییہ کا شہر جہان طارق کو کلیسائی نوادرات ملے تھے ان کی تہ پر ٹھیٹھ شہر کو اوامہ کے قریب ہوگا، (تاریخی جغرافیہ ملخصاً ص ۳۰۲ تا ۳۰۳)

اور بعض دوسری روایتون کے مطابق وہ اسپین کے بادشاہون ہی مین سے کسی کا بنوایا ہوا تھا، یہ تاریخی مائدہ ٹھوس سونے کی میز کی شکل کا تھا، یہ سطح میز ٣٦٥ پایون پر قائم تھی، اور بیش قیمت جواہرات یاقوت، زبرجد، اور موتیون سے مرصع تھی، مسلمان اس میز کی مناسبت سے اس آبادی کو مدینۃ المائدہ (میز والا شہر) کہنے لگے،

شمالی اندلس مین تاخت

اس کے بعد طارق نے اسپین کے شمالی علاقہ کا رخ کیا، اور صوبہ لیون مین ہوکر استرقہ یا استورقہ پر اسلامی علم لہرایا، اس کے بعد شمالی مغربی گوشہ مین صوبہ جلیقیہ کی سمت بڑھا، اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، شمالی اندلس کی یہ مہمین مستقل قبضے کے لیے نہین کی گئی تھین، بلکہ محض اس لیے کی گئی تھین کہ اسپین کے امرا، پہلے ہر طرف سمٹ کر طلیطلہ مین آگئے تھے، اور جب یہ شہر بھی حملہ آورون کی زد مین آگیا تو بہت سے امرا اپنے خزانون کے ساتھ جلیقیہ چلے گئے تھے، اسلیے ان علاقون مین نہ مسلمانون کی کوئی آبادی قائم ہوئی اور نہ یہان ان مہمون کے پایدار نقوش ثبت ہوئے، بلکہ صرف مجاہدین ان علاقون کو تاخت و تاراج کرکے وافر مال غنیمت سے لدے پھندے طلیطلہ واپس آگئے،

انتظام و انصرام

اب اندلس مین مسلمانون کو آئے ہوئے تقریباً ایک سال گذر چکا تھا، اس اثنا مین انھون نے یہان جنوبی اور وسط اندلس مین اپنا کامل اقتدار جما لیا تھا، قادس، اشبیلیہ، مالقہ، طلیطلہ وغیرہ کے اہم صوبے جنمین مختلف مرکزی شہر جزیرہ خضرا، قرطبہ، غرناطہ، تدمیر، مالقہ اور طلیطلہ وغیرہ آباد تھے، اسلامی حدود مین تھے، ان صوبون مین مسلمان اور ان کے ساتھ اسپین کے یہود جو عیسائیون سے بغض و عناد رکھتے تھے، بسائے جاچکے تھے، مختلف صوبون اور شہرون کو جن سردارون نے فتح کیا تھا، وہ وہان کے امیر تھے، اور ان دستون کے سپاہی وہان کے عام باشندے بن چکے تھے، اور خود طارق کا مستقر طلیطلہ قرار پاچکا تھا، جو اس وقت عملاً مسلمانون

کا دار الحکومت تھا،[1] لیکن اندلس میں اسلامی پیش قدمیوں کو جاری رکھنے کے سلسلہ میں طارق نے موسیٰ کے حکم کی جو نافرمانی کی تھی اس کی وجہ سے آگے چل کر اسی کو یہاں کی حکومت سے دستبردار ہونا پڑا، اور موسیٰ نے خود یہاں آکر عنان حکومت ہاتھ میں لے لی،

قوطی شہزادے اور ان کا انجام

گاتھ شاہزادے جو اندلس میں مسلمانوں کے قدم جمانے میں معاون ہوئے تھے، ان کا معاملہ ابھی تک معلق تھا، یہ تین بھائی تھے، عرب مورخین نے ان کے نام المنذر، رملہ یا رملہ اور ارطباس لکھے ہیں، تین ہزار جاگیریں ان کی خاص تھیں، معاہدہ کے مطابق ان جاگیروں پر انھیں برقرار رہنا تھا گو کہ طارق اپنے معاہدہ کا پابند تھا، لیکن یہ شرطیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایسی اہم تھیں کہ ان پر عمل درآمد دربار خلافت کی منظوری کے بعد ہی کیا جا سکتا تھا، اس کا اندازہ ان شاہزادوں کو بھی ہوا، چنانچہ وہ طارق کے پاس آئے اور صفائی سے اس سے پوچھا کہ وہ امیر مجاز ہے یا اس کے اوپر کوئی دوسرا حاکم بھی ہے، طارق نے ان کو صورت حال سمجھائی کہ وہ والی افریقہ کے ماتحت ہے، اور وہ امیر المومنین

---

[1] نفح الطیب ج ا ص ۲۲۲، ابن سعید ۱۳۱، ... ج ۴ ص ... و کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۲۴
کتاب الامامۃ میں بعض بیانات دیگر وجوہ ... [illegible] ... کر دیا گیا ہے لین پول (ڈوزی) ج ...
اخبار الاندلس ج ا ص ... [illegible] ... ڈوزی ج ا ص ۳۵۲
ایڈورڈ و ڈوزی [illegible] ... اندلس کا
تاریخ ... [illegible]
... [illegible] ... ملتے ہیں، موافقت تاریخی
جغرافیہ ... [illegible]
... [illegible]

کہا جاتا ہے، ان شاہزادوں نے موسیٰ کے پاس جاکر ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، طارق نے اس سے اتفاق کیا، اور فیاضی سے کام لیکر ایک مکتوب ان کو دیا جس میں اس معاہدہ اور مسلمانوں کے حق میں ان کے [illegible] کی تفصیلات درج تھیں، [illegible] خود اندلس آنے کے لیے تیار تھے، وہ دارالحکومت سے چل کر طلیطلہ پہنچ گئے تھے کہ یکایک شاہزادے ان کی خدمت میں پیش ہوئے، انھوں نے ایک مفصل مکتوب ان کے حوالے کیا کہ دربار خلافت دمشق میں حاضر ہوں، چنانچہ شاہزادے اس مکتوب کو لیکر خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دربار میں آئے، ولید ان کے ساتھ غیر معمولی اخلاق سے پیش آیا، اور انھیں شاہانہ اعزاز واکرام سے دربار میں جگہ دی گئی اور کشادہ پیشانی سے ان میں سے ہر ایک کو علاحدہ علاحدہ فرمان دیے، جن میں شاہانہ بخششوں کا ذکر تھا، اور وہ تمام جاگیریں ان کی ملکیت قرار پائی تھیں، جو شاہان اندلس کی ذاتی جائیدادیں تھیں، نیز ان فرمانوں میں ان کی قدیم شاہانہ عظمت [illegible] قرار رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور آداب شاہی بجا لانے سے مستثنیٰ قرار دیے گئے تھے [illegible] عرب و بربر سردار ان سے ملنے جائیں تو انھیں کھڑے ہو کر ان کی تعظیم بجا لانے کی [illegible] ہوگی، دربار سے رخصت ہونے کے وقت انھیں شاہانہ عطایا و تحائف سے سرفراز کیا،

اس کے بعد یہ شہزادے [illegible] اپنی اپنی جاگیروں کا جائزہ لے لیا اور ان کو باہمی رضامندی سے [illegible] تقسیم کرلیا، [illegible] ہزار آدمی [illegible] بڑے شاہزادے المنذر نے مغربی اندلس کی جاگیریں [illegible] اشبیلیہ میں قیام اختیار کیا، منجھلے شاہزادے ارطباش کی جاگیریں وسط اندلس میں [illegible] قرطبہ [illegible] چھوٹے شاہزادے [illegible] کی جاگیریں شرقی اندلس میں تھیں [illegible] قیام کے لیے پسند کیا، اس طرح

لے ابن القوطیہ ص ۲ تا ۵ و نفح الطیب ج ۱ ص [illegible]

یہ تینون شاہزادے اندلس کے مختلف تین حصون مین اعزاز و امن و عافیت کی زندگی بسر
کرنے لگے[1]، ان کی عزت و منزلت مین کبھی کمی نہین آئی، یہ اندلس کے معززین و مرفہ الحال شرفا
مین شمار کیے جاتے رہے، عرب مورخین نے ان شاہزادون کے حالات تفصیل سے لکھے ہین
جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اندلس کے حکمرانون کی نگاہون مین غیر معمولی عزت رکھتے تھے

المنذر اور اسکی اولاد المنذر کا انتقال خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ حکومت مین ہوا،
اس کے دو خورد سال لڑکے مطروبل اور عباس اور ایک لڑکی سارہ معروفہ بہ قوطیہ اسکے
وارث تھے، ان کی نابالغی سے فائدہ اٹھاکر ان کے منجھلے چچا ارطباس نے ان کی جاگیرون
پر قبضہ کرنا چاہا، سارہ ان مین سب سے بڑی اور ہوشمند تھی، اس نے ان کی فریاد کے لیے
براہ راست دار الحکومت کو منتخب کیا، چنانچہ اپنے دونون بھائیون کو ساتھ لے کر ایک
جہاز پر اندلس سے روانہ ہوئی، عسقلان مین جہاز سے اتری اور دمشق پہنچی، خلیفہ ہشام نے
بڑے اعزاز سے اس کا خیر مقدم کیا، توجہ سے اس کے معروضات سنے، اور مناسب ہدایات
کے ساتھ اس زمانہ کے امیر افریقہ حنظلہ بن صفوان کے نام ایک فرمان لکھ کر سارہ کو دیا،
جس کو لے کر وہ حنظلہ کے پاس افریقہ آئی، حنظلہ نے اس زمانہ کے والی اندلس ابو الخطار حسام
ابن ضرار الکلبی کے نام اس کے حسب منشا حکم نامہ لکھ دیا، سارہ اس کو لے کر اندلس پہنچی،
ابو الخطار نے اس خیال سے کہ ایک عورت کے لیے اتنی بڑی جائداد کا تنہا سنبھالنا مشکل
ہوگا، سارہ کی مرضی سے اس کا عقد نکاح ایک معزز عرب عیسیٰ بن مزاحم سے کر دیا،
اور اس کی جاگیرون پر قبضہ دلا دیا، عیسیٰ بن مزاحم نے سارہ کی جاگیر کا مناسب انتظام
کیا، اور وہ فارغ البالی سے زندگی بسر کرنے لگی، عیسیٰ بن مزاحم سے سارہ کے دو بیٹے[2]
ابراہیم اور اسحق پیدا ہوئے، اندلس کی مشہور تاریخ افتتاح الاندلس کا مصنف ابن القوطیہ

[1] ڈوزی - صفحہ ۳۱ [illegible] کے نام سے [illegible] (نفح الطیب ج ۱ ص ۳۲)

ان میں سے اول الذکر ابراہیم کی اولاد میں سے ہے، ابن القوطیہ کا نام محمد کنیت ابوبکر باپ کا نام عمر، دادا کا عبد العزیز تھا، اور پردادا یہی ابراہیم بن عیسیٰ بن مزاحم تھا، ابن القوطیہ نے ۳۶۷ھ میں وفات پائی،

اندلس میں آگے چل کر جب امویوں کی مستقل حکومت قائم ہوئی تو اس زمانہ میں سارہ زندہ تھی، عبد الرحمن الداخل اموی فاتح اندلس کے دربار میں بھی اس کے شاہی آداب ملحوظ رکھے گئے، سارہ نے دمشق میں عبد الرحمن الداخل کو اس کی خردسالگی کے زمانہ میں ہشام کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تھا، سارہ نے عبد الرحمن کو یہ واقعہ یاد دلایا، اور اس نے بھی سارہ کو پہچان لیا، عبد الرحمن کے زمانہ میں وہ قصر شاہی کے زنان خانے میں بے روک ٹوک آتی جاتی تھی، اور رفتہ رفتہ شاہی خاندان کے ارکان سے اس کے مراسم بہت بڑھ گئے تھے،

اسی زمانہ میں جب عیسیٰ بن مزاحم کا انتقال ہوا تو دو عرب معززین حیوہ بن ملامس مذحجی اور عمیر ابن سعید لخمی سارہ کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے خواستگار ہوئے، عبد الرحمن نے ثعلبہ بن عبید جذامی کی سفارش اور سارہ کی رضامندی سے عمیر بن سعید سے اس کی شادی کردی، اس طرح سے حبیب بن عمیر پیدا ہوا، جو اندلس کے بنو حجاج، بنو مسلمہ اور بنو حزم کا جد اعلیٰ ہے، اندلس کے آخر عہد اسلامی تک حبیب بن عمیر کا خاندان اشبیلیہ کے ممتاز شرفا میں شمار کیا گیا،

ارطباس | ارطباس بھی شاہانہ جاہ و حشم سے زندگی بسر کرتا تھا، اس کے تعلقات عرب و بربر عمائد و معززین سے بہت شگفتہ تھے، وہ اگرچہ بھائی کی وراثت کے لیے بھی لڑا تھا، مگر طبعاً نہایت سیر چشم تھا، اس کی داد و دہش کے واقعات ایسے ہیں جو شاہزادوں ہی کے شایان شان ہو سکتے ہیں، مسلمان علماء و فضلاء کی بڑی قدر افزائی کرتا تھا، ایک مرتبہ چند شامی معززین اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اندلس کے مشہور عالم و زاہد [illegible]

اس کے پاس آتے دکھائی دیے، یہ انھیں دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا، اور اپنی مرصع نقرئی کرسی پر بٹھانا چاہا، وہ معذرت کر کے فرش پر بیٹھ گئے، ارطباس بھی پاس ادب میں اپنی کرسی سے اٹھ کر ان کے پاس فرش پر بیٹھ گیا، اور ادب سے زحمت فرمائی کی وجہ دریافت کی، انھوں نے سادگی سے فرمایا "میں چند دنوں کے لیے اندلس آیا تھا، مشرق کا حال تمھیں معلوم ہے، اب وہاں میرا گذر نہیں، یہیں توطن اختیار کرنے کا قصد ہے، خدا نے تمھیں وسعت دی ہے، چاہتا ہوں کہ تمھاری جاگیروں میں سے ایک جاگیر لوں، اور اس کو آباد کروں، تمھارا حق تمھیں دوں، اپنا حق خود لوں، اور زندگی گذاروں، ارطباس نے جواب میں عرض کیا کہ "بخدا جو موضع بھی ہوگا وہ تمام و کمال آپ کی خدمت میں نذر ہوگا، وہ حق کاشتکاری پر نہ ہوگا، کہ میرا حق بھی اس سے متعلق رہے، پھر ایک آباد موضع کا ہبہ نامہ مع مویشیوں کے لکھ دیا، وہ موضع صمیعوں کے خاندان میں وراثۃً آتا رہا،

شامی عربوں میں جمیل نام کا ایک جاہل سردار تھا، اس کو ارطباس کے اس حسن اخلاق پر تعجب آیا، اس نے گستاخی سے کہا ہم آپ کے پاس آتے ہیں مگر آپ اس سے زیادہ ہماری عزت نہیں کرتے کہ ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کی عزت دیدیں، اور یہ سائل آپ کے پاس آیا اور آپ اس سے ایسے حسن اخلاق سے پیش آئے، ارطباس نے کہا "تم ادب شناس نہیں ہو، تمھارا احترام دنیاوی حیثیت سے اس لیے کیا جاتا ہے کہ تم طبقہ حکمران میں سے ہو، لیکن صمیعوں کی عزت اس لیے کی کہ اللہ کی مخلوق اس کی عزت کرتی ہے، حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو مخلوق میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، خدا اس کی عزت کرتا ہے،

پھر ان سرداروں نے جب اس سے کہا کہ اس نے اپنا وسیع سوال دراز کیا، تو اس نے کہا "تم اہل دنیا ہو، تھوڑے پر راضی نہیں ہو سکتے، تمھارے لیے دس دس موضع نذر ہیں،

اس طرح اس نے صرف ایک مجلس میں کمال سیر چشمی سے سو سو اضعاف ان سرداروں میں بانٹ دیے،

ارطباس آگے چل کر شاہی عتاب میں آگیا تھا، عبدالرحمٰن الداخل سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ ہو سکے تھے، شاید اس کا سبب عبدالرحمٰن اور سارہ کے دیرینہ تعلقات ہوں، ظاہر ہے کہ سارہ اور ارطباس کے تعلقات اس خاندانی نزاع کی وجہ سے اچھے نہ رہ گئے تھے، اور سارہ کی آمد و رفت، چونکہ شاہی محل میں تھی، اس کے اثر سے ارطباس سے بدگمانی پیدا ہونے کے امکانات موجود تھے، چنانچہ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن کسی فوجی مہم سے لوٹ کر واپس آرہا تھا کہ اس نے ارطباس کے خیمہ کے گرد قیمتی تحائف کا انبار لگا ہوا دیکھا، عبدالرحمٰن یہ دیکھ کر ضبط نہ کر سکا، اور اس کی جاگیروں کے ضبط کرنے کا حکم دیدیا، اس ضبطی کے حکم کے بعد اس کی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ وہ عبدالرحمٰن کے سامنے سر جھکائے، چنانچہ خاموشی سے بھتیجوں کے یہاں چلا گیا، اور انہی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔

کچھ دنوں کے بعد وہ قرطبہ آیا، اور قصر شاہی میں عبدالرحمٰن سے ملنے کے لیے حاضر ہوا، اگرچہ اس زمانہ میں بھی شاہی عتاب میں تھا، مگر اس نے اپنی شاہانہ خودداری برقرار رکھی، ابن حاجب کو بلا کر حضور یہ پیغام بھیجا کہ "میں امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہوں، تاکہ ان سے رخصت ہو لوں"، عبدالرحمٰن نے دربار میں بلا بھیجا، اب ارطباس کی ذاتی ریاست ختم ہو چکی تھی کہ وہ شاہانہ کروفر سے رہتا [illegible] حالت [illegible] عبدالرحمٰن نے اس کو اس حال میں دیکھ کر پوچھا "ارطباس، اس حال میں کیسے پہنچے"؟ ارطباس [illegible] اس نے برجستہ کہا "[illegible]" [illegible] کے درمیان حائل ہو گئے اور [illegible]

جرم کے پاداش کے بغیر توڑ ڈالے، عبدالرحمٰن نے بات بدل کر طنزیہ لہجہ میں کہا "تم تو اس وقت مجھ سے رخصت ہونے کے لئے آئے ہو؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم کو روم جانا ہے۔" ارطباس نے کہا "نہیں تو، مجھ کو تو خبر ملی کہ آپ شام کا قصد رکھتے ہیں"، عبدالرحمٰن نے کہا "مجھے یہاں کون چھوڑ سکتا ہے کہ میں وہاں واپس جاؤں، وہاں سے میں بزور شمشیر نکالا جا چکا ہوں"، ارطباس نے جواب دیا "تو پھر اس مقام پر جہاں کہ آپ اس وقت موجود ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کو اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے بھی چھوڑ جائیں، یا اسی طرح اس کو واپس لے لیا جائے، جیسے کہ آپ نے اس کو لیا ہے"، عبدالرحمٰن نے کہا "نہیں واللہ میرا اس کے سوا کوئی قصد نہیں کہ میں اس کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے مستحکم کر جاؤں"، یہ سن کر ارطباس نے صفائی سے کہا "تو پھر اپنے طرز عمل کا جائزہ لیجئے"، اور اس کے بعد ایسے مختلف واقعات اور خیالات اس کے سامنے بیان کیے جو اس زمانہ میں عبدالرحمٰن اور اس کے طرز حکومت کے متعلق لوگوں میں پھیل رہے تھے، عبدالرحمٰن کو ارطباس کی اس گفتگو سے مسرت ہوئی، اس کا شکریہ ادا کیا، اور بیس جاگیروں کو واپس کرنے کا حکم دیا، اور نئے سرے سے خلعت سے سرفراز کیا، اس کے بعد اس کو اندلس کے عیسائیوں کے عہدۂ قماست پر سرفراز کر دیا، اس طرح اندلس کے دور اسلامی میں حکومت کی طرف سے سب سے پہلا قومس وہی نامزد کیا گیا۔[1]

افسوس ہے کہ تیسرے بھائی رملہ یا وقلہ یا اس کی اولاد کے حالات روشنی میں نہ آ سکے۔

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۲۶ تا ۴۰

(۳) موسیٰ بن نُصیر فاتح اندلس

۹۳ھ - ۹۵ھ
۷۱۲ء - ۷۱۴ء

موسیٰ بن نصیر بن عبدالرحمن بن زید لخمی تابعین میں سے تھے، حضرت تمیم داریؓ سے حدیثیں روایت کیں، خانوادۂ امویہ سے ان کا دیرینہ تعلق تھا، ان کے والد نصیر بن عبدالرحمن لخمی کہا جاتا ہے کہ بنو امیہ کے موالی میں سے تھے، ایک روایت کے مطابق وہ عربی النسل تھے اور بنو لخم سے تعلق رکھتے تھے، اس نسبت سے لخمی کہلائے، اور یہی روایت زیادہ قرین قیاس ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ نُصَیر خلافت صدیقی میں شام میں جبل جلیل میں گرفتار کیے گئے اور بنو امیہ ہی نے ان کو آزاد کیا، وہ حضرت امیر معاویہؓ کے دامن سے وابستہ تھے، اور ان کے نزدیک منزلت رکھتے تھے، بایں ہمہ جب حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کے لیے نکلے تو نصیر اس فوج میں شریک نہیں ہوئے، امیر معاویہؓ نے اپنے احسانات یاد دلا کر وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ "میرے لیے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ آپ کا شکر گزار ہونے کے لیے اس کا کفران کروں، جس کی شکر گزاری زیادہ بہتر ہے" حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا "وہ کون ہے؟" نُصیر نے جواب میں کہا "اللہ عزوجل"

موسیٰ کی ولادت شام ہی میں اس کے ایک قریہ کفرمری میں عہد فاروقی میں ۱۹ھ میں ہوئی، اور وہیں نشوونما پائی، ان کی سیاسی زندگی کی ابتدا خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور سے

شروع ہوئی، اس نے ان کو بصرہ کے خراج کی تحصیل وصول کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا، پھر وہ ۸۹ھ میں افریقہ و مغرب کے والی بنائے گئے، اور اپنی اور اپنے لڑکوں عبداللہ و عبدالعزیز کی سرکردگی میں افریقہ و مغرب اوسط و مغرب اقصیٰ کے بہت بڑے علاقہ کو زیرِ نگین کیا، یہاں تک کہ بربروں نے ان کی پوری اطاعت قبول کر لی، انھوں نے ملک کے مختلف حصوں پر اپنے ولاۃ نامزد کر دیے، چنانچہ اسی سلسلہ میں طارق کو طنجہ کا والی مقرر کیا، اور جب اندلس کی مہم در پیش ہوئی تو اس کی سرکردگی میں بربروں کا لشکر بھیجا، جس نے اندلس میں اپنی پیش قدمیاں جاری رکھیں[1]، لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اندلس میں طارق کی پیش قدمیوں کا جاری رہنا موسیٰ ابن نصیر کے منشا کے مطابق نہ تھا، مگر طارق نے صریح عدول حکمی کر کے اندلس کے آخری شمالی اور شمالی مغربی علاقوں تک تاخت کی، اور کسی جگہ سوائے استجہ کے بقیۃ السیف سپاہیوں اور صوبہ مرسیہ میں تھیوڈومر کے کسی منظم جماعت نے اس کا مقابلہ نہیں کیا، اس لیے واقعۃً طارق سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی، تاہم وہ اصولاً اپنے افسر کے حکم کی نافرمانی کا مرتکب ہو چکا تھا،

موسیٰ بن نصیر نے اس کی اس آئینی خطاکاری کو معاف نہیں کیا، انھوں نے طارق کے ہاتھوں سے اندلس کی امارت کی باگ چھیننے اور اس کو اس کی نافرمانی کی سزا دینے کیلیے خود اندلس کے سفر کا قصد کیا، چنانچہ انھوں نے اندلس میں اپنی فوجی مہم لیجانے کیلیے اٹھارہ ہزار فوج اکٹھا کی، جس میں عرب و بربر قبائل کے مختلف ممتاز قائدین بھی تھے، انھوں نے افریقہ میں اپنے لڑکے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا، اور خود فوج لے کر وہ اندلس کے لیے روانہ ہو گئے،

---

[1] ابن خلکان ج ۳ ص ۱۹ و ۲۰، تاریخ مغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو ص ۴۳ تا ۴۴) وفتوح البلدان بلاذری ص ۲۴۲، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۴۲

اور اندلس مین جزیرہ خضرا کے پاس ایک پہاڑی پر ماہ رمضان ۹۳ھ مطابق ماہ جون ۷۱۲ء مین لنگر انداز ہوئے، یہ پہاڑی جبل موسیٰ کے نام سے موسوم کی گئی، یہان سے وہ جزیرہ خضرا مین آئے، کاؤنٹ جولین موسیٰ کے ہمراہ اور ان کے خاص مشیرون مین سے تھا،

مسلمانون نے میدان گوڈالیٹ مین ۱۲ ہزار فوج سے ایک لاکھ فوج کو شکست دی تھی، موسیٰ کے ساتھ مزید ۱۸ ہزار آزمودہ کار سپاہی آئے تھے، ان سپاہیوں کو اپنا جوہر دکھانے کے لیے کسی نئے میدان کی تلاش تھی، موسیٰ کا حوصلہ بھی بلند تھا، اس کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اپنی فتوحات کو اس طرح وسعت دیں کہ وہ اندلس سے قسطنطنیہ ہو کر ارض شام مین داخل ہو سکین اور دار الخلافت دمشق کو اندلس سے خشکی کے راستہ سے ملا دیں، اس لیے وہ اسپین کے عیسائیون کو آسان شرطون پر مطیع کر کے یہان امن و امان قائم کرنا، اور انھین اپنا ہمنوا بنا کر اسلامی فتوحات کے دائرہ کو آگے اس طرح بڑھانا چاہتے تھے کہ مفتوحہ ممالک مین جابجا اسلامی آبادیان بھی قائم ہو جائین، اور اندلس سے دمشق تک کا علاقہ سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی بن جائے، یہ ظاہر ہے کہ اس اہم تجویز کو عملی شکل مین لانے کے لیے خلیفہ وقت کی منظوری ضروری تھی، چنانچہ انھون نے اپنی مفصل تجویز دار الخلافت دمشق بھیجدی تھی، اور جواب کا انتظار کرتے رہے،

لیکن ان دونون موسیٰ ایک قسم کی ذہنی کشمکش مین مبتلا تھے، ایک طرف وہ طارق سے خوش نہ تھے، اولاً اس کی عدول حکمی کے سبب سے، دوسرے اس نے فتوحات اور مال غنیمت کے حاصل کرنے مین جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ موسیٰ کی اس اسکیم کے مخالف تھا، جس کے مطابق وہ پیش قدمی کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف وہ دار الخلافت کی منظوری کے بغیر خود اپنی پیش قدمی کا سلسلہ بھی جاری نہ کر سکتے تھے، اس لیے ان دنون وہ ایک انتظار

کی حالت میں تھے، اور طارق سے بدل ہونے کے سبب سے وہ اس سے ملنا بھی پسند
نہ کرتے تھے،

اس لیے انھون نے طلیطلہ جانا پسند نہین کیا، اور انتظار کی گھڑیون کو مغربی اندلس
مین گذارنا چاہا، خصوصًا اس لیے کہ اس علاقہ مین ابھی فوجی حملون کے لیے وسیع میدان
موجود تھا، چنانچہ انھون نے کاونٹ جولین کے مشورہ سے طارق کے مفتوحہ و مقبوضہ علاقون
کو چھوڑ کر غیر مفتوح حصون کا رخ کیا، اس سلسلہ مین جنوبی اندلس کے چند ایسے شہرون کی باری
پہلے آئی جو طارق کے زیر نگین ہو چکے تھے، مگر اس کے پیٹھ پھیرتے ہی سرکشی اختیار کر چکے تھے،

شذونہ پر مستقل قبضہ چنانچہ موسیٰ سب سے پہلے شذونہ پہنچے، اور یہ شہر مستقل طور پر اسلامی قبضہ
مین آگیا،

فتح قرمونہ اس کے بعد قرمونہ کی باری آئی، یہان عیسائیون نے بڑی طاقت جمع کر لی تھی،
کاونٹ جولین کی مدد سے یہ مہم بھی زیادہ کشت وخون کے بغیر آسانی سے فتح ہو گئی، اس نے
اپنے چند ساتھیون کو مصیبت زدہ شکل مین شہر مین پناہ گزین ہونے کے لیے بھیجا، شہر کے عیسائیون
نے قریب مین آکر انھین جگہ دیدی، رات کو انھون نے شہر کے پھاٹک کھول دیے، اور دروازہ
کھلتے ہی مسلمان ریلا کر کے شہر مین داخل ہو گئے،

فتح اشبیلیہ اس کے بعد موسیٰ نے مشہور شہر اشبیلیہ کی طرف رخ کیا، یہ گاتھ سے پہلے اندلس کا
پایہ تخت رہ چکا تھا، مستحکم قلعہ بندیون سے محفوظ تھا، اس زمانہ مین بھی اس کی شاندار عمارتون مین
امرا و عمائد سکونت پذیر تھے، اور یہان کے کلیسا کو اندلس مین مرکزی عظمت حاصل تھی، یہان
کے باشندون نے طارق سے جزیہ کی شرط پر رستگاری حاصل کی تھی، مگر عملاً اطاعت قبول نہین
کی تھی، موسیٰ کے پہنچتے ہی اہل شہر محصور ہو گئے، چند مہینے محاصرہ جاری رہا، آخر شہر والون نے

سپر ڈال دی، شہر کی دولت و املاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئی، شہر کے امراء و رؤسا ترک سکونت کر کے باجہ چلے گئے، اور موسیٰ نے مسلمانوں اور یہودیوں کو یہاں آباد کر دیا۔

فتح ماردہ اس کے بعد موسیٰ نے اپنی تجویز کے مطابق اندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ مغربی اندلس کے مشہور شہر ماردہ کا رخ کیا۔ شہر والوں نے جم کر محاصرہ کا مقابلہ کیا، طویل مدت یہاں بھی گذر گئی۔ آخر موسیٰ نے شہر کے قریب عقب میں ایک پہاڑی میں کمینگاہ تیار کرائی، اور فوج کو اس میں چھپا دیا، صبح ہوئی تو شہری فوج معمول کے مطابق شہر سے نکل کر صف آرا ہوئی، اسلامی لشکر سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ پیچھے کمینگاہ سے چھپے ہوئے سپاہی نکل پڑے، اور عقب سے حملہ کیا۔ اس لڑائی میں شہری فوج کی قوت کمزور ہوئی، اس کے بعد موسیٰ نے لکڑی کا دبابہ (ٹینک) بنوایا، چند آدمی اس میں بیٹھ کر فصیل کی دیوار میں نقب زنی کر رہے تھے کہ محصورین بڑی تعداد میں نرغہ کر کے نکل پڑے، یہ حملہ ایسا اچانک تھا کہ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، یہ لڑائی ایک برج کے پاس ہو رہی تھی، مسلمانوں میں اس کا نام برج الشہداء پڑ گیا، مسلمانوں نے اس جانی نقصان کے اٹھانے کے باوجود محاصرہ نہیں اٹھایا، آخر شہر والوں نے صلح کا پیغام دیا، اور اسلامی لشکر سنہ ۹۴ھ میں عید کے دن (۳۰ جون سنہ ۷۱۳ء) شہر میں داخل ہوا، صلح کی شرطوں کے مطابق لڑائی میں مرنے والوں، اور جلیقیہ بھاگ جانے والے عیسائیوں اور کلیسا کا سارا مال و متاع مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، باقی دوسرے لوگوں کی دولت و املاک سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔

اشبیلیہ کی بغاوت موسیٰ کو ماردہ میں اشبیلیہ کے گرد و نواح کے دو شہروں لبلہ اور باجہ کے باشندوں کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ جمع ہو کر اشبیلیہ آئے، اور یہاں کے عیسائیوں کی مدد سے اشبیلیہ میں آباد ہونے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے، اور اکثر مسلمان شہید ہو گئے، اور جو یہودی یہاں مسلمانوں کے ساتھ آباد کیے گئے تھے انھوں نے مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کی

یہ اندلس مین اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا، موسیٰ نے اپنے لڑکے عبدالعزیز کی سرکردگی مین ایک لشکر بھیجا، اس نے یہان کے مجرم عیسائیون کو پوری سزا دی، ان کی ملکیتین ضبط کر لین، اور مسلمانون کی بڑی جمعیت کے ساتھ وہ خود مقیم ہوگیا، اور اپنی سکونت کے لیے یہان کے ایک قدیم محل کو منتخب کیا،

فتح لبلہ وباجہ | اس کے بعد لبلہ، پھر باجہ .... پر فوج کشی کی گئی، اور ان دونون شہرون کو زیر نگین کر لیا گیا، یہان کے امراء وعمائد بھی نکال دیے گئے، اور ان کے قصور و محلات مسلمانون کے قبضہ میں دے دیے گئے، نیز ماردہ کے گرد و نواح مین فوج کے دستے بھیجے گئے، اور یہ پورا علاقہ مطیع ہوگیا،

موسیٰ اور طارق کی ملاقات | ابھی تک موسیٰ اور طارق ایک دوسرے سے نہین ملے تھے، موسیٰ نے ماردہ سے طلیطلہ کی جانب ماہ شوال سنہ ۹۴ھ کے خاتمہ پر رخ کیا، طارق نے طلیطلہ سے نکل کر طلبیرہ مین اس کا استقبال کیا، موسیٰ طارق کو دیکھتے ہی اس پر برس پڑا، کہا جاتا ہے کہ نافرمانی کی پاداش مین اس کو کوڑے بھی لگائے گئے،

بہرحال اندلس مین ان دونون کی یہ پہلی ملاقات ناخوشگوار رہی، تاہم موسیٰ نے زجر و توبیخ کرکے معاملہ کو ختم کر دیا، اس کو اپنے منصب پر برقرار رکھا، اور اندلس کے ہراول دستون کا قائد بنا دیا، اس طرح وہ اپنے عہدۂ سپہ سالاری پر مامور رہا[1]

[1] بعض عیسائی مورخین نے طارق کے قید کیے جانے اور پھر اس کے قتل کا ارادہ رکھنے اور دارالخلافت اس کی رہائی کا پروانہ آجانے کا تذکرہ کیا ہے، مگر عربی تاریخون سے اس کی تائید نہین ہوتی، بلکہ مقری نے ابن حبان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

"پھر موسیٰ نے طارق سے صفائی کر لی، اور اس سے اپنی خوشنودی ظاہر کی (نفح الطیب ج ا ص ۱۲۸)

(باقی ص ۱۱۱ پر)

نئی مہموں کا آغاز موسیٰ نے مال غنیمت کا جائزہ لینے کے بعد نئی مہموں کا آغاز کیا، طارق مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا گیا تھا، وہ متعین مقامات پر فوج لیکر جاتا، موسیٰ پورا اسلامی لشکر اس کے پیچھے پیچھے لیکر جاتا، اور نئے نئے مقامات اسلامی فتوحات کے دائرہ میں داخل ہوتے جاتے،

ان مہموں میں اسلامی لشکر کا رخ اندلس کے شمالی حصہ کی طرف تھا، اس وقت تک دار الخلافت سے موسیٰ کی اس تجویز کی منظوری نہیں آئی تھی، تاہم اس نے ان مہموں میں اس تجویز کو اپنی نگاہ میں رکھا کہ وہ اندلس سے مشرق کی طرف (موجودہ نقشہ کے مطابق یورپ کے جنوبی ساحلی مقامات اندلس، فرانس، اطالیہ، یوگوسلاویہ اور بلغاریہ سے گذر کر قسطنطنیہ میں داخل ہو، پھر یہاں سے اناطولیہ کو طے کر کے شام میں آجائے، چنانچہ مقری لکھتا ہے،

"اور اس نے یہ قصد کیا کہ قسطنطنیہ کی طرف سے مشرق میں آئے، اور دروب شام اور دروب اندلس کی طرف بڑھے اور ان دونوں دروب کے درمیان جو عجمی نصرانی قومیں ہیں ان میں گھس کر ان سے جہاد کرے اور ان کو شکار بنائے یہاں تک کہ دار الخلافہ سے مل جائے"

ایک دوسری جگہ ہے:

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۰) ابن اثیر لکھتا ہے

"موسیٰ طارق کے پاس گئے، طارق نے ان کو راضی کیا، وہ راضی ہو گئے۔ اور اس کے عذر کو قبول کیا" (ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۵)

اسی طرح بلاذری کا بھی یہی بیان ہے کہ طارق نے اس کو راضی کر لیا اور موسیٰ کی خوشنودی اسکو حاصل ہو گئی (فتوح البلدان ص ۲۳۰)

اسکے باوجود ان دونوں قائدوں کے باہمی اختلافات کے افسانہ کو بہت شہرت دیگئی ہے، اسسلسلہ میں ایک افسانہ یہی گڑھا گیا ہے کہ طارق کے شیشہ دان پیالہ آگیا تھا جس موسیٰ کو دینے کیلئے مائدہ سلیمانی کا ایک پایہ گم کر دیا، پھر دربار خلافت میں انکی خیانت کی شکایت کی، اگر ابن خلدون اور اسکے معاصرین اس واقعہ کے ذکر میں تنہا ہوتے تو اطمینان ہوتا، مگر افسوس ہی اسناد ہوتا ہے۔

"اور وہ یہ امید رکھتا تھا کہ فرنگیوں کے جو شہر باقی رہ گئے ہیں ان کو چیر کر ارض کبیرہ میں گھس جائے یہاں تک کہ شام تک لوگوں سے مل جائے۔ اس کا قصد یہ تھا کہ اس سرزمین میں اس نے چیر کر جو شگاف پیدا کر دیا ہے اس کو ایک وسیع راستہ بنا دے جس پر اہل اندلس مشرق کی طرف آمد و رفت رکھنے میں خشکی میں چل سکیں اور سمندر میں ہو کر نہ گذریں۔"

موسیٰ نے یہ مہم، چونکہ ایک وسیع پلان کے مطابق شروع کی تھی اس لیے وہ ان مفتوحہ علاقوں کے باشندوں سے غیر معمولی نرمی اور حسن و سلوک سے پیش آنا چاہتا تھا تاکہ رعایا کے دلوں میں مسلمانوں سے نفرت نہ پیدا ہو، اور حسن معاملت سے ان کا ایسا اعتماد حاصل ہو کہ وہ ان کے لیے اسلامی حکومت کا اقتدار پیارا ہو جائے۔ وہ ان مفتوحہ ممالک میں امن و امان قائم رہے اور اسپین سے شام تک کے علاقوں کے ایک سلسلہ میں منسلک ہو جانے سے غیر معمولی تجارتی، اقتصادی اور رفاہی فوائد حاصل ہو سکیں، چنانچہ اس نے مہم کے روانہ ہونے سے پہلے فوج کو جن چند امور کی تلقین خاص طور پر کی، اور ان کے خلاف ورزی کے جرم کی سنگین سزا مقرر کی وہ حسب ذیل تھیں:

۱۔ ملک کو تاخت و تاراج نہ کیا جائے،

۲۔ حملے فوجی طریقہ کے مطابق صرف ملک گیری کے لیے ہوں،

۳۔ رعایا کے مذہبی جذبات کا پورا احترام کیا جائے،

۴۔ لوٹ، مار، اور جور و ظلم کے طریقوں سے باز رہا جائے،

۵۔ مسلمان سپاہیوں کو عدول حکمی کی صورت میں موت کی سزا دی جائے۔

شمالی اندلس پر کامل اقتدار

انہی احکام کے ساتھ اسلامی لشکر نے مزید فتوحات کے لیے طلیطلہ سے باہر قدم نکالے، اور کم سے کم اندلس کی سرزمین میں غیر معمولی آسانی سے انہیں فتوحات حاصل ہوتے گئے۔ ان مہموں میں طارق مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے آگے اور موسیٰ قلب فوج کو ساتھ لیے پیچھے پیچھے

رہتے تھے، شمالی اندلس مین کسی جگہ کسی منظم جماعت نے کوئی قابل ذکر مقابلہ نہین کیا، یہانتک کہ اس صوبہ کے صدر مقام سرقسطہ تک آسانی سے پہنچ گئے، اور شہر کا محاصرہ کرکے اس کو فتح کرلیا، اس شہر کا فتح ہونا تھا کہ گویا پورا شمالی اندلس زیر اقتدار آگیا، یہان سے گرد و نواح کے ملحق قلعون پر فوجی دستے بھیجے گئے، اور ان کے دروازے کھلتے گئے، پھر آس پاس کے شہرون اور چھوٹی بڑی آبادیون کی طرف فوجکشی کی گئی، اور جہان جہان مسلمان گئے، وہ مقامات فتح ہوتے گئے، بلکہ زیادہ موقعون پر متعدد فوج کی ضرورت نہین پڑی، طارق اپنے مختصر دستہ ہی سے ان مقامات کو زیرنگین بنا لیا گیا، اور بعض مقامون کے باشندے خود دوڑ کر آئے اور امان طلب کرکے واپس گئے، ان مقامون پر معقول شرطون پر انہین امان دیگئی، طارق جہان جہان جو شرطین منظور کرتا تھا، موسیٰ وہان پہنچ کر ان کی تصدیق کردیتا تھا، اسی طریقہ سے شمالی مشرقی اندلس کا یہ پورا علاقہ زیرنگین ہوگیا،

اس کے بعد اس صوبہ مین اسلامی حکومت کی تاسیس عمل مین آئی، سرقسطہ اس صوبہ کا دارالحکومت قرار دیا گیا، افریقی مسلمان یہان آباد کئے گئے، اور عبداللہ بن حنش یہان کا پہلا گورنر بنایا گیا، زمانۂ فتح سے حکومت امویہ کے قیام تک ۴۲ برس تک مختلف ولاۃ یہان وقتاً فوقتاً بھیجے گئے، یہ ولاۃ والی اندلس کے ماتحت ہوتے تھے، لیکن ہر زمانہ مین مختلف صوبون کے والیون مین یہان کے والی کو امتیازی حیثیت حاصل رہی۔

شمالی مشرقی اندلس پر اقتدار اس کے بعد اندلس کے شمالی مشرقی حصہ کی طرف مہم بھیجی گئی، چنانچہ اس علاقہ کے مشہور ساحلی شہر برشلونہ، طرکونہ، اور جیرندہ اسلامی اقتدار مین داخل ہوئے، ان مقامات مین بھی اسی زمانہ مین یا آگے چل کر مسلمانون نے اقامت اختیار کی، اور ابتداءً یہ علاقہ بھی والی سرقسطہ کی نگرانی مین رکھا گیا، اور جب تک ان شہرون پر قبضہ رہا،

صوبہ سرقسطہ کے حدود میں بھی داخل رہا ہے[1]،

اندلس کے چند شہروں پر قبضہ

اندلس کے شمالی مشرقی حصہ کے زیر نگین ہو جانے کے بعد فوجی

جنوبی فرانس کے چند شہروں کے لیے قدرتاً فرانس کے حدود پر نگاہ اٹھی، چنانچہ موسیٰ نے جنوبی فرانس کی طرف اپنی فوجی پیشقدمی جاری کی، اس سلسلہ میں سب سے پہلا حملہ جنوبی فرانس کے مشہور ساحلی شہر اربونہ (ناربون) پر کیا گیا، اور وہ زیر اقتدار آیا، پھر اس شہر کو فوجی چھاؤنی بنا کر فرانس کے مختلف شہروں پر تاخت کی گئی، چنانچہ اس تاخت میں جنوبی مشرقی فرانس کے مشہور شہر حصن لوذون (لیون) پہنچے، پھر یہاں سے اونیون کا رخ کیا لیکن مسلمان ابھی اثنائے راہ میں تھے کہ عیسائیوں (ن) کے ایک عظیم الشان لشکر کے اجتماع کی خبر ملی، مگر انھوں نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی، اور اونیون میں داخل ہو گئے، اس طرح جنوبی مشرقی فرانس کے تین اہم شہر اربونہ، لودون، اور اونیون مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے،

پیپن آف ہرسٹل اور اسلامی لشکر میں مقابلہ

مسلمانوں کے فرانس کے حدود میں داخل ہو جانے سے یہاں کے عیسائی حکمرانوں میں ہلچل مچ گئی، اس زمانہ میں فرانس میں نوابوں (کاؤنٹس) اور فوجی افسروں کی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم تھیں، ان میں سے پپن آف ہرسٹل (Pepin of Heristal ۶۷۹ھ–۷۱۴ء) امتیاز حاصل کر کے مرکزی فرانس کے تخت پر قابض ہو چکا تھا، اور وہی فرانس کے فرمانروا خاندان کارلیگین Carlingian کا بانی تھا، اس کو عرب مورخین "قارلہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں[2]،

[2] یورپین مورخین نے موسیٰ کے اس حملہ کا ذکر نہیں کیا ہے، اس لیے "قارلہ" کی شخصیت مشتبہ رہی ہے، ہمارے خیال میں "قارلہ" کو "کارلنگین" ہی کی تعریب سمجھنا قرین قیاس ہے، چنانچہ عرب مورخین اسی خاندان کے ایک دوسرے، فرمانروا کو ۱۸۵ھ میں زوال برشلونہ کے موقع پر اسی لقب "قارلہ" سے یاد (باقی حاشیہ ص ۱۱۵ پر)

[1] اخبار مجموعہ، نفح الطیب، ج ۱ ص ۱۲۹ و ۱۳۰، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۲۷

چارلس یعنی پیپن آف ہرسٹل نے فرانس کو مسلمانوں کے سیلاب کی زد سے محفوظ رکھنے کے لیے عظیم الشان لشکر کے ساتھ فوج کشی کی۔ اودیون کی قلعہ بندی ایسی نہ تھی کہ وہاں جم کر مسلمان اس کا مقابلہ کر سکتے، اس لیے وہ اربونہ کی قلعہ بندی سے فائدہ اٹھانے کے لیے اسی سمت لوٹ آئے، یہاں پہنچے تو پیپن لشکر کو شہر کا محاصرہ کیے ہوئے پایا، اس لیے اودیون سے واپس آنے والے اسلامی لشکر کے لیے شہر میں داخل ہونے کا راستہ بند ہو چکا تھا، مسلمانوں نے اربونہ کے سامنے ایک پہاڑی کے دامن میں اپنے مورچے جما لیے، پیپن دفعتہ حملہ آور ہوا، اس وقت طارق اور موسیٰ کی فوجیں ایک دوسرے سے علحدہ تھیں، پہاڑی پر مسلمانوں کا جنگی موقع بھی اچھا نہ تھا، ہر طرف سے نرغہ میں آگئے، اور بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، آخر بڑی قربانیوں کے بعد لڑتے بھڑتے کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوسکے پیپن نے بڑی سختی سے اربونہ کا محاصرہ کر لیا، مسلمان بھی اربونہ میں جم کر محاصرہ کو توڑنے کی کوششیں کرتے رہے، اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر عیسائیوں پر حملہ آور ہو کر انھیں تہ تیغ کرتے، سبب محاصرہ طول پکڑ گیا، تو پیپن کو مسلمانوں کی کمک کے پہنچنے کا اندیشہ ہوا، اس لیے وہ محاصرہ اٹھا کر واپس چلا گیا،[1]

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۴) کرتے ہیں، اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ عربوں کے نزدیک اس خاندان کے فرمانرواؤں کا یہ خاندانی لقب تھا، پیپن آف ہرسٹل اور اس کے خاندان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو دی فرینکس لیوس سرجنٹ اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۴۸ باب "دی میئرز آف دی پیلس" ص ۱۹۴ تا ۲۰۶، انسائیکلوپیڈیا ج ۱۰ ص ۸۸ طبع یازدہم ذکر فرانس عنوان "پیپن آف ہرسٹل" ونیز ج ۲۱ ص ۱۴۱

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۴۷۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۲۸ و کتاب الامامۃ والسیاسۃ وغیرہ۔ یورپی مورخین، موسیٰ کے حدود فرانس میں داخل ہونے کو اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ قدیم عیسائی

(باقی حاشیہ ص ۱۱۶ پر)

عیسائی حکمرانون کی مجلس مشاورت

پیپن نے واپس جاکر یورپ پر اسلامی حملہ اور اس سے آئندہ ہونے والے حالات پر غور کرنے کے لیے یورپ کے حکمرانون کا ایک اجتماع اپنی سرکردگی مین کیا، یورپ کے حکمرانون کو اگر عربون کے یورپ پر حملہ آور ہونے کا کوئی خطرہ تھا، تو وہ اس کو مغرب کے بجائے مشرق کی سمت سے سمجھتے تھے، لیکن ان چند ہزار بے سر و سامان سپاہیون کا مغرب کے دور دراز راستہ سے قلب یورپ مین سیلاب کی مانند گھستے چلے جانا عیسائی حکمرانون کو محو حیرت بنائے تھا، لیکن انھون نے اس مجلس مشورت مین کسی اعلیٰ پیمانہ پر مدافعانہ مزاحمت نہ کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ ان کے خیال مین مسلمان جس عزم و حوصلہ اور جوش و خروش سے بڑھ رہے تھے، ان کا مقابلہ کرکے ان کی راہ روکنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لیے انھین اسی حال پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا گیا، خصوصاً اس لیے کہ ان کے خیال مین جب ان کے دامن مال غنیمت سے بھر جائین گے اور دولت و ثروت کا نشہ چڑھے گا تو ان مین ایک دوسرے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۵) مورخین نے اس کا تذکرہ نہین کیا ہے، لیکن عرب مورخین مقری، ابن اثیر، ابن خلدون، ابن قتیبہ وغیرہ نے مذکورہ بالا واقعات کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، اس لیے محض اس زمانہ کے عیسائی مورخین کا تذکرہ نہ کرنا عرب مورخین کے بیانون کو قبول نہ کرنے کی کوئی معقول دلیل نہین بن سکتا، خصوصاً اس لیے کہ اس زمانہ مین فرانس اور اس کے آس پاس مین جو چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستین قائم تھین، ان کے حالات بڑے دھندلے ہین، جزئیات کی تفصیل بہت کم ملتی ہے، اس کے برخلاف عرب مورخین نے اندلس کے حملہ اور لشکر کی نقل و حرکت و جزئیات کو تفصیل کے ساتھ محفوظ رکھا ہے، اور عرب مورخین کا موسیٰ کے مقابل عیسائی فرمانروا ملک "قارلہ" کا نام لینا اور اس زمانہ کے فرانس مین "کارلنگین" خاندان کے "پی پین آف ہیرسٹل" کو جو عروج حاصل ہو رہا تھا اس کا مسلمانون کے فرانس کے حدود مین داخل ہونے کے باوجود خاموش رہنا قرین قیاس نہین سمجھا جاسکتا اس لیے ہمارے خیال مین فرانس پر موسیٰ کا حملہ آور ہونا اور پیپن آف ہرسٹل کا مدافعت کرنا دونون تاریخی حقیقتین ہین،

پر مسابقت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا، اور اس باہمی آویزش سے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے اس وقت ان میں سے ایک ایک سلطنت کو ختم کرنا آسان ہوگا، اور رفتہ رفتہ عیسائی دنیا خصوصاً یورپ کی سرزمین سے ان کے نام و نشان کو مٹا دینا آسان ہوگا،

سلاطین یورپ نے اس مجلس مشورت میں یورپ میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و اقتدار کے متعلق یہ بنیادی فیصلہ کیا، اور اسی حکمت عملی کے بموجب ان کی آئندہ کارروائیاں جاتی رہیں، چنانچہ اس فیصلہ کے بعد پیپن آف ہرسٹل نے مسلمانوں پر عیسائی سلطنتوں کے متحدہ جارحانہ حملہ کا ارادہ ترک کر دیا، اور صرف اپنے حدود حکومت میں دریائے رول کے کنارے مستحکم فوجی چوکیاں تعمیر کریں، یعنی دوسرے لفظوں میں اس نے مسلمانوں کے مفتوحہ علاقہ کو ان کی حکومت کے حدود میں تسلیم کر لیا، اور آگے چل کر ایسے حالات پیش آئے کہ پیپن نے سرحد کی تعیین کے لیے جو فوجی چوکیاں تعمیر کیں، وہی سرزمین فرانس میں مسلمانوں کا آخری مستقر قرار پایا، اور مسلمانوں کو اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، کیونکہ دار الخلافت سے موسیٰ کی تجویز کی منظوری حاصل نہیں ہو سکی،

موسیٰ کی تجویز کے مسترد ہونے کی ایک بڑی وجہ اربونہ میں مسلمانوں کی ناکامی بھی تھی، یہاں مسلمانوں کے شہید ہونے اور غیر معمولی مصائب اٹھانے کی تفصیلات، دار الخلافت میں پہنچیں اس لیے خلیفہ ولید نے اندلس کی سفارت کے لیے مغیث کو منتخب کیا، جو فتح قرطبہ کی مہم انجام دے کر اندلس سے مشرق چلا گیا تھا،[1] اور اس کو ہدایت کی کہ وہ موسیٰ کو اپنی تجویز پر عمل کرنے سے باز رکھے، اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنی مزید پیش قدمیوں کو روک دے بلکہ اندلس کی حکومت کا انتظام کر کے وہ بلا تاخیر دمشق چلا آئے، خلیفہ کو یہ بھی شبہہ ہوا کہ شاید موسیٰ اس فرمان کی تعمیل میں لیت و لعل سے کام لے، اس لیے اس نے قاصد کو درپردہ ہدایت کر دی کہ اگر موسیٰ کی طرف سے کوئی

[1] نفح الطیب ج ۲ ص ۵۵

تذبذب ظاہر ہو تو وہ عام سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے سے روک دیتے۔ اور اپنے حدود میں واپس چلے آنے کی تلقین کرتے،

چنانچہ مغیث اندلس واپس آیا لیکن ابھی موسیٰ سے اس کی ملاقات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ فرانس کے میدان میں مسلمانوں کو عربی زبان میں ایک حیرت میں ڈالنے والا کتبہ نصب کیا ہوا دکھائی دیا جس میں حسب ذیل عبارت کندہ تھی،

"بنو اسمٰعیل! یہ تمہاری آخری سرحد ہے، اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا"[1]

یہ کتبہ ضعیف الاعتقاد بربری قبائل کے ارادوں کو متزلزل کر دینے میں کامیاب ہوا، موسیٰ نے حالات کا اندازہ لگا کر اسی مقام کو اپنی پیش قدمی کی آخری سرحد قرار دیا، اور اسلامی لشکر کا رخ اندلس کے غیر مفتوحہ علاقہ صوبہ جلیقیہ کی طرف پھیر دیا،

فتح جلیقیہ کا انتظار موسیٰ کی پیش قدمی جلیقیہ کی سمت جاری تھی کہ اس اثناء راہ میں خلیفہ ولید کا قاصد مغیث اس سے آکر ملا، موسیٰ نے اس کو نشیب و فراز سمجھا کر آمادہ کر دیا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے ٹھہر کر جلیقیہ کی مہم کے خاتمہ کا انتظار کرے،

ایک باغی عیسائی قائد کی گرفتاری اسی اثنا میں نبونا طہ کے علاقہ میں کسی عیسائی قائد کے سر اٹھانے کی اطلاع ملی، موسیٰ نے اپنے لڑکے عبد الاعلیٰ کو اس کے سر کرنے کے لیے بھیجا، اس نے اس کو شکست دی اور گرفتار کر کے اپنے ساتھ لایا،

[1] اس کتبہ کا تذکرہ متعدد عرب مورخین نے کیا ہے، جو ہمارے خیال میں دو میں سے کسی ایک کی سازش کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے یا تو شاہ فرانس نے سرحدی قلعوں کی تعمیر کے وقت مسلمانوں کے عزم کو متزلزل کرنے کے لیے کسی پادری سے اسکو تیار کرا کے نصب کرا دیا ہو، یا خلیفہ ولید کے قاصد مغیث نے ولید کے خفیہ اشارہ کی تعمیل کیلیے یہ کارروائی کی ہو کہ قائد لشکر کی مرضی کے خلاف فوج کو واپس لیجانے کیلیے لشکر کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھایا جا سکے،

اندلس کے شمالی مغربی حصوں پر فوج کشی

اب موسیٰ کی مہم شمالی اندلس کے اس آخری نقطہ پر تھی جہاں خلیج بسکے شرقاً و غرباً پھیلی ہوئی ہے، موسیٰ فرانس سے بخط مستقیم مغرب میں چلے تھے، پہلے انہیں سرزمین لشبانس ملی، یہاں سے وہ صوبہ اسٹوراس پہنچے، پھر وہ جلیقیہ میں داخل ہوئے اور شہر لک میں قیام کر کے مختلف سمتوں میں فوجی دستے بھیجے، اور وہ جہاں جہاں پہنچے وہاں انہیں کامیابی حاصل ہوتی گئی، چنانچہ مفتوح مقامات میں سے لک کے شمال میں خلیج بسکے کے کنارے صخرۂ بلائی اور اس سے جنوبی گوشہ پر پرتگال کے مشہور شہر بیزو یا بازوکوی مورخین نے مفتوح مقامات میں دکھایا ہے، ان کے علاوہ اور بہت سے شہروں پر حملے کیے گئے لیکن ان کے ناموں کی تصریح نہیں کی گئی ہے، صرف اجمالاً یہ کہا گیا ہے کہ موسیٰ کا یہ لشکر جہاں جہاں پہنچا، عیسائیوں نے اطاعت قبول کی، جن شہروں کو عیسائیوں نے خالی کر دیا وہاں عرب و بربر آباد کیے گئے، اور بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا، شہروں کے باشندوں نے جزیہ کی ادائی پر صلح کر لی، اور اس طرح اندلس کے شمالی مغربی علاقہ کا ایک بڑا حصہ زیر نگین ہوا، اور وہاں مسلمانوں کے اثرات قائم ہو گئے،

دربار خلافت سے ایک دوسرے قاصد کا ورود

لیکن ابھی اس علاقہ میں اسلامی فتوحات کی تکمیل نہیں ہونے پائی تھی کہ دربار خلافت سے ایک دوسرا قاصد ابو نصر اندلس آیا، اور موسیٰ سے ملنے کے لیے لک پہنچا، اتفاق سے اس وقت موسیٰ ایک خچر پر سوار تھے، ابو نصر نے آکر خچر کی لگام پکڑ لی، اور فوری واپسی کا فرمان پیش کیا، اب تاخیر کا کوئی موقع باقی نہیں رہا تھا، موسیٰ نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا، اور شمالی مغربی اندلس کی مہم کو ناتمام چھوڑ کر دمشق جانے کے لیے جنوب کی سمت روانہ ہو گئے،

ادھر طارق شمالی مشرقی علاقہ کی مہم پر بھیجا گیا تھا، وہ اس علاقہ کو فتح کر کے واپس

آ رہا تھا کہ ادھر موسیٰ پہاڑی سلسلہ کے ایک درے سے گذرا، اور یہیں طارق کا لشکر اس سے آملا، اور اس درکا نام فج موسیٰ قرار پایا، جس کے متعلق گمان ہے کہ وہ کوہ وادی رام میں واقع ہے، یہ موسیٰ اور طارق دونوں ملکر جنوبی اندلس کی سمت روانہ ہوگئے،

موسیٰ اندلس کی فتح کو مکمل کر لینے کی بڑی تمنا رکھتے تھے، اس لیے انھیں اس کے ناتمام چھوڑنے پر سخت قلق ہوا، خلیفہ ولید کو موسیٰ کی اس تجویز سے اگر اتفاق نہ تھا تو کم از کم اس کو اتنا موقع دینا تھا کہ اندلس کے چپہ چپہ پر وہ اسلامی پرچم لہرا دے کہ اس زمانہ میں اس پورے ملک کو زیر نگین کر لینے کے جیسے مواقع حاصل تھے وہ بعد میں ہمیشہ ناپید رہے، چنانچہ آگے چل کر اندلس کے عیسائیوں نے اپنی قوت فراہم کر لی اور مجتمع ہو کر اجتماعی طاقت بنا کر اسلامی حکومت کے مقابلہ کیلیے تیار ہوگئے، اور اندلس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی متوازی حکومتیں قائم رہیں، ان دونوں حکومتوں کی قوتیں گھٹتی بڑھتی رہیں، بالآخر چند صدیوں کے بعد عیسائی حکومت اسلامی حکومت کے ختم کرنے میں کامیاب ہوگئی، لیکن اگر اس زمانہ میں جب کہ اندلس کے عیسائیوں کی اجتماعی طاقت کا شیرازہ بکھر چکا تھا، اندلس کے گوشہ گوشہ پر قبضہ کر لیا جاتا تو شاید اندلس کی آئندہ تاریخ کسی دوسرے طور پر لکھی جاتی، لیکن اسپین دمشق سے اس قدر بے تعلق اور دور دراز تھا کہ خلیفہ ولید کو یہاں کے حالات کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا، نیز قائدین لشکر کی باہمی منافقت اور ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیوں سے بھی اندلس کی فتح کی تکمیل نہ ہو سکی لیکن اس ناکامی کی ساری ذمہ داری یہاں کے جنرلوں طارق و موسیٰ کے بجائے مرکزی حکومت دمشق پر عائد ہوتی ہے، اگر طارق، موسیٰ کی غیر دانشمندانہ مداخلت سے آزاد رہتا، اور موسیٰ کو ولید کے احکام کی پابندی نہ ہوتی تو نہ صرف اندلس کی تاریخ کچھ اور ہوتی بلکہ یورپ کی سلطنتوں کا نقشہ کچھ اور دکھائی دیتا،

بہر حال موسیٰ طلیطلہ واپس آئے، یہاں مال غنیمت کا انبار لگا گیا، پھر یہاں سے سب لوگ اشبیلیہ روانہ ہوئے، اور واپسی کے انتظام میں مصروف ہو گئے،

اندلس کا پہلا اسلامی دار السلطنت

موسیٰ کا بڑا لڑکا عبد العزیز صوبہ اشبیلیہ کا حکمران تھا، اشبیلیہ سمندر کے قریب کے شہروں میں زیادہ قلعہ بند تھا، یہاں سے افریقیہ سے رسل و رسائل کی آسانیاں بھی حاصل تھیں، اس لیے اس کو اندلس کا دار السلطنت قرار دیا گیا، موسیٰ کی معیت میں طارق بھی مشرق واپس جانے کا قصد کر چکا تھا، اس لیے موسیٰ نے اندلس کی ولایت پر اپنے بیٹے لڑکے عبد العزیز کو مامور کیا، اور اب وہی اندلس میں سیاہ و سپید کا مالک تھا،

اندلس میں موسیٰ اور طارق کی مدت قیام

موسیٰ اور طارق ماہ ذی الحجہ ۹۵ھ میں اندلس سے روانہ ہوئے، اندلس میں طارق کا قیام تین سال چار مہینے اور موسیٰ کا دو سال چار مہینے رہا، اس تھوڑی مدت میں یہاں ایک وسیع رقبہ میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی جس کے لیے امرا وقتاً فوقتاً کبھی افریقیہ اور کبھی دار الخلافت دمشق سے ناظم ہو کر آتے، اور کبھی ضرورت کے لحاظ سے یہیں منتخب کر لیے جاتے، اور ان کی امارت کی تصدیق افریقیہ یا دمشق سے ہو جاتی، ۴۰، ۴۲ برس تک یہاں یہی سلسلہ جاری رہا، یہاں کے امراء حکومت افریقیہ یا خلافت دمشق کی نگرانی میں یہاں کی حکومت کا نظم و نسق سنبھالتے رہے، ملک کی فلاح و ترقی میں مصروف رہے، اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے رہے،

کاؤنٹ جولین کی خدمات کا صلہ

موسیٰ نے اپنی روانگی سے پہلے کاؤنٹ جولین کو اس کی خدمات کے صلہ میں اس کو صوبہ سبتہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کا حکمران بنا دیا، وہ مدتوں اپنے مذہب پر قائم رہا، اور اسلامی حکومت کی نگرانی میں حکمرانی کرتا رہا، بعض عیسائی مورخین نے کاؤنٹ جولین پر عیسائیت سے غداری کرنے اور اس کے صلہ میں اس حکومت کے حاصل

کا الزام لگایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی خدمات سے مسلمانون کو جو کچھ فائدہ پہنچا یا اس نے اندلس پر حملہ اور رہبری کی جو ترغیب دی وہ نہ تو مسلمانون کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے تھی اور نہ اس مین اس کی طمع یا ذاتی نفع اندوزی کا جذبہ شامل تھا، بلکہ اس نے تو اپنی اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کیا تھا جو راڈرک کی انسانیت سوز حرکت سے اس کے دل مین بھڑک اٹھی تھی، ورنہ جہان تک عیسائیت کی فلاح اور اندلس کی عیسائی سلطنت کی خیرخواہی کا تعلق تھا وہ اس کا بہتر ثبوت اس وقت دے چکا تھا جب اس نے پچھلے موقعون پر اسلامی حملون کی مدافعت کی تھی، اور جب عقبہ نے اندلس پر حملہ آوری کا قصد کیا تھا اس وقت اس کو اس سے باز رکھ کر بربر قبائل کی طرف پیش قدمی کا مشورہ دے دیا تھا لیکن راڈرک کے برسر حکومت آجانے اور شاہی محل مین مذکورۂ بالا واقعہ کے پیش آجانے سے وہ ایسے سخت انتقام پر اتر آیا، اور مسلمانون کی شجاعت و بسالت سے اس مین اس کو پوری کامیابی حاصل ہوئی، بایں ہمہ اس کے توسط سے مسلمانون کو جو فائدہ پہنچا، انھون نے اس کا صلہ اس کو دیا، وہ اپنی زندگی بھر سبتہ کا حکمران رہا، اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ اس صوبہ کی حکمران رہی، اور وہ لوگ بھی اپنے آبائی دین مسیحیت پر قائم رہے، یہانتک کہ کاؤنٹ جولین کے پوتون یا پڑپوتون نے خود سے اسلام قبول کیا، چنانچہ ابو سلیمان ایوب چوتھی صدی ہجری مین اس خاندان کے ذی علم فقیہ گذرے ہین، اصول فقہ مین ان کا پایہ بلند تھا،

مال غنیمت

دربار خلافت سے موسیٰ کی واپسی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ یہان کے مال غنیمت کو دمشق منگایا جائے، کیونکہ یہان کے مال غنیمت کے متعلق دمشق مین مختلف افواہین پہنچی تھین جن کی وجہ سے خلیفہ ولید نے موسیٰ کو اصرار سے دمشق طلب کیا۔

یہاں دولت وثروت کا جو انبار مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اس کی مثال اس سے پہلے کہیں اور دکھائی نہیں دی تھی، مال غنیمت شرعی حکم کے بموجب لڑنے والے مسلمان سپاہیوں اور حکومت وقت میں بحصۂ رسدی تقسیم ہوتا تھا، اس اصول کے مطابق عام ناخواندہ سپاہیوں کو جو دولت وثروت ہاتھ لگی تھی، اس سے اندلس کے عام شہری و دیہی مسلمان باشندے معاشی حیثیت سے نہایت فارغ البال ہوگئے، بلکہ انھوں نے اپنی اسی دولت کے حصے سے اندلس کے یہودیوں کو بھی مالا مال کر دیا، انھوں نے کلیسا کے قیمتی ظروف و زیورات یہودیوں کے ہاتھ فروخت کیے، جس سے یہود ایسے مرفہ الحال ہوگئے کہ وہ بقول بعض عیسائی مورخین اپنی اسی دولت وثروت کے اثر سے یورپ کے سیاسی و مالی معاملات پر اپنا اثر و اقتدار قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے، جن کے مٹانے کی کوششیں آج تک جاری ہیں،

دوسری طرف مال غنیمت کا وہ حصہ جو حکومت کے حصہ میں آیا موسیٰ کے ساتھ دمشق لے جایا گیا، موزخین کا بیان ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا اور اس کی نوعیت کی تفصیل بتانا دشوار ہے، بایں ہمہ یہ معلوم ہو سکا ہے کہ جنگی قیدی جو غلام اور باندیاں بناکر لے جائے گئے، وہ تیس ہزار تھے، جن میں ہزاروں [illegible] ماں باپ کی کنواری لڑکیاں بھی تھیں، زر و جواہرات و سامان آرائش کی کثرت اتنی تھی کہ بعض مورخین نے ان کی قیمت کا کچھ اندازہ [illegible] طلائی [illegible] تاج اور [illegible] ایک ہزار شمشیریں تھیں، اسی طرح یاقوت، موتی [illegible] اور جواہرات کی [illegible] کا کوئی شمار ہی نہ تھا، اور ظروف و سامان آرائش [illegible] بے شمار تھے اور ایسے جو اپنی صنعت کے لحاظ سے اس زمانہ کے تمدن کا اعلیٰ نمونہ تھے،

ایک وسیع مرصع فرش اپنی ندرت میں اپنی آپ مثال تھا، اس کا تانا بانا چاندی اور سونے کے تاروں کا تھا، اور زبرجد یاقوت اور دوسرے قیمتی جواہرات سے اس پر گلکاریاں کی گئی تھیں، اسی طرح اس زمرد میں مائدہ پائی گئی تھی جس کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا جس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے، اور جو یاقوت و زمرد پر لگایا گیا تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب تھی لیکن محققین کا بیان ہے کہ اسپین کے سلاطین جو مذہبی عیسائی تھے، وہ مرنے کے وقت اپنے زر و جواہر کلیسا پر وقف کر جاتے تھے، ان جواہرات سے کوئی نہ کوئی استعمال کی چیز تیار کی جاتی تھی، یہ میز ابتداءً کسی فرمانروا کی طرف سے بنائی گئی، پھر جو نیا آنے والا فرمانروا اس میں اپنے عہد حکومت میں کوئی نہ کوئی زیور کا اضافہ کرتا گیا، اور قیمتی جواہرات اس میں رفتہ رفتہ بڑھتے گئے، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ اتنی قیمتی ہو گئی کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا بھی امکان میں نہیں رہا،

اس میں خالص سونے کے ۳۶۵ ستون پائے تھے، میز کی پٹیاں اور اوپر کا تختہ خالص زبرجد کا تھا، اور اس میں موتی، یاقوت اور زمرد کے الگ الگ تین حلقے بنائے گئے تھے، یہ میز طلیطلہ کے کلیسا کی قربان گاہ پر رکھی گئی تھی، پادری تقریبوں اور تہواروں کے موقعوں پر اس پر انجیل کو رکھ کر تلاوت کرتے تھے، مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے بعد ایک زمانۂ دراز تک اس میز کا چرچا لوگوں کی زبانوں پر باقی رہا، اسی طرح طلیطلہ کے خزانہ میں زبور کا ایک نادر الوجود نسخہ بھی ذکر کے قابل ہے، یہ سونے کے ورقوں پر یاقوت کے پانی سے لکھا گیا تھا، ابن عذاری کا بیان ہے کہ یہ دستشانی ایسے طریقہ سے بنائی گئی تھی کہ اب اس کا تیار کرنا ممکن نہیں ہے، نیز کلیسا سے مجرد ایک تیار آئینہ بھی ملا تھا،

فتح اندلس پر قیروان میں جشن مسرت

یہ مال غنیمت اندلس سے جہازوں پر لاد کر افریقہ لایا گیا، جہاں

ذی الحجہ کی آخری تاریخون مین قیروان پہنچا، موسیٰ اپنی جمعیت کے ساتھ شہر سے باہر قصر الماس مین فروکش ہوئے، اور اسی قصر مین جشن مسرت منایا، افریقہ کے اعیان و امرا اور معززین عہدہ دار اس مین شرکت کے لیے بلائے گئے، موسیٰ کا لڑکا مروان مغرب اقصیٰ کا والی تھا، وہ بھی آکر شریک ہوا، موسیٰ نے اس مجلس مین تحدیث نعمت کے طور پر ایک تقریر کی، جس مین اس نے کہا:

"آج خداوند تعالیٰ کی تین بڑی نعمتین حاصل ہوئی، ایک امیر المومنین کا نامۂ گرامی ہے جس مین میری خدمات کی تحسین کر کے میرا شکریہ ادا کیا گیا ہے، دوسرے میرے بیٹے عبدالعزیز کا تازہ خط ہے جس مین ان مزید فتوحات کا ذکر ہے جو اندلس مین اس نے حاصل کین، ان دونون نعمتون پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہون،"

یہ سن کر حاضرین مجلس نے کھڑے ہو کر موسیٰ کی خدمت مین مبارکباد پیش کی، موسیٰ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا،

"اور تیسری نعمت کو مین تمھین ابھی دکھاتا ہون"

یہ کہہ کر کھڑے ہوئے، اور پردہ اٹھانے کا حکم دیا، پردہ کا اٹھنا تھا کہ سیکڑون حسین دوشیزاؤن کا ایک جھرمٹ دکھائی دیا، جو بیش قیمت لباسون مین ملبوس، اور زیورات و جواہرات سے آراستہ و پیراستہ ...... چاند کے سامنے کھڑا تھا، اس نظارہ سے لوگون کی نگاہین خیرہ ہو گئین، لیث بن سعد کا قول ہے کہ

"موسیٰ بن نصیر کو قیدیون کی جتنی تعداد حاصل ہوئی اس کی نظیر اسلام مین کہین نہین ملتی"

پھر موسیٰ نے افریقہ سے روانہ ہونے سے پہلے یہان کے امرا و شرفا کے دعیان

ہدایا و تحائف تقسیم کیے ،

روانگی دمشق اس کے بعد یہ قافلہ خشکی کی راہ سے مصر ہو کر دمشق کے لیے روانہ ہوا، مال غنیمت ۱۱۳ بیلوں اور ۳۰ عجلوں پر لادا گیا، موسیٰ کا گذر جس راہ سے ہوتا لوگ عقیدت و تعظیم کے لیے اپنی آنکھیں بچھاتے، اور موسیٰ بھی جابجا اپنی فیاضی سے لوگوں کو انعام و اکرام و عطایا سے سرفراز کرتے جاتے، موسیٰ کی معیت میں عرب و بربر کے ممتاز شرفاء و عمائد، عیاض ابن عقبہ، عبد الجبار بن ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف، مغیرہ بن ابی بردہ، قدرعہ بن ابی مدرک، سلیمان بن سعید اور بربر قبائل بنو کسیلہ و بنو قصدر کے ممتاز قائدین اور جزائر بحر روم، مغرب اقصیٰ اور اندلس کے مختلف خود مختار حکمران شریک سفر تھے،

موسیٰ مصر میں پہنچ کر سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے، اور دوگانہ شکر ادا کیا، پھر بنیۃ عمرو بن مروان میں فروکش ہوئے، اور اشراف مصر کے درمیان بخششیں اور عطایا تقسیم کیے،

مصر سے روانہ ہو کر فلسطین پہنچے، یہاں آل روح بن زنباع کے مہمان ہوئے، اور پھر یہاں سے دمشق روانہ ہو گئے[1]

موسیٰ کے لیے ایک نئی کشمکش ادھر دار الخلافت دمشق میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی، خلیفہ ولید بن عبد الملک بستر مرگ پر پڑا تھا، اور سلیمان بن عبد الملک سریر آرائے سلطنت ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا، سلیمان نے ایک تیز رو قاصد موسیٰ کے پاس بھیجا، کہ وہ اپنے سفر کی رفتار کو سست کر دے، خلیفہ ولید اب مرض میں مبتلا ہے جس سے جانبر نہ ہو سکے گا

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۰۰، تاریخ ابن خلدون (ترجمہ اردو) ص ۱۵، ج ص ۹۲، ۹۳، کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۹۹

اس لیے وہ سلیمان کی تخت نشینی کے بعد دمشق میں داخل ہوں، دوسری طرف خود خلیفہ ولید کا پیام موسیٰ کو ملا کہ وہ سفر کو ان منزلوں میں عجلت سے طے کریں کہ امیر المومنین کی زیارت سے محروم نہ رہ جائیں۔

ورود دمشق اور موسیٰ کا استقبال

موسیٰ کو ان دونوں پیاموں میں سے کسی ایک پر بالقصد عمل کرنا ضرور تھا، انہوں نے دنیا سے قطع نظر کرنے اور دین کا خیر کرنے کا فیصلہ کیا، اور اپنے سفر کی رفتار اور تیز کر دی، مگر پھر بھی دیر سے وہ پہنچے، تاہم ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ اپنے آقا اور ولی نعمت کی زیارت سے محروم نہ رہ جائیں، اور ان کے خدمات کے ثمرات اس کی آنکھوں کے سامنے آ سکیں، چنانچہ وہ ولید کی زندگی ہی میں دمشق میں داخل ہو گئے، اور ولید نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا خیر مقدم کیا، اور اندلس سے جو غنائم آئے تھے ان کے ذخیرہ کو ملاحظہ سے سرفراز فرمایا، جن سے وہ اپنے دربار کی رونق بڑھانا چاہتا تھا، ولید ہی کے سامنے پیش کیے گئے، اور اس نے ان غنائم کے متعلق اپنی منشا کے مطابق احکام صادر کیے، اور جس طور پر تقسیم کرنا چاہا تقسیم کر دیا۔

چنانچہ اندلس کی اس بے کراں دولت کی نمائش دمشق کی جامع مسجد میں کی گئی، موسیٰ نے اس کی نمائش کا خاص اہتمام کیا تھا، انہوں نے [illegible] کو تاج پہنا کر [illegible] ان کے سروں پر شاہی تاج رکھے [illegible] کے امرا [illegible] گھوڑوں [illegible] پہنا کے [illegible] زیورات سے [illegible] اور [illegible] کے سامنے کھڑا کر دیا، پھر خود موسیٰ زرق برق لباس میں [illegible]

کے جلو میں مسجد میں داخل ہوئے، خلیفہ ولید فرط مسرت سے اپنی شدید علالت کے باوجود موسیٰ کے استقبال کے لیے جامع مسجد میں چلا آیا تھا، ولید خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ چکا تھا کہ موسیٰ اپنی جماعت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے، حاضرین مسجد اس نظارہ کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئے، موسیٰ کی تحسین و آفرین سے مسجد کی فضا گونج اٹھی، موسیٰ خلیفہ کے سامنے آئے اور سلام کیا، اور وہ تیس نوجوان جو سلاطین وقت کی ہیئت کذائی میں تھے، ولید کے منبر کے دائیں بائیں ادب سے سر جھکائے کھڑے ہو گئے، یہ منظر ایسا دلکش تھا کہ مسلمانوں کی عظمت و شان کی ایک یادگار بن گیا، ولید حمد و ثنا کے بعد فتح و کامرانی پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے حاصل ہونے پر شکر بجا لایا، پھر اس نے وفور جوش و مسرت میں ایسی .. تقریر کی جو اس سے پہلے کبھی اس کی زبان سے سنی نہیں گئی تھی، جمعہ کا یہ خطبہ اتنا طویل ہو گیا کہ ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں نماز کا وقت نہ فوت ہو جائے، جمعہ کی نماز کے بعد موسیٰ کو اپنے سامنے بلا کر بٹھایا، اور تین بیش بہا مرتبہ شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا،

اس کے بعد مال غنیمت کا انبار ولید کے قدموں پر رکھا گیا، اہل دمشق اس نظارہ سے محو حیرت تھے، زمرد نگار فرش اور مائدہ سلیمانی کو دیکھ کر لعل و جواہر اکٹھا کیے گئے، مختلف نوعیت کا سامان جب علیحدہ علیحدہ ہو گیا تو ان کی تقسیم کی باری آئی، ولید نے اس میں کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے وقف کیا، پھر اپنی مرضی سے جیسے جیسے جس کو دینا چاہا دے دیا، اس موقع پر کچھ [illegible] کی تنخواہ میں بھی اضافہ کیا، ان کو پچاس ہزار اشرفیاں انعام میں دیں، اور [illegible] سرفراز کیا، ان کے لڑکوں کے وظیفے مقرر کیے، اسی طرح ان کے [illegible] موالی کے وظائف علیحدہ مقرر کیے، اس کے بعد موسیٰ نے ان رومی اور اسپینی قائدین اور حکمران خاندانوں کے افراد کو ولید کی خدمت میں پیش کیا، ولید

نے ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کی قدر و منزلت کی خلعتوں سے نوازا، انعامات دیے اور
مستقل وظائف جاری کر دیے، ان مراسم کے بعد یہ مجلس برخاست ہو گئی

یہ مجلس گویا موسیٰ ہی کی قدر افزائی کے لیے منعقد ہوئی تھی، کسی سلطان وقت
کے دربار میں کسی ممتاز سے ممتاز رکن حکومت کی جو بڑی سے بڑی قدر افزائی ہو سکتی تھی،
وہ اس مجلس میں موسیٰ کی کی گئی۔

خلیفہ سلیمان کی برہمی | لیکن اسی پر موسیٰ کے عروج و ترقی کا خاتمہ بھی ہو گیا، موسیٰ کو دمشق آئے ہوئے
چالیس دن گذرے تھے کہ اس کے ولی نعمت خلیفہ ولید کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، موسیٰ کے
سر سے ولید کی سرپرستی کا سایہ اٹھنا تھا کہ اس کی تباہی و بربادی اور ادبار و تنزل کے دن
شروع ہو گئے، ولید کا جانشین اس کا بھائی سلیمان بن عبد الملک ہوا، وہ موسیٰ سے
خار کھائے بیٹھا تھا، جس وقت سلیمان کا قاصد موسیٰ کے پاس سے مایوس کن جواب لیکر
لوٹا تھا، سلیمان نے اسی وقت موسیٰ کو سنگین سے سنگین سزا دینے کی قسم کھا لی تھی، پھر ولید نے جامع مسجد
دمشق میں موسیٰ کی جس طرح قدر افزائی کی، اور جس طور پر مال غنیمت تقسیم کیا، سلیمان کی برہمی
کے لیے یہی کچھ کم نہ تھا، چنانچہ اس نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کو دربار میں طلب
کیا، اور سر دربار ان دونوں میں بڑی تلخ گفتگو ہوئی، سلیمان نے برہمی سے خطاب کیا کہ

"تمہیں مجھ پر جرأت ہو گئی، تم میرے حکم کی خلاف ورزی سے باز نہ آئے، خدا کی
قسم تمہاری تعداد کم کر دوں گا، جمعیت بکھیر دوں گا، اور تمہاری ساری دولت و املاک
کو برباد کر دوں گا"

موسیٰ اپنے عہد کے محترم شیوخ میں سے تھے، وہ دلائل کے ساتھ عذر خواہ ہوئے کہ

"امیر المومنین! میری خطا سوا اس کے کوئی اور نہیں کہ آپ کے پیشرو خلیفہ کے حکم

کی تعمیل کی، ۔۔۔ باقی رہا مجھے ذلیل و رسوا کرنا، جمعیت کو تباہ و برباد کرنا، دولت کا چھین لیا جانا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اور اسی کی طرف لوٹنا ہے، وہی ہے جس نے مجھ پر اپنی نعمتوں کا احسان فرمایا، میں اسی سے استعانت کرتا ہوں، اور امیر المومنین کے عتاب سے بچنے کے لیے اسکی پناہ ڈھونڈھتا ہوں۔"

ظاہر ہے کہ موسیٰ کا یہ جواب سلیمان کے غصہ کو فرو کرنے کے بجائے بڑھانے والا تھا، اس کے بعد ایک دوسری تیز و تند گفتگو ان دونوں میں ہوئی، سلیمان نے افریقہ، مغرب و اندلس کے نظم و نسق کے متعلق موسیٰ سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ انکا ایک لڑکا عبد اللہ شمالی افریقہ کا والی ہے، دوسرا مروان سنہ، مغرب اقصیٰ کا، اور تیسرا عبد العزیز اندلس کی ولایت پر مامور ہے۔ اس پر سلیمان نے طنز سے کہا "اب تو تم بہت معزز ہو گئے"، موسیٰ کو یہ طنز بھی ناگوار گذرا، اسی انداز میں انھوں نے جواب دیا، انہی لڑکوں نے ان مقامات کو اپنی قوت و بازو سے زیر نگین کیا ہے یہ کچھ کم باعث اعزاز نہیں، پھر امیر المومنین مجھ سے زیادہ کون معزز ہے"۔ سلیمان اس جواب سے بر افروختہ ہوا، اور غضب آلود لہجہ میں پوچھا:۔

"اور امیر المومنین تم سے زیادہ معزز ہیں"؟

اب موسیٰ کو ہوش آیا۔ انھوں نے عاجزی سے کہا،

"امیر المومنین کی وہ شان ہے، جس سے بلند کوئی دوسری شان نہیں، ارکان حکومت کی سب شانیں خواہ کتنی ہی بلند ہو جائیں، امیر المومنین کی شان سے پست ہی رہیں گی، بلند سے بلند شان امیر المومنین ہی کے توسط اور فرمان خلافت سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

لیکن اس عاجزانہ جواب سے سلیمان کا دل نرم نہیں ہوا، اس نے فرط غضب ا

میں موسیٰ کو چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا، ان کے جسم کا بال بال عرق آلود ہو گیا، جب تپش برداشت نہ کر سکے تو بیہوش ہو کر گر پڑے، یہ تھا اس جلیل القدر قائد اسلام کا حشر جس نے افریقہ سے فرانس کی سرحد تک کے علاقہ کو اسلام کے زیر نگین کر دیا تھا، اور ایسے کارنامے انجام دیے تھے جو اسلام کی تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اس مجلس میں تشریف فرما تھے، وہ موسیٰ کی جلالت قدر سے آگاہ تھے، سلیمان کی غضب آلود نگاہیں اب تک ان سے چار نہیں ہوئی تھیں، وہ کرب اور بےچینی میں مبتلا رہے، فرماتے ہیں "مجھ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گذرا، اور نہ اس سے زیادہ کرب میں نے کسی دن اٹھایا" جب سلیمان ان کی طرف متوجہ ہوا تو انھیں لب کشائی کی جرأت ہوئی، سفارش پیش کی، سلیمان کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو چکا تھا، ضمانت پر رہا کرنا چاہا، یزید بن مہلب نے ان کی ضمانت قبول کر لی، اور موسیٰ کو اسی وقت تمام ولایتوں سے معزولی کا فرمان سنا دیا گیا،

موسیٰ کی زندگی کی تباہی و بربادی

موسیٰ کی قسمت انھیں منزل کی طرف تیزی سے لیے جا رہی تھی، اس غریب آفت زدہ کو اب کوئی نہیں بچا سکتا تھا، وہ جاہ و حشم میں ممتاز ترین امرائے دولت میں سے تھے، سلیمان کے دور خلافت میں انکی دولت حشمت کا باقی رہنا ناممکنات میں سے تھا، اور نہ اب افریقہ سے اسپین تک کا علاقہ انکے خاندان کے زیر حکومت رہ سکتا تھا، چنانچہ موسیٰ پر خیانت کا فرضی الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا، سوتیا مجموعہ ہزار پلٹے، اور تین لاکھ دینار ان پر جرمانہ کیا گیا، موسیٰ نے اپنی ساری املاک کو جدا کر کے ایک لاکھ دینار ادا کیے، اور نوبت یہاں تک آئی کہ بقیہ رقم کیلیے بنو لخم اور بنو قیس کے دوست معززین کے سامنے دست سوال پھیلا دیا، لیکن پھر سلیمان نے یزید بن مہلب کی سفارش سے باقی ماندہ جرمانہ معاف کر دیا،

اب وہ ایک ستم زدہ مفلس شہری تھے، خدم و حشم اور موالی سب رخصت ہو چکے تھے

صرف ایک غلام نے اپنے آقا کا ساتھ نہ چھوڑا، موسیٰ کی زندگی کے جو چند دن باقی رہ گئے تھے ان میں وہ ان کے ساتھ رہا،

سلیمان نے موسیٰ سے انتقام لینے کے بعد ان کے صاحبزادوں کو بھی تمام ولایتوں سے معزول کر دیا، اور اندلس کے والی عبدالعزیز بن موسیٰ کا سانحۂ قتل پیش آیا جس کی تفصیل آگے آئے گی،

وفات موسیٰ سنہ ۹۷ھ میں حج کا فریضہ ادا کرنے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وادی القریٰ میں بیمار پڑے، سلیمان بھی اپنے خدم و حشم کے ساتھ حج کے لیے دمشق سے نکلا تھا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بھی اسی قافلہ کے ساتھ تھے، انھوں نے قافلہ والوں کو اپنی وفات سے ایک دن پہلے کہا، "کل ایک ایسا شخص اس دنیا سے کوچ کریگا جس کا نام اور کارنامہ مشرق و مغرب میں گونج رہا ہے" یہ سلیمان کی محفل کے لیے موسیٰ کا آخری معنی خیز جواب تھا۔

چنانچہ یہ بیماری مرض الموت ثابت ہوئی دوسرے دن ۸۰ برس کی عمر میں ماہ ذی الحجہ سنہ ۹۷ھ میں انھوں نے اس دنیا کو الوداع کہا،

موسیٰ اکابر صحابہؓ کی صحبت کا فیض اٹھائے تھے، زہد و ورع اور فضل و کمال سے متصف تھے، حدیث کی روایت کا سلسلہ بھی جاری تھا، بلاشبہ آج بھی ان کے کارناموں کو مشرق و مغرب کی تاریخ کے صفحات میں نمایاں امتیاز حاصل ہے،

خلیفہ سلیمان کے ہاتھوں موسیٰ کی طرح طارق کی زندگی کی گمنامی موسیٰ کے عتاب میں آجانے کے بعد اندلس کی ولایت کے لیے سلیمان کی توجہ طارق کی طرف مبذول ہوئی، سلیمان نے مغیث سے رائے لی، مغیث کو طارق سے جداگانہ شکایت تھی، اس نے دو ہی جملہ میں کہا، "طارق کو اندلس میں ایسی مقبولیت حاصل ہے کہ اگر وہ قبلہ رخ کو چھوڑ کر کسی اور سمت کی طرف نماز پڑھے

کا حکم دے تو لوگ امتثال امر کے لیے تیار ہو جائیں گے"

سلیمان نے طارق کی محبوبیت کا حال سن کر اپنا خیال بدل دیا، پھر طارق کی پوری زندگی گمنامی میں گذر گئی، یہاں تک کہ اس کی وفات کا سال بھی مورخین کو معلوم نہ ہو سکا۔ طارق اگرچہ اندلس میں دوبارہ نہیں آیا لیکن طارق اور مغیث دونوں کی اولادیں اندلس میں پھیلیں، اور وہاں کے ذی حیثیت لوگوں میں شمار کی گئیں[1]

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۲۹، ۱۲۹، ۱۳۰ تا ۱۳۵، ج ۲ ص ۵۵، ۶۶۔ ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۳ و ۲۳۴ تا ۲۴۴، ابن خلکان ج ۳ ص ۱۰ ترجمہ موسیٰ، شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۱۲ حوادث ۹۶ھ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۴۶ تا ۸۴، فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۱، ۲۳۲، اخبار مجموعہ فی فتح الاندلس ص ۴ تا ۱۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۷، دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۴۹، البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۴۵، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۳۱، موسیٰ کے ورود اندلس سے ان کی وفات تک کی سرگذشت میں غیر معمولی اختلافات ہیں، ان پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، ہم نے صحت سے جو کچھ قریب تر نظر آیا اسی پہلو کو مذکورۂ بالا ماخذ میں اختلافات سے دامن بچا کر اختصار کے ساتھ اخذ کر لیا ہے، کہ اس مختصر سلسلۂ تاریخ اسلام میں نہ تفصیلات کی گنجائش تھی اور نہ اختلافات پر غائر نظر ڈالنے کا موقع حاصل تھا،

عبدالعزیز بن موسیٰ والیٔ اندلس

۹۵ھ — ۹۷ھ
۷۱۴ء — ۷۱۵ء

کشوری حکومت

عبدالعزیز اندلس کا وہ پہلا حکمران ہے جس نے یہاں کے اسلامی دور میں کشوری نظام حکومت کی بنیاد ڈالی. لڑائیوں کے ہیبتناک اثرات کو دور کیا، ملک میں امن، سکون، اور اطمینان کے لائق ماحول پیدا کیا، رعایا کی بہبودی کے وسائل اختیار کیے، خصوصاً عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، حکومت کا نظم ونسق چلانے کے لیے ایک مجلس شوریٰ بنائی، محاصل کی وصولی کے لیے محصل نامزد کیے، دیوانی اور فوجداری مقدموں کے لیے قاضی مقرر کیے، عیسائیوں کے مقدموں کو ان کے مذہب کے مطابق فیصل کرنے کا رواج دیا، کاشتکاروں کو زراعت کی ترغیب دی، زرخیزی وخوشحالی بڑھانے کے وسیلے اختیار کیے، ملک میں جابجا فوجی چوکیاں اور قلعے تعمیر کرائے، ان انتظامات سے تجارتی کاروبار جاری ہوا، اور تاجروں کے قافلے تجارت کا مال لیکر ایک شہر سے دوسرے شہر کو آنے جانے لگے۔

نیم خودمختار عیسائی سلطنت

اس نے انتظام حکومت کے لیے مفتوحہ حصہ ملک کو الگ الگ صوبوں میں تقسیم کیا، ان کے والی نامزد کیے، اور شہروں کے عاملوں کو ان کی جگہ پر برقرار رکھا، صوبوں کے انتظام کے سلسلہ میں تھیوڈومر کا معاملہ بھی سامنے آیا، اس زمانہ میں وہ اندلس کے عیسائیوں کا گویا مرکز اتحاد بن گیا تھا، "تدمیر" کی فتح کے موقع پر اس نے آسان شرطوں

پر اسلامی لشکر سے امان طلب کر لی تھی، نئے انتظام کے موقع پر نئے سرے سے اس کے معاملہ پر غور کیا گیا، عبدالعزیز نے فراخ دلی سے پچھلے معاہدہ کی پابندی کی، اور اس موقع پر طرفین میں تحریری معاہدہ عمل میں آیا جس کے رو سے صوبہ مرسیہ کو اسلامی حکومت کی سیادت میں رکھ کر اس کی حکمرانی میں دیدیا گیا۔[1]

فتوحات

عبدالعزیز نے کشوری نظام کو قائم کرنے کے علاوہ اندلس کے غیر مفتوحہ علاقوں میں فوجی پیش قدمیاں بھی جاری رکھیں، چنانچہ مختلف مقامات میں فوجیں بھیجیں، اور وہ جزیرہ نما کا وسطی و جنوبی علاقہ لوسیتانیا اور شمالی و مشرقی علاقہ میں [illegible] کے علاقے اسلامی حدود حکومت میں داخل ہوئے، اور بعض شہر دوبارہ باغی ہو گئے، ان کو فتح کیا، پھر شمال مغرب میں اپنی بحری پیش قدمیاں جاری رکھیں، کبھی کشتی دستوں کو بھیجا، اور کبھی خود فوج لے کر جاتا تھا، چنانچہ عرب مورخین لکھتے ہیں کہ

> اس کی حکومت کے دوران اندلس کے بہت سے شہر فتح ہوئے، اور اس کے حسن تدبیر سے اندلس میں اسلامی سطوت و عظمت کا سکہ جم گیا۔[2]

سلیمان بن عبدالملک کی سازش عبدالعزیز کے خلاف

لیکن عبدالعزیز کو اندلس پر حکمرانی کا زیادہ موقع نہ مل سکا، کیونکہ بدقسمتی سے وہ خلیفہ سلیمان کے معتوب جنرل موسیٰ کا لڑکا تھا، جیسا کہ گذر چکا ہے موسیٰ نے افریقہ، مغرب اور اندلس کو اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا، اب خلیفہ سلیمان موسیٰ کے لڑکوں کو ایسے وسیع خطوں پر حکمران نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن اپنے وعدہ [illegible] کے والد کو جو دمشق سے باہر ہونے بغیر کسی ظاہری سبب کے [illegible] تھا

[1] (۱) [illegible] ہسٹری آف اسپین ج ۱ ص ۲۱، (۲) اسپین [illegible]، (۳) اخبار اندلس ج ۱ ص ۲۹۱، ۲۱۲

[2] نفح الطیب مقری ج ۱ ص [illegible]، (۲) اخبار مجموعہ ص [illegible]، (۳) اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۷۲

خصوصاً جبکہ موسیٰ سے سلیمان کے عناد کی خبر اسلامی دنیا میں پھیل چکی تھی، اس لیے اس نے افریقہ
و اندلس کے مختار سرداروں سے جو اس کے آدمی تھے سازش کر کے دونوں بیٹوں کو خفیہ دشمنوں سے قتل کرانے کا فیصلہ
کیا، اور ہر جگہ ان کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، اندلس میں عبدالعزیز کے قتل کے لیے اس نے
پانچ عرب سرداروں سے سازش کی تھی جن میں سے حبیب بن ابی عبیدہ فہری اور زیاد بن
نابغہ تمیمی کے نام معلوم ہیں۔

عبدالعزیز کے خلاف اندلس میں اشتعال انگیزی

ان عرب سرداروں کو عبدالعزیز کے خلاف مسلمانان اندلس کو برانگیختہ کرنے کا ایک حیلہ ہاتھ آ گیا، اتفاق سے اسپین کے
سابق شہنشاہ راڈرک کی ملکہ ایجیلونا عبدالعزیز کے محل میں آ گئی، اس نے اسلامی حملہ کے وقت
اپنی جان و مال کی بخشش کے بدلے میں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی تھی، اور اس کے اعزاز
واکرام اور دولت و ثروت کو زوال نہ آیا تھا، نیز وہ اپنی آئندہ زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے
عیسائی مذہب پر قائم رہ کر عبدالعزیز امیر اندلس کے عقد نکاح میں داخل ہو گئی تھی، اس کے
بطن سے عبدالعزیز کا بچہ عاصم پیدا ہوا تھا، اور عرب مورخین نے ایجیلونا کو ام عاصم کی کنیت
سے یاد کیا ہے،

ملکہ ایجیلونا میں شباب کی رعنائیاں تھیں، عبدالعزیز اس کے حسن وجمال پر فریفتہ تھا،
اور اشبیلیہ سے باہر کلیسا کے ربینہ میں اس کے ساتھ سکونت پذیر تھا، مخالفین نے پہلے اندلس
میں ان دونوں کی محبت کی داستان کی خوب تشہیر کی، پھر دو واقعوں کو مبالغہ کے ساتھ
بڑی شہرت دے کر عبدالعزیز کے عیسائی ہو جانے کی افواہ پھیلائی گئی،

ایک واقعہ سادہ طور پر یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایجیلونا نے عبدالعزیز سے کہا کہ جب تک
سلاطین کے سر پر تاج نہ ہو، وہ بادشاہ معلوم نہیں ہوتے، میرے پاس جواہرات موجود

تمھارے لئے ان جواہرات سے مرصع ایک طلائی تاج کیوں نہ تیار کردوں عبدالعزیز نے جواب میں کہا کہ یہ اس کے مذہب میں روا نہیں ہے، لیکن ایجیلونا اس پر حاوی ہو چکی تھی، اس نے اس کو خلوت میں بیٹھ کر تاج اپنے سامنے پہننے پر راضی کر لیا، چنانچہ اس نے ایک تاج بنا کر خود اپنے ہاتھوں سے اس کے سر پر رکھا اور وہ اس کو خوش کرنے کے لئے محل میں اس کے سامنے پہنا کرتا تھا،

اتفاق کی بات ایک مرتبہ زیاد بن نابغہ تمیمی کی بیوی کسی تقریب سے محل میں گئی اس نے عبدالعزیز کے سر پر اس زرنگار تاج کو دیکھ لیا، اور واپس آکر نابغہ سے اس کا تذکرہ کیا، نابغہ نے اس کو مبالغہ کے ساتھ فوج کے افسروں میں مشہور کر دیا،

دوسرا واقعہ یہ کہا جاتا ہے کہ ملکہ نے عبدالعزیز سے تعجب سے پوچھا کہ حکومت کے امراء جو عہدہ دار دربار میں آتے ہیں تو شاہی آداب بجا نہیں لاتے، ہمارے یہاں جو لوگ دربار میں آتے تھے، وہ رسم کے مطابق شاہ اندلس کو سجدہ کرتے تھے، عبدالعزیز نے سمجھایا کہ اسلام میں خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، مگر یہ بات بھی اس کے دل میں نہ اتر سکی، عبدالعزیز وارفتہ تو تھا ہی، اس نے اس کی دلدہی کے لئے اس محل کے دروازہ کو اتنا چھوٹا کر دیا کہ لوگوں کو گردن جھکا کر داخل ہونا پڑتا تھا، اس طرح ایجیلونا کے دل کی کچھ آرزو پوری ہو گئی،

حادثۂ قتل | یہ روایتیں اپنی جگہ صحیح ہوں یا غلط لیکن بڑی تیزی سے فوج میں پھیلائی گئیں، اور خصوصاً اس کے عیسائی ہو جانے کی عام شہرت ہوئی، چنانچہ فوج کے ایک خاص دستہ میں جس کا قائد دربار حکومت کے متمدین میں سے تھا، عبدالعزیز کے

خلاف سخت ہیجان پیدا ہوا، چنانچہ ایک دن جب کہ وہ صبح کی نماز اس مسجد مین جس کو کلیسا سے ربینہ کے پہلو مین اُس نے تعمیر کرایا تھا، پڑھ رہا تھا، اور سورۂ فاتحہ ختم کرکے سورۂ واقعہ کی قرأت شروع کی تھی کہ سازش کنندہ بیک وقت تلوارین سونت کر آگے بڑھے اور اُس کے سر کو تن سے جدا کردیا، یہ حادثہ ماہ رجب ۹۷ھ مطابق مارچ ۷۱۶ء مین پیش آیا،

حبیب بن ابی عبیدہ نے اس کے سر کو سلیمان کے پاس دمشق بھیج دیا، سلیمان نے موسیٰ کو بلا بھیجا، اور مقتول کے سر کو طشت مین رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا، اس پر نظر پڑتے ہی موسیٰ کے دل و جگر پر ایک قیامت گذر گئی، اُس نے اپنے آنسو ضبط کئے، اور کہا:-

"اس کو جام شہادت نوش کرنا مبارک ہو، خدا کی قسم یہ قائم اللیل وصائم النہار تھا"

ابن اثیر کہتا ہے:-

"عبد العزیز کے قتل کے واقعہ کو سلیمان کی لغزشون مین سے ایک لغزش شمار کیا جاتا ہے" [۱]

[۱] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۱۳ المجموعہ اخبار اندلس ص ۲۴، ۲۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۳۱، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۵۱، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۴، مجموعۂ اخبار اندلس (ص ۲۳) مین عبد العزیز کے قتل کا ذمہ دار انہی عرب سردارون کو قرار دیا گیا، مگر سلیمان کے دامن کو اس سے محفوظ رکھا گیا ہے چنانچہ روایت ہے کہ سلیمان نے قاتلون کو گرفتار کرایا تھا اور مقدمہ کی تفتیش جاری تھی کہ اس کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد عبد اللہ اور بدوا ہے

ر نریک قتل کے بعد سے مشرق میں دولت بنو امیہ کے
ندلس کے ولاۃ کبھی دمشق سے براہ راست نامزد ہو کر آتے، کبھی افریقہ
، اور کبھی اندلس کے سرداران قبائل اپنی طرف سے
فریقہ یا دمشق سے آجاتی تو وہ اپنے منصب پر برقرار
ر ہو کر آجاتا تو یہ عارضی گورنر اپنے منصب سے سبکدوش
ر کسی متولی نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لے لی، اور
، میں جنگ آزمائی کے بعد کوئی فیصلہ کن صورت
جب عبد العزیز کے قتل کے بعد اندلس چند دنوں
سلمانان اندلس نے اتفاق رائے سے موسیٰ بن نصیر
بماہ ذی الحجہ ۹۷ھ مطابق اگست ۷۱۶ء (مجموعہ ص ۲۲)

ب بڑے دیندار اور صالحین میں شمار کیے جاتے تھے
ندلس کے پایۂ تخت کا اشبیلیہ سے قرطبہ آنا ہے، ایوب

یر نے حر بن عبد الرحمٰن کو ولایت اندلس پر مامور کرتے ہوئے
ا کو موقع نہ مل سکا، ہو سکتا ہے کہ ضابطہ کے طور پر قاتل گرفتار
ں ورنہ اس منفرد روایت سے ابن القوطیہ ابن عذاری اور
جا سکتی، خصوصاً جب کہ ابن یزید کے ہاتھوں عبد اللہ بن
ے اور بعض قتل کیے گئے تھے، اس کے سپرد اس مقدمہ کی تفتیش
عبد العزیز کے خون کے دھبہ سے سلیمان کے دامن کو محفوظ نہیں

ابن حبیب لخمی کو قرطبہ سے ایک خاص قسم کا دلی تعلق تھا، اس نے مناسب سمجھا کہ اندلس کے پایۂ تخت کو مستقل طور پر اشبیلیہ سے قرطبہ میں لے آئے، چنانچہ اُس نے مسلمانانِ اندلس کے مشورہ سے قرطبہ کو اندلس کا پایۂ تخت قرار دیا اور وہین سکونت پذیر ہوگیا،

حکومت کا نظم ونسق | ایوب بن حبیب نے بڑی ہوشمندی سے حکومت کی عنان سنبھالی اور ملک پر اقتدار حاصل کرنے اور نظم ونسق قائم کرنے کے لئے سارے ملک کا دورہ کیا، جہان جہان بے عنوانیان دیکھین اُن کی اصلاح کی، ضرورت کے مطابق مختلف شہرون کے حاکمون مین ردو بدل کیا، کاشتکارون کو زراعت کی ترغیب دی، مظلومون کی دادرسی کی، شہرون کی فصیل درست کرائی، جہان عیسائیون کی تعداد زیادہ نظر آئی اور مصلحت کا تقاضا ہوا وہان مسلمانون اور یہودیون کو بسایا، اور عیسائی سلطنت کی سرحدون پر قلعون کو استحکام بخشا،

جدید والی کا تقرر | ایوب کو زمام حکومت سنبھالے ہوئے چھ مہینے گذرے تھے کہ دوسرا نامزد والی آگیا، اگر ایوب بن حبیب برسر اقتدار رہ جاتے تو اندلس کو غیر معمولی فائدہ پہنچتا، لیکن ارباب اقتدار موسیٰ بن نصیر کے عزیز اور لخمی خانوادہ کے کسی فرد کو اندلس میں برسراقتدار دیکھنا پسند نہ کرسکے، اس لئے دربارِ خلافت سے اُن کی ولایت کی تصدیق نہ ہوسکی اور عبداللہ بن یزید نے جس کو خلیفہ سلیمان نے عبداللہ بن موسیٰ بن نصیر کے قتل کے بعد افریقہ کا والی بنایا تھا، اندلس کی ولایت کے لئے حر بن عبداللہ ثقفی کو مامور کیا، جس نے اندلس کی حکومت کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے لی۔[1]

لہ ابن قوطیہ ص ۱۲، مقری جلد ۲ ص ۷، ۵ مجموعہ ص ۲۳ واخبار اندلس ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۱، ۲

نفح الطیب میں ایوب کو ابو ایوب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

حُر بن عبد الرحمن ثقفی

۹۸ھ - ۱۰۰ھ
۷۱۶ء - ۷۱۸ء

حُر[1] بن عبد الرحمن ثقفی ۹۸ھ (۷۱۶ء) میں اندلس آیا، لیکن افسوس ہے کہ وہ ایک کامیاب حکمران ثابت نہ ہو سکا، اس نے ایسا طرزِ عمل اختیار کیا کہ لوگ اس سے بد دل ہو کر کنارہ کش ہوتے گئے، اور رفتہ رفتہ اس کے طرزِ حکومت سے عیسائی، مسلمان عوام، اور حکومت کے عام عمّال اس سے نالان ہو گئے، اور اس کی سخت گیریوں سے گھبرا کر اس سے گلو خلاصی کے خواہشمند نظر آنے لگے،

اندلس میں عیسائی حکومت کی داغ بیل

یہ دور اندلس میں دولتِ اسلامیہ کی اولین بنا و تاسیس کا تھا، اس دور میں ملک میں عام طور پر بد دلی اور حکومت کے نظم و نسق میں ابتری کا پھیلنا اسلامی حکومت کے حق میں نہایت تباہ کن ثابت ہوا، ملک کے شکست خوردہ عیسائیوں کو اپنی تنظیم کر کے اپنی قوت فراہم کرنے کا موقع مل گیا، اور پھر اندلس کی اسلامی حکومت سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا، چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کے مقبوضہ اور آباد علاقوں سے بہت دور ایک ایسے خطہ کو اپنے مرکز کے لئے منتخب کیا، جس کا جغرافی و قدرتی ماحول اُن کے لئے نہایت سازگار تھا اور وہ اس خطہ میں آسانی سے قلعہ بند ہو سکتے تھے،

[1] الکامل ابن اثیر (ج ۵ ص ۱۴۱) میں اس کا نام حُر کے بجائے حرب چھپا ہے، مگر دوسری تاریخوں میں حُر ہی سے موسوم ہے، اس لئے یہی نام اختیار کیا گیا،

اندلس کے صوبہ استوراس کا ایک حصہ موسیٰ کی فتوحات میں شامل ہوا تھا لیکن فتح
کی تکمیل نہ ہو سکی تھی کہ فرمانِ حکومت کے بموجب موسیٰ اس مہم کو ناتمام چھوڑ کر واپس چلے
گئے تھے، اور یہاں مسلمانوں کی کوئی آبادی بھی بسائی نہ جا سکی تھی عبدالعزیز کے واقعہ قتل، اور
حر کے دورِ حکومت میں جب اندلس کے حالات میں انتشار پیدا ہوا، تو کچھ عیسائی اسلامی
اندلس سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں چلے گئے، اور یہاں کی پہاڑیوں کی قدرتی قلعہ بندیوں ا
...... کھوؤں سے فائدہ اٹھا کر عیسائیوں کی تنظیم شروع کر دی، چنانچہ اسی زمانہ میں
راڈرک کی فوج کا ایک آزمودہ کار گاتھک افسر پلایو (Pelayo) بھی اس علاقہ میں
چلا آیا، وہ عیسائی مورخین کے بیان کے مطابق گاتھ کے شاہی خاندان سے تھا، لیکن یہ
بیان قرینِ قیاس نہیں ہے، عرب مورخین میں سے مقری نے کسی قدر تفصیل سے اس کا
تذکرہ کیا ہے، اس کا بیان ہے کہ استورقہ (استریاس) کا باشندہ تھا، مسلمان استورقہ
کی فتح کے بعد یہاں امن وامان قائم رکھنے کی ضمانت میں اس کو بطور یرغمال اپنے ساتھ
لائے تھے، حر کے زمانہ میں جب اسلامی اندلس میں بدنظمی پیدا ہوئی تو وہ موقع پاکر ۹۸ھ
میں اسلامی اندلس سے بھاگ کر وہاں چلا گیا، صرف تین سو عیسائیوں کی ایک جماعت
تیار کی، اور اس مختصر جمعیت کے ساتھ ایک پہاڑ کی کھوہ میں جس کا نام کوواڈونگا
(Couadonga) تھا، اور جس کو عربوں نے صخرہ بلائی کہا ہے، پناہ گزین ہوا
اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیوں اور عیسائیوں کی مستحکم تنظیم میں مصروف ہو گیا،
یہ لوگ مچھلیاں پکڑ کر کھا لیتے تھے، اور اپنی تعداد میں روز بروز اضافہ کرتے گئے، رفتہ رفتہ
ان کے اجتماع کی خبر اندلس کے عیسائیوں میں پھیلی، اور عیسائی مذہبی جوش و خروش
سے سرشار اس علاقہ میں یکجا ہوتے گئے، پھر کلیساؤں کے مغرور پادری بھی اپنی کلیسائی

تبرکات اپنے ساتھ لئے یہان آپہنچے، اور یہ علاقہ اندلس مین [illegible] باخاصہ آزاد مرکز بن گیا،

لیکن اسلامی حکومت نے اندلس کے عیسائیون مین مرکزیت [illegible] آجو اس علاقہ کے بنجر اور کوہستانی ہونے کی وجہ سے ادھر بہت کم توجہ کی، انھون نے اندلس کے زرخیز علاقون کو چھوڑکر ایسے غیرآباد علاقون پر وقت صرف کرنے کو اہمیت نہ دی، اگر کبھی کوئی بھولا بھٹکا اسلامی دستۂ فوج ادھر آنکلا تو یہ لوگ میدان کی جھونپڑیون کو خالی چھوڑکر پہاڑون کی کھو مین جا چھپے، اس لئے اُن لوگون کو مسلمانون کی بےخبری مین ترقی کرنے کا پورا موقع ملا، یہانتک کہ انھون نے پلایو کی سرداری مین اچھی خاصی جمعیت فراہم کرلی، اور آس پاس کی دیہی آبادی کے عیسائی اس کے علم کے نیچے جمع ہوگئے، عیسائیون کے اجتماع کی خبر سُن کر اس علاقہ کے مسلمان والی نے اُن کو منتشر کرنے کے لئے فوجکشی کی، اسلامی لشکر آسانی سے کوہستانی سلسلہ کو عبور کرکے وادی مین پہنچ گیا، پلایو، پہاڑیون کی کمین گاہون مین چھپا بیٹھا تھا، اسلامی لشکر نے جیسے ہی پہاڑی سلسلہ کو طے کیا یہ لوگ اوپر کی کمین گاہون سے نکل آئے، دوسری سمت ایک دریا بہتا تھا مسلمانون کے لئے اُدھر بڑھنے کا موقع نہ تھا، پلایو کے ساتھیون نے تیر کی بارش شروع کی، بہت سے مسلمان مارے گئے، اور جو بچے وہ جان بچاکر واپس چلے آئے،

عیسائی مورخین اس لڑائی کو حکومت آسٹریاس کے قیام کے لئے بنیادی لڑائی قرار دیتے ہین، اسی کے بعد پلایو کی تخت نشینی کی رسم انجام پائی، اور وہ اندلس کی اس نوزائیدہ عیسائی سلطنت کا پہلا فرمانروا قرار پایا، جس نے آگے چل کر طرح طرح کے انقلابات کے بعد ترقی کرتے کرتے اندلس سے اسلامی سلطنت

کا خاتمہ کیا، مسٹر ہنری ایڈورڈ وٹیز لکھتے ہین،

" مہاجرین نے پلایو یا پلایوس کو اس لئے لیڈر نہین بنایا کہ اس کی رگون مین گاتھ کے شاہی خاندان کا خون دوڑ رہا تھا، بلکہ اس لئے انتخاب کیا کہ وہ اس ذمہ داری کے اٹھانے کے لئے موزون ترین شخص تھا، ...... پلایو نے اپنا صدر مقام "کانگس ڈی اونس" کو قرار دیا ....

پلایو کے متعلق بجز اس کے کہ وہ اپنی نوزائیدہ سلطنت کی زندگی کے لئے لڑا اور ۷۱۸ء مین کوادونگا کی مشہور لڑائی کو جیتا کہ بہت کم واقفیت ہے، کوڈونگا کے معرکہ مین جس کو عربون پر عیسائیون کے فتح حاصل کرنے مین پہلا محاذ بننے کا شرف حاصل ہے، ایک ایسی فتح حاصل ہوئی جس نے دنیا کو عیسائیت کے تن بے جان مین روح کے پیدا کرنے کی امید دلائی، عربون نے جنھون نے اب تک اس پہاڑی علاقہ کو نظر انداز کر دیا تھا کہ وہ فتح کیے جانے کے لائق نہ تھا، پلایو کے خروج کی خبر سنکر علقمہ کی سرکردگی مین ایک مہم بھیجی، علقمہ مرتد بشپ اپاش (Oppas) کی رہنمائی میں روانہ ہوا، تاکہ وہ پلایو کو پسپا کرے، جو ایک کھولا کیواڈی انسیوا (Hacuebade Anseaa) مین ایک چھوٹے دریا موسومہ "ریو بینو" (Rio Buena) کے اوپر تھا، ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ صرف یہی علاقہ" اس عیسائی رہبر کے حلقۂ اثر مین نہ تھا کیونکہ اس مین تین سو آدمیون سے زیادہ ٹھہرنے کی جگہ نہ تھی[۱] عرب فوج نے پہاڑیون کو عبور کیا، اور یہ لوگ نیچے اتر کر اس طرف بڑھے جہان پلایو کا مختصر دستہ محاصرہ کیے بیٹھا تھا، اور انھین ایک تنگ راستہ

۱ - عرب مورخین پلایو کے متبعین کی صحیح تعداد تین ہی سو لکھتے ہین، اسلئے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کا اصل خفیہ ٹھکانا یہی تھا

مدی سے چٹانون اور پتھرون کی بوچھارون کا، سامنا کرنا پڑا،
بتری پیدا ہوئی، پلایو اپنی کمین گاہ سے نکل آیا، اور علقمہ اور ایک
سو سپاہیون کو وہین کھیت کر دیا، اور منبوسہ ہزار سے زیادہ
رق ہوگئے، ۵، ہزار تین سو سپاہیون نے بھاگ کر فرانس مین
مغلوب کر لئے گئے،

استان کو امیر حمزہ سے زیادہ باوقعت نہین، یہ سب کا سب لغو
افسانہ ہے، عیسائی مورخین نے جس واقعہ کو ایسے طمطراق سے
ح مقری کے لفظون مین پڑھئے، وہ لکھتا ہے:-
بادہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے منتشر
ن کے غلبہ کے بعد جمع کیا، وہ ایک نابکار (سے علجے) بلائی
رلش کا رہنے والا تھا، اور وہ اپنے شہر والون کی طرف سے
رکھنے کی ضمانت مین یرغمال بن کر قرطبہ آیا تھا، وہ حر بن عبد الرحمن
، قرطبہ سے بھاگ گیا، اور سال فتح کے چھٹے سال جب کہ
یون نے اس کے ساتھ ل کر حر بن عبد الرحمن کے نائب
ج کیا، اور اس نائب کو نکال دیا، اور شہرون پر قبضہ کر لیا
نے قبضہ مین رہے؛[۱]

ر تریخ ج ۲ ص ۲۳ تا ۲۵، نفح الطیب ج ۲ ص ۱۲، ۱۵، اخبار الاندلس جلد اول ص ۱۴۳
اندلس مین بھی غیر معمولی مبالغہ ہے یہ واقعہ نقل ہوا ہے، اس کے وقوع کا جو زمانہ بتایا گیا
بیان سے مختلف ہے، کیونکہ مقری اور ڈوزی کا تعین کردہ زمانہ مل جاتا ہے، اسی کو اختیار
کیا گیا،

واقعہ کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہیں اس کا مآل اسی قدر نکلتا ہے کہ اس زمانہ میں حکومت اسٹریا کی بنیاد قائم ہو گئی جس کے حدود حکومت بقول مسٹر اسکاٹ ابتداءً پانچ میل لمبے اور تین میل چوڑے قطعۂ زمین میں محدود رہے؛[1]

حر کی واپسی کا مطالبہ اور معزولی

حر بن عبد الرحمٰن کے طرزِ حکومت سے اندلس کے باشندے خوش نہ تھے، انھوں نے اس کے معزول کئے جانے کی درخواست دمشق بھیجی، وہاں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، انھوں نے اہلِ اندلس کی درخواست منظور کر لی، اور ایک ایسے تجربہ کار مدبر شخص کو اس عہدہ کے لئے منتخب کیا، جس کا تعلق افریقیہ و مغرب سے رہ چکا تھا، چنانچہ سمح بن مالک خولانی نے ماہ رمضان سنہ ۱۰۰ھ میں اندلس پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لی؛[2]

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۳۴۵ [2] ابن القوطیہ ص ۱۲، مقری جلد ۲ ص ۵۹، مجموعہ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۱۴، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۱۵۵۔

سمح بن مالک خولانی (۵)

۱۰۰ھ - ۱۰۲ھ
۷۱۸ء - ۷۲۰ء

سیرت وکردار | سمح بن مالک خولانی افریقہ کے سپہ سالار تھے، وہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ میں افریقہ کا سالانہ خراج لے کر دمشق گئے تھے، اس زمانہ میں ہر ملک کا سالانہ خراج وہاں کے دس معززین کی نگرانی میں دار الخلافت بھیجا جاتا تھا اور وہ معززین بارگاہِ خلافت میں حلف اٹھاتے تھے کہ اس مال میں کوئی ایک درہم بھی ایسا نہیں جو کسی پر ظلم کرکے ناحق وصول کیا گیا ہو، اس کے بعد وہ رقم بیت المال میں جمع کر دی جاتی تھی، اس دستور کے مطابق دمشق میں جب اس افریقی وفد کے حلف کی باری آئی تو اس کے دو ارکان اسمٰعیل بن عبید اللہ اور سمح بن مالک خولانی نے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا، اس موقع پر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ دربار میں موجود تھے وہ ان دونوں کی بلند کرداری سے متاثر ہوئے اور جب اُن کے عہد خلافت میں افریقہ واندلس کے والیوں کے انتخاب کا موقع آیا تو انھوں نے اوّل الذکر اسمٰعیل ابن عبید اللہ کو افریقہ کا اور موخر الذکر سمح بن مالک خولانی کو اندلس کا والی مقرر کیا اور ان دونوں نے دمشق سے چل کر اپنے ملکوں میں اپنے عہدوں کی ذمہ داریاں سنبھال لیں، سمح بن مالک خولانی ماہ رمضان ۱۰۰ھ میں اندلس پہنچے تھے،

اندلس کو اسلامی سلطنت میں رکھنے پر نئے سرے سے غور و فکر

حضرت عمر بن عبد العزیز نے سمح کو اُن کے روانہ ہونے کے وقت ذیل کی ہدایتیں دیں کہ وہ اندلس پہنچ کر اپنی تحقیقات سے مرکزی حکومت کو مطلع کریں،

۱۔ اندلس کی زمینیں جن جن نوعیتوں سے فتح ہوئی ہوں اُن کی تفصیلات مہیا کی جائیں، تاکہ ان زمینوں کی ملکیت اور عشر و خراج کا فیصلہ شرعی احکام کے بموجب کیا جا سکے،

(۲) اندلس اسلامی ملکوں سے بہت دور پڑتا ہے اسلئے یہاں کے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور ان کے استحکام پر نظر ڈالی جائے، اگر حالات سازگار نہ ہوں تو مسلمان وہاں کی سکونت چھوڑ کر واپس چلے آئیں، اور ملک اس کے قدیم باشندوں کے سپرد کر دیا جائے،

چنانچہ سمح نے اندلس پہنچ کر سب سے پہلے زمینوں کی فتح کی نوعیت کی چھان بین کی، اور جو زمین جس نوعیت کی ثابت ہوئی، اس پر اس نوعیت کا محصول لگایا، مرکزی بیت المال کے لئے شرعی واجب الادا حصہ علٰحدہ کر لیا،

اس کے بعد سمح نے یہاں کے حالات کی مزید تفتیش کی اور خود مطمئن ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز کو اندلس میں مسلمانوں کی فوجی و اجتماعی طاقت، آبادی کی کثرت، شہروں کی زیادتی، اور ان میں مسلمانوں کی سربلندی، فصیلوں کی مضبوطی، و قلعوں کے استحکامات کی تفصیلات لکھ کر یہاں سے مسلمانوں کی سکونت کے ترک نہ کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس رائے کو قبول کیا اور اندلس کے شرعی خمس کو دار الخلافت لانے کے لئے اپنے مولی جابر کو اندلس بھیجا،

اس اثنا مین حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے ۱۰۱ھ مین رحلت فرمائی، اُن کے زمانہ مین خلافت امویہ کے دفاتر خالص شرعی نظام حکومت کے مطابق قائم ہو گئے تھے، مگر اُن کے بعد ہی وہ شرعی نظام درہم برہم ہوتا نظر آیا، اس لئے سمح بن مالک نے بھی خمس کی اس رقم کو وہان بھیجنے کے بجائے اندلس ہی مین کسی مناسب کام مین لگانے کا فیصلہ کیا،

قرطبہ کے پل اور فصیل کی مرمت

قرطبہ مین ایک قدیم تاریخی پل تھا، جو آگسٹس کے زمانہ مین تعمیر ہوا تھا، مگر اب رہگذر کے قابل نہ رہ گیا تھا، سمح نے خمس کی اس رقم سے اسی پل کو نئے سرے سے تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ اس کی مرمت و تعمیر کی اجازت حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز سے وہ پہلے لے چکے تھے، یہ رقم مناسب طور پر اس مین صرف ہوئی اور پل نئی تعمیر کے بعد سے آج تک یادگار کے طور پر قائم ہے، نیز اسی سلسلہ مین انھون نے قرطبہ کی فصیل کی بھی مرمت کرائی،[1]

نظم حکومت مین اصلاحات

سمح بن مالک نے بڑے حسن تدبیر و عدل اور انصاف سے حکمرانی کی، اُن کے دورِ حکومت کا ابتدائی زمانہ مختلف قسم کی مختلف اصلاحات کے نافذ کرنے مین گذرا، مالیات کا بہترین انتظام قائم کیا، غیر آباد علاقون کو بربرون سے آباد کرایا، اُن کے آباد کرنے کے لئے اُن کو مراعات دین اور زمینون کی تحقیقات کے سلسلہ مین مختلف شہرون کے حالات، سواحل کے شہرون کے مکانون کی کیفیت، پیداوار کی تفصیل، تجارت کے وسائل، سامانِ تجارت کی فہرست، بندرگاہون، معدنون اور

---

[1] مجموعۂ اخبار اندلس ص ۲۳، ۲۴، افتتاح الاندلس ص ۱۲، ابنِ خلدون ج ۴ ص ۱۱۸، ابنِ اثیر ج ۵ ص ۴۰، تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۵۵،

زرعی صلاحیتون کی تمام تفصیلات قلمبند کرائین،

ان انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد انھون نے مزید فتوحات کے لیئے تیاریان کین اور مجاہدین کا لشکر ساتھ لے کر سرزمین فرانس کو روانہ ہوگئے،

فرانس پر دوسرا حملہ

فرانس کی سرزمین موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی مین پہلی مرتبہ مسلمان فاتحین کے قدم چوم چکی تھی، اس پر دوسرا حملہ امیر سمح کے دور امارت مین ہوا، اور مغربی مورخین کے بیان کے مطابق تو فرانس پر یہی مسلمانون کا سب سے پہلا حملہ تھا،

ناربون مستقل اسلامی قبضہ مین

سمح بن مالک کی یہ تاخت جنوبی فرانس کے علاقہ ناربون پر ہوئی تھی، یہ علاقہ اس دور کے ممتاز متمدن حصون مین شمار کیا جاتا تھا، یہان تک کہ بعض مورخین نے اس کی بعض تمدنی ترقیون کو روما کی تمدنی ترقیون سے بہتر دکھایا، یہ علاقہ سیاسی حیثیت سے اس زمانہ مین کئی چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم ہوکر علیحدہ علیحدہ حکمرانون کے قبضہ مین تھا، جب مسلمانون کا سیلاب بڑھتا ہوا کوہ پائیرینس سے ٹکرایا، اور اندلس کے مفرورین اس علاقہ مین بھی پناہ لینے کے لئے گئے، تو ان لوگون نے اپنی نااتفاقیون کو ختم کرکے ایک وحدت قائم کی، اور ڈیوک آف ایکوٹین یوڈیس کو اپنا بادشاہ مان لیا، اور اسی کی قیادت مین مسلمانون کے حملون کو روکنے کے لئے تیار ہوگئے تھے،

سمح بن مالک اندلس سے کوچ کرکے سپٹیمانیا کے پایۂ تخت اربونہ پہنچے، یہ شہر موسیٰ کے زمانہ مین چند دنون کے لئے مسلمانون کے قبضہ مین رہ چکا تھا، اس مرتبہ بھی آسانی سے فتح ہوگیا، موسیٰ کی نرم حکمت عملی کی وجہ سے پچھلی مرتبہ یہان کی دولت وثروت پر ہاتھ نہین لگایا گیا تھا، اس مرتبہ مجاہدین کلیساؤن مین گھس گئے جہان بیشمار دولت ان کے ہاتھ آئی، پھر اس پاس کے چند قلعون پر قبضہ کیا، اور شہر کی فصیل اور قلعون کی مرمت کرکے

مستقل اقامت اختیار کی،

اس مرتبہ مسلمان ۷۱۹ء میں اس شہر میں داخل ہوئے تھے، اس کے بعد فرانس کے فرمانرواؤن نے فرانس کے اس مشہور تاریخی شہر پر اپنے درپے حملے کئے، مگر جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا انھین پسپا ہونا پڑا، یہانتک کہ مسلسل اسی برس تک یہ مسلمانون کے قبضہ مین رہا، ۷۵۹ء مین یہان سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا،

میدان طلوشہ مین امیر سمح کی شہادت

جیسا کہ اوپر گذرا، اس زمانہ مین اس علاقہ مین مسلمانون سے مقاومت کرنے والی طاقت صرف ڈیوک آف ایکوٹین کی تھی، اس لئے سمح نے سپٹیمانیا کے دوسرے شہرون کو اپنے حال پر چھوڑ کر مغربی علاقہ مین صوبہ اکوتانیہ (ایکوٹین) کا رُخ کیا، اور اس کے پایۂ تخت طلوشہ (Toulouse.) کی دیوار کے نیچے پہنچ کر سختی سے محاصرہ کرلیا، اتفاق کی بات ان دنون ڈیوک آف ایکوٹین کسی یلغار مین فوج لے کر باہر گیا ہوا تھا، وہ بے خبری مین اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانون کی پشت پر آگیا، اب مقابلہ سخت تھا، دونون فوجون مین گھمسان کی لڑائی ہوئی، امیر سمح دو دو مرتبہ ذوقِ شہادت مین آگے بڑھے، بالآخر اس جنگ مین انھون نے جامِ شہادت نوش کیا، یہ حادثہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۲ھ مطابق ماہ جون ۷۲۱ء مین پیش آیا،

امیر سمح کے شہید ہوتے ہی مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے اور اس پریشانی کی حالت مین بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، باقی ماندہ سپاہیون نے ایک ممتاز قائد عبد الرحمٰن بن عبد اللہ غافقی کو امیر منتخب کرلیا،

قائم مقام امیر عبد الرحمٰن غافقی

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ غافقی فنون سپہ گری مین ماہر سمجھے جاتے تھے، اور اس دور کے ممتاز اہل علم مین سے تھے، ان کی ان خوبیون کی وجہ سے

طلوشہ کے میدان مین انھین امیر بنایا گیا، اس وقت مسلمان طلوشہ مین بُری طرح گھرے ہوئے تھے، جب سمح کے شہادت پانے اور مسلمانون کے مشکلات مین گھرجانے کی اطلاع قرطبہ پہنچی تو قائم مقام والی قرطبہ نے ایک امدادی لشکر جلد سے جلد بھیجا، مگر وہ منزل تک پہنچ نہ سکا تھا کہ غافقی اپنے تدبر و دانائی سے اس لشکر کو گھیرے سے باہر نکال لائے، اور اسلامی لشکر طلوشہ سے اربونہ واپس آگیا، جب مسلمانون کی اس شکست کی خبر جنوبی فرانس مین پھیلی تو اربونہ کے آس پاس کے قلعے خودسر ہوگئے، اور مختلف آبادیون مین بغاوت پھیل گئی، لیکن غافقی نے اربونہ پہنچ کر اپنی پیش قدمیون سے ان بغاوتون کو فرو کیا، اور خراج کی تحصیل وصول جاری ہوگئی،

یہان امن وامان قائم کرنے کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا، اور اندلس کی عنان حکومت سنبھال لی،

غافقی فوج کے انتخاب سے اس منصب پر فائز ہوا تھا، اس لئے قدرۃً اس کی ہمدردی اس طبقہ کی طرف زیادہ مائل رہی، اور اس نے اس کو خوش رکھنے کے لئے انھین انعام واکرام سے نوازا، اور ان کے لئے مختلف قسم کی آسانیان مہیا کین، لیکن دوسری طرف اس کے اس طرز سے شہری باشندون مین بددلی پیدا ہوئی، اس کے خلاف شکایتین پیدا ہوئین، اور لوگون نے والی افریقہ کے پاس اس کے خلاف درخواست بھیجی، اس لئے حکومت افریقہ کی طرف سے اس کی ولایت کے لئے تصدیق نامہ نہ آسکا، اور چند دن گذرنے کے بعد ایک دوسرا قائد عنبسہ بن سحیم کلبی اندلس کی ولایت کا پروانہ تقرر لیکر اندلس وارد ہوا، جس نے ماہ صفر ۱۰۳ھ مین اندلس کی ولایت کے منصب کی ذمہ داریان سنبھالین[1]

[1] افتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۱۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۸ مجموعہ اخبار اندلس ص ۲۳، ۲۴، ابن

عنبسہ بن سحیم کلبی (٦)

۱۰۳ھ – ۱۰۷ھ
۷۲۱ء – ۷۲۵ء

عنبسہ بن سحیم خانوادۂ کلبی کا ایک ممتاز رکن تھا، عربوں میں قیسی و کلبی عصبیتیں پرانی تھیں، حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے بعد جو لوگ دمشق کے تخت خلافت پر آئے اُن کے بعض طرزِ عمل سے یہ پرانی عصبیتیں دبنے کے بجائے اور اُبھر آئیں، اور ان کے اثرات ممالک محروسہ میں بھی پہنچے، ان دنوں خلیفہ یزید بن عبد الملک نے ایک کلبی قائد بشر بن صفوان کو افریقیہ کا والی مقرر کیا، اس کے تقرر سے گویا افریقیہ اور اس کے زیرِ اثر ممالک کلبیوں کے اقتدار میں چلے گئے، چنانچہ عبد الرحمن بن عبد اللہ غافقی کا جو قیسیوں میں سے تھا، اندلس کی ولایت سے معزول ہونا اور اس کی جگہ عنبسہ بن سحیم کلبی کا تقرر عمل میں آنا بھی دراصل اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی، اور ان عصبیتوں کی وجہ سے آگے چل کر اندلس میں خانہ جنگیاں برپا ہوئیں

نظم و نسق | بہرحال اندلس کے اکثر عرب قبائل یمنیوں میں سے تھے، اس لئے عنبسہ بن سحیم کا اچھا خیر مقدم کیا گیا، اور اس نے حسنِ تدبیر و خوش انتظامی سے [illegible] [illegible] گئے، غافقی کی [illegible] اندلس کی ولایت پر پہنچ دیا [illegible] خوشی سے [illegible] [illegible] قبول کرلی [illegible] سے پہلے ۱۰۵ کی [illegible] پہنچ کر صوبہ طرکونہ کی ایک دفعہ بغاوت کو فرو کیا، اور وہاں [illegible] حکومت کا [illegible] جاری ہوگیا

عنبسہ نے اندلس کی حکومت کی بدنظمیون کو خاص طور پر دور کیا انہی اصلاحات رائج کین، نئے نظام مین اندلس کے عیسائیون اور یہودیون کا خاص طور پر لحاظ رکھا، اتفاق کی بات اسی زمانہ مین اندلس کے یہودیون کی ایک بڑی جماعت ترک سکونت کر کے شام چلی گئی، عنبسہ نے ان تارکان وطن کی جائدادین اندلس کے باشندون مین نئے سرے سے تقسیم کین، اسی زمانہ مین افریقہ سے قبائل بربر کا ایک بڑا قافلہ اندلس مین آباد ہونے کے لئے آیا، ان کے لئے زمینون کا بندوبست کیا، اور مناسب طریقون سے انھین مختلف شہرون مین آباد کیا،

پلایو کی طاقت کا خاتمہ

ملکی نظم و نسق سے فارغ ہو کر اس نے اندلس کی حکومت کو حملہ آورون سے بچانے کے لئے قدم اٹھایا، پلایو کی سرکردگی مین جلیقیہ مین عیسائیون مین جو تنظیم پیدا ہو گئی تھی اس قوت کو منتشر کرنے پر اس نے سب سے زیادہ توجہ کی اور اپنے پے در پے حملون سے اس کی قوت کو منتشر کر دیا، آخر مین پلایو کے کیمپ مین صرف تیس مرد اور دس عورتین باقی رہ گئے جو پہاڑی کے کسی کھوہ مین جا چھپے، اور شہد کی مکھیون کے چھتون سے جو چٹانون پر لگے ہوئے تھے، گذر اوقات کرنے لگے، عنبسہ نے پلایو کو اس حال مین پہنچا کر اس سے اپنی توجہ ہٹالی، پلایو اس کے بعد چند سال زندہ رہا، لیکن اس عیسائی سورما کو پھر زندگی بھر سر اٹھانے کا موقع نہ مل سکا، اور اس دنیا سے چل بسا، مقری صاحب نفح الطیب نے اس حال کو تفصیل سے لکھا ہے، وہ کہتا ہے،

"عیسیٰ ابن احمد رازی کہتے ہین کہ عنبسہ بن سحیم کلبی کے زمانہ مین ارض جلیقیہ مین ایک خبیث غلام اٹھا جس کو پلای کہا جاتا تھا، تاکہ جو کچھ اس کے قبضہ مین تھا، اس کو مسلمانون کے ہاتھون سے بچا لے، حالانکہ مسلمان ان مقامات کے حریص نہ تھے کیونکہ وہ ان عیسائیون پر مستولی ہو چکے تھے، اور انھین جلا وطن کر چکے تھے، اور ان کے لڑکون کو

کر چکے تھے، یہان تک کہ وہ اربولہ (ناربون) جو ملک فرنگی مین واقع تھا، اور طیلونہ جو جلیقیہ مین واقع تھا، لے چکے تھے، صرف وہی ایک پہاڑی حصہ باقی رہ گیا تھا، وہین اُن کا ایک حکمران چھٹ کر رہ گیا تھا جس کو پلای کہتے تھے، وہ تین سو آدمیون کے ساتھ اس علاقہ مین داخل ہوا تھا، مسلمان اُن سے جنگ کرتے رہے، یہان تک کہ اُن مین سے بہت سے آدمی فاقہ سے مرگئے، صرف تقریبًا ۳۰ مرد اور دس عورتین باقی رہ گئین، اُن کی غذا سواے شہد کے اور کچھ نہ تھی جس کو وہ چٹانون سے نکالا کرتے تھے، اور وہی ان کا قوت لایموت تھا،

جب وہ اس حال مین پہنچ گئے تو مسلمانون نے اُن سے توجہ ہٹا لی، اور انھین حقیر سمجھ کر اُن کو چھوڑ دیا کہ یہ تیس آدمی کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہین[1]"

فرانس پر تیسرا حملہ اور صوبہ سپٹمانیہ پر کامل اقتدار

عنبسہ نے پلایو کی تحریک کا قلع قمع کر کے جنگ طلوشہ کا بدلہ لینے کے لیے فرانس پر تاخت کرنے کی تیاری کی، چنانچہ فرانس پر مسلمانون کا تیسرا حملہ اسی کے دور ولایت مین کیا گیا، اُس نے ابتداءً چند مہمین بھیجین جو اس ملک کو تاخت و تاراج کرتی رہین، پھر اپنی سرکردگی مین فوج لے کر روانہ ہوا، اور جنوبی فرانس کے مشرقی صوبہ سپٹمانیہ کا رُخ کیا، یہان اگرچہ اربونہ مین اسلامی حکومت قائم تھی لیکن اس کو پچاس میل کے قریب کے شہرون پر بھی اقتدار حاصل نہین تھا، کیونکہ سمح اربونہ کو مرکز قرار دے کر ڈیوک آف اکوٹین کی طاقت کو منتشر کرنے کے لیے آگے بڑھے چلے گئے تھے، اور طلوشہ کی جنگ مین کام آگئے تھے، غافقی نے واپس آکر اربونہ کے اردگرد قلعون اور آبادیون کو تو زیر کر لیا تھا، دوسرے اہم شہرون کی طرف بڑھنے کا موقع اُن کو نہین مل سکا تھا،

[1] [illegible] عیسائی مورخین نے پلایو کی اس صورت حال کا ذکر کر کے چھوڑ دیا ہے،

مہم سپٹیمانیہ کی کامیابی عنبسہ نے اس یورش میں ۱۰۷ھ میں سپٹیمانیہ کے دوسرے اہم شہر قرقشونہ پر حملہ کیا، یہ مقام اربونہ سے تقریباً پچاس میل پر مغرب کی جانب واقع تھا، اور آج بھی فرانس کے نقشہ میں ناربون کے پہلو میں نظر آتا ہے، اہل شہر نے مقابلہ کے بجائے صلح کا پیغام دیا، صلح کی شرطیں طے پائیں جن میں چند حسب ذیل ہیں :-

۱- ضلع قرقشونہ کا نصف رقبہ حکومت اربونہ کے تحت میں چلا جائے گا،

۲- باقی نصف رقبہ قرقشونہ کی عیسائی حکومت کے پاس باقی رہے گا،

۳- قرقشونہ کی عیسائی حکومت اسلامی حکومت ناربون کی سیادت اور نگرانی میں رہے گی،

۴- جزیہ کی مقررہ سالانہ رقم سال بسال ادا کی جائے گی،

۵- قرقشونہ کی عیسائی حکومت، اسلامی حکومت ناربون کی حلیف رہے گی، جس سے اس کی جنگ ہوگی، اس سے وہ حالت جنگ میں رہے گی، اور جس سے صلح ہوگی، اس سے صلح رکھے گی،

۶- حکومت قرقشونہ کے پاس جتنے مسلمان قیدی ہیں، وہ سب فوراً رہا کردیئے جائینگے۔

فرانس میں اسلامی حکومت اربونہ جب تک قائم رہی، اس وقت تک قرقشونہ کی عیسائی حکومت اس کی مطیع اور ان شرائط کی پابند رہی، اربونہ سے اسلامی حکومت کے اٹھنے کے بعد اس شہر سے بھی مسلمانوں کا اقتدار اٹھ گیا،

اس علاقہ میں قرقشونہ کی عیسائی حکومت زیادہ با اقتدار تھی، اس کے زیر ہوتے ہی آس پاس کے جو چھوٹے چھوٹے خود مختار نواب حکمران تھے، وہ اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی اطاعت قبول کرلیتے جزیہ کی رقم متعین کی جاتی، اور وصول ہوتی، اور جب ضرورت سمجھی جاتی، وہاں

سے گاتھ کے چند معززین یرغمال کے طور پر اندلس بھیج دیئے جاتے تھے، اسی طرح سپتمانیہ کی مہم انجام کو پہنچی، اور یہ پورا صوبہ اسلامی حکومت کے زیرنگین ہو گیا، جہاں ۷۵۹ء تک مسلم حکومت قائم رہی،

لیانس و برگنڈی پرتاخت اس کے بعد عنبسہ نے اندرون فرانس میں قدم بڑھائے، اور دریا رہون کے کنارے کنارے مشرقی فرانس کے مشہور شہر لیانس یا لوڈون کی طرف بڑھتے گئے، پھر شمال مغرب کی طرف گھوم کر صوبہ برگنڈی میں پہنچے، اور ماہ ستمبر ۷۲۵ء میں شہر اوٹن فتح کیا، یہاں سے مال غنیمت کے ساتھ جا رہے تھے کہ عقب سے عیسائی اپنا لشکر لے کر آ پہنچے، عنبسہ خود مقابلہ کے لئے نکل پڑے، اور جام شہادت نوش کیا،

امیر عنبسہ کی شہادت سرزمین فرانس میں ان کی شہادت کا یہ سانحہ ماہ شعبان ۱۰۷ھ مطابق جنوری ۷۲۶ء میں پیش آیا، مسلمانوں نے عذرہ بن عبد اللہ فہری کو قائم مقام امیر منتخب کیا، اور اندلس لوٹ آئے، عنبسہ کی حکومت ۴ سال ۴ ماہ تک رہی،

قائم مقام امیر عذرہ بن عبد اللہ فہری اسلامی لشکر کو اندلس واپس لایا، چند ہی مہینے گذرے تھے کہ ماہ شوال ۱۰۷ھ (فروری/مارچ ۷۲۶ء) میں ایک نیا والی افریقہ سے اندلس کا والی نامزد ہو کر آگیا[1]،

---

[1] نفح الطیب، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۰، ابن عذاری ترجمہ اردو ۶۴، ۶۵، اخبار الاندلس ج ۱ ص [illegible]

یحییٰ کلبی، حذیفہ قیسی، عثمان خثعمی، ہیثم کلابی

۱۰۷ھ – ۱۱۲ھ
۷۲۵ء – ۷۳۰ء

یحییٰ بن سلمہ کلبی یحییٰ بن سلمہ کلبی کو والی افریقہ نے ماہ شوال ۱۰۷ھ میں اندلس کا والی بنا کر یہاں بھیجا، اس سے باشندگانِ اندلس میں سے ایک طبقہ کو اندازہ ہوا کہ عذرہ بن عبداللہ فہری کو پروانہ تقرر محض اس کے فہری ہونے کی وجہ سے نہ مل سکا، اور عنانِ حکومت ایک دوسرے کلبی قائد کے سپرد کی گئی، اس کے علاوہ نہ اس کے نظم و نسق میں اس کی کوئی انتظامی قابلیت ظاہر ہوئی اور نہ اس نے فوجی مہموں سے کوئی دلچسپی لی، اس اثنا میں افریقہ کی حکومت کی باگ ڈور بشر بن صفوان کلبی کے بجائے عبیدہ بن عبدالرحمٰن سلمی کے ہاتھ میں آگئی، ان حالات میں اندلس کے باشندوں نے والی کے بدلنے کی درخواست پھر افریقہ بھیجی، عبیدہ نے خوشی سے اس کو منظور کیا، اور یحییٰ بن سلمہ کو معزول کر کے ایک قیسی کو اندلس کا والی بنا دیا۔

جماعتی کشمکش اور اضطراب لیکن اس عزل و نصب سے اندلس کی جماعتی کشمکش میں سکون پیدا نہیں ہوا، بلکہ اضطراب کی لہر تیز تر ہو گئی، چنانچہ ۱۱۰ھ/۷۲۸ء سے ۱۱۲ھ/۷۳۰ء تک تین سال کی مدت میں یکے بعد دیگرے چار والی مختلف قبائل کے مقرر کئے گئے، مگر جب کسی ایک گروہ کا والی مقرر کیا جاتا، تو دوسرا گروہ اس سے خلاصی کے لئے انتشار کی کوشش کرنے پر تیار

ہوتا، اس طرح جماعتی عصبیت اور فرقہ وارانہ کشمکش روز بروز بڑھتی گئی، چنانچہ حسب ذیل
ولاۃ یکے بعد دیگرے اس منصب پر مامور کئے گئے،

حذیفہ بن احوص قیسی حذیفہ بن احوص قیسی ماہ ربیع الاول ۱۱۰ھ/۷۲۸ء میں اندلس آیا، آتے ہی اس نے
فوجی نقل وحرکت شروع کی، اور ایک نئے شہر سقوقسطہ کے فتح کرنے میں کامیاب
ہوا لیکن چند ہی مہینے کے بعد ماہ شعبان ۱۱۰ھ/۷۲۸ء میں اس کے عزل کا پروانہ آگیا،

عثمان بن ابی نسعہ خثعمی اس کے بعد عثمان بن ابی نسعہ خثعمی ماہ شعبان میں اس منصب پر
مامور کیا گیا، لیکن چند مہینے کے بعد ہی ماہ محرم ۱۱۱ھ/۷۲۹ء میں اس کی ولایت کا بھی خاتمہ ہوگیا
اور وہ مشرقی اندلس کی ولایت پر بھیج دیا گیا،

ہیثم بن عبید کلابی اس کے بعد ایک دوسرا قیسی ہیثم بن عبید کلابی اس منصب پر
مامور کیا گیا اس کو تقریباً ایک سال تک حکمرانی کا موقع ملا، اس نے کھل کر یمنیوں کی
مخالفت کی، اور امن وامان قائم کرنے کے بجائے [illegible] فرقہ واری کی [illegible] کے مطابق [illegible]
کچھ یمنی سرداروں کو گرفتار کر لیا، اور ان میں کے [illegible] سعد بن [illegible] کو قتل
کیا [illegible] خلاف [illegible]

لیکن [illegible] میں اس کے خلاف انتقام کی آگ [illegible]
[illegible] لوگوں نے اس کو [illegible] قتل کرا دیا [illegible]
[illegible] اور ماہ ذی الحجہ ۱۱۱ھ/۷۳۰ء میں اندلس کی ولایت کا منصب [illegible] گیا،

[illegible] [illegible]
[illegible] اندلس کی [illegible]
[illegible]

عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی کے نام فرمان ولایت بھیج دیا، وہ اندلس کا آزمودہ کار قائد تھا، اور اس سے پہلے محض اپنے بنو کلب میں سے ہونے کی وجہ سے اس منصب سے علیحدہ کیا گیا تھا، اس کے مقرر کئے جانے کے معنی ہی یہ تھے کہ مرکزی حکومت نے حکومت افریقیہ کی پالیسی کے ناکام ہونے کا اعتراف کیا، اور مستقبل کے حالات سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ خلیفہ ہشام کا یہ اقدام صحیح تھا، چنانچہ غافقی کے برسراقتدار آنے کے کچھ دنوں کے بعد اندلس کے پراضطراب ماحول میں سکون پیدا ہوا، اور لوگوں کی توجہ خانہ جنگیوں سے ہٹ کر فوجی مہموں کی طرف مبذول ہو گئی۔[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۷، ابن قتیبہ ج ۲ ص ۹۰، ابن عذاری ص ۲۵، ابن قوطیہ ص ۱۳، اسکاٹ ج ۱ ص ۳۷۸، ڈوزی ج ۱ ص ۲۶، فاطمہ محمد اخبار ص ۲۰۴، ان ولاۃ کے عزل و نصب کے سلسلہ میں عثمان و حذیفہ کے زمانہ تقرر میں مورخین نے تقدیم و تاخیر کی ہے، اور خصوصاً ابن قتیبہ کے بیان میں سراسر اضطراب ہے، بہر حال زیادہ تر روایات اسی کے مطابق ہیں جس کو متن میں اختیار کیا گیا، بعض کتابوں میں عثمان بن ابی نسعہ کے بجائے ابن ابی نسعہ چھپا ہے، ابن خلدون میں ہیثم کا نام دو مرتبہ ہے، شاید نسخہ کی غلطی ہو، بعض میں عثمان کے نام میں عثمان بن ابی نسعہ کے بجائے ابن ابی سعید ہے، اور بعض میں ہیثم بن ابی عبید کلابی کے بجائے ہیثم [illegible] یا ابن عبید بھی چھپا ہے، اور کہیں ہیثم بن عفیر کنانی ہے، ایک جگہ عثمان بن ابی نسعہ خثعمی کے بجائے [illegible] ابن عذاری کا بیان دوسروں سے بالکل مختلف ہے [illegible] اس نے ہیثم کی سخت گیری اور تیزی کے اس کی [illegible] جانے کا [illegible] کیا ہے کہ وہ [illegible] ابن ابی نسعہ [illegible] اس کے بجائے [illegible] بیان کر کے ہیں، اور متن میں [illegible]

عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی (۱)

۱۱۲ھ - ۱۱۴ھ
۷۳۰ء - ۷۳۲ء

شامیون کو برسر اقتدار لانا عبدالرحمن بن عبداللہ غافقی کو اندلس مین ہر دلعزیزی حاصل تھی جس زمانہ مین اس کا پروانہ تقرر پہنچا، یہ حکومت کے خوف سے روپوش تھا، خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے قاصد نے اس کو تلاش کرکے فرمان تقرر سپرد کیا، اور غافقی نے عنان حکومت سنبھال لی لیکن جن مخالفین کی ریشہ دوانیون سے معزول کیا گیا تھا، وہ اب بھی موجود تھے، وہ اس مرتبہ بھی اس کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، مگر اُس نے اس مرتبہ اُن کی پروا نہ کی، اور کھلے طور پر شامی جماعت کو اپنا علانیہ حامی بنا لیا، حریف طاقتون نے بڑی سرگرمی سے اس کی مخالفت کی، مگر اس کو دمشق کی مرکزی حکومت کی تائید حاصل تھی، اس لئے بڑی جرأت سے مخالفین کی سرکوبی کی، اور مطلق العنان طور پر اپنے فرائض انجام دینے لگا، اس سلسلہ مین اُس نے مختلف صوبون کا دورہ بھی کیا، اور پورے اندلس کے شامیون کو اپنی حمایت پر آمادہ کرلیا،

اصلاحات کا نفاذ اس کے بعد ملک مین اس نے اصلاحات رائج کین، خرابیون کو دور کیا، پچھلے والیون کے زمانہ مین عیسائیون کے ساتھ کبھی نرمی برتی گئی اور کبھی سختی کی گئی، اس نے معاہدہ کے خلاف جو نئے گرجے تعمیر ہوئے تھے، اُن کو مسمار کرا دیا،

جہاں جہاں معاہدہ کے خلاف پرانے گرجوں کو بند کیا گیا تھا، اور جائدادیں ضبط کی گئی تھیں وہاں ان گرجوں کو کھلوایا، اور جائدادیں واگذاشت کرائیں، ملک میں رشوت کا بازار گرم تھا، سختی سے اس کی روک تھام کی، اور عام امن وامان قائم کیا، اس طرح حکومت کا کاروبار حسن انتظام کے ساتھ جاری ہوگیا،

فرانس کی فتح کا قصد اس کے بعد اس نے پورے فرانس کی تسخیر کا ارادہ کیا، اور اہل اندلس کے سامنے اپنے اس عزم کو پیش کیا، لوگوں نے جوش و ولولہ سے اس کا خیر مقدم کیا، چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے فوج اور سامان کی فراہمی کے لئے مختلف صوبوں کے ولاۃ کو لکھا کہ وہ فوج اور سرمایہ کیساتھ جلد سے جلد دارالسلطنت میں آجائیں،

ایک صوبہ دار کی بغاوت لیکن غافقی کو اپنے اس ارادہ میں کامیابی نہیں ہوئی، وہ ابھی انتظامات میں مصروف تھا کہ ایک صوبہ کے والی عثمان بن ابی نسعہ نے جو پہلے اندلس کی ولایت پر بھی مامور رہ چکا تھا، بغاوت کا علم بلند کردیا اور غافقی کو اس کے فرو کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑا،

عثمان بن ابی نسعہ خثعمی اندلس کے بالکل شمال مشرقی حصہ میں ایک صوبہ کا والی تھا اس کا صدر مقام سرطانیہ تھا، فرانس کے وہ علاقے جو اس سے قریب واقع تھے، اور جن سے جزیہ پہنچتا تھا، اسی صوبہ کے ماتحت تھے، عثمان کو پہلے ہی اندلس سے معزول کئے جانے کا گلہ تھا، اب اس کے ہم چشم غافقی کا اندلس کی ولایت پر آجانا اس کو شاق گذرا اور اس کو یہ بھی خطرہ گذرا کہ اگر غافقی کا یہ عزم پورا ہوگیا تو پھر شمال مشرقی اندلس کے اس صوبہ کی حکومت بھی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی، اس لئے اوس نے اس میں مزاحم ہونے کا فیصلہ کیا اور شمالی اندلس میں اوس نے اپنی خودمختارانہ متوازی حکومت کے قائم ہونے کا اعلان کردیا

اس کی بغاوت کا حال سُن کر عیسائی حکمران ڈیوک آف ایکوٹین نے غیر معمولی مسرت کے ساتھ اس کی طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اور پھر جلد ہی ان دونوں میں ایسی سازباز ہوگئی کہ ڈیوک نے اس کو اطمینان دلانے کے لئے اپنی لڑکی کو اس کے عقدِ نکاح میں دیدیا،

غافقی نے سب سے پہلے اس اٹھتے ہوئے نئے فتنہ کی سرکوبی ضروری سمجھی، چنانچہ اس کے استیصال کے لئے ایک لشکر بھیجا، عثمان مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور اپنی دلھن کو ساتھ لیکر جلیقیہ کی طرف بھاگ گیا، شاہی لشکر نے اس کا تعاقب کیا، عثمان جنگ میں کام آیا، اور اس کی بیوی کو گرفتار کرکے قرطبہ لایا گیا،

فرانس پر چڑھائی اور فتح ارل

غافقی نے اس داخلی بدامنی پر کامیابی سے قابو پانے کے بعد اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ کی، اور تقریباً ایک لاکھ لشکر جرار کے ساتھ کوہ پائرنیز کے مغربی درہ کو عبور کرکے فرانس پر چڑھائی کی، اور سب سے پہلے مشرق کی سمت میں کوچ کرکے پہلے کے مفتوح شہر ارل کا رُخ کیا، یہ شہر جزیہ کی شرط پر مفتوح ہوا تھا، اور عثمان کے توسط سے جزیہ ادا کیا کرتا تھا، اس لئے عثمان کی بغاوت کے بعد یہاں کے لوگوں نے بھی قرطبہ کی حکومت کو جزیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا، غافقی کے پہنچتے ہی یہ دوبارہ مفتوح ہوا، پھر اسی سلسلہ میں دوسرے مشہور شہر لیانس (لوذون) کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کرلی،

کاونٹ آف ایکوٹین کی شکست

اس کے بعد اسلامی لشکر دریائے دوردون (The Dordogne) کے کنارے پہنچا، یہاں کاونٹ آف ایکوٹین کی فوج مقابلہ کے لئے موجود تھی، دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا، اور کاونٹ آف ایکوٹین شکست کھا کر پسپا ہوگیا،

فتح برانڈیل (بورڈو)

اب اسلامی لشکر کے لئے میدان خالی تھا، مسلمان پیشقدمی کرتے ہوئے

مشہور فرانسیسی بندرگاہ بورڈو (Bordeaux) تک پہونچے، یہاں ڈیوک کے قیمتی ذخائر جمع تھے، شہر والون نے مقابلہ کیا، مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے، مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، سارا مال ومتاع مسلمانون کے قبضہ مین آیا،

اس کے بعد اسلامی لشکر نے شمال کی طرف قدم بڑھائے، دریائے دردون پر ڈیوک کی سپاہ نے پھر روکنے کی کوشش کی، لیکن اسلامی لشکر نے اس کے پورے لشکر کو تباہ کردیا، اور دریا کو عبور کرکے پائیٹرس (Poitieres) پہنچا، اور اس کے مضافات مین غارتگری کی، اور اسی سلسلہ مین سینٹ ہلادی کے گرجا کے قیمتی مال ومتاع پر قبضہ کیا،

اس اسلامی مہم کے سلسلہ مین شمالی مشرقی اور جنوبی فرانس کا بہت بڑا حصہ پامال ہوا، غافقی ان فتوحات کے بعد فوج کو لے کر اندلس چلا آیا، جس کے ساتھ مال غنیمت کا انبار بھی تھا، جس مین موتی، یاقوت، اور زمرد سے مرصع طلائی پایے بھی تھے، غافقی نے ان کو توڑوا کر سپاہیون مین تقسیم کردیا، والی افریقہ نے یہ سن کر ایک تہدید آمیز مکتوب بھیجا، غافقی نے اس کی پروانہ کی، کہ خود اس کا دامن پاک تھا، اس نے جواب مین صرف یہ لکھ بھیجا کہ

"اگر زمین وآسمان کے تمام ذرائع مسدود ہو جائین، تو بھی اللہ تعالی پرہیزگارون کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیگا"

جنگ طلوشہ

غافقی چند دنون کے بعد ایک دوسری مہم لے کر روانہ ہوا، اور کوہ پیرینیز عبور کرکے فرانس کے حدود مین داخل ہوگیا، اس مرتبہ کاؤنٹ آف ایکوٹین نے ایک دوسری پیش بندی کی، یعنی مسلمانون سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اپنے قدیم حریف چارلس کے آگے سر جھکا دیا، اور اس سے امداد کا طالب ہوا، حالانکہ کچھ ہی دنون پہلے ان دونون مین سخت معرکہ آرائی ہوچکی تھی، لیکن مسلمانون سے مقابلہ کرنے کے لئے یہ دونون دشمن متحد ہوگئے

یون تو اس زمانہ مین اسٹرالیا و نیوسٹریا (یعنی فرانس) کے تخت پر میرو ونجی خاندان کا
تھیری چہارم برائے نام بادشاہ تھا، لیکن سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک اس زمانہ کا
بھی نامور ہیرو چارلس ہی تھا، اس نے مسلمانون کے سیلاب کو روکنے کی زبردست تیاری
کی، ایک اعلان عام کے ذریعہ سے یورپ کی جنگ جو قومون جرمن، فرانسیسی اور برگانی
کے سپاہیون کو عام دعوت دی، اوران سب قومون کی مشترکہ فوج چارلس کے علم کے
نیچے جمع ہو کر غافقی کی آمد کا انتظار کرتی رہی،

ادھر غافقی پائیرس سے طلوشہ (ٹورس) کی طرف بڑھا، کلیسا مارٹن مین دولت و
ثروت کا خزانہ جمع تھا، چارلس نے دولت کے اس انبار کی حفاظت ضروری سمجھی، اور سینٹ
مارٹن کے میدان مین فوج لا کر مورچے جما دیئے، دوسری طرف اسلامی لشکر نے بھی اپنے خیمے
ڈال دیئے، دونون فوجین ایک ہفتہ تک آمنے سامنے ایک دوسرے کے حملہ کے انتظار مین
خاموش کھڑی رہین، بالآخر غافقی نے حملہ کا حکم دیا، دونون طرف کی فوجین دل کھول کر
لڑین، رات کی تاریکی نے دونون ایک دوسرے سے جدا ہوئین، صبح ہوتے ہی پھر معرکہ
کارزار گرم ہوا، سہپر تک دونون طرف سے برابر کی طاقت آزمائی رہی، یکایک کاؤنٹ
نے ایک مورچہ سے بڑھ کر ایسی تیزی سے حملہ کیا کہ مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے، کہا جاتا ہے کہ
یہ حملہ عقب سے ہوا تھا، جدھر مال غنیمت رکھا ہوا تھا، مسلمان اس کو بچانے کے لئے اسی
سمت لوٹ پڑے، غافقی نے موقعہ کو سنبھالنا چاہا، مگر شومئی قسمت سے وہ خود زخمی ہو کر گر پڑا،

غافقی کی شہادت اور یورپ کی قسمت کا فیصلہ

غافقی کا دم توڑنا تھا کہ مسلمانون کی رہی سہی ہمت [illegible]
وہ راتون رات میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، عیسائیون نے تعاقب
نہین کیا، اور امن و سلامتی کے ساتھ خطرہ سے باہر نکل آئے، اس لڑائی مین مسلمانون کی

کی بڑی تعداد کام آئی، یہ لڑائی ماہ رمضان ۱۱۴ھ مطابق اکتوبر ۷۳۲ء میں ختم ہوئی، اور اسلامی لشکر قرطبہ واپس آگیا،

مغربی مورخین تورس کی اس جنگ کو تاریخی اہمیت دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اسی لڑائی سے یورپ کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا، اور فرانس میں مسلمانوں کی حقیقی پیشقدمی کا سلسلہ رک گیا، چارلس اس جنگ کے بعد ہیرو قرار پایا، "مارٹل" (ہتھوڑا) کا خطاب اس کی اسی فتحمندی کا ثمرہ ہے، لیکن عرب مورخین کے بیانوں میں اس جنگ کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی گئی، البتہ چونکہ اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے، اس لئے وہ اس مقام کو "بلاط الشہداء" کے نام سے موسوم کرتے تھے، [۱]

---

[۱] نفح الطیب مقری ج ۱ ص ۱۰۹، ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۰، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۹۰ تا ۲۹۴ و ۲۹۹ تا ۳۰۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹، تاریخ عرب سیدیو ص ۱۷۱، تاریخ یورپ گرانٹ ترجمہ اردو حصہ دوم ص ۳۶۴ مجموعہ ص ۱۲۰،

عبدالملک بن قطن فہری (۱۲)

۱۱۴ھ / ۷۳۲ء - ۱۱۶ھ / ۷۳۴ء

عبدالملک بن قطن فہری سن رسیدہ اکابر مین سے تھے، فوجی مہمون مین نمایان خدمات انجام دیچکے تھے، ماہ رمضان ۱۱۴ھ / ۷۳۲ء مین اندلس کی حکومت اُن کے سپرد کی گئی، فرانس مین مسلمانون کی ناکامی سے اندلس اور افریقہ کی اسلامی حکومتین متاثر ہوئین، حکومت افریقہ نے عبدالملک ابن قطن کو جنگ طلوشہ کا انتقام لینے کی خاص طور پر ہدایت کی، خصوصاً اس لئے کہ اس لڑائی کے بعد فرانس مین مسلمانون کے جو زیر اثر علاقے تھے، ان مین بھی سرکشی کے جذبات پیدا ہو چکے تھے،

عبدالملک کچھ دنون حکومت کے معاملات کے سلجھانے مین مصروف رہے، پھر فوجی مہم لے کر روانہ ہوئے، لیکن اتفاق کی بات انھون نے اس مہم کے لئے موسم کا انتخاب اچھا نہین کیا تھا، برسات کا زمانہ تھا، ندی نالے بھرے ہوئے تھے، اس لئے قدم قدم پر انھین دشواریون کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ وہ کسی بڑے حملہ کا خیال چھوڑ کر کوہ پیرینیز کے اس طرف چھوٹی چھوٹی یلغارین کرکے مال غنیمت کے ساتھ واپس آگئے،

والی افریقہ نے عبدالملک بن قطن کی بے نیل مرام واپسی سے انکو اس منصب کا اہل تصور نہین کیا، اور عقبہ بن حجاج سلولی کو اندلس کی امارت کا منصب سپرد کردیا، عبدالملک

فہری مدنی تھے، کہا جاتا ہے کہ اُن کے عزل کا ایک سبب اُن کا مدنی ہونا بھی تھا، اس لئے اُن کے معزول کئے جانے سے مدنی و شامی منافرت کی واغ بیل بھی پڑی، اور اندلس کی سیاسی گتھیوں میں ایک اور گتھی کا اضافہ ہو گیا،

عقبہ بن حجاج سلولی (۱۳)

سنہ ۱۱۶ھ / ۷۳۴ء — سنہ ۱۲۱ھ / ۷۳۹ء

عقبہ ماہ شوال سنہ ۱۱۶ھ / ۷۳۴ء مین اندلس آیا، طبعاً خوش اخلاق و نیک کردار تھا،

نظم و نسق | انتظامی صلاحیتیں بھی اس مین پورے طور پر پائی جاتی تھین، حکومت کے شعبون مین رد و بدل کر کے ان کو مختلف دوادین مین تقسیم کیا، خصوصاً تعلیم اور محکمۂ عدالت و انصاف پر توجہ کی اور حکومت کی انتظامی بنیادین پہلے سے زیادہ مستحکم ہو گئین،

جنوبی فرانس واسٹریاس پر توجہ | اس کے بعد اُس نے فوجی سرگرمیون کا آغاز کیا، اس کی توجہ دو سمتون پر مبذول ہوئی، ایک تو جنوبی فرانس کے مقبوضہ علاقہ پر اثر و اقتدار قائم رکھنے کے لئے دریاے رون کے کنارے کنارے اسلامی لشکر کے لئے نئی چھاؤنیان بسائین، اور جہان فوجکشی کی ضرورت پیش آئی، فوجکشی کی، چنانچہ والنس (Valence) سنٹ پال (Saint Paul) تروی شاتو (Trois chateaux) اور دونزیری (Donzere) جیسے اہم شہر سنہ ۱۱۸ھ / ۷۳۶ء مین اس نے فتح کئے،

دوسری طرف صوبہ استوریقہ (اسٹریاس) اور جلیقیہ (گلیشیا) پر توجہ کی، جہان عیسائی دوبارہ سر اٹھا رہے تھے، چنانچہ اسٹریاس و جلیقیہ کے دونون صوبے کامل طور پر زیر اقتدار آ گئے، صرف ایک محدود رقبہ کی پہاڑیون کے کھوؤن مین۔۔ تلاشبندی کر کے عیسائی چھپ گئے،

اور ان دونون صوبون مین بھی جابجا مسلمان آباد ہو گئے،

تبلیغِ دین

ان کے دور مین اسلام کی اشاعت مین بڑی ترقی ہوئی، یہ قیدیون کے پاس خود جاتے، اُن کے سامنے اُن کے دین کی کمزوریان اور اسلام کی خوبیان بیان کرتے، اور لوگ رضا و رغبت سے بڑی تعداد مین مسلمان ہو جاتے، مقری کہتا ہے کہ انھون نے اپنی سرحد حکومت اربونہ سے ملالی یعنی جزیرۂ خضرا سے اربونہ (ناربون) تک اسلامی حکومت تھی، اور کچھ دنون یہ ناربون مین بھی قیام پذیر رہے، اور یہین بیٹھ کر عیسائی قیدیون مین اسلام کی اشاعت کرتے رہے،

عقبہ کی ان دونون کارگذاریون سے اسلامی حکومت کو غیر معمولی فائدہ پہنچا، ایک طرف جلیقیہ کے عیسائیون کی حکومت محدود ہو کر رہ گئی، دوسری طرف اسلامی حکومت ناربون کو غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی،

جنوبی فرانس واسٹرپاس پر توجہ

چنانچہ ان دنون فرانس کے علاقہ مین چارلس مارٹل کی پیش قدمیان جاری تھین، وہ اس علاقہ کے چھوٹے چھوٹے نوابون اور حکمرانون کی حکومتون پر باری باری حملہ آور ہو کر انھین لوٹ مار کر واپس چلا جاتا، فرانس کا مشہور ساحلی شہر مارسیلز ان دنون ایک نائٹ موریسی کے قبضہ مین تھا جسکو "ڈیوک آف مارسیلز" کہا جاتا تھا، اور پروونس کا پورا علاقہ اس کی عملداری مین تھا، چارلس نے اس پر بھی فوجکشی کی، پہلے اس نے مقابلہ کیا، اس کے بعد اس نے ناربون کی اسلامی حکومت سے مدد طلب کی، اس طرح چارلس اور اسلامی حکومت کے درمیان مزید اختلافات پیدا ہو گئے،

اس زمانہ مین یوسف بن عبدالرحمن صوبہ ناربون کا بیدار مغز والی تھا، اس نے اسلامی سلطنت کی مضبوطی و استحکام کے لئے اس دعوت کو قبول کیا، یوسف بن عبدالرحمن اور ڈیوک آف مارسیلز کے درمیان باہم ایک تحریری معاہدہ ہو گیا، جس کے رو سے حکومت

ماربلیز اسلامی حکومت کی باجگذار قرار پائی، آس پاس کے شہر بھی حکومت ناربون کی عملداری مین دیدیئے گئے، یہ دیکھ کر اس علاقہ کے دوسرے چھوٹے چھوٹے حکمران بھی آگے بڑھے، اور یوسف کی اطاعت قبول کی، اور نذرین پیش کین، اس طرح اسلامی حکومت ناربون اس پورے علاقہ کی حفاظت کی ذمہ دار بن گئی، خواہ وہ علاقہ اسلامی حکومت مین ہو یا کسی باجگذار عیسائی حکومت کے ماتحت ہو، اس کے بعد یوسف نے اس علاقہ کی حفاظت کے لیے بہت سی فوجین شمالی سرحد پر پھیلا دین، اور چند دنون کے لئے چارلس مارٹل کی پیش قدمیون کا سلسلہ [illegible] گیا،

اندلس کے مسلمانون کا نئے حالات سے دوچار ہونا

اس کے بعد یوسف اپنی حدود حکومت مین وسعت دینے کے لئے پیش قدمی کرنے کی فکر مین تھا کہ اس اثنا مین اندلس کے مسلمان اپنی اجتماعی زندگی مین بعض نئے حالات سے دوچار ہوگئے، اور عقبہ اور یوسف دونون کے سارے منصوبے خاک مین مل گئے،

عرب و بربر

افریقہ مین عرب قبائل قیسی و کلبی مین جو تنازعات پیدا ہوئے، آگے چل کر ان کی شاخ پھوٹتی چلی گئی، قیسیون نے جیسا کہ اوپر گذرا تشدد آمیز طرز حکومت اختیار کیا، تو اندلس مین جو کچھ پیش آیا، وہ گویا حکومت افریقہ کے طرز حکومت کا پرتو تھا، اس طریقہ سے حاکم و رعایا مین تفریق ہوئی، اور کلبیون یعنی یمانیون کو افریقہ کے بربر قبیلون سے تعلقات استوار کرنے کا موقع ملا، اور اسی طرح اندلس مین کلبی یمانی و بربری ایک صف مین آگئے، اور قیسی ان کے مقابل مین حکمران ہوتے رہے۔

بربر طبعاً آزادی پسند تھے، بدویت کے تمام خصائص ان مین موجود تھے، ان کا مرکز افریقہ و مغرب تھا، وہ جابرانہ حکومت کو کسی حال مین برداشت نہین کر سکتے تھے، یہی وجہ

کہ افریقہ و مغرب مین بربرون کو تلوار کی طاقت سے فتح نہین کیا جا سکتا تھا، ایک فوج شکست کھا کر ہٹتی تھی تو ٹڈی دل فوج دوسری آموجود ہوتی تھی، بالآخر اُن کے دلون کو اسلام کی تعلیمات کو پیش کر کے مسخر کیا گیا تھا اس لئے ان مین مساوات کا حقیقی تصور بھی پیدا ہو چکا تھا جو معاشرتی زندگی کے لئے اسلام کی تعلیمات کا جوہر ہے، وہ کسی حیثیت سے اپنے اوپر عربون کا تفوق تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے، وہ مجلسی زندگی، اور حکومت کے کاروبار مین مساویانہ حیثیت کے طلبگار رہتے، اس لئے جب امویون کے دورِ حکومت مین اس کے برخلاف ان پر جور و تشدد کا دور شروع ہوا، اور ایک طرح سے رعایا کا سا برتاؤ اُن کے ساتھ کیا جانے لگا تو ان کے دل کو ٹھیس لگی، سرکشی کے جذبات کی پرورش ہوئی اور ان کے دلون مین روز بروز بغض و عناد پیدا ہوتا گیا، اور بالآخر وہ ہیبت ناک بغاوت کی شکل مین نمودار ہو گیا، اور یہ بغاوت اس زور شور سے اٹھی کہ افریقہ کا چپہ چپہ عربون اور بربرون کے کشت و خون سے رنگین ہو گیا، اس ہنگامہ مین عربون کو بری طرح شکست اٹھانی پڑی، اور بربرون نے چند دنون کے لئے پورے افریقہ سے عربون کے اقتدار کو مٹا دیا

عربون اور بربرون کی خانہ جنگی

اندلس، افریقہ کے ماتحت تھا، یہان بھی عرب و بربر قبائل آباد تھے، افریقہ کے سیاسی حالات کا اثر یہان بھی پہنچا، اور یہان بھی عربون اور بربرون مین خانہ جنگی شروع ہو گئی جس سے یہان ایسی بدامنی کے دور کا آغاز ہوا کہ مسلمانون کی ساری ترقیان اچانک رک گئین، اور لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے، پھر عربون اور بربرون کی یہ خانہ جنگی شاخ در شاخ ہو کر عربون کی قبائلی جنگ بن گئی، اور شامی و یمنی ایک دوسرے کے دشمن بن گئے، ان خانہ جنگیون کا سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ وہ دراصل اموی شاہزادے عبد الرحمن الداخل کے ورود اندلس سے پہلے نہ ختم ہو سکا، اور اس سے اندلس

کی اسلامی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا،

اندلس کی ہمسایہ عیسائی حکومتین اسلامی اندلس کے اس سیاسی ماحول سے ناآشنا نہین تھین، انھون نے موقع شناسی سے کام لیا، چنانچہ اسی زمانہ مین جب مسلمانان اندلس کے باہمی تعلقات خوشگوار نہین رہے، اور ملک مین ہیجانی لہر پیدا ہوگئی، سنہ ۱۲۶ھ مین چارلس مارٹل نے پرووینس کی باجگذار اسلامی ریاست پر فوج کشی کی، یوسف نے اس کا مقابلہ کیا، مگر وہ تنہا اس سیلاب کو روکنے کی استعداد نہ رکھتا تھا، وہ سلطنت اسلامی حلقۂ اطاعت سے باہر ہوگئی، اسی کے ساتھ لیانس (لودون) بھی مسلمانون کے قبضہ سے نکل چکا تھا، اب پرووینس کا مشہور شہر اونیون (Avennion) بھی ہاتھون سے جاتا رہا۔ اس کے بعد چارلس نے براہ راست ناربون (اربونہ) کا محاصرہ کیا، جب اس محاصرہ کی خبر اندلس پہنچی، تو مسلمانون کو کچھ ہوش آیا، انھون نے جس طرح بھی ممکن ہوسکا، امدادی فوج بھیجی، اور چارلس محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوا، اور واپسی مین وہ آس پاس کی مشہور آبادیون کو لوٹتا مارتا نکل گیا، اور چارلس کی اس مہم سے پرووینس (Provence) لینگوڈاک (Languedoc) ایگڈ (Agde) بزیرس (Baziers) نیمس (Nimes) میگیولون (Maguelonne) کو جو اسلامی حکومت ناربون کے ماتحت تھے، شدید نقصان اٹھانا پڑا،

چارلس کی واپسی کے بعد ڈیوک آف مارسیلز نے فوج کشی کرکے [illegible] کو [illegible] سے باہر نکال لیا، مگر دوسرے سال چارلس نے دوبارہ فوج کشی کی، اور اوینیون اور [illegible] کے مشہور شہرون پر قبضہ کرلیا، ڈیوک آف مارسیلز نے اپنی حمایت اسلامی سلطنت [illegible] حکومت ناربون کسی قسم کی کوئی مدد کرنے سے قاصر رہی،

عقبہ کی روانگی افریقہ | ادھر اندلس اسی قسم کے سیاسی ہیجان میں مبتلا تھا، اور اس کے برے نتائج سامنے آرہے تھے کہ افریقہ کے والی نے اس کے ساتھ ایک دوسری ستم ظریفی کی یعنی عقبہ جیسے ہوشمند دوراندیش والی کی خدمات سے اس کو محروم کردیا، اور ان کے تجربوں سے فائدہ اٹھانے اور ان سے کام لینے کے بجائے اس کو عارضی طور پر افریقہ طلب کرلیا، تاکہ وہ افریقہ کی بغاوتوں کو فرو کرسکیں،

اندلس میں آزاد حکومت کا اعلان | اندلس سے عقبہ کا ہٹنا تھا کہ یہاں کے حالات پہلے سے زیادہ بگڑ گئے، اور وہ قائم مقام والی کے قابو سے باہر ہوگئے، چنانچہ بربروں نے اندلس میں بھی خروج کرکے اس کا رشتہ حکومت افریقہ سے منقطع کردیا اور ایک مدنی قائد عبدالملک بن قطن فہری کو ۱۲۱ھ میں والی بناکر اندلس کی آزاد حکومت کی تاسیس کا اعلان کردیا، اس کے بعد عقبہ کو اندلس واپس آنے کا موقع نہ مل سکا ماہ صفر ۱۲۳ھ میں انھوں نے وفات پائی،[1]

عبدالملک کے برسر اقتدار آتے ہی مدنی عربوں اور بربروں کو پھر اقتدار حاصل کرنے کا موقع مل گیا، دوسری طرف شامیوں پر مظالم شروع ہوگئے، اور اسپین میں شامی و مدنی آویزش کا سلسلہ مستقل طور پر جاری ہوگیا،

---

[1] نفح الطیب، ابن اثیر ج ۵ ص ۴۴، مجموعہ اخبار ص ۲۸، ۲۹، دوزی ج ۱ ص ۲۰۳، اسکاٹ ج ۱ ص ۲۰۰، ۲۰۸، افتتاح الاندلس ابن القوطیہ،

عبدالملک بن قطن فہری (متولی)(۱۴)

۱۲۱ھ — ۱۲۴ھ
۷۳۹ء — ۷۴۲ء

عبدالملک بن قطن فہری ۱۱۴ھ سے ۱۱۶ھ / ۷۳۲ء سے ۷۳۴ء تک اندلس کے والی رہ چکے تھے، اور وہ اپنے خیال میں غیر منصفانہ طور پر اس منصب سے معزول کئے گئے تھے، اس وقت ان کی عمر تقریبا نوے سال کی تھی، وہ واقعہ حرہ میں شریک تھے، جس میں یزید بن معاویہ نے مدینہ منورہ کی بے حرمتی کرکے مدینہ میں قتل عام کرایا تھا، اس لئے شامیوں یعنی امویوں اور ان کے مددگاروں سے ان کے تعلقات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے، اسی وجہ سے جب اندلس کے بربر شامیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، تو انھوں نے خود اپنی طرف سے عبدالملک کو امیر منتخب کیا، اور انہیں بھی دارالحکومت پر قابض ہو کر مستقل بن جانے میں کوئی پس و پیش نہ ہوا، اور برسر اقتدار آکر مدنی عربوں اور بربروں کی مدد سے حکومت کی زمام قیادت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا،

حکومت اسٹریاس کی تاسیس — مسلمانوں کی خانہ جنگی سے اعدائی اندلس نے پورا فائدہ اٹھایا، فرانس میں چارلس اول کے ہاتھوں پہنچا، دوسری طرف بلایو نے [illegible] سے فائدہ اٹھایا،

امیر عنبسہ نے بلایو کی قوت ختم کر دی تھی، وہ اسی زمانہ کے عالم [illegible] میں

اس دنیا سے کوچ کر گیا، اس کی زندگی کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو وہ صرف یہ کہ اپنے عزم پر استوار رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا فاویلا (Fravila) اس کا جانشین مقرر ہوا، وہ دو سال کی مختصر حکومت کے بعد ایک جنگلی سور کا شکار کرتے ہوئے سور کے حملہ سے ۷۳۹ء میں مارا گیا، اور اپنے باپ کے پہلو میں سنٹ ایلالیا (S. Falalia) واقع کوو انگا میں مدفون ہوا، فاویلا کے لڑکے کم سن تھے، اس لئے اس کی جانشینی کے لئے نظر انتخاب الفانسو (Alphanso. پر پڑی جو ڈیوک آف کنٹبریا (Dukepca-mlabir.) کا لڑکا اور پلایو کا داماد تھا، پلایو کی لڑکی اورمسینڈا (Ormm-esinda) اس سے بیاہی تھی، اس لئے جلیقیہ کے عیسائیوں نے ۱۲۱ھ/۷۳۹ء میں اس کو اپنا لیڈر بنا لیا،

الفانسو نے اُس زمانہ میں جب امیر عقبہ افریقہ بلائے گئے، اور اسلامی اندلس میں انتشار پیدا ہوا، اپنے قدم باہر نکالے اور پورے صوبہ جلیقیہ پر قابض ہو کر موجودہ پرتگال کے بعض شہروں پر بھی اپنا قبضہ جما لیا، اور اس کے بعد بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا[۱]،

اس طرح سرحد کے مٹھی بھر عیسائیوں نے اندلس کی اسلامی سلطنت کے پہلو میں اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال لی مگر اندلس کے مسلمانوں کو اپنی خانہ جنگی سے ایسی مہلت نہ ملی کہ وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکتے، اور مسلمانوں کی قبائلی و جماعتی کشمکش کی بدولت اندلس میں ایک باضابطہ متوازی عیسائی سلطنت قائم ہو گئی جو آگے چل کر ایسی بار آور ہوئی

---

[۱] اسپین و (سٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۲ ۳ ص ۲۸، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (طبع یازدہم) ج ا ص ۴۴ ۷ (ذکر انفانس) ورق ۲۵ ص ۱۴۱۵ (ذکر اسپین) انسائیکلو پیڈیا، کے آخر الذکر مضمون میں عام روایتوں کے خلاف انفانسو کو پلایو کا لڑکا لکھا گیا ہے،

کہ پورے اندلس پر چھا گئی،

بربرون کے استیصال کے لئے شامی لشکر کا ورود

افریقہ کے والی عبیداللہ بن حجاب کے خلاف جو بغاوت اٹھی تھی، بربرون کو اس مین پوری کامیابی حاصل ہوئی، چند دنون کے لئے گویا پورا شمالی افریقہ اموی حکومت کے حلقۂ اطاعت سے باہر نکل گیا، خلیفہ ہشام اس بغاوت کا حال سُن کر سخت برہم ہوا، اس نے اس کے استیصال کا تہیہ کیا، اور شام کے مختلف علاقون سے ۲۲ ہزار اور قنسرین سے ۳ ہزار حلب، ۲ ہزار فوج فراہم کی، پھر مصر کی ۳ ہزار فوج کو ساتھ جانے کا حکم دیا،

اس طرح ۳۰ ہزار سپاہیون کا لشکر افریقہ کے لئے روانہ ہوا، اور افریقہ کے مقیم عربون کو اس لشکر مین شریک ہونے کا حکم بھیجا، خلیفہ ہشام نے اس لشکر کی سرداری پر کلثوم بن عیاض قسیری کو مامور کیا، اور ہدایت کی کہ کلثوم کے کام آجانے کی شکل مین بلج بن بشر قسیری اس فوج کا افسر نامزد کیا جائے، اور اگر وہ بھی مارا جائے تو ثعلبہ بن سلامہ جذامی بجائی کو افسر بنایا جائے،

شامی و افریقی عربون مین اختلاف

یہ شامی لشکر ان تیاریون کے ساتھ سنہ ۱۲۳ھ (۷۴۱ء) مین افریقہ مین داخل ہوا، لیکن دوسری طرف قضا و قدر، افریقہ مین عربون کی قسمت پر کھڑی علٰحدہ مسکرا رہی تھی،

اس زمانہ مین ہوشمند عربون کو اپنی قبائلی عصبیتون کو فراموش کرکے یکجہتی سے بربرون کے مقابلہ مین کھڑا ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن نووارد شامی عرب اپنے فن سپہ گری اور اپنی تعداد کی کثرت پر نازان تھے، انھون نے افریقہ کے قدیم عرب باشندون کو جن مین زیادہ تعداد مدنیون کی تھی آنکھ نہین لگایا، اور ان قدیم افریقی عربون کے مقابلہ مین ان مین احساس برتری پیدا

ہوا، اور بربرون کے مقابلہ مین کسی میدان مین جمع ہونے سے پہلے ہی ان دونون گروہون کے تعلقات مین تلخی اور سوءظنی پیدا ہوئی، بعض موقعے ایسے آئے کہ آپس ہی مین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر تیار ہو جاتے، لیکن بعض مدبر سرداروں کے بیچ بچاؤ سے اس کی نوبت نہین آئی اور بربرون کے مقابلہ مین یہ باہم مل کر صف آرا ہوئے،

افریقہ مین بربرون اور عربون کی جنگ اور اس کے اثرات اندلس پر

چنانچہ ستر ہزار عرب، بربرون سے مقابلہ کرنے کے لیے مقام بقدورہ مین صف آرا ہوئے، لیکن ایک غلط فوجی حکمت عملی کے سبب سے عربون کو سخت ہزیمت ہوئی، افریقہ کے قدیم عربی قبائل میدان سے ہٹ گئے، کلثوم بن عیاض جان سے مارا گیا، فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا، خلیفہ ہشام کی ہدایت کے مطابق بلج بن بشر قشیری باقی ماندہ سپاہ کا افسر بنا، اور وہ ہزیمت خوردہ بچی کھچی شامی فوج کو میدانِ جنگ سے نکال کر کسی طرح طنجہ لایا، اس شہر مین بھی وہ داخل نہ ہو سکا، تو سبتہ کی راہ لی، اور شہر پر قبضہ کر کے اس کی مستحکم فصیل کے پیچھے پناہ گزین ہو گیا، اور سامان رسد جمع کر کے قلعہ کے دروازے بند کر لیے، بربر تعاقب مین یہان تک آئے، لیکن انھون نے محاصرہ نہین کیا، اور بلج اور اس کے سپاہیون کو اُن کے حال پر چھوڑ کر یہان سے رخصت ہو گئے، البتہ آس پاس کے سارے علاقہ کو انھون نے تباہ و برباد کر دیا، تاکہ کسی جگہ سے غلہ کی مدد اُن کو نہ مل سکے اور بھوکون مر کر یہ اپنے ارادون سے باز آجائین،

شامی لشکر کی بے سرو سامانی اور اندلس پر نگاہ

بلج سبتہ مین بے یار و مددگار پڑا رہا، آس پاس سے سامان رسد اتنا بھی مہیا نہ ہو سکا کہ سدِ رمق کا سہارا ہوتا، قدرۃً اس کی نگاہ اندلس کی جانب اٹھی، اس نے اندلس سے غلہ کی امداد چاہی، جب اس مین تاخیر ہوئی تو اندلس مین اُترنے کی اجازت طلب کی، لیکن یہان عبدالملک بن قطن کی حکمرانی تھی،

ایک طرف شامی لشکر کے حریف دشمن بربر اس کے ہمدرد تھے، دوسری طرف خود اس کو شامیون
سے دیرینہ عداوت تھی، واقعہ حرہ کے دلفگار مناظر کی یاد اس کے دل مین موجود تھی، اس لئے بلج
اپنی پیہم درخواستون کے باوجود عبدالملک کی ہمدردی حاصل کرنے مین کامیاب نہ ہوسکا، اور عبدالملک
لیت ولعل مین وقت گذارتا رہا، نہ غلہ بھیجا، نہ اندلس مین اُترنے کی اجازت دی، اور صاف طور پر
انکار کیا۔ اس طرح بلج اور اس کے شامی لشکر کی مصیبتین روز بروز بڑھتی گئین، بلکہ تقریبًا ایک
سال اسی طرح محاصرہ کی حالت مین گذر گیا، جس مین سختیان اس حد تک پہنچ گئین، کہ جانورون
کی کھالین پکا پکا کر کھانے لگے، پھر جھنگا مچھلی مل گئی، تو کچھ سہارا ملا، اُن کی ان مصیبتون کی خبرین
اندلس پہنچتی رہین، اور لوگون مین ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے گئے، بنو لخم کے ایک سردار
زیاد بن عمرو سے نہ رہا گیا، اس نے انسانی ونسلی ہمدردی کے تقاضے سے مجبور ہو کر جرأت سے
کام لیا، اور عبدالملک کی مرضی کے خلاف دو جہازون پر غلہ لاد کر سبتہ بھیج دیا، عبدالملک
کو جب یہ معلوم ہوا تو سخت ناگوار گذرا، اُس نے زیاد بن عمرو لخمی کو گرفتار کر کے اشتعال دلانے
اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کا الزام لگا کر قتل کرا دیا، اور لاش کو صلیب پر لٹکا دیا،
جس کے بعد کسی دوسرے عرب سردار کو پھر ایسی جرأت کرنے کا حوصلہ نہ ہوسکا،

شامیون کا اندلس مین اترنے کا عزم

اب بلج کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا، بربرون کے خوف سے اس کے لئے افریقیہ
واپس جانا ممکن نہ تھا، اور اندلس کے ساحل پر قدم رکھنے مین کم سے کم
یہ امید تھی کہ اگر مخالفین کا گروہ موجود ہے تو تھوڑے بہت ہمدردون کی جماعت بھی اسکو
ملجائے گی، اور یہان وہ لڑ بھڑ کر کوئی راہ نکال لے گا، اس لئے اُس نے اندلس مین اُترنے
کا قطعی ارادہ کر لیا، اور اس کی خبرین عبدالملک کے کانون تک بھی پہنچ گئین،

عبدالملک فہری سے بربرون کی مخالفت

اودہر اندلس کی اندرونی سیاسیات مین بھی ایک نئی شکل سامنے

آگئی، اب تک اندلس کے بربر عبدالملک کے ہمنوا تھے، لیکن افریقیہ مین بربرون کی کامیابی کو دیکھ کر
اُن کے تیور بھی بدل گئے، اور اندلس مین عربون پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور نہ صرف عبدالملک
کو علیحدہ کر کے کسی بربر سردار کو حکمران کرنا چاہا، بلکہ پورے جزیرہ نمائے اندلس سے عربون کو فنا
کرنے کا جذبہ پیدا ہوگیا، چنانچہ جہان جہان بربرون کو غلبہ حاصل تھا، اور وہ عربون کو نکال
سکتے تھے، وہان سے ان کو جلاوطن کر دیا، اس طرح جلیقیہ واستورقہ کی پوری عرب آبادی
وہان سے نکال دی گئی، اور اس ہنگامہ مین بہت سے عرب جان سے بھی مارے گئے، اس
صورت حال کے پیدا ہوتے ہی عربون کی قومی ونسلی حمیت بھی بھڑک اٹھی، وہ مختلف سمتون
سے سمٹ کر یکجا آبادیون مین آگئے، اس طرح وسط اندلس کے بہت سے شہر عربون کی
آبادی سے خالی ہوگئے، صرف سرقسطہ مین چونکہ بربرون کی بہ نسبت عربون کی آبادی زیادہ تھی،
اس لئے وہ اپنی جگہ مقیم رہے، عبدالملک نے ابتداً بربرون سے تعلقات خوشگوار رکھنے چاہے، مگر
کامیاب نہین ہوا، پھر اس نے بربرون پر کئی لشکر بھیجے، مگر انھون نے عربون کو شکست دیدی، اب
وہ جہان پاتے عربون کو قتل کر دیا کرتے،

شامیون کا ورود اندلس اور بربرون کا استیصال

عبدالملک نے بالآخر اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انہی شامیون کی طرف اپنی نگاہ امید ڈالی، جو سبتہ مین بڑی تعداد مین بلج کی سرکردگی مین موجود تھے، اور اندلس مین داخل ہونے کی اجازت بار بار طلب کر چکے تھے، لیکن عبدالملک کو ان لوگون کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا، اس لئے اس نے اس نئے بدلے ہوئے حالات کے باوجود ان کو بغیر کسی معاہدہ کے اندلس مین بلانا گوارا نہین کیا، چنانچہ اس نے غلہ اور کپڑون سے لدے ہوئے جہاز اندلس سے سبتہ بھیجے، اور انہی دو شرطون کے ساتھ یہان آنے کی اجازت دی،
۱- ملک مین امن وامان قائم رکھنے اور حکومت وقت کے مطیع رہنے کی ضمانت مین ہر قبیلہ

سے دس دس یرغمال پہلے بھیجے جائیں، جو اندلس کے بجائے کسی دوسری جگہ نظر بند رکھے جائین گے،

۲۔ اس جزیرہ مین ان کے لیئے ایک سال کی مدت اُن کی آسودہ حالی کے لئے کافی ہے، اس اثنا مین وہ یہان مقیم رہ کر حکومت کی مدد کرین، پھر اپنے ساز و سامان کے ساتھ اس جزیرہ سے واپس چلے جائین، اور ان یرغمالون کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائین،

دوسری طرف شامیون نے بھی عہد کر لیا کہ ان کی واپسی اندلس سے ایک ساتھ ہوگی، ایسا نہ ہو کہ وہ واپسی کے وقت بربرون کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے جائین، اور اثناے راہ مین انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے،

طرفین نے ان شرطون کو منظور کر لیا، اور ان کے بموجب پہلے ہر قبیلہ کے یرغمال اندلس آ گئے اُن کو جزیرہ ام حکیم مین ٹھہرنے کے لئے بھیج دیا گیا، اور اُن کی ضروریات کی نگرانی، جزیرہ خضرا کے والی کے سپرد کی گئی، کھانے پینے اور پہننے کے سامان وہان بھیجے گئے، جزیرۂ ام حکیم مین پینے کا پانی نہین تھا، اس لئے پانی بھی مشکیزون مین بھر کر جزیرۂ خضرا سے بھیجنے کا اہتمام کیا گیا،

اس کے بعد بلج دس ہزار شامیون کے ساتھ اندلس مین داخل ہوا، اگرچہ کپڑے جہازون پر بھیجے جا چکے تھے، مگر وہ دس ہزار آدمیون کے لیئے کافی نہین ہوے، بہت سے شامیون کے بدن پر کپڑے پھٹ کر پرزے پرزے ہو چکے تھے، یہان پہنچتے ہی اُن کے لئے کھانے پینے اور کپڑے کا انتظام کیا گیا، اور اُن کے سردارون کو خلعت دیا، اور معززین کے لباس سے آراستہ کیا، اس طرح [illegible] پذیرائی کی گئی کہ وہ چند ہی دنون مین اچھے خاصے مرفہ الحال ہو گئے،

دوسری طرف بربرون نے اس اثناء مین ابن ہدین نامی ایک قائد کی سرکردگی مین بڑی طاقت فراہم کر لی تھی، جلیقیہ، استورقہ، ماردہ، قوریا اور طلبیرہ ان کے اہم مرکز تھے، بربرون کا پہلا لشکر مدینہ شذونہ کی طرف بڑھتا ہوا آیا، اور شامیون کو روکنا چاہا جنہون نے ان کو پسپا کیا،

دوسرا لشکر قرطبہ پر چڑھائی کے لئے آیا ہوا تھا، اس کو بھی پسپا ہونا پڑا، تیسرا لشکر جو سب سے بڑا اور اہم تھا، اُس نے دریائے تاجہ کو عبور کر لیا تھا، عبد الملک نے انھیں روکنے کے لئے اپنے لڑکوں اُمیّہ اور قطن کی سرکردگی مین جزیرہ کے قدیم عرب باشندون اور نو وارد شامیون پر مشتمل لشکر بھیجا، بربر اس لشکر کی خبر سن کر طلیطلہ کی طرف گھوم پڑے، یہ دیکھکر حکومت کے لشکر نے بھی اسی طرف رُخ کیا، اور شہر طلیطلہ کے قریب وادی سلیط مین دونون فوجون کا خونریز مقابلہ ہوا، اس مین عربون کی فتح ہوئی، اور بربرون کا پورا لشکر برباد ہوگیا، اس لڑائی سے شامیون کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا، کہ اُن کے قبضہ مین بربرون کے تمام اسلحہ آگئے، اور یہ جماعت کی جماعت پورے طور پر مسلح ہوگئی،

اس کے بعد عبد الملک نے ملک کے مختلف حلقون مین فوجی دستے بھیجے، جہان جہان بربری ملے گئے، تہ تیغ کئے گئے، اور قتل عام کے بعد اُن کی جمعیت پورے طور پر منتشر ہوگئی،

عبد الملک کا شامیون سے اختلاف

شامیون کی اس کارگذاری سے ملک مین اُن کے مستقل اثر و اقتدار کے قائم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے ایک سال گذرنے کے بعد عبد الملک نے بلج سے حسب وعدہ افریقیہ واپس جانے کا مطالبہ کیا، بلج نے واپسی منظور کر کے سفر کے لئے جہاز کسی ایسی بندرگاہ پر طلب کئے، جہان بربرون کی آبادی نہ ہو، اس زمانہ مین جزیرۂ خضرا سب سے بڑی بندرگاہ تھا، سرکاری جہاز یہین رہتے تھے، مگر یہان کی بڑی آبادی بربرون ہی پر مشتمل تھی، اس لئے بلج کے مطابق ان کی جماعت کو وہان پہنچ پر بربرون کے ہاتھون محصور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے اس نے کسی اور بندرگاہ سے افریقیہ جانے کا مطالبہ کیا، لیکن عبد الملک کو اندیشہ تھا کہ اگر کسی اور بندرگاہ سے سب شامیون کو بھیجنے کا انتظام کیا گیا، تو جزیرۂ خضرا سے بیڑے کے ہٹتے ہی بربر سبتہ پر قبضہ کر لین گے، اس لئے

عبدالملک نے اس شہر کے حفاظتی بیڑے کو یہان قائم رکھ کر تھوڑی تھوڑی تعداد مین شامیون کو
یہان سے بھیجے جانے کا مشورہ دیا لیکن بلج نے واپسی کے لئے دو شرطون پر اقرار کیا اول یہ کہ کسی
اور بندرگاہ سے روانگی ہو، دوسرے یہ کہ سارے شامی مع اپنے ساز و سامان کے ایک مرتبہ
اندلس سے روانہ ہون، اور ایک ساتھ افریقہ مین اترین تاکہ بربرون کو ان کے کسی برے
ارادے مین کامیابی نہ ہو لیکن عبدالملک ان وجوہ سے ان شرطون کے قبول کرنے پر آمادہ
نہین ہوا، اور ان دونون کا یہ اختلاف اپنی حد سے تجاوز کر گیا،

عبدالملک پر حملہ اور اس کی حکومت کا خاتمہ

شامیون نے اس اختلاف کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرنا چاہا،
چنانچہ وہ اچانک عبدالملک کے قصر امارت پر ٹوٹ پڑے، اور قصر حکومت سے اس کو باہر نکال
کر بلج کو قصر کے اندر لیجا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی، یہ واقعہ آناً فاناً پیش آگیا، اس کے بعد شامیون
نے عبدالملک کو قتل کرنے کی کوشش کی، لیکن اہل یمن اس کی حمایت مین اٹھ کھڑے ہوئے اور
شامی اس کے قتل کرنے کی جسارت نہ کر سکے، لیکن مدنیون کی طاقت قرطبہ مین زیادہ نہ تھی اسلئے
عبدالملک کی مدد وہ اس سے زیادہ نہ کر سکے، اور وہ بے دست و پا ہو کر خاموشی سے اپنے ذاتی
مکان مین اٹھ آیا جو دار ابی ایوب کے نام سے موسوم تھا اور اس کے دونون لڑکے امیہ اور قطن قرطبہ
سے فرار ہو گئے، ان مین سے ایک نے ماردہ کا رخ کیا، اور دوسرا سرقسطہ چلا گیا، اور یہ دونون
اندلس مین اپنے موافق فضا تیار کرنے مین مصروف ہو گئے،

بلج بن بشر قیسری (متولی)(۱۵)

۱۲۳ھ - ۱۲۴ھ
۷۴۱ء - ۷۴۲ء

بلج بن بشر قیسری، خلیفہ ہشام کے فرمان کے بموجب شامی لشکر کا امیر تھا، لیکن اہل اندلس اس کی اس بالواسطہ سند امارت کو قبول نہین کر سکے، عبد الملک اگرچہ قانونًا متولی کی حیثیت رکھتا تھا، تاہم اسکو عام ہر دلعزیزی حاصل تھی بلکہ اگر مقری کی روایت کو صحیح باور کیا جائے تو وہ افریقہ جا کر اپنی ولایت کی سند بھی لا چکا تھا اس لئے بلج کے لئے اپنے کو امیر تسلیم کرانا دشوار ہو گیا لیکن اس نے اس پروا نہ کی، اس کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا، اور انہی شامیون کی مدد سے وہ اندلس کی حکمرانی کے لئے تیار ہو گیا تھا،

شامی نظربندون کی رہائی، اس نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی ان شامی یرغمالون کو جزیرۂ ام حکیم سے اندلس مین بلا لیا جنہین عبد الملک نے وہان نظربند کر رکھا تھا، جزیرہ ام حکیم کا انتظام جزیرۂ خضراء کے والی کے سپرد تھا، اندلس کے داخلی انتشار اور دار الخلافہ قرطبہ مین شامیون کی بغاوت کے بعد اس نے ام حکیم کے مقیم یرغمالون کی مدد سے ہاتھ روک لیا، ان کو کھانے اور پینے کے پانی کی سخت تکلیف اٹھانی پڑی، یہان تک کہ پیاس کی شدت سے ایک ممتاز غسانی رئیس کا انتقال ہو گیا،

عبد الملک کا قتل ان وجوہ سے نظربندون کا یہ قافلہ عبد الملک سے سخت برہم تھا یہ لوگ

غیظ و غضب کی حالت مین اندلس پہنچے، اور جوشِ انتقام مین انھون نے عبد الملک کے قتل کئے جانے کا مطالبہ کیا، دوسرے شامیون کے جذبات بھی ان کی دردناک مصیبتین سن کر بھڑک اٹھے، اور وہ بیک زبان غسانی رئیس کے خون کے انتقام مین عبد الملک کا سر طلب کرنے لگے بلج نے معاملہ کو رفع دفع کرنا چاہا۔ مگر ان کا جوش غضب بڑھتا گیا، دوسری طرف مدنیون مین عبد الملک کے قتل کر دیئے جانے کی افواہ پھیل گئی، اور طرفین مین جوش و خروش اتنا بڑھا کہ مدنی و شامی قبائل کی جنگ آزمائی کا پیش خیمہ بنتا نظر آیا، بلج نے مدنیون کو مطمئن کرنے کے لئے عبد الملک کو اس کی قیامگاہ دار ابی ایوب سے بلوایا، لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا، شامی اس کو دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور بلج کی منت سماجت کے باوجود ان کا غصہ فرو نہین ہوا، وہ اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے کہ تو یوم حرہ مین ہماری تلوارون سے بچ نکلا، اور انتقام مین تو نے ہمین کتے کا چمڑا اور گوشت کھانے کے لئے بھیجا، تو نے ہمین بربرون کے ہاتھ بیچ ڈالا، یہ کہتے ہوئے جھپٹ کر عبد الملک کو قابو مین کر لیا، اور کشان کشان قتل گاہ تک لے گئے، مدنیون کی تعداد تھوڑی تھی، وہ بے بسی سے یہ تماشا دیکھتے رہے، شامی عبد الملک کو دریا کے پل کے قریب لائے، اور سولی پر لٹکا دیا، اور اس کی توہین کے لئے لاش کے داہنی طرف ایک کتے، اور بائین طرف ایک سؤر کو سولی پر لٹکا دیا، اور اس حسرت انگیز طریقہ سے اس نود سالہ پیر مرد کی زندگی کا خاتمہ ہوا، لاش دن بھر اسی طرح سولی پر لٹکی رہی، پھر ان کے بربری غلام جو المدور کے رہنے والے تھے، رات کو لاش کو مع صلیب کے اٹھا لے گئے، اور تجہیز و تکفین کی رسم ادا کی، کچھ دنون تک یہ مقام مصلب عبد الملک کے نام سے مشہور رہا آگے چل کر اُن کے لڑکے اُمیّہ نے یہان پر ایک مسجد تعمیر کرا دی،

عبد الملک کے مارے جانے سے اندلس مین قبائلی دشمنی کی ایسی آگ بھڑکی جس کے شعلون سے

سالہا سال تک اندلس کے امن و امان کا خرمن جلتا رہا، اور اندلس کی آئندہ چند سالہ زندگی تمام تر قبائلی خانہ جنگیوں کی نذر ہو گئی،

شامیوں کے خلاف صف آرائی

چنانچہ عبدالملک کے دونوں لڑکوں قطن اور امیہ نے بلج کے خلاف فوج کشی کا نعرہ بلند کیا، ایک نامور قائد عبدالرحمٰن بن حبیب، بلج کے ساتھ اندلس آیا تھا، وہ شامیوں کے طرز عمل سے برگشتہ ہو کر عبدالملک کے لڑکوں کا ہمنوا ہو گیا، اس کے اثر سے بلج کے ساتھ آنے والوں میں سے غیر شامی عرب اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے، پھر بربریوں کو بھی شامیوں سے انتقام لینے کا موقع ملا، وہ عبدالملک سے اپنے اختلافات کو فراموش کرکے اس کے قصاص میں اٹھ کھڑے ہوئے، دوسری طرف ناربون میں اس زمانہ میں عبدالملک کا مقرر کیا ہوا والی عبدالرحمٰن بن علقمہ لخمی تھا، وہ بھی عبدالملک کی موت سے متاثر ہوا، اور چالیس ہزار فوج لیکر آیا، اس طرح ابن اثیر کے بیان کے مطابق ایک لاکھ فوج شامیوں کے خلاف صف آرا ہو گئی، بلج کا لشکر تقریباً بارہ ہزار تھا، اور بربریوں اور عربوں کے کچھ غلام بھی اس فوج میں شریک ہو گئے تھے، وہ قرطبہ سے نکل کر ولبہ کے علاقہ میں آیا، اور اسی ضلع کے ایک گاؤں میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، گھمسان کی لڑائی ہوئی، اور دونوں طرف کے سپاہی بڑی تعداد میں کام آئے، مقتولین میں غیر شامیوں کی تعداد زیادہ تھی،

بلج پر حملہ اور موت

عبدالرحمٰن بن علقمہ بڑا تیرانداز تھا، اس نے کہا مجھے بلج کی شناخت کرادو، یا تو اس کو مار دونگا ورنہ مر جاؤنگا، بلج ایک سیاہ گھوڑے پر سوار ہاتھ میں جھنڈا لئے فوج کی رہنمائی کر رہا تھا، عبدالرحمٰن بن علقمہ نے اس کو پہچانتے ہی اسی سمت کو زور کا حملہ کیا، شامی کائی کی طرح چھٹ گئے، ابن علقمہ نے بلج کے قریب پہنچ کر سر پر تلوار کے دو

وار کیے، دوسری طرف سے حصین بن دمن عقیل بن علقمہ پر حملہ آور ہوا، ابن علقمہ بھاری زرہیں پہنے ہوئے تھا، زخمی ہونے سے بچ گیا، اور پینترا بدل کر دوسری سمت کو ہو لیا، شامی بڑی بہادری سے لڑے، مگر میدان حریفوں کے ہاتھ رہا، بلج کے زخمی ہوتے ہی میدان جنگ کا نقشہ بگڑ چکا تھا، تھوڑی دیر وہ بامردی سے مقابلہ کرتے رہے، پھر ہمت ہار کر پسپا ہو گئے، بلج زخموں سے جانبر نہ ہو سکا اور ماہ شوال ۱۲۴ھ؍۷۴۲ء میں اس نے وفات پائی، شامیوں نے ثعلبہ بن سلامہ عجلی کو اپنا امیر منتخب کیا۔[1]

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۸، ۱۸۹ - ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۹۵ نفح الطیب ج ۱ ص   ج ۲ ص ۵۹ مجموعہ اخبار اندلس ص ۴۳ تا ۴۱ - افتتاح الاندلس ص ۱۶،

ثعلبہ بن سلامہ عجلی (۱۶)

سنہ ۱۲۴ھ ۷۴۲ء — سنہ ۱۲۵ھ ۷۴۳ء

ثعلبہ بن سلامہ عجلی کے تقرر کا جواز خلیفہ ہشام کے اُس فرمان سے پیدا کیا گیا تھا جس مین اُس نے کلثوم کے بعد بلج کو اور اس کا جانشین ثعلبہ کو بنایا تھا لیکن شامیون کے سوا عام باشندگان اندلس کے نزدیک اس کی حیثیت متولی سے زیادہ نہین رہی کہ خود بلج کی امارت پر اہل اندلس نے بیعت نہین کی تھی، اس لئے مخالفین گروہ در گروہ صف بندی مین مصروف رہے ثعلبہ نے اس میدان مین شکست کھا کر ماردہ مین پناہ لی تھی، یہان سے اس نے قرطبہ سے امدادی فوج طلب کی لیکن عبدالملک کے لڑکے امیہ اور قطن اپنی فوج لے کر ماردہ پہنچ گئے، اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا، اب مدنیون کی کامیابی مین کوئی شبہہ باقی نہین رہا تھا، ثعلبہ اپنی جگہ سخت پریشان تھا، اتفاق سے عید کا دن آگیا، بربر اور عرب جو محاصرہ کئے ہوئے تھے عید منانے مین مشغول ہو گئے، ثعلبہ نے اس موقع کو غنیمت جانا، وہ دفعۃً شہر سے نکلا اور بے خبری کی حالت مین قتل عام مچا دیا، عربون اور بربرون مین بھگدڑ مچ گئی، ہزارون عربون اور بربرون کو گرفتار کر لیا، بہت سے لوگون کے اہل و عیال ساتھ تھے، ان کو بھی پکڑ لیا، اور بہت سے لوگ بھاگ کر اپنی جانین بچانے مین کامیاب ہوئے،

ثعلبہ نے ان عرب قیدیون کے ساتھ سخت ناروا سلوک کیا، اُن کی تعداد دس ہزار سے

زیادہ تھی، ان مین سے بوڑھون اور بچّون کو کچا وہ مین بٹھا کر قرطبہ لایا، اور محلہ مصارہ مین لونڈی غلام کی حیثیت سے فروخت کرنے کے لئے بولیان بلوائین، ان فروخت ہونے والون مین مختلف قبائل کے اکابر شیوخ بھی تھے، ابن الحسن اور حارث ابن اسد جہنی کے لئے جب بولی کا وقت آیا، تو اس نے کہا جو اُن کی سب سے کم قیمت لگائیگا، وہی اُن کی خریداری کا مستحق ہوگا، چنانچہ دس دینار سے اُن کی بولی شروع ہوئی، اور ایک کتّے کے بدلے مین یہ فروخت کئے گئے، ایسی ظالمانہ اہانت کی مثال اس سے پہلے نہین گذری تھی، اور جو قیدی فروخت ہونے سے بچ گئے، وہ قیدخانہ مین ڈال دئیے گئے،

اس طرح اس نے مخالفین کی طاقت کا قلع قمع تو کر لیا لیکن اس کی حکومت کے حدود قرطبہ اور ماردہ سے آگے نہ بڑھ سکے، اب اہل اندلس خانہ جنگی کی ایسی تباہ کاریون سے گھبرا اٹھے تھے، انھون نے حکومت افریقہ کی طرف پھر رجوع کیا، ان دنون افریقہ کی ولایت پر حنظلہ بن صفوان کلبی مامور تھا، اندلس کے صلح جو طبائع رکھنے والون نے اس سے کسی ایسے شخص کو طلب کیا، جو ملک مین ہر دلعزیزی پیدا کر کے امن وامان قائم کر سکے، چنانچہ حنظلہ نے ابو الخطار حسام بن ضرار کلبی کو اندلس کا امیر مقرر کر کے بھیجا، وہ ماہ رجب ۱۲۵ھ میں اندلس پہنچا، ثعلبہ کی حکومت کا دور تقریباً دس مہینے قائم رہا،[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۴ ۹، ۵ ۱۹، ابن قوطیہ ص ۱۶-۱۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۹، مقری ج ۲ صفحہ مجموعۂ اخبار ص ۴۴ تا ۴۶، ابن عذاری ص ۰، ۰،

ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی (۱۷)

۱۲۵ھ — ۱۲۸ھ
۷۴۳ء — ۷۴۶ء

ابوالخطار طبعاً ہوشمند، صائب الرائے، مدبر، نیک سیرت، اور جری و شجاع تھا، وہ دمشق کے ممتاز رؤسا مین سے تھا، اور اپنے اخلاق و کردار کی بلندی کے سبب سے اس کو عام ہر دلعزیزی حاصل تھی، اندلس کے عربون نے اس کے ورود کو اپنے حق مین مبارک سمجھا، اور بعض حالات ایسے پیش آگئے، جن سے بربرون کے درمیان بھی اس کی وقعت قائم ہوگئی، جس وقت اس نے اندلس کی زمین پر قدم رکھا، فریقین قرطبہ سے مغرب مصارہ کے میدان مین نبرد آزما تھے، اس نے میدان جنگ کے قریب پہنچ کر اپنا علم بلند کیا، فریقین نے اس نئے علم کو دیکھ کر اپنی تلوارین اپنی نیام مین کرلین، اور دونون طرف کے سرداران قبائل اس کی پیشوائی کیلئے آگے بڑھے، اس نے فاتحانہ انداز مین خطاب کرکے پوچھا

"تم سنو گے،؟ .... اطاعت کروگے؟"

لوگون نے آگے بڑھ کر اثبات مین جواب دیا، تو اس نے اپنے تقرر کا فرمان پڑھکر سنایا، مصری اور قدیم عرب باشندون نے بلند آواز سے کہا،

"ہم اطاعت کرتے ہین لیکن ان نووارد شامیون کے لئے ہمارے پاس کوئی جگہ نہین"

ابوالخطار نے تسلی آمیز لہجہ مین جواب دیا، کہ

"مین قرطبہ جاتا ہون ذرا دم لیتا ہون پھر جو کچھ کہوگے ویسا ہی ہوگا بعض تدبیرین میرے ذہن مین ہین، انشاء اللہ اس مین سب کی بھلائی نظر آے گی،"

بربرون مین مقبولیت | ابوالخطار کا استقبال کرنے والون مین ثعلبہ ابن ابی سعید، قطن بن عبدالملک اور امیہ بن عبدالملک وغیرہ سب عمائد تھے، ابوالخطار ان سب سے نرمی اور اخلاق سے پیش آیا، اور سب لوگ قرطبہ مین صلح جوئی کے جذبات کے ساتھ داخل ہوئے، اور اس کے آتے ہی اندلس مین مستقبل کے متعلق خوش آیند توقعات کے ساتھ ایک نئی فضا پیدا ہوگئی،

ابوالخطار کے سامنے قرطبہ پہنچ کر سب سے پہلے بربر قیدیون کا معاملہ پیش ہوا، ثعلبہ اُن کے قتل کا فیصلہ سنا چکا تھا، اب اس کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا، اس لئے اس نے ان سب کو ابوالخطار کے سامنے پیش کیا، اس نے ان کی سزاے قتل موقوف کرکے ان کو رہا کردیا، اس طرح قرطبہ مین اس کا ورود ان قیدیون کی زندگی کا سبب بن گیا، اور بربری قبائل بھی احسانمندی و شکرگزاری کے جذبہ کے ساتھ اس کے گرد جمع ہوگئے

عمائد کی جلاوطنی | اس کے بعد اس نے اندلس کے چند عمائد ثعلبہ بن سلامہ عجلی، وقاص بن عبدالعزیز اور دس دوسرے ممتاز شامی قائدین کو دارالامارت مین طلب کیا وہ ان لوگون کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آچکا تھا، اور ان لوگون کو اس سے کسی قسم کی بدگمانی نہین تھی، اس لئے وہ بے عذر قصر امارت مین داخل ہوئے، اس نے لطف اور نرمی سے ان کے سامنے اندلس کی سیاسی نزاکتون کے مختلف پہلو رکھے، پھر اُن سے صفائی سے کہا کہ امیرالمومنین اور والی افریقیہ حنظلہ بن صفوان کی راے مین اندلس مین امن وامان قائم رہنے کے لئے تمہارا یہان سے ترک سکونت کرکے چلا جانا ضروری ہے، اس کے ساتھ ہی اس نے کہا کہ حکومت افریقیہ

ان کی شجاعت وبسالت کی قدردان ہے، افریقہ مین بربر باغیون کے مقابلہ مین نامور قائدین کی خدمات کی ضرورت ہے، وہ افریقہ جائین، اور اپنے فوجی خدمات سے افریقہ کی حکومت کو تقویت پہنچائین، اس طرح اندلس مین حالات ایسے پیدا ہوگئے کہ ان قائدین کے لئے جلاوطنی کے اس حکم کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہین رہا، چنانچہ ان سب لوگون نے اندلس کی سرزمین کو ہمیشہ کے لئے خیرآباد کہہ دیا، پھر اس نے عبدالملک کے دونون لڑکون امیہ اورقطن کو بلوایا، انھین نشیب و فراز سمجھا کر انھین تنبیہ کی، اُن کی گذشتہ خطاؤن کو معاف کیا اور پرامن شہری کی حیثیت سے انھین اندلس مین زندگی گذارنے کی اجازت عطا کی،

ان معززین کی جلاوطنی سے دوسرے مفسدہ پردازون کو سبق حاصل ہوا، آیندہ کی ریشہ دوانیون سے انھین مایوسی ہوگئی، اور انھون نے خود سے اندلس کی سرزمین کو خیرباد کہدینا مناسب سمجھا، چنانچہ حکومت افریقہ کے ایک مفرور باغی عبدالرحمن بن حبیب نے اندلس مین پناہ لے رکھی تھی، وہ افریقہ کے نامور قائد حبیب بن ابی عبدہ اس کا لڑکا تھا، جو کلثوم بن عیاض کے ہاتھون مارا گیا تھا، اور ابوالخطار کلثوم کے رفقا رین سے تھا، اس لئے عبدالرحمن بن حبیب نے ابتداءً اندلس مین مختلف قبائل کو اس کے برخلاف برانگیختہ کرنا چاہا، اور اس شورش سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت قائم کرنے کی فکر کی تھی، لیکن اب ابوالخطار کے آجانے اور یہان کے حالات بدل جانے کے بعد اس کو بھی یہان قیام کرنا دشوار معلوم ہوا، چنانچہ وہ چھپ کر اندلس سے فرار ہوگیا، ٹیونس مین پناہ لی، اور آگے چل کر افریقہ مین اس کے لئے مساعد حالات پیدا ہوگئے، اور افریقہ کا امیر بنا، لیکن بہرحال اس وقت اندلس سے اس کے چلے جانے تو یہ ملک کسی نئی شرانگیزی سے محفوظ ہوگیا،

شامیون کے مسئلہ کا حل

ابوالخطار نے حالات پر اس قدر قابو پالینے کے بعد ملک مین مستقل

امن و امان قائم کرنے کے وسائل پر غور کرنے کے لئے معززین اندلس کو جمع کیا، سب سے اہم مسئلہ نو وارد شامیون کا تھا، اندلس کے پرانے قدیم عرب باشندے اُن کے جلاوطن کئے جانے کے خواہان تھے، شامی معززین کے جلاوطن ہو جانے کے بعد ان شامیون کے دل بھی اُچاٹ ہو گئے تھے اور اُن کے لئے اندلس مین کوئی کشش باقی نہین رہی تھی لیکن ابوالخطار نے اندلس سے ان بہادر شامیون کو واپس کرنا مسلمانون کے عام مصالح کے خلاف سمجھا کہ اس وقت اگر وہ لوگ حکومت کے خلاف ہو سکتے ہین تو کسی وقت اُن کی طاقت سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے، اس لئے وہ کسی ایسی راہ کو تلاش کر رہا تھا کہ حکومت کے سر سے اُن کا خطرہ بھی دور ہو جائے اور اندلس سے دفعۃً اُن کے چلے جانے سے مسلمانون کی طاقت مین نمایان کمی بھی واقع نہ ہونے پائے، مجلس مشاورت مین گو شاہزادہ ارطباس بھی موجود تھا، اُس نے کہا کہ انہین قرطبہ پر مستولی رکھنے کے بجائے اندلس کے مختلف ضلعون مین آباد کر دیا جائے، اُن جہان جہان کی آب و ہوا اُن کی جنم بھومیون کے موافق ہو، وہان پہنچا دیئے جائین، اس طرح اُن کے اجتماعی وجود سے اندلس کی حکومت کو جو خطرہ لاحق رہتا ہے، وہ دور ہو جاتا ہے اور اس جزیرہ مین مختلف مقامون پر اُن کے آباد ہو جانے سے مسلمانون کی عسکری طاقت بھی یہان محفوظ رہتی ہے، [illegible] اتفاق [illegible] ابوالخطار [illegible] کی طرف اس نے [illegible] ارطباس کی اس تجویز کو بڑی خوشی سے قبول کیا اور اکثر اندلس کے مختلف شہرون مین آباد کرنے کے منصوبے پر غور کرنے لگا،

شامیون کی نوآبادیان | چنانچہ اس [illegible]

[illegible]

شہروں کے نام پر رکھنے کی اجازت دی گئی،

اہل دمشق:- البیرہ میں　　اہل حمص:- اشبیلیہ میں،

" اردن:- الریہ "　　" فلسطین: شذونہ "

" قنسرین: جیان "　　" مصر باجہ و تدمیر و اخشنبہ میں

اسی مناسبت سے کبھی البیرہ کو دمشق، الریہ کو اردن، جیان کو قنسرین، اشبیلیہ کو حمص، شذونہ کو فلسطین اور تدمیر کو مصر بھی کہنے لگے، یہ شامی ان شہروں میں خوب پھلے پھولے، اور آیندہ چل کر اندلس کے ممتاز باشندوں میں شمار کیے گئے[1]

ابوالخطار کی اس حکمت کی تدبیر اور دانائی سے تقریباً چار سال تک ملک میں کامل سکون اور امن وامان قائم رہا۔ اور ملک کو معاشی، صنعتی و تجارتی ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے،

ابوالخطار کے چند سربرآوردہ مخالفین

اس کے بعد ابوالخطار کے دور حکومت میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا، اور ملک کے چند ممتاز عمائد امن وسکون کی فضا برباد کرنے میں کامیاب ہوئے اور اندلس کی سرزمین قبائلی جنگ و جدل کی پھر آماجگاہ بن گئی، اور آگے چل کر خود ابوالخطار کو بھی اسی کی بھینٹ چڑھنے والے مفسدانہ حول کا ایک رکن بن جانا پڑا، مخالف قبائل اور خانوادوں کے جو ممتاز عمائد ابوالخطار سے دوری و اختلاف رکھتے تھے، ان میں صمیل بن حاتم، ابوالعطا قیسی، امیہ بن عبدالملک اور ثوابہ بن سلامہ جذامی کے نام خاص طور پر لیے گئے ہیں،

صمیل بن حاتم حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل شمر بن ذی الجوشن [illegible] کا پوتا تھا، مختار کے ہاتھوں اس شمر کے قتل ہونے کے بعد اس کا لڑکا حاتم کوفہ سے ترک سکونت کرکے جزیرہ میں چلا آیا

---

[1] الاستقصا فی اخبار [illegible] مطبوعہ قاہرہ [illegible] ترجمہ اردو ص ۳۰، مجموعہ اخبار اندلس ص ۴۵ - ۴۶ وغیرہ،

اس کا خاندان یہین آباد تھا، جب قنسرین کے باشندے اندلس مین آباد ہونے کے لئے آئے تو حاتم کا یہ لڑکا صمیل بھی اُن کے ساتھ تھا، اور جیان مین انہی کے ساتھ آباد ہو گیا تھا، صمیل مین قیادت کی فطری صلاحیتیں موجود تھین، وہ سیر چشم، سخی، فیاض اور دل کا مضبوط تھا، بہت جلد لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے، اور رفتہ رفتہ اس کو سیادت و قیادت کا مرتبہ حاصل ہو گیا خصوصًا قبیلۂ قیس اس پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے تیار ہو گیا،

ابو الخطار، جو نسبی حیثیت سے یمانی تھا، اس نے اندلس سے شامیون کے اقتدار کو جس خوبصورتی سے ختم کیا تھا، صمیل کے دل مین اس کا احساس موجود تھا، اور اسی لئے در پردہ ابو الخطار سے اس کے تعلقات خوشگوار نہ تھے،

قبیلۂ قیس کے ایک دوسرے قائد ابو العطا قیسی کے دل مین بھی ابو الخطار کی طرف سے تقریبًا اسی قسم کے جذبات پائے جاتے تھے لیکن دوسری طرف صمیل کو قبیلۂ قیس مین جو ہر دلعزیزی حاصل ہو رہی تھی، اس سے بھی وہ خوش نہین تھا، قبیلۂ قیس کی سرداری کو وہ اپنا حق تصور کرتا تھا،

عبد الملک کے دونون لڑکون امیہ اور قطن کے اختلاف کا سبب بظاہر اس کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا کہ ان لوگون نے ابو الخطار کے ورود سے پہلے جو اقتدار حاصل کر لیا تھا وہ اب باقی نہین رہا تھا، اب انہین ایک اطاعت گذار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا،

ثوابہ بن سلمہ جذامی کے ابو الخطار سے وجہ رنجش یہ تھی کہ وہ اپنی جماعت کا سردار تھا، ابو الخطار نے اس کے شخصی اعزاز کا لحاظ کر کے اس کو اشبیلیہ کا والی بنایا تھا لیکن وہ اس منصب کے فرائض صحیح طور پر انجام نہ دے سکا، اور ابو الخطار نے اس کو معزول کر دیا تھا

اس زمانہ میں اندلس کے سیاسی ماحول کا یہی پس منظر تھا کہ صمیل اور ابوالخطار کے درمیان ایک معمولی واقعہ پیش آیا اور صمیل نے اس کو اتنا آگے بڑھایا کہ اسی بنیاد پر ابوالخطار کے خلاف ایک بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہوا، اور حوادث کے ایسے تھپیڑے چلے کہ اس میں اندلس کا امن و امان نئے سرے سے برباد ہو گیا،

ابوالخطار اور صمیل میں اختلاف

ابوالخطار نے ابتداءً اپنے طرز حکومت میں جس طرح غیر جانبدارانہ روش کو برقرار رکھا تھا، آخر تک اس کو نباہ نہ سکا، ایک کنانی اور غسانی میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، کنانی نے امیر کی عدالت میں نالش دائر کی، ابوالخطار نے غسانی کے یمانیوں میں سے ہونے کی وجہ سے اپنے فیصلہ میں پاسداری کی، اور کنانی نے اس ناانصافی کی شکایت صمیل ابن حاتم سے کی، اس نے اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، ابوالخطار کی توجہ مبذول کرنے کے لئے قصر امارت میں آیا، لیکن معاملہ کو یکسو کرنے کے لئے نرمی سے گفتگو کرنے کے بجائے آتے ہی تیز و تند لہجہ میں ترش روئی سے گفتگو شروع کی، ابوالخطار سے بھی ضبط نہ ہو سکا، اور اس نے اس سے بھی زیادہ سخت لہجہ میں جواب دیا، جب بات زیادہ بڑھی تو دھکے دیکر اپنے کمرہ سے باہر نکلوا دیا، اور زبردستی نکالے جانے میں اس کا عمامہ ٹیڑھا ہو گیا، دروازہ پر حاجب نے کہا "شیخ تمہارا عمامہ کج ہے، اس کو ٹھیک کر لو" صمیل نے تیز لہجہ میں جواب دیا کہ اگر ہماری قوم میں زندگی ہو گی، تو وہ اس ٹیڑھے عمامہ کو سیدھا کرے گی" یہ گویا مضر یا بنی قیس کی طرف سے ابوالخطار کے نام اعلان جنگ تھا،

ابوالخطار کے خلاف صمیل کی تیاری

صمیل اسی ٹیڑھے عمامہ کے ساتھ اپنے قبیلہ میں پہنچا، قبائل مضر اس کے گرد اکٹھا ہو گئے، صمیل نے مجمع میں پورا واقعہ سنایا، لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کرنے کا یقین دلایا، اس نے مشتعل مجمع سے مخاطب ہو کر کہا ہم ابوالخطار

کو اندلس سے نکال دینا چاہتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: ہم تمہارے نقش قدم پر چلنے کو تیار ہیں، اس کے بعد صمیل نے کہا اب میں قرطبہ کو خیرباد کہتا ہوں میں اپنے اس ارادہ میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہاں سے باہر نہ چلا جاؤں"

صمیل نے کہا کہ وہ جماعتی حیثیت سے کمزور ہے اگر بعض تدبیروں سے یمانیوں میں سے بنو لخم و بنو جذام کو ہمنوا کر لیا جائے، تو مناسب ہے، لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا، پھر ابوالعطاء قیسی کی شرکت کا معاملہ زیر بحث آیا، بعض لوگوں نے اس کو اس تحریک سے علیحدہ رکھنے کی رائے دی لیکن ایک نوجوان ابن طفیل نے اس کی مخالفت کی کہ اگر وہ شریک نہیں کیا گیا، تو اس کی حمیت کو ٹھیس لگے گی اور شاید کسی اور راہ پر لگ جائے صمیل نے کہا ابن طفیل ٹھیک کہتا ہے مجلس شوریٰ نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور اس کے بعد وہ ارباب مجلس کی رائے سے اسی دن راتوں رات استجہ پہنچا، مرکز حریف نے ابوالعطا کے در پر دستک دی، اس نے باہر نکل کر بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا، صمیل نے پوری داستان سنائی، ابوالعطا خاموشی سے اٹھ کر اندر گیا، اور ہتھیاروں سے مسلح گھوڑے پر سوار واپس آیا، صمیل سے کہا، اٹھو لے چلو جدھر لے چلنا ہے، میں تمہارا تابع فرمان ہوں، پھر اپنی جماعت کو آواز دی، اس کی پوری قوم مسلح آراستہ باہر نکل پڑی صمیل لشکر کو لیکر موررو روانہ ہوا،

مورور میں ثوابہ بن سلمہ جذامی مقیم تھا، وہ کسی ایسے موقع کی پہلے سے منتظر بیٹھا تھا صمیل ابوالخطار سے اس کی ناراضی کی وجہ سے سن چکا تھا صمیل نے اس کو اس کی مدد کا بیڑا اٹھانے کو کہا وہ تیار ہو گیا، صمیل نے اس فیصلہ میں اس کی ہمدردی کی دلیل یہ بتائی تھی، ایک طرف اس نے ثوابہ کی مرضی پوری کی، دوسری طرف اگر وہ باقی تحریک سے کنارہ کش رہتا

شاید ابوالخطار کے دل میں چھپی ہوئی جو خلش تھی، وہ بھی ظاہر ہو جاتی اور اختلاف کا دروازہ کھل جاتا،

اس کے بعد صمیل اپنی قوم میں آیا، اور اس نے اپنی جماعت کو سمجھایا کہ

"ہم اس وقت قضاعیہ و یمانیہ کے مسئلہ کو پیش کرنا نہیں چاہتے، ہم لخم و جذام وغیرہ سب ہی کو بلائیں گے، اور انہی میں سے کسی کو آگے بڑھا کر امیر بنائیں گے، نام اس کا ہوگا اور حکمرانی ہماری ہوگی"

چنانچہ ثوابہ بن سلمہ جذامی کے امیر مقرر ہونے کا اعلان ہوتے ہی قبائل لخم و جذام بھی اس علم کے نیچے جمع ہو گئے،

ابوالخطار کی فوجکشی صمیل کے خلاف

صمیل ان گہری سازشوں سے کام لے کر آگے بڑھا، ابوالخطار کو ان واقعات کی اطلاع ملی، وہ قرطبہ میں کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر اس جمع ہونیوالے لشکر کو منتشر کرنے کے لئے قرطبہ سے فوراً روانہ ہو گیا،

ابوالخطار کا زوال

قرطبہ کے خالی ہوتے ہی یہاں امیہ بن عبد الملک کو جرأت ہوئی اس نے اپنے ہمنواؤں کی جماعت کے ساتھ خروج کیا، اور قائم مقام والی کو بے دست و پا کر کے دار الامارت کو لوٹ لیا،

ادھر صمیل کے متحدہ لشکر اور ابوالخطار کی فوج میں دریائے شذونہ کے کنارے مقابلہ ہوا، صمیل کا پلہ بھاری ہوا، قبائل لخم و جذام کے نکل جانے کی وجہ سے ابوالخطار کی فوج میں بھی بددلی پیدا ہو گئی تھی، صرف یمنی قلب آخر وقت تک میدان میں جوش و خروش سے ثابت قدم رہے، مگر چونکہ صمیل کا پلہ اتنا بھاری تھا کہ ابوالخطار کی فوج کے بہت سے سپاہی کام آ گئے، ابوالخطار نے میدان ہاتھ سے جاتے دیکھ کر راہ فرار اختیار کیا، مگر دشمنوں نے بھاگنے کا موقع نہیں دیا،

وہ مع اپنے تین اعزہ کے گرفتار کر لیا گیا، لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا، مگر پھر اس ارادہ سے باز رہے۔ اور قرطبہ کے قید خانہ میں اس کو مع اس کے اعزہ کے بند کر دیا گیا،

اس کے بعد صمیل اور ثوابہ لشکر لے کر قرطبہ پہنچے، دار الامارت پر قبضہ کیا، اور معاہدہ کے مطابق ثوابہ کے امیر اندلس ہونے کا اعلان کر دیا گیا،

ابو الخطار چار سال چند مہینے حکمران رہا۔ ماہ رجب ۱۲۸ھ/۷۴۵ء میں اس کی حکومت کو زوال آیا،[۱]

[۱] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۵۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۰، ابن عذاری ترجمہ اردو ص ۷۷، مقری ج ۱ ص افتتاح الاندلس ص مجموعہ اخبار اندلس ص ۵۶-۵۷،

ثوابہ بن سلمہ جذامی (امارت)

۱۲۸ھ - ۱۲۹ھ
۷۴۵ء - ۷۴۶ء

ثوابہ بن سلمہ جذامی اگرچہ بزور شمشیر امارت کے منصب پر بٹھایا گیا اس لئے بقول ابن عذاری اس کی امارت نہ بنو امیہ کی اطاعت کی شرط تھی نہ بنو عباس کی لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی، افریقہ کی امارت پر عبدالرحمٰن بن حبیب کو غلبہ حاصل ہوگیا تھا، اس نے اس کی امارت کی توثیق کا فرمان بھی بھیج دیا تھا، اس لئے یک گونہ اسکی امارت کا جواز پیدا ہوگیا تھا۔

ابوالخطار کی رہائی | لیکن بنو کلب نے اس کی امارت قبول نہیں کی، انہوں نے علاقہ پرتگال کے شہر باجہ میں اپنی قوت فراہم کی تھی، بنو قضاعہ بھی ان کے ساتھ تھے، چند دنوں کے بعد بنو قضاعہ میں سے کچھ لوگ اٹھے اور عبدالرحمٰن بن حسان کلبی کی سرکردگی میں تیس سواروں اور پیدل سپاہیوں کے ساتھ رات کے پچھلے پہر قید خانہ پر حملہ آور ہوئے، اور پہرہ داروں پر غلبہ حاصل کرکے ابوالخطار کو راتوں رات قید خانہ سے نکال کر فرار ہوگئے۔

جنگ کی تیاریاں | ابوالخطار کے فرار ہونے پر یمنی گروہ در گروہ لڑائی کے لئے تیار ہوگئے، اور یمانی لشکر قرطبہ کی سمت چل کھڑا ہوا، ادھر صمیل نے بھی اپنی [illegible]

صمیل نے اس موقع پر بھی اپنی کامیاب حکمت عملی سے کام لیا، جب رات آئی تو قرطبی لشکر میں سے ایک سعدی نکل کر یمانی لشکر کے پاس آیا، اور اس نے باواز بلند پکار کر کہا:

”یامعشر یمانیہ! یہ لڑائی کی تیاریاں کس لئے ہیں، کیا ابو الخطار کی حمایت کے لئے تم ہم سے جنگ کروگے، کیا ہم نے اس پر قابو نہیں پایا، ؟ اگر چاہتے تو کیا اس کو قتل نہیں کرسکتے تھے ہم نے اس پر احسان کیا، اس کی خطاؤں کو معاف کیا، اس کی جان بخشی کی پھر ہم نے تمھیں میں سے ایک شخص کو اپنا امیر بنایا، امیر ثوابہ بھی تو یمانی ہے، اگر ہمارے قبیلۂ مضر میں سے کوئی امیر بنایا جاتا، تو تم لڑائی میں حق بجانب ہوسکتے تھے، اور تمھارا عذر معقول سمجھا جاسکتا تھا، یہ نہ سمجھو کہ ہم کسی خوف کی بنا پر تم سے یہ باتیں کہہ رہے ہیں، واللہ ہمیں تمھارا کوئی خوف نہیں، ہم صرف ناحق خون ریزی کو روکنا چاہتے ہیں، کہ ملک میں امن و عافیت قائم رہے“

صمیل کی یہ حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی، اس تقریر کو سنتے ہی ابو الخطار کی فوج کے جذبات کا رخ پلٹ گیا، وہ پکار اٹھے ”واللہ یہ سچی بات کہہ رہا ہے، امیر تو ہماری جماعت میں ہے، پھر ہم اپنی جماعت ہی کے امیر سے کیوں لڑائی مول لیں“

عسکر العافیہ اس کے بعد فوج میں انتشار پیدا ہوگیا، لوگوں نے خیمے توڑ توڑ کے اکھاڑ کر کوچ کا سامان کیا، ابو الخطار یہ رنگ دیکھ کر جنگ کے میدان سے بھاگ گیا، اور صبح کی روشنی کے آنے سے پہلے پہلے میدان خالی ہوگیا، ابو الخطار کے لشکر والے امن و عافیت کے نام پر منتشر ہوگئے تھے، اس لئے لوگوں نے اس لشکر کا نام ”عسکر العافیہ“ رکھا، اس کے بعد ابو الخطار باجہ میں پناہ گزین ہوگیا،

ثوابہ کی وفات ثوابہ ایک سال تک ملک پر حکومت [illegible] ۱۲۹ھ میں

اس کی وفات سے اندلس کی امارت کا منصب پھر خالی ہو گیا، اور صمیل کو کسی نئے امیر کو منتخب کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی،

جانشینی کا مسئلہ لیکن یہ ایسا مسئلہ نہ تھا کہ صمیل دوبارہ آسانی سے اس پر قابو پا لیتا، ثوابہ کا لڑکا عمرو اپنے باپ کی جانشینی کا امیدوار بنا، اس طرح ثوابہ بن عمرو، اور یحییٰ بن حریث جذامی نے اپنے اپنے بیٹے کو اس منصب کے لئے پیش کیا، پھر ایک جماعت نے ابو الخطار کو واپس لانے کی تحریک نئے سرے سے کی، صمیل کے لئے بڑی دشواری یہ تھی کہ مضریوں کو قرطبہ میں غلبہ حاصل نہیں تھا، وہ ان امیدواروں میں سے کسی کا ہمنوا نہ تھا، اور نہ خود کسی کو امارت کے منصب پر بٹھانا چاہتا تھا، اس لئے چند دن لیت و لعل میں گذر گئے، لوگوں نے ایک متدین عالم عبدالرحمن بن کثیر کو احکام دینے کے لئے عارضی طور پر متولی بنا لیا، اور چار مہینے کی مدت اسی طرح گذر گئی،

بالآخر صمیل نے یہ مشکل حل کی، اس کی نظر انتخاب سرحدی حکومت ناربون کے سابق والی اور مشہور قائد یوسف بن عبدالرحمن الفہری کی طرف اٹھی، وہ اپنے وطن البیرہ میں خانہ نشینی کی زندگی گذار رہا تھا، قرطبہ کے معززین کا ایک وفد اس کی خدمت میں حاضر ہوا،

امیر کا انتخاب یوسف نے ابتداءً اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن ارکان وفد نے اصرار سے بتایا کہ اس کی امارت پر عام اتفاق ہو چکا ہے، اگر وہ اس ذمہ داری کو قبول نہیں کرتا، تو ملک خانہ جنگی کی خونریزی میں مبتلا ہو جائے گا، اور اس سلسلہ میں جتنا خون بہے گا اس کی ذمہ داری اسی کے سر عائد ہوگی، بالآخر یوسف نے اس منصب کی ذمہ داری کے قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، اور قرطبہ آکر عنان حکومت سنبھال لی،

یوسف بن عبدالرحمن (۱۹)

۱۲۹ھ – ۱۳۹ھ
۷۴۷ء – ۷۵۶ء

یوسف بن عبدالرحمن الفہری افریقہ واندلس کے ایک معزز خاندان کا چشم و چراغ تھا، اس کے جد حضرت عقبہ بن نافع، افریقہ کے فاتح اور قیروان کے بانی تھے، یوسف افریقہ میں پیدا ہوا، اس کے والد عبدالرحمن اپنے والد حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ فہری کے ساتھ اندلس آئے تھے، پھر افریقہ واپس چلے گئے تھے، یوسف اپنے والد سے ناراض ہو کر اندلس چلا آیا، اور یہیں توطن پذیر ہو گیا، اس کا خاندان افریقہ و اندلس میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، یوسف اندلس آنے کے بعد بتشلونہ اور اربونہ کی ولایت پر مامور رہا، خصوصاً اربونہ (ناربون) میں جیسا کہ اوپر گذرا اس نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں،

نظم ونسق | اس نے ۵۰ سال کی عمر میں ماہ صفر ۱۲۹ھ میں اندلس کی زمام امارت اپنے ہاتھ میں لی، چند ہی دنوں میں عبدالرحمن بن حبیب والی افریقہ کی طرف سے جس کا وہ جگر گوشہ تھا، اس کی ولایت کی تصدیق کی اطلاع بھی آگئی، اس کو [illegible] تھا، اس نے یحییٰ بن حریث کو جو امارت کا دعویدار تھا [illegible] وہ اس پر راضی ہو گیا، اس علاقہ میں [illegible]

ہو کر صوبہ ریہ کی حکومت سنبھالنے کے لیے چلا گیا، لیکن وہ حسن انتظام سے اس منصب کی ذمہ داریاں سنبھال نہ سکا [illegible] یوسف نے مجبوراً اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا، اتفاق کی بات اس کی معزولی کا معمولی واقعہ اندلس کے امن و امان کے خرمن کو برباد کرنے کیلئے ایک چنگاری بن گیا، اور اس کے بعد ایسی طوفان خیز خانہ جنگی برپا ہوئی کہ اس کے مقابل [illegible] اندلس کی پچھلی ساری خانہ جنگیاں ہیچ ہو گئیں،

قبائلی جنگ کی تیاریاں

یحییٰ ابن حریث کی فتنہ سامانی کے ساتھ ہی ابو الخطار بھی پھر میدان میں نکل آیا، اور اب دونوں نے باہم ساز باز کر لی تھی، مگر یحییٰ ابن حریث قضاعی تھا، اور ابو الخطار کلبی [illegible] اور دونوں اپنے اپنے [illegible] امارت کے خواہشمند تھے، اندلس میں بنو قضاعہ تعداد میں زیادہ تھے، اس لئے ابن حریث اپنے استحقاق کو مقدم سمجھتا تھا، لیکن بنو قضاعہ کے دوسرے قائدین نے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے اس تحریک کو یمانی تحریک کے نام سے شروع کرنا چاہا کہ سب مل کر جو فیصلہ کر دیں اس کی پیروی کی جائے، ابن حریث نے اس تجویز کو قبول کیا، چنانچہ جا بجا حمیر، کندہ، مذحج اور قضاعہ قبائل جمع ہوئے، اور سب نے یحییٰ ابن حریث کی امارت پر اتفاق کیا، اور دوسری طرف یوسف اور صمیل نے مضر اور ربیعہ کو اکٹھا کیا، چنانچہ دونوں طرف اجتماع کے ساتھ ہی دونوں کے علم بلند کر دیئے گئے، اس وقت اندلس کا یہ عالم تھا کہ قرطبہ اور دوسرے شہروں [illegible] اپنے اپنے قبیلہ کے گرد جمع ہونے کے لئے اپنے شہروں سے رخصت ہونے لگے اور ایک ہی گھر کے بھائی اور عزیز جب اپنے اپنے علم کے نیچے جانے کے لئے روانہ ہوتے، تو ایک دوسرے کو الوداع کہتے، اندلس کے اس سرے سے عرب جاہلیت کی یاد تازہ ہو گئی،

یکساں معاہدہ

ان تیاریوں کے ساتھ دونوں جماعتوں کے چند سربرآوردہ اکابر

صلح کی تحریک شروع کی کہ قبائلی جنگ کی نوبت نہ آئے، اور دونوں کا کسی امیر پر اتفاق ہو جائے، ابتداءً یہ کوشش بارآور ہوئی اور فریقین نے ایک معاہدہ کے رو سے اندلس کی امارت کو ایک ایک سال کے لئے مضریہ و یمانیہ میں تقسیم کر لیا، اور اس سمجھوتہ کے مطابق پہلے سال کے لئے یوسف بن عبد الرحمٰن اندلس کا متفقہ امیر منتخب ہوا، اور اندلس میں یہ پورا سال خیریت و امنیت سے گذر گیا،

یوسف کی علٰحدگی

اس معاہدہ کے مطابق ایک سال کے خاتمہ پر یمانی امیر کو زمام حکومت لینی چاہئے تھی، چنانچہ سنہ ۱۳۰ھ میں یمانیوں نے اپنے امیر کے تقرر کا مطالبہ کیا، لیکن صمیل جوش و خروش کو ٹھنڈا پا کر اس معاہدہ سے منحرف ہو گیا، اور اندلس میں پھر ایک مرتبہ السلاح السلاح کی آواز بلند ہوئی، معاہدہ سے یہ انحراف یوسف کے منشا کے خلاف تھا، اس لئے وہ اس کے خلاف احتجاج میں حکومت سے خود کنارہ کش ہو کر اپنے وطن البیرہ چلا گیا، صمیل نے اس کی کنارہ کشی کی پروا نہ کی، اور جنگی تیاریوں میں بدستور مشغول رہا۔

یمانیہ و مضریہ کی عبرت انگیز خانہ جنگی

اس کے بعد دونوں طرف کی ٹڈی دل فوجیں ہتھیاروں کی جھنکار کے ساتھ آگے بڑھیں، یمانی، ابوالخطار و ابن حریث کی قیادت میں باجہ سے چل کر شقندہ پہنچے تھے، ادھر صمیل نے بھی عجلت کی اور اپنا لشکر لے کر دریا عبور کر کے اس پار پہنچ گیا، پھر یوسف بھی اپنے قبیلہ کو میدان میں دیکھ کر البیرہ میں نہ بیٹھ سکا، اور میدان میں آ گیا،

صبح کی نماز کے بعد ایسی خونریز جنگ شروع ہوئی کہ مورخین کے بقول ایسی لڑائی اندلس میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی، لڑائی ایک ہفتہ تک جاری رہی، پہلے سواروں کی جنگ ہوئی، یہاں تک کہ گھوڑے بیکار ہو گئے، پھر پیدلوں کی باری آئی، نیزے بھی ایک ایک کر کے

ٹوٹ ٹوٹ گئے، پھر تلواریں بے نیام ہوئیں، اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہاتھوں سے چھوٹ گئیں، جب لڑنے والوں کے ہاتھ ہتھیاروں سے خالی ہو گئے، تو گھونسے اور مکے چلنے لگے، اور ایک دوسرے پر خاک اٹھا اٹھا کر ڈالنے لگے، یہ ایسی لڑائی تھی کہ اس کی مثال اس سے پہلے نہیں گذری تھی، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی زندگی میں یہ پہلی لڑائی تھی، جو قبیلہ کے نام پر اسی طرح لڑی گئی جیسی عرب جاہلیت میں لڑی جاتی تھی،

لڑائی اس منزل تک پہنچی تھی کہ صمیل نے یوسف کو مشورہ دیا کہ قرطبہ کے بازار والوں کو میدان میں لایا جائے کہ وہ تازہ دم ہوں گے، اور اس وقت ہمارے بہترین سپاہی ثابت ہوں گے، چنانچہ یوسف نے اپنے مولیٰ خالد بن یزید کو بازار والوں کے پاس بھیجا، وہ چار سو آدمیوں کو جمع کر کے لایا، ان میں سے ہر ایک کو جو چیز بھی ملی وہ ہاتھ میں لے کر نکل آیا، کسی کے ہاتھ میں چھری کسی کے لکڑی اور کسی کے تلوار تھی، ان میں قرطبہ کے قصاب بھی تھے، اور اُن کے چھرے اُن کے ہاتھ میں تھے، اور انہی اناڑیوں کے ہاتھوں اس میدان کا فیصلہ ہو گیا، یمانیوں کے ہتھیار بے کار ہو چکے تھے، اور وہ دشمنوں کی کسی نئی کمک کے آنے سے غافل تھے، چنانچہ ان تازہ دم شہریوں کے ہاتھوں یمانیوں نے شکست کھائی، ابوالخطار اور ابن حریث میدان جنگ سے بھاگ کر ایک پن چکی کے پیچھے چھپ گئے، اتفاق سے یہ پن چکی صمیل ہی کی تھی،

ابوالخطار گرفتار کر لیا گیا، اس وقت اس نے کہا کہ پھر ابن السوداء یعنی ابن حریث کو کیوں چھوڑتے ہو، وہ بھی یہیں چھپا ہوا ہے، چنانچہ وہ بھی پکڑ لیا گیا، ابن حریث کہا کرتا تھا، کہ اگر اہل شام کا خون ایک پیالہ میں جمع کر کے مجھے دیا جائے، تو میں اس کو پیوں، ابوالخطار نے طنز سے پوچھا، اے ابن سوداء کیا تیرے پیالہ میں کچھ خون باقی رہ گیا ہے جس کو تو نہ پی سکا، اس کے بعد ان دونوں کو قتل کر دیا گیا،

ابو الخطار کی موت سے یمانیہ و مضریہ کی جنگ کا خاتمہ ہوگیا، یمانی قیدیوں کو قرطبہ کے ایک کلیسا میں قید کیا گیا، پھر صمیل نے اُن کو بڑی بیرحمی سے کوڑوں سے پٹوانا شروع کیا، ستر آدمیوں کو کوڑے لگ چکے تھے کہ ابو العطا کی غیرت اور رحمدلی جوش میں آئی، اُس نے پر زور مداخلت اور سفارش سے اُن کی سزائیں موقوف کرائیں،

یوسف کا دوبارہ امارت پر آنا

صمیل لڑائی سے فرصت پاکر البیرہ پہنچا، اور یوسف بن عبد الرحمن کو راضی کرکے دوبارہ قرطبہ لایا، اب اندلس میں دراصل صمیل کا طوطی بول رہا تھا، یوسف کی ہر دلعزیزی اس کے کنارہ کشی اختیار کرلینے کی وجہ سے ضائع ہوچکی تھی لیکن صمیل قبائلی مصالح کے لحاظ سے اپنی حکومت کے اعلان کی جرأت نہ کرسکتا تھا، تاہم اب ابن اثیر کے بقول امارت یوسف کی تھی، اور حکم صمیل کا،

یمانیون کا آخری استیصال

لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکی، رفتہ رفتہ یوسف کے دل میں حکومت کے اقتدار اعلیٰ کو ہاتھ میں لینے کا خیال پیدا ہوا، اور اس کے لئے وہ کسی مناسب موقع کا منتظر رہا - اب اندلس میں اگرچہ یمانی و مضری لڑائی ختم ہوچکی تھی، مگر کبھی کبھی اب بھی اس کی آواز بازگشت مختلف صوبوں سے سنائی دیتی تھی، ابن علقمہ لخمی ناربون کا والی تھا، اُس نے یمانیون کی حمایت میں یوسف کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا، یوسف نے فوج بھیجی، ابن علقمہ مارا گیا، اور اس کا سر یوسف کے پاس قرطبہ لایا گیا، اسی طرح عروہ بن ولید نے باجہ میں عیسائیوں کی مدد سے بغاوت کی اور اشبیلیہ پر قبضہ کر لیا، یوسف نے عامر بن عمرو کو فوج کے ساتھ بھیجا، وہ ناکام رہا - تو یوسف خود فوج لے کر گیا، اور کامیابی حاصل کرکے عروہ بن ولید کا سر قلم کیا، پھر عامر عبدری نے جزیرہ خضرا پر چڑھائی کی، مگر ناکام رہا، بالآخر مجبور ہو کر اطاعت

قبول کرلی، اور قرطبہ چلاآیا، اسی طرح عمر بن یزید ازرقی نے اشبیلیہ مین سر اٹھایا، اور پاداش مین قتل کیا گیا،

صمیل کا ولایت سرقسطہ پر تقرر

اسی سلسلہ مین سرقسطہ مین یمانیون کے اجتماع کی خبر ملی، یمانیون کی سرکوبی کے لئے صمیل سے بہتر کوئی دوسری شخصیت نہ تھی، یوسف نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، اور صمیل کو سرقسطہ کی ولایت پر جانے کا مشورہ دیا، صمیل کو اصل حقیقت کا اندازہ ہوچکا تھا، اُس نے مخالفت مناسب نہ سمجھی، اور خوشی سے سرقسطہ چلا آیا، صمیل کے موالی، غلام اور دوسو قریشی اسکے ساتھ تھے، یمانی صمیل سے آزردہ تھے، لیکن اس کی بے پناہ سختیون سے مرعوب ہوچکے تھے، اس لئے خاموشی سے اس کی اطاعت قبول کرلی،

قحط و خشک سالی اور صمیل کی کامیابی

اس اثنار مین ۱۳۲ھ مین اندلس پر شدید قحط اور خشک سالی کی بلا نازل ہوئی، خصوصًا بالائی اندلس مین قحط کی شدت زیادہ تھی لوگ دور دور کے شہرون سے وسطا اندلس مین چلے آئے، اور یہان بھی پناہ نہ ملی تو طنجہ اصیلا اور ریف وغیرہ مین جاکر پناہ لی، صمیل کا صوبہ سرقسطہ قحط کی زد مین خاص طور پر تھا، اس نے اس موقع پر دوست دشمن کی تمیز کے بغیر سب کی مدد کی، اور اپنے خزانہ اور اجناس کے ذخیرہ کا منہ کھول دیا، اب وہی صمیل جو یمانیون کا جانی دشمن سمجھا جاتا تھا، ان کا بہترین دوست مونس اور غمخوار نکلا، اس طرح صمیل نے اس پورے علاقہ کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا لیا،

جلیقیہ کی عیسائی سلطنت کی توسیع

جس زمانہ مین اندلس مین مسلمانون کی تباہی لڑائی جاری تھی، جلیقیہ کے عیسائیون کو منظم ہونے کا موقع ملا، وہ آس پاس کے اسلامی

شہروں پر ٹوٹ پڑے، اور اشتوریا کی ریاست میں جا بیٹھے سے مشرق و جنوب میں بڑھتے گئے
یہاں تک کہ ایک وسیع علاقہ اُن کے قبضہ میں ہو گیا جس میں لیون، سمورہ، شلمنکہ، [illegible] تھا
[illegible] داخل تھے، ان شہروں کے مسلمانوں نے اپنے اقتدار کے باوجود مقابلہ کیا، لیکن
[illegible] نہ ہو سکے، بہت سے مسلمان ان شہروں سے ہجرت کر کے چلے آئے، اور بہت سے
[illegible] مسلموں نے دوبارہ عیسائیت قبول کر لی، عیسائیوں کی پیش قدمی جاری تھی
[illegible] ایک قحط کی وبا نازل ہوئی، عیسائی اور مسلمان دونوں اس مصیبت میں
گرفتار ہو گئے، اور لوگ آپس ہی [illegible] لڑائی سے [illegible] ہو گئے، اسی [illegible] فرانس
کا بڑا علاقہ بھی ہاتھ سے نکل گیا، صرف ناربون کے مسلمانوں کی وجہ سے اس شہر میں اُن کی حکومت قائم رہی
اس طرح اندلس ان عہدوں میں تقریباً [illegible] اندلس [illegible] بعض ہو چکا تھا، جس میں مسلمانوں کو [illegible] کی طرح [illegible]
و سلیمان [illegible] اس کے محل میں داخل ہو گئیں، یہ محض مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں کا نتیجہ تھا، [illegible] میں [illegible]
[illegible] اس کا لڑکا اس کا جانشین مقرر ہوا، اسی زمانہ میں اندلس میں اموی شہزادہ عبد الرحمٰن
[illegible] ہوا اور الداخل کا لقب پا کر اندلس میں [illegible] اموی سلطنت کی داغ بیل ڈالی،

[illegible] عباسی [illegible] جب مشرق میں اموی سلطنت کے زوال کے بعد عباسی خلافت
کا جھنڈا لہرایا، تو [illegible] کی لہریں افریقہ اور وہاں سے اندلس میں بھی پہنچیں یوسف اور
[illegible] اموی خاندان سے گہرا تعلق تھا، اس لئے وہ عباسی خلافت کے اقتدار کو
[illegible] نہیں کرتے تھے، اس سے ان کو [illegible] تھا کہ ان کے خلاف [illegible]
[illegible] کے لئے عباسی خلافت سے [illegible] قائم کرنے کا [illegible] پیدا ہوا، [illegible]
[illegible] خلافت کی [illegible] میں آ جاتے، اس لئے ایک [illegible] نے عباسی پرچم کو [illegible]
[illegible] اور سرقسطہ کی سمت چل کھڑا ہوا، [illegible]

پہنچے اسپانیہ میں گئے،

دوسری طرف قرطبہ میں جو عبدالدار کا ایک نگراں تھا، نوجوان قائد عامر عبدری اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم کے بھائی ابوعزی کی اولاد میں سے تھا، جیسا کہ اوپر گذر چکا، اس نے جزیرہ خضراء پر چڑھائی کی تھی، پھر امان حاصل کر کے قرطبہ میں آ گیا تھا، اور یہاں کے معززین و اشراف میں شمار کیا جاتا تھا، اور مقدم کر کے کئی مہموں میں قائد کی حیثیت سے ناموری حاصل کر چکا تھا، اس نے خلیفہ عباسی المنصور سے رابطہ پیدا کیا، یوسف کی حکومت میں یمانیوں پر مظالم کی داستان لکھ بھیجی، اور اپنے لیے اندلس کی گورنری کی درخواست کی، وہ منتظر رہا، المنصور نے خاموشی سے اس کو فرمان اور پرچم بھیج دیے، اس نے قرطبہ کے مغربی حصہ میں ابتداءً ایک احاطہ کھنچوایا، جو قنات عامر کہلاتا تھا، پھر ایک وسیع اراضی میں جس پر اجارہ دار کی حیثیت سے اس کا قبضہ ہو گیا تھا، مکانات بنوائے، اور ایک مستحکم قلعہ تعمیر کرایا، تاکہ اس میں قلعہ بند ہو کر عباسی علم بلند کرے، اور یمانیوں کا ہجوم قرطبہ پر غالب ہو کر موجودہ حکومت کو بے دست و پا کر دے،

اس کی اس منصوبہ بندی کے مطابق کام ہو رہا تھا، یوسف کی فوجی طاقت ان دنوں اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ اس کو عامر کی ساری نقل و حرکت معلوم ہوتی رہی، مگر اپنی بے بسی کے سبب اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکا، بالآخر اس نے اس معاملہ میں صمیل سے مشورہ کیا، اس نے جرأت سے کام لے کر عامر کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا، عامر کے مخبر نے اس کو مطلع کر دیا، اور یوسف کے کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ قرطبہ سے کوچ کر کے سرقسطہ کی طرف چلا گیا، جہاں یوسف اور صمیل کے دشمن اور عباسیوں کے ہمدرد یمانیوں کی غالب آبادی تھی،

واقعہ ۲۹۲ھ ۲۹۳ھ میں پیش آیا۔

دو عباسی علمبرداروں میں اتحاد

عامر بن قسطاس نے ابن یعفر [illegible] اسی طرح ایک دوسرا عباسی علم لہرا رکھا تھا، [illegible] اور انہوں نے ان کی تبع کیا، اور خلیفہ ابوجعفر المنصور کے زمانہ کے [illegible] کی [illegible] کرکے عباسی خلیفہ کی اطاعت کی دعوت پیش کی [illegible] طرح لوگ اس کے علم کے نیچے اچھی خاصی تعداد میں اکٹھا ہوگئے۔ [illegible] کی خبر [illegible] ایک فوج بھیجی جس نے وقتی طور پر ان کو منتشر کر دیا لیکن بہت [illegible] اکٹھا ہوکر خود [illegible] کی سمت بڑھے اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اس فوج [illegible] شہر [illegible] ہوگئے۔

حامیان بنو امیہ کا اتحاد

[illegible] اس نے کمک کے لیے یوسف کو لکھا، مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ [illegible] اس وقت مشکل سے اکٹھا کر سکتا تھا۔ وہ کسی قسم کی مدد کرنے سے [illegible] کیا، بلکہ اس پر جان بوجھ کر تاخیر کرنے کی بھی بدگمانی کی۔ [illegible] نے یوسف سے مایوس ہو کر بنو قیس کی طرف نگاہ کی، کہ وہ جو ابھی تھوڑی سی [illegible] اس سے دریغ نہ کریں۔

بنو قیس کے رئیس عبداللہ بن علی کلابی نے اس دعوت کو قبول کیا۔ بنو قیس صوبہ جیان اور البیرہ میں بکثرت آباد تھے، عبداللہ [illegible] نے بنو قیس کو جمع کرنے کے لیے دورہ شروع کیا۔ قبائل کلاب، محارب، [illegible] لیکن بنو کعب، بنو عامر، بنو عقیل، بنو قشیر، بنو جعدہ [illegible] شہاب البیر نے جو بنو کعب کا رئیس تھا [illegible] بنو کعب کی سرداری [illegible] انکار کیا کہ سیادت بنو کلاب کو

حاصل رہتی تھی، بنو غطفان ان کے رئیس ابو عطا کا انتقال ہو چکا تھا، اس لئے یہ قبیلہ بھی اپنا
کوئی فیصلہ نہ کر سکا لیکن یمانی قبائل کی جمعیت کو دیکھ کر بالآخر یہ بھی اس میں آگئے، چونکہ
ان کے اپنا سردار موجود نہ تھا جس کی بیعت کرتے اس لئے ان کی تائید کی بنا پر کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا
خود ان میں سے درمیان میں پیش آتے، اس طرح مختلف قبائل کا ایک بڑا لشکر عام عباسی یا اندلس
کے عباسی فرمانروا کی مخالفت میں اکٹھا ہو گیا، اس کے بعد بنو امیہ کے اکابر ابو عثمان عبید اللہ
بن عثمان، عبد اللہ بن خالد اور یوسف بن بخت کے سامنے اس مہم کے مقاصد بیان کئے
گئے، یہ لوگ یوسف فہری کے معتمد علیہ ناصرین رہ چکے تھے، اور جنگ شقندہ میں ساتھ
دے چکے تھے لیکن اسی زمانہ میں اموی شہزادہ عبد الرحمن کا قاصد بدر ان لوگوں کے
پاس آیا ہوا تھا اور یہ لوگ رازداری سے اس مسئلہ پر غور و فکر کر رہے تھے، بدر پر ان کا
خاص طور پر اعتماد تھا، اور اس مسئلہ پر اس سے انہیں گفتگو بھی کرنی تھی، پھر یہ اجتماع دوسرے
معنوں میں عباسی خلافت کے خلاف تھا، جس کو اندلس میں کامیابی حاصل ہو جاتی، تو خاص
اموی سلطنت کی بنیاد تاسیس کا تخیل ہی مٹ جاتا، اس لئے ان لوگوں نے بھی اس زمانہ
میں عباسی علمبردار لشکر کے مقابلہ میں یوسف فہری کی مدد کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ یہ لوگ
بھی اس لشکر میں شریک ہو گئے، لیکن یہ عجیب واقعہ تھا کہ یہ یوسف فہری کے لئے امداد کا
لشکر تیار ہو رہا تھا اور اسی میں اس حکومت کی بربادی کا خاکہ بھی تیار کیا گیا،

یہ ایک معرکہ کی [illegible] ہوا، بنو قیس کے سواروں کی تعداد ۳۶۰۰ تھی، اور [illegible]
کے کنارے پہنچ کر قبیلہ کلب، وائل اور قبیلہ بنو علی کے چار سوار ساتھ ہو گئے، [illegible]
طلیطلہ پہنچ کر [illegible] کی شدت کا حال معلوم ہوا کہ شاید یہ فہری پسپائی میں اپنے [illegible]
سکے تو [illegible] کر دے، اس لئے اس [illegible] کی اطلاع کرنی ضروری ہوئی، چنانچہ ایک تیز رو

کہ ایک کاغذ پر دو شعر لکھ کر دیئے کہ امین [illegible] بیٹے کو دشمنوں کی صف میں پہنچ کر شہر لے، نذر کرا دے، ان شعروں میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی تھی اور یہ کہ بہترین لشکر ان کی مدد کے لئے پہنچ رہا ہے، یہ پرچہ جیسے ہی شہزادہ ابو الفضل کے پاس لیا گیا اس نے شعر پڑھوا کر سنے، اور اسی وقت سے اس کی ہمت [illegible] محاصرے کی سختیاں برداشت کرنے پر آمادہ ہو گیا اور محصورین کو [illegible] لشکر کے پہنچنے کا [illegible] والی کمک کی اطلاع محاصرین کے لشکر [illegible] کی ہمت [illegible] اور انھوں نے دفعتاً مزاحمت [illegible] پہنچا تو مطلع صاف ہو چکا تھا، وہ بغیر کسی [illegible] آگے بڑھ کر ان دستوں کا استقبال کیا [illegible] ماتحت افسروں کو پچاس [illegible] اور سپاہیوں [illegible] دیا، اور حسب مراتب [illegible] بانٹے گئے،

[illegible]

سادات کی خفیہ سازشیں

[illegible] جدا کرنے اور [illegible] کسی قدر کشیدہ خاطر تھا، علاوہ ازیں جمیل کا خاندان ان امویوں [illegible] مقابلہ میں اس کے بخت [illegible] مقابلہ میں شامل ہو [illegible] حمایت نہ کی تو وہ امویوں [illegible] اطمینان کے بعد اموی سردار [illegible] اہم [illegible] پورے طور پر غور و فکر کرنے [illegible]

صمیل سرقسطہ [illegible] گئے [illegible] واپس ہو گئے

اس کے بعد یوسف نے صمیل کو طلیطلہ کی ولایت پر مامور کر دیا۔

[illegible] ان کا قبضہ سرقسطہ پر صمیل کے سرقسطہ سے چلے جانے کے بعد عامر اور حباب کو پھر شہر میں داخل ہونے کا موقع [illegible] ان کے ہم قبائل [illegible] ان کی پذیرائی کی۔ اسی اثنا میں ایک اور قائد تمیم بن سعید فہری اپنے قبیلہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ عباسی علم لے کر پہنچ گیا، اور ان لوگوں نے سرقسطہ پر عباسی علم لہرا دیا۔

عباسیوں کے خلاف یوسف الفہری

[illegible] یوسف کی حالت [illegible] اس نے ۱۳۶ھ میں سرقسطہ [illegible] کرنے کا ارادہ کیا [illegible] اعیان ابو عثمان [illegible] عبد اللہ بن خالد [illegible] غزوہ میں شریک ہونے [illegible] یوسف [illegible] اس مقصد [illegible] سے آشنا تھا۔ ان دنوں اندلس میں اموی شاہزادہ کو تخت نشین کرنے کی تحریک منظم طریق سے جاری تھی۔ اموی قائدین نے موالی بنو امیہ کی عام بدحالی کا تذکرہ کیا کہ [illegible] صمیل کی مدد کرنے [illegible] بدحالی میں کسی [illegible] شریک ہونے کا جوش و خروش پیدا نہیں ہو سکتا۔ یوسف نے دس ہزار دینار ان کو [illegible] تقسیم کر دیے جائیں۔ ان لوگوں نے یہ رقم خاموشی سے لی اور غزوہ میں شریک ہونے کا اعلان کر کے چلے آئے۔

موالی بنو امیہ کی ترتیب دہی

[illegible] میں اموی سپاہ کا انتظام کر لیا۔ ابو عثمان اور ابن [illegible] کے ساتھ یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یوسف نے [illegible] سے پوچھا [illegible] موالی [illegible] بنو امیہ سے اپنے غیر معمولی تعلقات کے باعث [illegible] کو [illegible]

موالی کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا، اُن لوگوں نے جواب دیا کہ وہ آگے بڑھے ۔۔ لوگ طلیطلہ میں اس سے آملیں گے، اور یہ کہ انہیں عطا کردہ رقم دیدی گئی ہے، [illegible] سودے کی خریداری کی، اور اس کا نیچے اپنے گھروں پر پہنچانے میں مصروف ہیں۔ یوسف نے کہا تو پھر تم لوگ بھی انہی کے ساتھ آؤ تا کہ وہ لوگ ضبط و نظم کے ساتھ سفر کر سکیں، اس کے بعد یہ لوگ رخصت ہو کر صمیل سے رخصت ہونے گئے۔

امویوں کی صمیل سے ساز باز | صمیل سے اس موقع پر بھی عبدالرحمن بن معاویہ کے معاملہ پر رازدارانہ گفتگو کرنے کا موقع مل گیا، جیسا کہ آگے چل کر [illegible] ہوگا کہ پہلے اس نے اموی شاہزادے کی حمایت کرنے کی زبان دے دی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس فیصلہ سے رجوع کر کے اپنی مخالفت کا اعلان کر دیا، تاہم صمیل کی مذبذب شکستگی سے اموی تحریک کو پھیلنے پھولنے کا کافی موقع مل گیا۔

سرقسطہ پر فوج کشی | یوسف نے طلیطلہ پہنچ کر موالی بنو امیہ کا دوبارہ انتظار کیا، اور اُن کے انتظار میں سرقسطہ کی فوج روانہ نہیں کی جو تیار پا صمیل تو قصد سے اٹھا تھا، مگر اس نے رازداری کے وعدہ پر قائم رہ کر ایک شاہی [illegible] کی، جب یوسف نے اس سے کہا کہ آ تک ہمارے موالی نہیں آئے، [illegible] اس نے کہا [illegible] نہیں ہے۔ چنانچہ یوسف سرقسطہ کی سمت روانہ ہو گیا۔

عباسی علمبرداروں کی اطاعت گزاری | سرقسطہ والوں نے یوسف کی فوج کی تعداد دیکھ کر اطاعت قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، [illegible] یوسف نے باغی سرداروں کو گرفتار کر لیا، اس کے بیٹے [illegible] اور [illegible] کو پھر و کرنے کا مطالبہ کیا، اہل سرقسطہ نے [illegible] اور وہ سب کو

سپرد کر دیا [illegible] کمین میں پوشیدہ ہو گیا، بالآخر وہ بھی گرفتار کر کے قبضہ میں لایا گیا،

یوسف نے ان قریشی سرداروں سے سر [illegible] کرنا چاہا، خیال تھا کہ باغیوں کو ان کا کوئی مدد [illegible] [illegible] [illegible] سے ہمدردی نہ کر سکیں، یوسف نے لشکر کے [illegible] کے لیے [illegible] کہ ان کے قتل کئے جانے کا دل سے خواہاں تھا، لیکن بنو قیس کے سرداروں نے مختلف قبائل کی ہمدردی کے سبب اُن کے قتل کئے جانے کی مخالفت کی، [illegible] سلیمان بن شہاب اور حصین بن وجین [illegible] پیش تھے، یوسف نے اپنے لشکر کی رایوں کا خیال کر کے قتل کے ارادہ کو ملتوی کر کے ان کو قید خانہ میں بھیج دیا، [illegible] اس [illegible] تاب کھا کر رہ گیا،

بلنسیہ پر فوج کشی — [illegible] سلیمان بن شہاب اور حصین بن وجین کو [illegible] سے ہٹانے کی فکر کی، اتفاق سے اس کا موقع بہت جلد ہاتھ آگیا، [illegible] کے عیسائیوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کر کے عیسائی حکومت [illegible] کی اطاعت قبول کر لی، اُن کی گوشمالی کے لئے لشکر کشی کی ضرورت ہوئی، [illegible] اور حصین بن وجین کی سرکردگی میں فوج بھیجے جانے کا [illegible] دیا،

چنانچہ یوسف نے سلیمان بن شہاب [illegible] اور حصین بن وجین کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر روانہ کیا، [illegible] لاجیت پر مامور کیا، اور [illegible] کی حفاظت کے لیے اس کے ساتھ [illegible] فوج [illegible] دی، [illegible] انتظامات سے فارغ ہو کر وہ [illegible] کے ساتھ [illegible] روانہ ہو گیا،

چند قریشی سرداروں کا قتل — [illegible] اور ابن وجین کی معیت میں جو فوج گئی تھی، وہ [illegible] کے مقابلہ کے لئے کافی نہیں تھی، چنانچہ [illegible]

لڑائی میں کام آیا، اور حصین بن دجن بقیۃ السیف سپاہ کو لے کر سلامت چلا آیا، یوسف کا قافلہ دریائے شرنبہ تک پہنچا تھا کہ اس فوج کی بربادی کا حال معلوم ہوا صمیل نے کہا ابن شہاب سے فرصت ملی ابن دجن بھی اب مخالفت کی ہمت نہ کر سکے گا، ان تینوں قریشی مجرموں کا قصہ بھی پاک کیا جائے یوسف اس مشورہ کا حامی نہ تھا مگر صمیل کے اصرار سے اُس نے اس کو قبول کر لیا چنانچہ اسی مقام پر تینوں زیر حراست قیدی عامر عبدری، وہب بن عامر اور حباب زہری طلب کئے گئے، اور تینوں کی گردنیں مار دی گئیں،

قرطبہ کا قاصد

صبح چاشت کے وقت ان تینوں کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد یوسف و صمیل نے مل کر کھانا کھایا، یوسف کے چہرے سے تردد نمایاں تھا، اس نے ان سیاسی قیدیوں کو اپنی مرضی کے خلاف قتل کرایا تھا، اور یہ بھی فکر تھی کہ آئندہ قبائلی جلد بازی سے [illegible] نہ بھڑک اٹھیں، اور ملک کسی نئے فتنہ کا آماجگاہ نہ بن جائے صمیل نے تسلی دینی چاہی، لیکن یہ خیالات اس کے ذہن سے محو نہ ہوئے، یوسف دوپہر کو انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں قیلولہ کے وقت پلنگ پر [illegible] لیٹا تھا، کہ لشکر میں قاصد قاصد کا شور مچا، سرداروں کا زمانہ شروع ہو چکا تھا، آخر سے کسی قاصد کا پہنچنا کسی اہم ترین ضرورت سے کم نہ تھا، توقع کے خلاف نہ تھا، یوسف تحقیق کیلئے بستر سے اُٹھ بیٹھا، معلوم ہوا کہ اس کی بیوی اُم عثمان کا قاصد کوئی خاص پیام لایا ہے، قاصد نے حاضر ہو کر مکتوب پیش کیا جس میں یہ تشویش انگیز خبر درج تھی کہ

"خلیفہ ہشام کا پوتا عبد الرحمٰن بن معاویہ [illegible] اندلس میں داخل ہو چکا [illegible] کچھ ناسازی و فاجرانہ [illegible] عبد اللہ کے پاس مقیم ہے، بنو امیہ کے موالی اس کے گرد

جمع ہو چکے ہیں [illegible] نے فوراً حکم دیا کہ جماعت کے ساتھ سلطنت کے
اس مدعی کا مقابلہ کیا جائے مگر آپ کے [illegible] اس کی فوج زخمی ہوئی
کوئی مقتول نہیں [illegible] جو قتل کر دیا جائے"
یوسف عجیل میں مستورہ [illegible] کو طلب کیا اس کو قاصد کے آنے کی اطلاع
مل چکی تھی عجیل [illegible] ان کے خون کی [illegible] کہ شاید اسی
ناحق خون کی وجہ [illegible] عجیل نے [illegible] باغی تھے اور انہیں قتل ہونا
چاہیے تھا، پھر [illegible] فوراً کر دینا
ہے [illegible] کام آ جائے [illegible]
زندہ [illegible] کہیں پناہ نہیں ملے گی ابھی
اس کی جماعت [illegible] تحریک کو [illegible] کیا جا سکتا ہے
[illegible] ساتھ [illegible] قریب ہو جانے کے [illegible]
[illegible] کہ وہ فرد
ولفوز [illegible] اتفاق کیا [illegible] ملتوی کر دیا گیا۔
[illegible] یوسف کی فوج میں آنا جانا [illegible]
[illegible] معلوم ہوا [illegible] والا ہے [illegible]
کے ورود کی خبر [illegible] ان سب کو جان
بوجھ کر [illegible] احمد [illegible]
عجیل سے [illegible]
میں عام بددلی پیدا [illegible] فوج سے [illegible]

ہو کر فرار ہوتے گئے، یہاں تک کہ قبائل یمن میں سے چند افراد اور قبیلۂ قیس و مضر کے کچھ لوگ چھاؤنی میں رہ گئے [illegible] قرطبہ کی واپسی کا ارادہ کیا، مگر عقیل اپنی پہلی رائے پر قائم رہا [illegible] اسی وقت اسی شاہزادے کا مقابلہ کرکے فیصلہ کر لیا جائے، اسی [illegible] کی حالت میں بارش اور جاڑوں کا موسم آگیا [illegible] دریا بھرپور ہو گئے، کوئی نئی فوج اکٹھا کرکے کسی فوری نقل و حرکت کا موقع باقی نہیں رہا، آخر یوسف نے قرطبہ کی راہ لی اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر چلا گیا۔

عبد الرحمن الداخل کا ستارۂ اقبال

اب عبد الرحمن [illegible] شاہزادہ [illegible] الداخل کا ستارۂ اقبال طلوع ہو چکا تھا جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے معلوم ہو گا، یوسف نے قرطبہ پہنچ کر عبد الرحمن سے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا، پھر اپنے معتمدین پر مشتمل ایک نامور سفارت بھیجی [illegible] اور اسی قسم کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہوتی گئیں، عبد الرحمن روز بروز اقتدار حاصل کرتا گیا، شہر پر شہر فتح ہوتے گئے، یہاں تک کہ وہ [illegible] قرطبہ پہنچا، اور آخری جنگ آزمائی کے بعد بروز جمعہ ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸ھ (۷۵۶ء) قرطبہ میں داخل ہو گیا۔

یوسف کی سلطنت سے دستبرداری

یوسف دار السلطنت قرطبہ [illegible] ہو گیا، قرطبہ سے نکلنے کے بعد پھر وہ میدان میں آیا لیکن یوسف و صمیل دونوں نے کامیابی کی توقع نہ دیکھ کر بالآخر امارت کی باگ [illegible] عبد الرحمن الداخل کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ نامہ و پیام صلح کے شرائط طے پائے، عبد الرحمن نے یوسف کے حق [illegible] اور یوسف عبد الرحمن

کو اندلس کا امیر تسلیم کر لیا، اب عبدالرحمٰن الداخل اندلس کا جائز حکمران تھا، اور وہی اندلس میں بنی امیہ کی سلطنت کا بانی بنا، اندلس میں یوسف کی حکومت کا خاتمہ ۱۳۹ھ/۷۵۶ء میں ہوا، اس نے نو سال اور چند مہینے حکمرانی کی، اور اسی کے نام پر اندلس میں ولاۃ کی حکمرانی کے دور کا خاتمہ ہوا۔[1]

۱۔ الکامل ابن اثیر ج ۵ ص ۲۸۶، ۳۵۳، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۵، ۱۲۰، نفح الطیب ج ۱ ص [illegible] ج ۲ [illegible] ۱۲ [illegible]، مجموعہ اخبار اندلس ص ۳۰، ۵۲ تا ۹۹ وغیرہ، افتتاح الاندلس [illegible] اندلس ج ۱ ص ۲۳۳ تا ۲۵۰، ص ۲۷۰ وغیرہ۔

لس کے دورِ ولایت

پر

ایک نظر

لایت" یعنی طارق سے یوسف تک کے زمانہ مین ۱۹ ولاۃ نے
ین سے حکومت کی، اُن کی مجموعی مدت حکومت قمری سال
حساب سے ۴۵ سال ہوتی ہے، اس تقریباً نصف صدی مین
ے قائم ہوگئے، کہ یہ ملک صحیح معنی مین اسلامی اندلس بن گیا، اور
صدی کے زمانہ کا بڑا حصہ تاسیسِ حکومت کے بعد قبیلون کی
، پھر بھی یورپ کی سرزمین پر ایک درخشان تمدن کی پہلی
ا ۵ سالہ دور مین چمکین، اور اُن سے ایک عالم نے روشنی حاصل
ہین :-

حکومت کے زیر سایہ پچاس سال کے اندر اندر تہذیب کے اس
ان تک، اٹلی کو یورپ کی حکومت کے ماتحت پہنچنے مین ایک ہزار

یادالاندلس ج ا ص ۳۲۱)

سلامی حکومت افریقہ کے ماتحت مفتوح ہوا، اور اس دور مین
ائم رہا۔ افریقہ کی حکومت کو اسلامی اندلس پر آمرانہ تفوق حاصل تھا

اندلس کے ولاۃ کا تقرر کبھی افریقیہ کے والی کرتے، اور کبھی دربار دمشق سے براہِ راست وہ نامزد کئے جاتے تھے، اور عام ازین کہ وہ اس منصب پر والی افریقیہ کے حکم سے مامور ہوتے ہوں یا براہ راست خلیفہ وقت نے انہیں نامزد کیا ہو، وہ افریقیہ و دمشق دونوں کے ماتحت اور ان دونوں حکومتوں کے سامنے جوابدہ تھے، اس جوابدہی کی وجہ سے کبھی کبھی دشواریاں بھی پیش آئیں بلکہ بیشتر موقعوں پر افریقیہ کی سیاست کے تحت اندلس کی ولایت کے منصب کے تقرر میں بھی ردو بدل ہوا کیا، اگر یہ دوئی نہ ہوتی تو ولاۃ کے عزل و نصب اور کبھی کبھی قائدین کی بغاوت و استیلاء کی کوششیں اس صورت میں اتنی دیرپا نہ ہوتیں جیسی کہ اندلس میں کی گئیں، البتہ افریقیہ کے حکمران خانوادہ کے ردو بدل میں یہاں کی سیاسیات میں الجھنیں پیدا ہوئیں، بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ اگر ابتدا ہی سے اندلس براہِ راست دربار دمشق کے ماتحت ہوتا، تو بعض قبائلی لڑائیاں بھی پیدا نہ ہوتیں، اور اندلس کے مسلمانوں کا بہت سا وقت اندلس کی حکومت کو ترقی دینے اور تہذیب و تمدن کی اشاعت کرنے میں صرف ہوتا،

اندلس کے ولاۃ اپنے تمام داخلی معاملات میں کامل خود مختار تھے، ایسا بہت کم زمانہ گذرا ہے جس میں یہاں کی سیاست کی باگ ڈور براہِ راست افریقیہ یا دمشق سے ملائی گئی ہو، یہ دوسری بات ہے کہ ہر دور میں یہاں کی حکومت پر ایسے ہی افراد مامور رہے جن کو افریقیہ کے ولاۃ کی حمایت اور تائید حاصل رہی، اگر کبھی اس کے برخلاف کوئی صورت پیش آئی، تو ولاۃ معزول کر دیئے گئے، اور اگر معزول شدہ ولاۃ نے اپنی طاقت دیکھ کر افریقیہ کی حکومت کی نافرمانی کی، اور وہ اصولاً والی کے بجائے مستولی قرار پائے، جس کے معنی یہ تھے کہ ان کی حکومت جائز نہ تھی، اور ان کی حکومت کو خلیفہ

وقت کی حمایت حاصل نہیں ہوتی،

خانہ جنگیاں اور ان کے نتائج

اندلس میں قبائلی تفوق کے جذبات ولاۃ کے اسی عزل ونصب سے بیدار ہوئے، اور جس سے آگے چل کر ایسی خوفناک قبائلی دشمنی قائم ہوئی کہ اس کی مثال عرب جاہلیت کے سوا اسلام میں نہیں ملتی تھی، اس قبائلی دشمنی کے برے نتائج کا جو سب سے افسوسناک پہلو نمایاں ہوا، وہ اندلس میں عیسائیوں کی نئی سیاسی تنظیم تھی، انھیں مسلمانوں کو خانہ جنگیوں میں مصروف دیکھ کر اپنی شیرازہ بندی کا موقع ملا، حالانکہ وہ اسلام کے اولین حملہ میں پورے طور پر منتشر کیے جا چکے تھے لیکن مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی ہی کا اثر تھا، کہ حکومت جلیقیہ کے بانی پلائی کا جانشین الفانسو تقریباً چوتھائی اندلس کا مالک بن گیا، اس کو یہ ساری فتوحات مسلمانوں کی قبائلی جنگ ہی کے دوران میں حاصل ہوئیں، یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے اس زمانہ تک شمالی اندلس میں مستقل طور سے بہت سی نو آبادیاں قائم کی تھیں، بلکہ جن زمینوں میں انھوں نے آباد ہونا پسند کیا تھا، اگرچہ بعض والیوں نے یہاں مسلمانوں کو آباد کرنے کی کوشش کی، اسلامی آبادیاں قائم ہوئیں، اگر امن و سکون اور مضبوط حکومت کا زمانہ ہوتا تو ان آبادیوں میں ترقی ہوتی، مگر عرب بربر اور مضریوں کی باہمی قبائلی لڑائیوں کی وجہ سے یہ مقامات [illegible] حالات ترک کرنے پر مجبور ہوگئے، تھوڑی سی جو آبادی رہ گئی، وہ باقی ان کو شکست دے کر نکالنے میں کامیاب ہوگئے، الفانسو نے طاقت حاصل کر کے یا تو انکو عیسائی بنا لیا، یا شہر بدر کر دیا، اس طرح گویا پورا شمالی اندلس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا، [illegible] دولت امویہ کے قیام کے بعد دو متوازی حکومتیں شمال و جنوب اندلس میں قائم رہیں، شمالی حصہ جو پہاڑی علاقہ تھا، عیسائیوں کے قبضہ میں رہا، اور جنوب کا میدانی علاقہ مسلمانوں کے پاس

اس طرح دو مستقل طاقتیں اندلس مین قائم رہین، اوران دونون کا درمیانی علاقہ وقتاً فوقتاً
ان دونون طاقتون کے ہاتھون مین آتا جاتا رہا، جب اسلامی حکومت مین کوئی کمزوری آتی
توعیسائی آگے بڑھکر علاقے دبالیتے تھے، اورجب طاقتور حکمران تخت پرآجاتا تھا، تو وہ
بڑھکر عیسائیون کو پیچھے ڈھکیل دیتا تھا، اس طرح اندلس کی سرزمین عیسائیت اور
اسلام کی معرکہ آرائیون کے لئے بھی آماجگاہ بنی رہی،

اس لئے اندلس کے دور ولایت کے دامن پر یہ بدنما داغ ہے، کہ والیون کی
خودغرضیون ولایت اور قبائلی دشمنیون سے اندلس مین ایک مستقل عیسائی حکومت عالم
وجود مین آگئی، وہ اگرچہ اسلامی اندلس کے شباب کے زمانہ مین صرف چوتھائی اندلس
پر قابض رہی، مگر جب مسلمانون مین آگے چل کر طوائف الملوکی پھیلی، تو اسی عیسائی
سلطنت نے جس کی داغ بیل اسی زمانہ مین پڑی تھی، مسلمانون کی ایک ایک حکومت
کو علٰحدہ علٰحدہ ختم کیا، اور پھر اسی الفانسو کے جانشین نے سرزمین اندلس سے اسلام کے
چراغ کو ہمیشہ کے لئے گل کردیا،

نظام حکومت | اندلس کے ولاۃ، شعبہ کشوری وعسکری دونون کے اقتدار اعلٰی کے مالک
تھے، انھون نے ملک کو مختلف صوبون مین تقسیم کردیا تھا، ہر صوبہ مین حاکم و نائب حاکم
کے لقب سے اس صوبہ کے والی مقرر ہوتے تھے، امن وامان کا برقرار
رکھنا، سرکاری مال کی تحصیل وصول اور طلبی کے موقع پر مرکزی حکومت کے پاس فوجین لیکر
پہنچنا ان کے عام فرائض تھے، والی اندلس، اور نائبین کے دفتر مین کاتب کے لقب سے
حکومت کے دفتری انصرام کے لئے ذی علم اشخاص متعین ہوتے تھے،

شعبۂ عسکری | فوج کا نظام قبائلی تقسیم پر قائم تھا، مختلف قبائل کے سردار حسب طلب

اپنی فوجین لے کر والی کے پاس آتے تھے، سرکاری فوج گویا اس قبیلہ کے افراد قرار پا سکتے تھے جس قبیلہ کا والی حکمران ہوتا تھا، سپاہ دو صفون پیدل اور سوارون مین تقسیم تھی، قبیلہ کا ایک صاحب الرجال اور ایک صاحب الخیل ہوتا، اسی طرح ایک علمبردار ہوا کرتا تھا، جب مختلف قبیلون کی فوج کسی مشترک مہم کے لئے روانہ ہوتی، تو یا تو خود والی اندلس ان کی سالاری کی خدمت انجام دیتا تھا، یا ان مین کسی ممتاز قبیلہ کے ممتاز سردار کو یہ خدمت تفویض ہوتی تھی، اسی سلسلہ مین کبھی کبھی کسی والی کے وقتی انتخاب قبائل اپنی توہین بھی محسوس کرتے، اور برے نتائج پیش آ جاتے تھے، اس لئے والی کو اس انتخاب مین بڑی احتیاط کرنی پڑتی تھی ملک مین جابجا حسب ضرورت فوجی چھاونیان اور قلعے بھی تعمیر کئے گئے،

عیسائی رعایا

اسلامی فتح کے ابتدائی دور مین لوٹ مار کے بعض واقعات پیش آئے لیکن امن وامان قائم ہوجانے کے بعد مسلمان والیون نے مسلم و غیرمسلم رعایا مین کوئی فرق نہین کیا، جس طرح انھون نے مسجدون اور مکتبون کا انتظام کیا، اسی طرح ان کے کلیسا اور گرجون کے نظم وضبط کے اصول بنائے، ان کو کامل مذہبی آزادی حاصل رہی، ان کے اسقف گرجے اور صومعون کو سرکاری حیثیت سے تسلیم کیا گیا، وہ اسقف گویا عیسائی رعایا اور اسلامی حکومت کے درمیان رابطہ کا کام دیتے تھے، اور ان کے مذہبی امور کی نگہداشت کرتے تھے، مجالس کے انعقاد کی عام اجازت حاصل تھی، اور گرجاؤن کے متعلق جن شہرون مین اسلامی فتح کے موقع پر عیسائی رعایا سے جو شرائط طے پاتے تھے، ان کی پابندی کی جاتی تھی،

محاصل

اس کے ساتھ اسلامی حکومت نے عیسائی رعایا کے حق کاشت کو محفوظ رکھا، اسلامی حکومت سے پہلے جو جس زمین کا کاشتکار تھا، اسلامی عہد مین بھی وہ زمین اس کے پاس رہی، البتہ اس کے سرکاری محاصل اور زمینداری کے حقوق مسلمانون کی طرف منتقل

ہوگئے، پچھلے اصولوں کے بموجب وہ زمینوں میں کاشت کرتے، پیداوار کے چند حصے کئے جاتے
مختلف علاقوں میں مختلف اعتبار سے وہ حصے کاشتکار اور زمیندار میں تقسیم ہوتے، تو شاہی
زمینوں کی پیداوار کا صرف ایک چوتھائی حصہ وہ حکومت کو دیتے اور دو تہائی ان کے پاس
رہتا تھا، [illegible] ان کی تھی، جو اسلامی فتح کے وقت پا لوگ بھا
گ گئے تھے، یا فرار ہوگئے تھے ان زمینوں کی پیداوار بیت المال میں جمع ہوتی تھی،
پھر جب عرب قبائل ملک کے مختلف حصوں میں آکر آباد ہوئے، تو ان کے حوالہ کر دی گئیں
اس کے معاوضہ میں وہ فوجی خدمات انجام دیتے تھے، بعض شہروں کے باشندوں نے اپنی
مرضی سے شہر والوں پر صلح ہوتی تھی، کہ وہاں کے باشندے اسلامی [illegible]
مثلاً [illegible] وہ کل پیداوار [illegible] باقی [illegible]
تھے، اسلامی ملک میں داخل ہوتے [illegible] لوگ [illegible]
آباد تھے، صرف خراج کی شرط پر چھوڑ دیا گیا تھا، اور عیسائی کاشتکاروں کو اپنی جائداد
کے بیچنے اور خریدنے کا حق بھی حاصل تھا، اس طرح وہ گویا ان زمینوں کے اصلی
مالک تھے،

فوجی خدمت کے معاوضہ میں عیسائی [illegible] جزیہ کی ادائی [illegible] تھی، اور
۴۸ درہم متوسط [illegible] ۲۴ اور [illegible] صرف ۱۲ درہم سالانہ لئے جاتے تھے
عورتیں، بچے [illegible] اپاہج اور اندھے اس سے مستثنیٰ تھے، اسی طرح مسلمانوں سے زکوٰۃ
کی سالانہ رقم جو شرعاً ان پر واجب الادا ہے، وصول کی جاتی تھی، جو عیسائی مسلمان ہوجاتے
تھے، ان سے جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا، اور صاحب استطاعت ہوتے تھے، تو زکوٰۃ و عشر
کی ادائی ان پر فرض ہوجاتی تھی، جس کی وصولی کے لئے محصل مقرر تھے،

ملک کی زرخیزی کے وسائل اختیار کرنا

ملک کی زرخیزی کے وسائل آغاز حکومت سے اختیار کیے گئے، کاشتکارون کو کاشتکاری کی ترغیب دی گئی، تجارتی کاروبار مین آسانی پیدا کرنے کے لئے راستے ہموار کیے گئے، تجارتی قافلون کو بالکل بے کھٹکے جانے اور آنے کو رواج دیا گیا، گذرگاہ کے لئے پل تعمیر کیے گئے، ملک مین صنعتی ترقیات کی بھی داغ بیل پڑی جس سے آگے چل کر تجارت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا،

درخشان تمدن کی داغ بیل

مسلمانون کے درخشان تہذیب و تمدن نے قدرتی طور پر شمال کے عیسائیون کو بھی متاثر کیا، اسلامی نقطہ ہاے نظر اور معتقدات و مسلمات ان مین قبول کیے جانے لگے، کیونکہ جب دو قسم کے لوگ کسی ایک جگہ جمع ہوتے ہین تو اعلیٰ تمدن کے مالک دوسرے فریق کو متاثر کرتے ہین، یہی صورت حال اسپین مین عربون کی تھی، اور یہی وجہ ہے کہ اس دور مین جس عربی تمدن کی بنیاد ڈالی گئی، اس کو تیرہوین صدی عیسوی تک یورپ مین عام فروغ حاصل رہا۔ اور اس لحاظ سے اندلس کے اس مختصر دورِ ولایت نے دنیا کی ایک نئی تہذیب و تمدن کی بنا و تخلیق مین ایک اہم حصہ لیا، اور اس کے اس احسان سے دنیائے تہذیب و تمدن کبھی سبکدوش نہین ہو سکتی اور اس کی یادگار کے پائدار نقش و نگار آج بھی تر و تازہ ہین،

دولتِ امویہ اندلس

عبدالرحمٰن الداخل بانیٔ دولتِ امویہ اندلس

۱۳۸ھ ـــ ۱۷۱ھ
۷۵۵ء ـــ ۷۸۸ء

عباسیوں نے مشرق میں اموی سلطنت کا تختہ الٹ دینے کے بعد امویوں کے شاہی خاندان کا چراغ گل کردینے کا فیصلہ کیا تاکہ ان میں کا کوئی شخص کبھی حریفِ سلطنت نہ بن سکے چنانچہ آخری اموی خلیفہ مروان کو ۱۳۲ھ (۷۵۰ء) میں قتل کرنے کے ساتھ اموی شہزادوں کو تلاش کرکے تہ تیغ کیا گیا، اس دار و گیر میں جس اموی شہزادے کو جہاں سر چھپانے کا موقع مل گیا وہ وہاں روپوش ہو گیا، انہی میں اندلس کی اموی سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن بھی تھا عبدالرحمٰن نامور اموی خلیفہ ہشام کا پوتا اور اس کے لڑکے معاویہ کا لڑکا تھا، ۱۱۳ھ میں مقام دمشق یا نہر فرات کے نواح میں بمقام علیا پیدا ہوا، اس کی کنیت ابو المطرف و ابوسلیمان و ابوزید بیان کی جاتی ہے، اس زمانہ میں وہ ۱۷ یا ۱۹ سالہ نوجوان تھا، شاہی محل میں خلیفہ ہشام کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت انجام پائی تھی، ان دنوں وہ اپنے بھائی یحییٰ بن معاویہ کے ساتھ ایک گاؤں میں چھپا ہوا تھا، اس دار و گیر میں عبدالرحمٰن کا ایک بھائی ابان بن معاویہ اور ایک پھوپھی زاد بھائی عبیدہ بن ہشام مارے جا چکے تھے، ان کے

بعد عباسیون کی طرف سے پورے شام مین امویون کو امان دینے کی منادی کی گئی، چنانچہ مختلف مقامون مین چھپے ہوئے اموی خاندان کے افراد نکل پڑے، اور رملہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پہ ایک مقام نہر ابی فطرس مین سفاح مقیم تھا، وہان جمع ہوگئے، چنانچہ ستر سے کچھ اوپر تعداد مین اموی جمع ہو چکے تھے، تو سفاح نے عہد کو توڑ کر سب کو قتل کرا دیا،

عبدالرحمن کا بھائی یحییٰ ابن معاویہ ایک گاؤن مین چھپا ہوا تھا اس نے اپنے کو ظاہر کرنے مین عجلت کی اور شہر کی حالات کی تفتیش کے لیے قاصد بھیجا، وہ وہان اس وقت پہنچا جب امویون کے سر قلم کیے جا رہے تھے، قاصد دوڑ کر واپس آیا لیکن قبل اس کے کہ یحییٰ کو فرار ہونے کا موقع ملے، دوڑ اس گاؤن مین بھی آ پہنچی، اور یہ بھی قتل کر دیا گیا،

حسن اتفاق کہ عبدالرحمن اس وقت شکار کے لیے باہر گیا ہوا تھا، آدھی رات کو اس کو واقعہ کی اطلاع ملی، وہ اسی طرف سے یہ کہتا ہوا فرار ہوا کہ اس کے اہل و عیال اس کے پاس پہنچا دیے جائین،

اس کے بعد بقیۃ السیف اموی شام سے نکل پڑے، ان لوگون نے یہ سوچا کہ شاید مغرب و افریقہ مین ان کے لیے پناہ کی جگہ موجود ہے کیونکہ مروان کے زمانہ حکومت کے بعد دو شاہزادے جزی بن عبدالعزیز بن مروان، عبدالملک بن عمر بن مروان افریقہ مین پناہ لے چکے تھے، چنانچہ اس کے بعد ولید کے لڑکے عاصی و موسیٰ اور عبدالملک کے لڑکے حبیب اور دوسرے ممتاز اموی شاہزادے بھی یہان پہنچ گئے، اور عبدالرحمن بن حبیب بن ابی عبیدہ فہری والی افریقہ نے ان کو خاموشی سے افریقہ مین پناہ دی تھی،

اسی سبب سے عبدالرحمن نے بھی افریقہ جانے کا ارادہ کیا، اسی خیال سے وہ وہان سے نکل کر فرات کے کنارے ایک گاؤن مین گھنے جنگلون کے اندر آباد تھا آیا، اور چند دنون

کے لیے یہاں مقیم ہو گیا، اور یہیں اس کے اہل و عیال بھی آگئے،

ایک دن عبد الرحمن کا چار سالہ لڑکا سلیمان اس گاؤں میں گھر کے باہر کھیل رہا تھا، عبد الرحمن کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں، وہ گھر میں بیٹھا سیاہ کپڑے سے آنکھیں پونچھتا جاتا تھا، وہ بچہ دہشت خوفزدہ اندر بھاگا، اور عبد الرحمن سے چپٹ گیا، وہ اس کو الگ کرتا، مگر وہ دہشت سے اور زیادہ چپٹتا جاتا، وہ اس کو تسلی دیتا جاتا، مگر وہ چپ نہ ہوا، بچہ کی اس کیفیت سے عبد الرحمن کو انتشار ہوا، وہ حقیقت معلوم کرنے کے لیے مکان سے باہر نکلا، گاؤں میں اس وقت عام خوف و ہراس طاری تھا، سامنے سے کالے کالے جھنڈے آگے آتے دکھائی دیے، اور سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ایک شور برپا تھا، اس درمیان میں اس کا ایک سولہ سالہ بھائی بھی بھاگا ہوا آیا، اور اس نے کہا کہ عباسیوں کے سیاہ علم گاؤں میں پہنچ گئے ہیں، جلد سے جلد بھاگنے کی فکر کرنی چاہیے،

عبد الرحمن فوراً گھر میں داخل ہوا، بال بچوں کو بدر کے سپرد کیا، کچھ دینار کمر میں باندھے دونوں بہنوں ام اصبغ اور امۃ الرحمن کو ہدایت کی کہ وہ اس کے غلام بدر کے ساتھ اس سے آملیں پھر وہ اپنے نو عمر بھائی کو اپنے ساتھ لے کر مکان سے نکل کر گاؤں کے پاس ہی ایک جاننے والے کے گھر میں چھپ رہا، اور یہیں اس کے اہل و عیال بھی آگئے، اسی اثنا میں سواروں نے اس سکونتی مکان کو آکر گھیر لیا، جس میں سے ابھی ابھی وہ اور اس کے بال بچے نکل کر بھاگے تھے، وہاں نشان نہ پاکر اس کے تعاقب میں چلے، یہاں اس نے اپنے میزبان کو دو گھوڑے خریدنے کے لیے کچھ دینار دیے تھے، اس نے ایک غلام کو اس کے لیے بھیجا، اس نے غداری کر کے عبد الرحمن کی روپوشی کی اطلاع سپاہیوں کو دے دی، غلام کی واپسی میں دیر لگی تو عبد الرحمن کا اضطراب بڑھا، اسی اثنا میں تو اتفاقیہ کہیے، یا سوار اطلاع پاکر اس مکان کی طرف دوڑے اس

بال بچوں کو بدر کے سپرد کیا، اور وہ خود پشت کے دروازہ سے چل کھڑا ہوا، اس کا بھائی بھی
اس کے ساتھ تھا، سواروں کی نظر ان پر پڑی، یہ دونوں فرات کے کنارے لگے ہوئے گھنے
درختوں کے باغ میں گھس گئے، اور جہاں تک تیز دوڑ سکتے تھے، دونوں بھاگتے گئے، اور
گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑے ڈالے ان کے تعاقب میں تھے، یہاں تک کہ دریا کا کنارا
آیا، یہ دونوں دریا کے کنارے پرانی قبروں کے اندر گھس گئے، سوار یہاں بھی پہنچے
تو دونوں نکل کر بھاگے، اور جست مار کر دریا میں کود پڑے، سواروں نے بھاگنے والوں
کو آواز دے کر کہا کہ لوٹ آؤ، یہاں کی امان ہے، لیکن دونوں پیرنے میں مشاق تھے
تیزی سے پیرتے گئے، مگر وسط دریا تک پہنچے تھے کہ عبدالرحمن کا کمسن بھائی پیرتے پیرتے
تھک گیا، عبدالرحمن نے اس کا دل بڑھایا، اپنی طرف بلایا، مگر وہ دشمنوں کی باتوں
میں آگیا، پلٹ کر کنارہ آہستہ آہستہ تیر کر لوٹ گیا، سواروں نے ۱۳ سال کے اس نوعمر بچہ کو پکڑتے
ہی قتل کر دیا، عبدالرحمن دریا کے اس پار سے اس خونیں نظارہ کو دیکھتا رہا۔

اس کے بعد وہ دریا کے کنارے ایک گھنی جھاڑی میں چھپ گیا، سوار دریا عبور کرکے
اس کے تعاقب میں یہاں بھی پہنچے، مگر اس کو نہ پا سکے، اس کے بعد جب مصر کا رخ ہوا، وہ
چلتا پھرتا ہوا یہاں تک کہ فلسطین کے ایک گاؤں میں پہنچا، اور ایک شخص کے یہاں پناہ
لی، جب معلوم ہوا کہ اس کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا گیا ہے، تو وہ مغرب کی راہ پکڑ کر چلتے
چلتے افریقہ پہنچ گیا، اور یہاں پہنچ کر اس کے دم میں دم آیا۔

جب اس کے افریقہ پہنچنے کی اطلاع اس کے خاندان والوں کو ہوئی تو اس کی بہن ام اصبغ
نے اس کے دونوں غلاموں بدر اور ابوالشجاع سالم کو اس کے مصارف کے لئے کچھ دینار اور
جواہرات کے ساتھ افریقہ بھیجا۔

افریقہ میں اس وقت عبدالرحمن بن حبیب فہری کی حکومت تقریباً اسی نوعیت کی تھی، جیسے اندلس میں اس کا باپ یوسف بن عبدالرحمن حکمران تھا، افریقہ میں اس وقت تک عباسی حکومت کے اثرات نہیں پہنچے تھے، اور عبدالرحمن ابن حبیب نے عباسیوں کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا، اس لیے عبدالرحمن کے لیے یہاں بظاہر کوئی خطرہ نہ تھا، اور اسی لیے عبدالرحمن بن حبیب والی افریقہ نے ابتداءً اس کا خیر مقدم کیا، لیکن اس زمانہ میں نجوم و رمل کی پیشنگوئیوں پر بڑا بھروسہ کیا جاتا تھا، عبدالرحمن کے بچپن میں ایک واقعہ گزرا تھا، اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی پرورش اس کا دادا ہشام کرتا تھا، ایک دن وہ دربار خلافت میں بیٹھا تھا کہ اس کا چچا مسلمہ بن عبدالملک نے اس کو دیکھ کر اس کی پیشانی کا بوسہ دیا، اور فرمایا، یہی وہ ہے، کہنے لگا کہ میں اس کی پیشانی اور گردن میں اس کے حکمران بننے کی نشانیاں پاتا ہوں، عبدالرحمن کے دل میں اس واقعہ کی یاد تازہ تھی، افریقہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک یہودی نے یہاں کے والی عبدالرحمن بن حبیب سے کہا ہے کہ ایک شہزادہ جس کے سر پر دو لٹیں ہوں گی وہ اندلس کا بادشاہ ہوگا، اور والی افریقہ کے دل میں اس کی کھٹک موجود تھی، اتفاق سے عبدالرحمن گیسو رکھتا تھا، یعنی چوٹیاں لٹکتی تھیں، اس کو دیکھ کر عبدالرحمن بن حبیب کو وہ پیشنگوئی یاد آگئی، اس نے یہودی کو بلوایا، کہ لٹیں تو اس نوجوان کی ہیں، اس کو قتل کرا دیتا ہوں، یہودی نے جواب دیا، کہ خدا کی قسم اگر تم نے اس کو قتل کرا دیا تو یہ وہ شخص نہیں ہے، اور اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا، تو یہ دراصل وہی ہے، ابن حبیب اس جواب سے حیص بیص میں پڑ گیا، مگر وہ اب عبدالرحمن کو بڑی مشتبہ نظروں سے دیکھتا رہا،

عبدالرحمن نے اس کی نظریں تاڑ لیں، اس کے علاوہ اس اثناء میں افریقہ کے حامیان بنو امیہ اور ابن حبیب کے درمیان بہت جلد اختلافات پیدا ہو گئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالرحمن

کے ذہن میں افریقیہ کی حکومت کا خیال آیا، چنانچہ انہی اختلافات کے باعث ابن حبیب نے
بنو امیہ پر سختی شروع کی، اور ولید بن یزید کے دو بیٹوں کو جنہیں وہ پناہ دے چکا تھا، قید کر کے
قتل کرا دیا، اور دوسرے اموی معززین کے مال و اسباب کو ضبط کیا، اس دار و گیر میں
اُس نے عبدالرحمٰن کو بھی تلاش کرایا، مگر وہ حالات کا اندازہ لگا کر پہلے ہی روپوش ہو چکا تھا،
اس کے بعد ابن حبیب نے اس کے تلاش کرنے کے لئے جاسوس مقرر کئے، وہ دارالسلطنت
سے نکل کر ایک مقام بارہ میں قبیلہ کناسہ کے پاس پناہ گزین ہوا لیکن یہاں باطمینان نہ
رہ سکا، اس کے بعد وہ بربریوں کے ایک دوسرے قبیلہ میں پناہ لیتا پھرا، کیونکہ حسن اتفاق
سے اس کی ماں بربری تھی، اس لحاظ سے قبیلہ نفزادہ میں اس کی ننہیال نکلی، اس قبیلہ نے
اس کی مخلصانہ حمایت کی، اور اپنا عزیز مہمان بنایا، لیکن ابن حبیب کو اس کا پتہ لگ گیا، اس کے
سوار اس کی تلاش میں آ نکلے، اور ایک موقع پر یہ ایک عورت کے دامن میں پناہ لے کر
گرفتاری سے بال بال بچ گیا، اس کے بعد یہ مختلف ذریعوں سے مختلف قبائل مغیلہ اور
زناتہ وغیرہ کے حلقوں میں پناہ گزین رہا۔ اسی سلسلہ میں برقہ میں پانچ سال گذر گئے، پھر
بنو رستم ملوک تاہرت کی پناہ میں رہا۔ اسی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتے پہنچتے
ساحل سمندر پر جا نکلا، اور ایک مقام سیرہ میں مقیم ہو گیا، جہاں اس کے ننہالی قبیلہ نفزاوہ
یا نفزہ کے لوگ آباد تھے، اس طرح عباسیوں اور ابن حبیب والی افریقیہ نے اس کو گرفتار
کرنے کی جو تدبیریں کیں، وہ رائگاں ہو گئیں، کہ قدرت کو تو اس کے ذریعہ مغرب یا اندلس
میں دولت امویہ کی بنیاد رکھنی تھی، اس کا کوئی بال بیکا نہ کر سکا، جیسا کہ اوپر کہا گیا،
رمالوں اور نجومیوں کی قیافہ شناسیوں اور پیشینگوئیوں کے ایسے واقعات تفصیل سے
بیان کئے گئے ہیں، جو عبدالرحمٰن کے فلسطین و افریقیہ کے قیام کے زمانہ میں پیش آئے ہیں، ان

سے کم سے کم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دل میں اندلس میں سلطنت قائم کرنے کا تخیل اسی وقت پیدا ہو چکا تھا، جب وہ فلسطین سے مغرب کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کے ذہن میں ابتداءً افریقہ و مغرب میں سلطنت قائم کرنے کا تخیل بھی آیا ہو، مگر ابن حبیب کی مستحکم حکومت کا الٹنا اس کے امکان سے باہر نظر آیا ہو، اور یہاں حالات سازگار نہ دیکھ کر اندلس میں قسمت آزمائی کا خیال آیا ہو، اور افریقہ کے حامیانِ امویہ سے ملنے کے بعد اس کے تخیل میں مزید پختگی آئی ہو، چنانچہ سمندر کے کنارے پہنچنے کے بعد اس نے اسی نقطۂ نظر کے ساتھ اندلس کے امویوں اور اُن کے حامیوں سے خفیہ خط و کتابت کا آغاز کیا، اُس نے پہلے اُن کو اپنے آنے کی اطلاع دی، پھر ان کو اپنی طرف دعوت دی، جب کچھ مناسب آثار دکھائی دیے تو اندلس کی زمین کو ہموار کرنے کے لئے اپنے سب سے بڑے معتمد غلام بدر کو ان کے پاس سبرہ سے اندلس بھیج دیا،[1]

فضا ہموار کرنے کی کوشش

اندلس میں بنو امیہ کے حامیوں اور موالیوں کی تعداد چار پانسو کے درمیان تھی، ابوعثمان عبد اللہ بن عثمان، اور عبد اللہ بن خالد بن ابان بن اسلم وغیرہ کو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موالی میں سے تھے، اور البیرہ میں بوشاق آباد تھے، ان کو ابن معاویہ عبد الرحمن نے ابو عثمان عبید اللہ کے نام ایک طویل خط لکھا، جس میں خاندانِ بنو امیہ کی دولت حشمت چھن جانا اور اُن کے مصائب و آلام میں گرفتار ہو جانے کو یاد دلایا، پھر افریقہ میں پناہ گزینی، عبد الرحمن بن حبیب کے برتاؤ، اور وہاں سے جلاوطنی کا ذکر کر کے یوسف سے بھی کسی اچھے برتاؤ کی توقع نہ ہونے کا تذکرہ کیا، اس کے بعد خاندانِ امویہ کے ممتاز خلیفہ ہشام

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۶ - ۳۷۷، و ج ۶ ص ۲، نفح الطیب ج ۲ ص ۶۲ - ۶۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، کتاب الامامة ج ۲ ص ۱۲۱، مجموعہ اندلس از ص ۷۰ تا ۷۵، اخبار مجموعہ ص ۱۲

اپنی نسبت کو دکھایا کہ وہ اسی جلیل القدر سلطان کا پوتا ہے، اور اندلس مین ایسے لوگون
کی کمی نہین، جو براہ راست ہشام کے ممنون کرم رہ چکے ہون، اس لئے وہ انہی کے درمیان
رہنے بسنے کا خواہشمند اور اندلس کی سرزمین مین اپنی سلطنت کے قائم کرنے کا آرزومند ہے،
پھر اس کو ہمدردی پر آمادہ کر کے طریقۂ کار اختیار کرنے کے اشارے تھے کہ بنو امیہ کے حامیون
اور موالیون مین سے جو اصحاب رائے ہین، ان سے رائے لیجائے، اور اس جماعت مین اس
دعوت کی اشاعت کی جائے، اور انھین ہمنوا بنا کر قبائل یمنیہ کی طرف رجوع کیا جائے کہ
وہ مضریہ کے مخالف ہین، اور آسانی سے اس دعوت کو قبول کر لینگے، اس کے ساتھ
اس نے اپنے دستخط کئے ہوئے چند سادہ کاغذ اور اپنی انگشتری بھیجی کہ جن جن اہل الرائے
ارباب اقتدار کے پاس ضرورت ہو اس کی طرف سے دستخط بھیجے جائین،

بدر اس مکتوب کو لے کر اندلس آیا، اور ابو عثمان عبید اللہ کی جائے قیام قریہ طرش
مین پہنچ کر اس سے ملا، ابو عثمان نے خط پا کر اس معاملہ کی اہمیت کا اندازہ کر کے سب سے پہلے
مشورہ کے لئے اپنے سسر عبد اللہ بن خالد کو بلوایا، اور ان دونون نے باہمی گفتگو کر کے پھر
ایک دوسرے ذی اثر اموی یوسف بن بخت کو بلایا گیا، ان تینون نے اس راز کو اپنے
سینون مین محفوظ رکھا، اور طے کیا کہ جب تک وہ صمیل سے اس موضوع پر گفتگو نہ کر لین
بدر کو کوئی جواب دیکر واپس نہ لوٹائین،

ابو عثمان اور والی اندلس یوسف کے دست راست صمیل کے درمیان کچھ تعلقات
تھے، جس وقت بدر اس کے یہان پہنچا ہے، جیسا کہ پہلے باب مین بیان کیا گیا، صمیل نے
سرقسطہ مین فوجی مدد طلب کی تھی، چنانچہ اس موقع کو غنیمت جان کر وہ مدد کو اپنے ساتھ
لے کر جیسا کہ گذر چکا سرقسطہ گیا، صمیل نے ان لوگون کے تعلقات جس فوج سے [illegible] اسکا

اس لحاظ سے انھیں بھروسہ تھا کہ اگر اُس نے ہمنوائی کی تو خیر ورنہ مخالف ہونے کے باوجود وہ ان لوگوں کے اس راز کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھے گا، اسی بنا پر ابو عثمان نے اس معاملہ میں صمیل کو رازدار بنانا چاہا کہ اس کو صحیح حالات بتا کر اس معاملہ بتا کر اس معاملہ میں اس کی آزادانہ رائے دریافت کی جائے لیکن ابن خالد نے اس سے اختلاف کیا، کیونکہ صمیل اور یوسف کے تعلقات دیرینہ ہیں، اور یوسف کی نگاہوں میں اس کو غیر معمولی منزلت حاصل ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کو یوسف کے زوال سے اپنے اقتدار کے زوال کا خیال آجائے، اور وہ اس معاملہ میں اُن کا ساتھ نہ دے سکے، ابو عثمان نے بھی ابن خالد کی اس رائے سے اتفاق کیا، اور پھر یہ طے پایا کہ صمیل سے صرف اس قدر کہا جائے کہ عبدالرحمٰن اندلس میں آکر پناہ لینا چاہتا ہے، اس کو یہاں امان دی جائے، اور اس کے گذارے کے لئے آمدنی کا خمس، حصہ جو دار الخلافہ بھیجا جاتا تھا، وہ اس کے لئے وقف کر دیا جائے، اور اس حد تک صمیل کو عبدالرحمٰن کی حمایت پر آمادہ کر لیا جائے،

چنانچہ یہ دونوں اسی مقصد کے لئے صمیل سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے، اور تخلیہ میں اس سے اس موضوع پر اسی انداز میں گفتگو کی، اتفاق سے صمیل ان دنوں یوسف سے اس کے سرقسطہ میں امداد نہ بھیجنے کی وجہ سے کسی قدر کبیدہ تھا، چنانچہ اس گفتگو کے دوران میں صمیل کے وہ جذبات ابھر آئے، اور اس وقت ان دونوں کو اندازہ ہوا کہ صمیل کا دل یوسف سے صاف نہیں ہے، اس سے ان لوگوں نے فائدہ اٹھایا، اور مناسب موقع دیکھ کر عبدالرحمٰن کی طرف سے صمیل کے نام ایک مکتوب اس کے حوالہ کر دیا، اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس معاملہ کو آپ پر رکھا ہے، اگر آپ اس کو پسند کریں گے تو آئندہ ہم یہی اختیار کریں گے، اور اگر آپ کے خیال میں مناسب نہ ہو تو اسی جگہ یہیں ختم کر دیا جائے گا، صمیل نے کہا کہ بہتر ہے کہ

ابھی مجھے چھوڑ دو، میں اس معاملہ پر کوئی رائے قائم کر لوں، غور و خوض کر کے کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤں اس کے بعد تمھیں اپنی رائے سے مطلع کروں گا، اس گفتگو کے بعد صمیل قرطبہ چلا گیا، اور یہ لوگ اپنے وطن لوٹ آئے،

اس کے بعد صمیل سے ان لوگوں کی ملاقات طلیطلہ میں ہوئی، یوسف سے رخصت ہونے کے بعد جب کہ یوسف کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا، اور صرف صمیل مع اپنے خدم و حشم کے رہ گیا تھا ان لوگوں نے اس سے مل کر پھر گفتگو کی، ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے ابن معاویہ کے معاملہ پر بھی مشورہ کرنا ہے، اس کا قافلہ ابھی تک رکا ہوا ہے، صمیل نے جواب میں کہا کہ میں اس وقت تک اس معاملہ سے غافل نہیں رہا ہوں، اور اس کے متعلق میں نے اپنی رائے قائم کر لی خداوند تعالیٰ سے استخارہ کیا، اور اس معاملہ کو تمام و کمال پوشیدہ رکھا ہے، کسی قریب یا دور کے کسی شخص سے تمہارے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے، میں اسی نتیجہ پر پہنچا کہ وہ ہماری مدد کا مستحق اور حکومت کا اہل ہے، اللہ کا نام لے کر اس کو یہاں بلاؤ جب وہ آجائے تو یوسف کے سامنے اس کو پیش کیا جائے، کہ اس کی مدد کرے، اپنے پہلو بہ پہلو قرطبہ میں جگہ دے، حسن سلوک سے پیش آئے، اور تعلقات کے استحکام کے لئے اپنی لڑکی ام موسیٰ جو قطن بن عبد الملک سے علحدہ ہو چکی ہے اس کی زوجیت میں دیدے، اگر یوسف نے ان تجویزوں کو قبول کر لیا تو بہتر ہے ورنہ ہماری تلواریں اس کے سر پر چمکیں گی، اور سلطنت کو ہم عبد الرحمٰن کی طرف منتقل کر دیں گے،

اس گفتگو کے ختم ہونے کے بعد ابو عثمان اور ابن خالد نے صمیل کا دل سے شکریہ ادا کیا، اور پھر بڑا احترام میں دونوں اس کی دست بوسی کر کے رخصت ہوئے، یوسف سے صمیل کو شکر رنجی تھی، اسی جذبہ کے ماتحت اس نے وقتی مشورہ میں وہ رائے دیدی تھی،

لیکن ان دونوں کے رخصت ہونے کے بعد اُس کی آنکھیں کھلیں، اُس نے اس مسئلہ کے نتائج وعواقب پر پھر ٹھنڈے دل سے غور کیا، اور اس کو اپنے ذاتی حالات کے لحاظ سے جس نتیجہ پر پہنچنا چاہئے تھا، پہنچا،

چنانچہ وہ دونوں عقیل سے رخصت ہو کر ہشاش بشاش ایک میل گئے ہونگے کہ پیچھے سے کسی کے پکارنے کی آواز آئی، گھوم کر دیکھا تو عقیل کے ایک غلام کو گھوڑے پر آتے دیکھا اُس کو دیکھ کر یہ لوگ ٹھہر گئے اُس نے قریب آکر کہا کہ ابو جوشن نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں یہیں پر ٹھہر جائیں وہ بھی اگر ان سے ملنا چاہتے ہیں، ان لوگوں نے اُس کا آنا اُس کے ادب کے خلاف سمجھا، اس لئے وہیں سے دونوں لوٹ کر عقیل کی طرف چلے، یہ واپس ہونے کو تو ہو گئے، مگر دل میں خطرہ لگا تھا، کہ شاید کوئی بُرا ارادہ نہ ہو گیا ہو، جب اس کو تنہا اپنے سفید خچر پر آتے دیکھا تو ان لوگوں کو ڈھارس بندھی، عقیل نے قریب آکر کہا،

"جب سے تم لوگ ابن صواد کے قاصد اور اُس کے خط کو لائے تھے، اس وقت سے میں اس کی نسبت خیال کر رہا تھا، چنانچہ جو کچھ تم کو کہنا تھا، وہ میں نے تم سے کہا، لیکن پھر تم دونوں سے جدا ہونے کے بعد میں نے پھر رائے قائم کی، تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ شخص اسی قوم سے ہے، کہ ان میں کا اگر کوئی اس جزیرہ میں آکر پیشاب بھی کر دے تو ہم اور تم سب اس پیشاب میں ڈوب جائیں گے"

اور یہ شخص (یوسف) ایسا ہے کہ ہم اس پر حکومت کرتے ہیں، جدھر چاہتے ہیں، اُدھر اس کو پھیرتے ہیں ہمیں اس کا بدل نہیں مل سکتا، خدا کی قسم اگر تم لوگ اپنے گھروں کو بھی لوٹ جاتے، اور [illegible] منکشف ہو گئی ہے، ظاہر ہو گئی، تو میں اس وقت تک دم نہ لیتا جب تک [illegible] کہہ دیتا، میں تمہیں آگاہ کر دیتا ہوں کہ سب سے پہلی تلوار جو اس نوجوان پر اٹھے گی،

وہ میری ہوگی، خداوند تعالیٰ تمھیں اپنی رایوں میں برکت دے، اگر آپ سیدھی راہ اختیار کریں!

صمیل کی اس صاف گوئی کے بعد ان دونوں کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ بھی صاف صاف اس کی ہمنوائی کر کے کہدیں کہ ہم لوگوں کی کوئی رائے نہیں ہو سکتی سوا اس کے جو آپ کی رائے ہو کہ ہمیں آپ سے جداگانہ روش اختیار کرنا منظور نہیں۔"

ان لوگوں نے صمیل کے سامنے تو براءت ظاہر کر دی، مگر اپنے ارادوں پر قائم رہے، چنانچہ یہ لوگ صمیل سے رخصت ہو کر خاموشی سے البیرہ واپس آئے اور اپنے مقصد کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے، صمیل کی گفتگو سے وہ قبائل مضر و ربیعہ سے مایوس ہو گئے تھے، حالانکہ وہ اس موقع پر امویوں کے بڑے مؤید ہو سکتے تھے، لیکن انھوں نے ان کو چھوڑ دیا، اور سب سے پہلے البیرہ میں اپنے خاص خلفاء اثر کے مقتدر افراد سے ملے، اور انھیں عبدالرحمٰن کی حمایت پر آمادہ کر لیا، البیرہ کے شامیوں کو آمادہ کرنے کے بعد اور دوسرے مقامات کے شامیوں اور دوسرے قبیلہ کے لوگوں سے یہ لوگ باری باری ملے گئے، اور رفتہ رفتہ سازگار فضا تیار ہو گئی،

اس طرح اپنی خاص جماعت کے ایک فرد کو اپنا ہمنوا بنا لینے کے بعد یہ دوسرے اقوام [illegible] اور جماعتوں میں سے یمانیوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کے ممتاز سردار ابو الصباح یحصبی سے گفتگو شروع کی، اس کے ساتھ یمانیوں اور مضریوں کی لڑائی کی دبی ہوئی چنگاری کو کرید کر [illegible] تو اختلافات کے شرارے موجود تھے، اور آسانی سے مشتعل کئے جا سکتے تھے، چنانچہ یمانیوں کو [illegible] کرنے کی سازش بڑی ہشیاری سے کی گئی، اور اس میں کامیابی حاصل ہوئی،

جماعت یمانیہ میں ابو الصباح ابن یحیٰ یحصبی کو خاص طور پر ملانے کی کوشش کی گئی، یہ [illegible] اندلس میں یمانیوں کا سردار تھا، اور اشبیلیہ سے تین فرسنگ کے قریب [illegible] میں [illegible]

ملہ ابن قوطیہ کی روایت کسی قدر مختلف ہے مگر وہ قرین قیاس نہیں،

تھا، اس کو ہمنوا بنانے کے لئے ابو عبیدہ حسان بن مالک (جس کو آگے چل کر قلمدانِ وزارت حاصل ہوا) کو مقرر کیا گیا، ابو الصباح پر خلیفہ ہشام کے غیر معمولی احسانات تھے، ابو عبیدہ نے انہی کو یاد دلا کر اس کے پوتے کی حمایت پر اس کو آمادہ کیا، اور وہ اس تحریک میں شریک ہو گیا،

اس کے بعد شذونہ کے ممتاز سردار علقمہ بن غیاث لخمی، ابو علاقہ جذامی اور زیاد بن عمرو جذامی پر ڈورے ڈالے گئے، اور یہ لوگ بھی ہمنوا ہو گئے، اس کے بعد مختلف قبیلوں اور خاندانوں میں کام کیا گیا، چنانچہ البیرہ اور جیان کے قحطانیون میں سے بنو اضحی، بنو احسان وادی آش کے غسانیون کے حلیف بنو عمر اور جیان میں قبیلہ طے کے دو سرداروں میسرہ و قحطبہ کو حامی بنا لیا گیا، صمیل کے اثر کی وجہ سے مضر کے سرداروں سے گفتگو ممکن نہ تھی، لیکن اس سے حسین بن دجن عقیلی اور صمیل نے تعلقات اچھے نہ تھے، اس لئے ابن دجن کو بھی اس تحریک میں شریک کیا گیا، اور وہ اس کا حامی ہو گیا، آگے چل کر مضریہ میں سے دو اور سردار جابر بن علا بن شہاب عقیلی اور ہلال بن طفیل عبدی بھی شریک ہو گئے،

ان مراحل کے طے کرنے کے بعد، بدر کو عبد الرحمن کے پاس بھیجا گیا، کہ وہ اس کو اندلس لے آئے، لیکن عبد الرحمن نے دانشمندی سے یہ جواب	عبد الرحمن کو اندلس میں لانے کی تیاریاں

کہلایا کہ جب تک اس کے مددگاروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا، اس کو اندلس میں داخل ہونے سے مسرت نہ ہوگی، چنانچہ بدر یہ پیغام لے کر دوبارہ اندلس واپس چلا آیا،[1]

اس کے بعد ابو عثمان نے ایک جہاز خریدا اور اس میں گیارہ معززین کو بدر کے ساتھ سوار کر کے عبد الرحمن کو لانے کے لئے بھیج دیا، ان میں تمام بن علقمہ ثقفی، وہب بن اصفر، شاکر ابن ابو الاسمط، اور ابو خریقہ وغیرہ تھے، ضروری مصارف اور بدویوں کو خوش کرنے کے لئے پانسو دینار

[1] نفح الطیب مقری ج ۲ ص ۶۷، و افتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۲۲، ۲۳، مجموعہ اخبار الاندلس ص ۶۹ و ۱۳۷ و ۱۴۳،

تمام کے حوالہ کئے گئے، ان دونوں قبیلہ مغیلہ کے ایک شخص ابن قرمیاہ کے ساتھ مقیم تھا، مغرب کے وقت یہ جہاز ساحل پر پہونچا، لوگ پیشوائی کے لئے گئے لیکن عبد الرحمن اپنی جگہ ٹھہرا اور مغرب کی نماز ادا کرتا رہا، تھوڑی دیر میں بدر تیز رفتاری سے بڑھ کر آگے چلا آیا، عبد الرحمن کے چہرہ سے انتظار و تفکر کے آثار ہویدا تھے، بدر نے آگے بڑھ کر کامیابی کی خوشخبری سنائی، اندلس کے ضروری حالات بتائے، اور اس وفد کے ارکان کی اعانت کا ذکر کیا، اس اثناء میں اندلسی بھی آگئے،

عبد الرحمن خندہ جبینی سے ان کی طرف متوجہ ہوا، اور تمام بن علقمہ سے نام وکنیت پوچھا، اس نے "ابو غالب تمام" بتایا، عبد الرحمن کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، اس نے کہا "انشاء اللہ کام پورا (تم) ہوا، اور ہم خدا کے فضل وکرم سے غالب ہونے لگے، عبد الرحمن نے قیام حکومت کے بعد اس کو اپنا حاجب مقرر کیا تھا اور وہ زندگی بھر اس عہدہ پر سرفراز رہا، پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوا اس نے "ابو فریعہ" کہا، اس نے کہا "ابو فریعہ" نے انشاء اللہ ملک کو ہمارے لئے فتح (افترعنا) کیا،

ورود اندلس | عبد الرحمن کے روانہ ہونے کی خبر بربروں میں پھیل گئی، انھوں نے اس میں سدراہ ہونا چاہا تو تمام نے ان کے رتبہ وحیثیت کے مطابق ان میں دادودہش کی، اتفاق سے ان میں کسی ایک بربری کو کچھ نہ مل سکا تھا، وہ روانگی کے وقت جہاز کے پاس چلا آیا، اور جہاز کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا، بادبان کھولے جا چکے تھے، تمام نے [illegible] اس کے ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر گر گیا، ہوا موافق تھی، جہاز چل کھڑا ہوا، اندلس پہنچ کر جہاز کو البیرہ کے ساحل المنکب پر لا کھڑا کیا گیا اور ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۱۳۸ھ ۷۵۵ء میں اندلس میں عبد الرحمن داخل ہو گیا، ابو عثمان اور ابن خالد وغیرہ پیشوائی کے لئے ساحل پر موجود تھے، انھوں نے گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا، اور ابن خالد کی جاے قیام الفنتین میں اتارا، پھر یہاں سے

ابو عثمان کے وطن طرش روانہ ہوئے۔ اور چند دنوں کے لئے یہی مقام اس کی قیامگاہ رہا،

یہاں سب سے پہلے بنو امیہ کا ممتاز سردار ابو الحجاج یوسف بن بخت آکر اس سے ملا اور پھر خانوادۂ بنی امیہ کے افراد سارے اندلس سے کھنچکر یہاں پہونچنے گئے، اس کے بعد پھر مختلف شہروں سے وفود کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا، لوگ مختلف مقامات سے آکر بیعت کرتے گئے، اس طرح اس کی طاقت میں بقول مقری روز بروز کیا لحظہ بہ لحظہ ترقی ہوتی گئی اور قیام حکومت کی عملی کوششیں شروع ہوگئیں،

چنانچہ مختلف شہروں سے جو عمائد بیعت کے لئے آئے ان میں اشبیلیہ کی طرف سے ابو عبدہ حسان بن مالک کلبی نے بیعت کی، یہ بعد میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا، اسی طرح عاصم بن مسلم ثقفی اور ابوبکر بن طفیل عبدی وغیرہ عمائد اس سے آکر ملے اور بیعت کرتے گئے، اس کے بعد مغربی اندلس کی نمایندگی کے لئے یمانی سرداروں میں سے ابو الصباح بن یحیی یحصبی اور جبیرہ بن طالس حضرمی حاضر ہوئے، اور اطاعت کی بیعت کرلی، یہ عمائد ان اطراف کے مختلف شہروں کے والی تھے،

مصالحت کی سلسلہ جنبانی اور اسکا خاتمہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، یوسف اس زمانہ میں سرقسطہ اور البشرات کی مہموں میں مصروف تھا، اور ملک میں قحط اور خشک سالی کا دار دورہ تھا اور عامر اور حباب زہری وغیرہ کو قتل کرنے کی وجہ سے یمانی اس سے برہم ہوچکے تھے، چنانچہ جب قاصد کے آنے کے بعد فوج میں عبد الرحمن کی دعوت کی خبر پھیل گئی، تو لوگ جوق در جوق اس کی فوج کو چھوڑ کر منتشر ہوگئے، رفتہ رفتہ وہ سب کے سب عبد الرحمن کے گرد آکر جمع ہوگئے

ؔ نفح الطیب ج ۲ ص ۲۲۲-۲۵، تاریخ الاندلس ص ۱۴۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۸، مجموعہ اخبار اندلس ص ۷۴-۷۷، ذکر الدکر مجموعہ میں طرش کو ابو الحجاج یوسف بن بخت کی قیامگاہ لکھا گیا ہے جو عام روایتوں کے خلاف ہے

اور یوسف بڑے پس و پیش کے بعد قرطبہ چلا آیا، اور برسات کے موسم کے شروع ہو جانے کی وجہ سے اس کے لئے کسی فوری فوج کشی کا موقع باقی نہیں رہا،

قرطبہ پہونچنے کے بعد یوسف کے خیر خواہوں نے عبد الرحمن سے مصالحانہ سلسلہ جنبانی کرنے کا مشورہ دیا، یوسف کو یہ رائے پسند آئی چنانچہ اس نے قرطبہ سے عبید بن علی، خالد بن زید کاتب اور عیسیٰ بن عبد الرحمن اموی پر مشتمل ایک وفد عبد الرحمن کے پاس طرش بھیجا، ان لوگوں کیساتھ چند تحائف جن میں گھوڑے خچر اور غلام تھے .. ایک ہزار دینار تھے ایک مخلصانہ مکتوب کے ساتھ بھیجا، جس میں عبد الرحمن کے آبا و اجداد، اور اپنے مورث اعلیٰ عقبہ بن نافع فہری کے تعلقات کا ذکر کیا گیا تھا، اور پھر عبد الرحمن کو اس کی مصاہرت میں داخل ہو کر قرطبہ میں آکر مطمئن زندگی گذارنے کی دعوت دی گئی تھی،

ان میں سے عیسیٰ بن عبد الرحمن، اگرچہ اموی موالی میں سے تھا، لیکن یوسف کا سچا بہی خواہ تھا، محکمۂ رسد رسانی فوج میں اہتمام کے عہدہ پر مامور تھا اس نے کورہ ریہ کے متعلق مقام ارش میں پہونچنے کے بعد اپنے رفقا کو آگے بڑھنے کی رائے دی کہ پہلے وہاں کا اندازہ کر لیا جائے اس کے بعد یہ تحائف اس کے پاس لیجائے جائیں، چنانچہ عیسیٰ ارش میں ٹھہر گیا، اور عبید اور خالد مکتوب لیکر طرش روانہ ہو گئے، وہاں ان لوگوں نے مکتوب پیش کرکے معاملات کے سلجھانے کی کوشش کی، بعض لوگوں نے یوسف کی اس مصالحانہ پیشکش کو قبول کر لینے کی رائے دی، لیکن ابو عثمان [illegible] اپنی رائے پر استوار رہے، عبد الرحمن نے مکتوب کو ابو عثمان کے حوالہ کیا کہ جو کچھ تمہیں ہم لوگوں کی رائے معلوم ہے، وہ جواب میں لکھ دو، ابو عثمان نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا کہ عبد الرحمن تو صرف اپنی موروثی سلطنت کا طالب ہے، یہ تو کوئی ناروا مطالبہ نہیں، اس کے بعد وہ مکتوب کا جواب لکھنے بیٹھا، یوسف کا وہ مکتوب خالد کے قلم کا لکھا ہوا تھا،

اس زمانہ میں مکتوب ادب کے معیاری کمالات کے ساتھ لکھے جاتے تھے، خالد اندلس کے ممتاز ادیبوں اور کاتبوں میں شمار کیا جاتا تھا، اس نے فخر و غرور میں ابو عثمان کو مخاطب کر کے کہا: "ابو عثمان! اس خط کا جواب لکھنے سے پہلے بغل میں پسینہ آجائے گا" یہ فقرہ اگرچہ طنز و غرور کا تھا، مگر ایسا نہ تھا کہ اس پر ایک قیامت برپا ہو جاتی، لیکن ابو عثمان یہ فقرہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا، خط کو خالد کے منہ پر دے مارا، اور نہایت مغلظ گالی دے کر کہا "اب نہ اس سے میری بغل میں پسینہ آئے گا اور نہ مجھے اس کا جواب لکھنے کی ضرورت ہے" پھر حاضرین سے کہا "پکڑو اس کو" چنانچہ وہ اسی وقت گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، لوگوں نے عبد الرحمن سے کہا "یہ پہلی فتح ہے، یہی شخص یوسف کی پوری طاقت ہے" عبید نے کہا "وہ پیغامبر ہے، اور اس کو پکڑنے کا کوئی حق نہیں" لوگوں نے کہا "پیغامبر تم ہو، وہ زیادتی کرنے والا ہے، اس نے گالی کی ابتدا کی"

○ چنانچہ ان لوگوں نے عبید کو چھوڑ دیا، اور خالد کو قید خانہ میں ڈال دیا، اس کے بعد ہی ان لوگوں کو عیسیٰ بن عبد الرحمن اموی کے ارش میں تحائف کے ساتھ ٹھہرے رہنے کی اطلاع مل گئی، اور تیس سواروں کا ایک دستہ اس کی گرفتاری اور تحائف حاصل کرنے کے لیے بھیجا، مگر اس کو واقعات کی خبر مل گئی تھی، وہ تیزی سے سامان لیکر ارش سے قرطبہ چلا گیا، اور سواروں کا یہ دستہ ناکام واپس آیا، عبد الرحمن عیسیٰ سے کہا کرتا تھا کہ تم ہمارے موالی میں سے تھے، تمہیں بیوفائی نہ کرنی تھی، اور اسی لیے اس کے اس جرم کو کبھی بھی نہ بخشا، چنانچہ آگے چل کر امویوں کے موالی نے غیر معمولی ترقی کی، مگر عیسیٰ کو کوئی منزلت حاصل نہ ہو سکی،

عیسیٰ و عبید کی واپسی پر قرطبہ میں مفصل حالات معلوم ہوئے، اس وقت صمیل کی رائے پر عمل کر کے فوراً فیصلہ نہ کرنے کا زیادہ افسوس ہوا، اب برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا، اور یار

کی وجہ سے تمام راستے بند ہو چکے تھے، اس وقت کسی قسم کی کوئی فوجی کارروائی عمل میں لانی ممکن نہ تھی،

مخالف قبائل کی اطاعت

ادھر عبد الرحمٰن نے اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنی دعوت کی اشاعت میں سارا وقت صرف کیا، چنانچہ یمانیوں سے اس نے خط و کتابت کی، وہ اپنی پوری جماعت کے ساتھ اس کے ہمنوا ہو گئے، صمیل کو بنو قیس پر بڑا اعتماد تھا، مگر جابر بن علاء بن شہاب، ابوبکر ابن ہلال عبدی، حصین بن دجن، عامری، ابن شہاب اور ہلال کے قتل کئے جانے سے یوسف اور صمیل سے منحرف ہو چکے تھے، وہ لوگ بھی عبد الرحمٰن کے ساتھ ہو گئے، اس لئے بنو قیس کے کچھ لوگ عبد الرحمٰن کے ساتھ، اور زیادہ یوسف و صمیل کے ساتھ ہوئے، البتہ جماعتی حیثیت سے سب کے سب یوسف کے ساتھ تھے، چنانچہ یہ لوگ موسم کے سازگار ہونے کے بعد گروہ در گروہ قرطبہ میں جمع ہونے لگے، اور یوسف البیرہ پر فوجکشی کرنے کے انتظام میں مصروف ہو گیا،

ان حالات کی اطلاع البیرہ پہونچی، یہاں اس وقت تک کوئی بڑی فوج جمع نہ ہو سکی تھی اس لئے ان لوگوں نے کورہ ریہ، جیان، شذونہ اور اشبیلیہ وغیرہ اپنے شہروں میں جا کر فوج اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا، جہاں ان کی ہمنوا جماعتیں پیدا ہو چکی تھیں، اس سلسلہ میں ابو عثمان وغیرہ نے سب سے پہلے کورہ ریہ کو منتخب کیا، کہ یہ مقام ان سے قریب تر تھا، چنانچہ

عبد الرحمٰن کے نام کا خطبہ

ابو عثمان اور عبد اللہ بن خالد، کورہ ریہ کے جہاں اہل اردن آباد تھے، عربوں کے قائد اجدار بن عمرو مذحجی[۱] کے پاس پہونچے، اس کے سامنے اس تحریک کو پیش کر کے عبد الرحمٰن کے ورود کی اطلاع دی، اس نے کہا، انھیں عید الفطر کے دن ارجذونہ کی عیدگاہ

---

[۱] مجموعہ اخبار اندلس میں اس کا نام "جدار ابن عمرو مذحجی" ہے

ہیں میرے پاس لاؤ، پھر دیکھنا کہ ان شاء اللہ اس وقت مجھ سے کیا انجام پاتا ہے، چنانچہ اس گفتگو کے مطابق یہ لوگ عید کے دن عیدگاہ میں اپنی پوری جماعت کے ساتھ پہونچے، جب وقت خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو جدار اس مجمع کے سامنے نکل کر خطیب کے پاس آیا، اور اس سے تحکمانہ لہجہ میں کہا، خطبہ میں یوسف بن عبد الرحمن کا نام ترک کرکے عبد الرحمن ابن معاویہ بن ہشام کا نام لو، وہ ہمارا امیر اور ہمارے امیر کی اولاد ہے" اس کے بعد مجمع کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا اے اہل ریہ تم کیا کہتے ہو؟ مجمع نے بیک آواز جواب دیا ہم وہی کہتے ہیں جو تم کہہ رہے ہو"

چنانچہ یکم شوال ۱۳۸ھ کو پہلی مرتبہ اندلس میں عبد الرحمن کی امارت کا عام اعلان کیا گیا، خطبہ میں اس کا نام لیا گیا، اور خطبہ کے بعد اسی عیدگاہ میں پہلی مرتبہ مجمع عام میں اس کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کی گئی، اور بیعت کرنے والوں میں اقلیم ریہ کا والی عیسیٰ بن مساور بھی تھا، اس بیعت کے ذریعہ الریہ کے تمام قبائل میں دفعتاً اس لشکر میں شریک ہو گئے، چند رؤسا کی ایک مختصر جماعت اس سے علیحدہ رہی،

والی شذونہ کی اطاعت

اقلیم ریہ کا صدر مقام ارجذونہ تھا اس کے بڑے شہروں میں مالقہ مرایہ اور شذونہ بھی تھے، اس اقلیم کے حاکم کے عبد الرحمن کی اطاعت قبول کر لینے سے [illegible] کا ایک قطعہ [illegible] بغیر [illegible] علاقہ اس کا مطیع ہو گیا، بیعت کے بعد چند دنوں کے لئے عبد الرحمن اسی شہر میں [illegible] حجی کا مہمان رہا، اور اس صلہ میں وہ آگے چل کر اندلس کے [illegible] سے سرفراز کیا گیا، [illegible] شہر [illegible] جب کو ناکرنا کی [illegible] تھے [illegible] عبد الملک [illegible] آباد تھے، وہ چار سو سواروں کے ساتھ یہاں اس سے آکر مل گئے،

اس کے بعد [illegible] یہاں سے [illegible] ہوتے ہوئے اقلیم شذونہ [illegible] داخل ہوا، یہاں اہل فلسطین

آباد تھے، اور یہاں کے ایک گاؤں کنانہ میں جہاں بنو کنانہ آباد تھے، چند دنوں کے لئے مقیم ہوا اس
اقلیم کے والی غیاث بن علقمہ لخمی اور مختلف ممتاز رؤسا نے بیعت کی، یہاں بنو کنانہ میں کچھ ایسے
لوگ بھی ملے جن کے اعزہ یوسف کے لشکر میں شریک ہونے کے لئے قرطبہ جا چکے تھے، لیکن
عبد الرحمن نے ان کے اہل و عیال یا جو بھی ایسے لوگ جو یہاں یوسف کے ہوا خواہ موجود تھے ان
کوئی تعرض نہیں کیا، بنو کنانہ میں سے اس تھوڑی سی جماعت کو چھوڑ کر شذونہ کے تمام عربوں نے
خواہ وہ شامی ہوں یا غیر شامی، اس کی اطاعت قبول کی، اقلیم شذونہ سے وہ اشبیلیہ کی سمت
روانہ ہوا جہاں اہل حمص آباد تھے، راہ میں شہر مورور یا موزور آیا، یہاں کے والی ابراہیم بن شجرہ نے
بیعت کی، اس کے بعد وہ جمعیت کے ساتھ اشبیلیہ میں داخل ہوا، یہاں کے شامیوں اور بلدیوں
یعنی قدیم عرب باشندوں نے متفقہ بیعت کی، پھر مغربی اندلس کی مختلف آبادیوں کے
باقی ماندہ سربرآوردہ عمائد آ آ کر بیعت اطاعت کرنے لگے، اس طرح جنوبی مغربی اندلس
کے وسیع علاقہ کے اہم حصے اقلیم ریہ و اقلیم شذونہ و اشبیلیہ حمص [illegible] سے ان کے حلقۂ
اطاعت میں داخل ہو گئے، اور ان مقامات کے عرب قبائل بربر پر مشتمل ایک عظیم الشان
فوج عبد الرحمن کے گرد اکٹھا ہو گئی،

دونوں فوجوں کا آمنا سامنا عبد الرحمن کے کوچ کرنے اور کامیابی سے آگے بڑھنے کی اطلاعیں
یوسف کو ملیں، طلیطلہ کا والی ایک فہری تھا اس لئے یوسف قرطبہ سے طلیطلہ آیا، اور یہاں
کچھ تازہ دم فوج لیکر اشبیلیہ کی طرف روانہ ہوا، ابھی حصن نبیہ تک پہونچا تھا کہ عبد الرحمن نے
قرطبہ کی سمت پیش قدمی کا حکم دیا، یوسف نے عبد الرحمن کے قرطبہ کی طرف بڑھنے کی خبر سنی
تو راستہ ہی سے پلٹا اور قرطبہ کی طرف پھر گیا، اب دونوں کی فوجیں آمنے سامنے تھیں، دونوں
کنارے پر کوچ کر رہی تھیں، اور ہر ایک قدم بڑھا رہا تھا [illegible]

سال کے قحط سے پریشان حال تھے، یوسف دارالحکومت سے دور تھا اس لئے وہ اُن کے لئے سامان رسد کا کوئی معقول انتظام نہ کرسکا تھا، ان کا گذارہ، راہ کے کھیتوں کے ہرے چنوں کی فصل پر تھا، اسی کو کھاتے ہوئے یہ لوگ قرطبہ آرہے تھے، یوسف قرطبہ کے قریب پہونچکر اس کے مغربی جانب میدان مصارہ مین لشکر انداز ہوگیا،

دوسری طرف عبدالرّحمن کے لشکر مین بھی قوت لایموت تک کے لئے کچھ موجود نہ تھا، یہ لوگ بھی کھیتوں کے ہرے چنوں پر گذارہ کر رہے تھے، لیکن ان دونوں فوجوں مین ایک بنیادی فرق تھا، عبدالرّحمن کی فوج نئے جذبات نئی امنگوں اور نئے ولولوں سے سرشار تھی، وہ ایک ایسے خاندان کے ایک رکن کو اندلس کے تخت پر لانا چاہتی تھی، جس کے نام کا خطبہ عالم اسلامی کی مسجدون مین سو برس تک پڑھا جا چکا تھا، اور اب تک اندلس کے حکمران اس کی نیابت کے انتساب کو اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے تھے، اس کے ساتھ ان لوگوں کو قرطبہ پہونچکر مال غنیمت سے مالامال ہوجانے کی امیدین بھی لگی ہوئی تھین،

عبدالرّحمن کے لشکر مین ہر جماعت اپنا اپنا علم سنبھالے کورہ طشانہ کے ایک گاؤن بلہ مین پہونچکر بعض عرب سردارون کو خیال آیا کہ ابھی تک امیر کا کوئی علم بلند نہین ہوا، چنانچہ ایک جھنڈا بنانے کی رائے قرار پائی، جھنڈے کے لئے نیزہ تلاش کیا گیا تو پوری فوج مین صرف دو نیزے نکلے، ایک ابوالصباح کے ہاتھ مین تھا، دوسرا جعفر بن یزید شندونی کے پاس، چنانچہ انہی دونوں مین سے کسی ایک کے نیزے مین کپڑا باندھ کر جھنڈا تیار کیا گیا،

جھنڈا لہرانے کی رسم زیتون کے ایک درخت کے پاس اندلس کے ایک مشہور عابد و زاہد فرقد سرقسطی کے ہاتھوں انجام پائی، انھوں نے اس جھنڈے کو زیتون کے درخت پر نصب کیا، عبدالرّحمن نے جھنڈا لہرانے کی رسم ادا ہونے کے بعد پوچھا آج کون سا دن ہے،

جواب ملا پنجشنبہ، اور آج یوم عرفہ ہے، عبد الرحمٰن نے کہا "آج یوم عرفہ ہے، کل عید اضحیٰ ہو گی، اور جمعہ کا دن، تیرا جھگڑا ایک فہری سے ہے، امید ہے کہ یہ واقعہ بھی یوم راہطؔ[1] کے مثل ہو گا،

اس کے بعد عبد الرحمٰن نے کہا کہ آج شب بانۂ یوم کو کوچ کر کے کل قرطبہ کے دروازے پر پہنچنا چاہئیے، ۵۰ میل کی مسافت باقی تھی، اس نے کہا کہ اگر ہماری پیادہ فوج ہمارے ساتھ چلی تو ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی، اس لئے ہر سوار اپنے ساتھ ایک ایک ردیف کرلے، اس کے بعد اس کی نظر ایک نوجوان پر پڑی، اس نے اس سے پوچھا "تم کون ہو" اس نے کہا "سابق بن مالک بن یزید"، عبد الرحمٰن نے فوراً تفاؤل لیکر کہا "سابق" (درہم سے آگے بڑھ گیا) "اور مالک نے ہم پر قبضہ کر لیا، یزید ہم کو زیادہ دے گا، لاؤ ہاتھ بڑھاؤ تو میرا ردیف ہے" یہ کہہ کر اسکو گھوڑے پر بیٹھا لیا، یہ موزور کا رہنے والا تھا، آگے چل کر یہی واقعہ اس کے خاندان کے شرف کا باعث ہوا، اس کی اولاد "بنوسابق الردیف" کے نام سے مشہور ہوئی،

یہ لشکر پوری رات چل کر اور صبح تڑکے مقام باشؔ پہونچکر اس نے دم لیا، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے میدان مصارہ و باشؔ میں پڑاؤ ڈالے ٹھہری تھیں، صرف بیچ میں دریائے کبیر حائل تھا، عبد الرحمٰن کے لشکر کے عوام سپاہیوں کو توقع تھی کہ وہ کوچ کرتے ہی قرطبہ

---

[1] یوم راہطؔ کا واقعہ مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیر کے نائب ضحاک بن قیس فہری کے درمیان یوم الضحیٰ جمعہ کے دن پیش آیا تھا، فہری کو شکست ہوئی تھی، قبیلہ قیس و فہر وغیرہ کے ستر ہزار سپاہی قتل ہوئے تھے، اتفاق سے یوسف کے ساتھ بھی یہی دونوں قبائل قیس و فہر تھے، عبد الرحمٰن نے اسی واقعہ کو یاد کر کے اس موقع پر تفاؤل کیا [2] غالباً یہ "باش" و "باشؔ" ہے، جو قرطبہ سے شمال میں دریا کے اس پار اس زمانہ میں پیدا ان واقع تھا، اور اسی میں الناصر نے مشہور قصر مدینۃ الزہرا تعمیر کرایا تھا،

مین داخل ہو جائین گے، اور ان کے دامن مال غنیمت سے مالا مال ہو جائین گے، لیکن میدان بانش مین اتر جانے سے ان کی ہمتین پست ہونے لگین، اس اثنا مین قرطبہ کے یمنی اور اموی جماعتین یوم عرفہ گذار کر شب کے وقت دریا عبور کرکے میدان بانش مین پہنچین، اور ان لوگون نے فوج کے بھائیون کی ہمتین نئے سرے سے بلند کین، چنانچہ سب کے سب نئے جوش و ولولہ سے لڑنے اور مرنے کے لئے تیار ہو گئے، فوج کی ترتیب نئے سرے سے کی، چنانچہ شامی سوارون کو عبد الرحمن ابن نعیم کلبی کی ماتحتی مین دیا، یمنی پیادہ پر بلد بہ تجیبی جو شذونہ کا رہنے والا تھا، افسر مقرر ہوا، اموی پیادہ فوج اور جو جند بربری لشکر مین شریک تھے انھین عاصم عریان کی ماتحتی مین دیا گیا، اور اموی سوارون پر حبیب بن عبد الملک قرشی مقرر کیا گیا، اور بربر سوارون کا افسر ابراہیم ابن شجرہ اودی بنایا گیا، ابو عثمان نے علم کو اپنے ہاتھ مین لیا،

دوسری طرف یوسف نے مصری شامی سوارون پر عبید بن علی کو مقرر کیا تھا، پیادہ فوج پر کنانہ بن اناثہ اور ہوثن بن صمیل مامور تھے، اور ایک دوسری پیادہ فوج اس کے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی مین تھی، بربری سوارون پر خالد سودی مقرر کیا گیا تھا، یوسف کی طرف سوارون کی تعداد بہت زیادہ تھی، عبید بن علی بنو قیس کے سوارون کو لئے میسرہ پر مامور تھا،

صلح کی ایک نئی کوشش

یوسف فوج کو مرتب کرکے قرطبہ چلا آیا تھا، لیکن میدان جنگ مین اترنے سے پہلے اس نے صلح کی ایک اور کوشش کرنی چاہی، چنانچہ بعض ایسے اموی جو قرطبہ مین رہ گئے تھے درمیان مین پڑے اور عبد الرحمن صلح قبول کر لینے پر خوشی سے آمادہ ہو گیا، اور اس کی خبر بجلی کی طرح قرطبہ مین پھیل گئی، یہ عرفہ کا دن تھا، طرفین کی فوجین مطمئن ہو گئین کہ معقول شرائط پر صلح ہو جائے گی، اس وجہ سے قرطبہ والے سکون و اطمینان سے عید منانے مین مصروف ہو گئے لیکن یہ عبد الرحمن کی شاطرانہ حکمت عملی تھی، اس دن اس کے پاس جیان اور البیرہ

کے عرب آگئے تھے، جن سے عبد الرحمٰن کی طاقت میں اضافہ ہوا، عبد الرحمٰن نے دریا عبور کرنے کا فیصلہ کیا، یوسف نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور دریا طغیانی پر تھا، سب سے پہلے عاصم العریان نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا، اس کے بعد دوسرے سوار، سپاہی اور پیادے دریا میں کود پڑے اور بلا مقابلہ دریا عبور کرکے مصارہ کے میدان میں آگئے،

حیلہ جوئی سے قرطبہ میں داخلہ

عبد الرحمٰن کا مقصد حیلہ جوئی سے صرف دریا کا عبور کر لینا تھا، اب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں، لیکن اس وقت حقیقی معنوں میں کوئی مقابلہ نہ تھا، قرطبہ والے مطمئن ہو کر خوشی سے عید منانے میں مصروف تھے، یوسف نے اپنے باورچی خانہ میں دونوں لشکروں کے لئے ضیافت کا کھانا تیار کرایا تھا، اور منتظر تھا کہ آنے والوں کا خیر مقدم کرکے انہیں شہر میں لائے، اور ضیافت کرے کہ اچانک عبد الرحمٰن کے لشکر نے ہتھیار سنبھال لئے، حبیب نے سواروں سے یوسف کے میمنہ اور قلب پر شدت کا حملہ کیا، اس ناگہانی افتاد سے خالد سودی کے قدم اکھڑ گئے، اور یوسف کے میمنہ اور قلب دونوں کی فوجیں شکست کھا کر پیچھے ہٹیں، عبید بن علی نے فوج کو سنبھالنا چاہا، لیکن حبیب اور ابن نعیم نے اس زور کا حملہ کیا کہ کنانہ ابن کنانہ، عبد اللہ بن یوسف اور جوشن بن یوسف میدان جنگ میں مارے گئے، یوسف و صمیل اپنے جگر گوشوں کی لاشوں کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے، [illegible] عبید بن علی پھر سنبھالے کچھ دیر مقابلہ کرتا رہا، یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا، عبید کے لشکر کے بیشمار آدمی مارے گئے، پھر عبید بن علی، اور قبیلہ قیس کے بہت سے ممتاز عمائد لڑائی میں کام آگئے، تھوڑے سے ناقابل ذکر فوجی باقی رہ گئے تھے وہ منتشر ہو گئے، عبد الرحمٰن بن معاویہ فاتحانہ آگے بڑھا قرطبہ میں داخل ہو کر قصر حکومت میں گیا، قصر خالی پڑا تھا، پھر اس کا لشکر قرطبہ میں گھس آیا، اور یوسف کی فوج کے ساز و سامان کو لوٹ لیا، یوسف کے باورچی خانہ میں جو کھانا پکا تھا وہ سپاہیوں [illegible]

تیار تھا، وہ فاتحین کے کام آیا،

عبد الرحمن نے خالد بن زید پر دونوں فوجوں کو متعین کیا تھا، اور ہدایت کردی تھی کہ اگر جنگ کی حالت بگڑ جائے تو اس کا خاتمہ کردیا جائے، خالد بیحد پریشان تھا، اس کو یوسف کی کامیابی میں بھی اپنی ہلاکت نظر آتی تھی، اور عبد الرحمن کی کامیابی پر بھی ہلاک کیے جانے کا ڈر لگا تھا، اسی حالت میں وہ قرطبہ میں لاکر قید کردیا گیا،

عبد الرحمن کے قصر حکومت میں داخل ہوتے ہوتے سپاہی یوسف کے محل پر ٹوٹ پڑے اور لوٹنے میں مصروف ہوگئے، عورتوں کے کپڑے تک اتار لیے گئے، عبد الرحمن نے یہاں پہنچتے ہی لوٹنے والوں کو روکا، جن کے کپڑے چھن گئے تھے انھیں کپڑے پہنوائے، اور جو کچھ سامان لوٹا گیا تھا، جہاں تک ہو سکا واپس کردیا، پھر یوسف کی لڑکی اور بیوی عبد الرحمن کے سامنے لائی گئیں، اور انھوں نے اس سے کہا اے ابن عم! احسان کیجئے، جیسے کہ اللہ نے آپ پر احسان کیا ہے، عبد الرحمن نے کہا "ایسا ہی ہوگا، پھر کہا صاحب الصلاۃ کو بلاؤ، صاحب الصلاۃ آیا تو یوسف کے اہل و عیال کو اس کے سپرد کیا گیا، وہ انھیں اپنے گھر لے گیا، یوسف کی لڑکی نے اس احسان کے شکریہ میں ایک باندی عبد الرحمن کی نذر کی، اس کا نام حلل تھا، وہی ام ہشام بنی،

یوسف کے اہل و عیال کے ساتھ عبد الرحمن کا یہ حسن سلوک یمانیوں کو ناگوار گذرا، وہ اپنی عصبیت سے اس کے اہل و عیال کو لوٹ کر یوسف کی بے آبروئی کرکے اپنے جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اس واقعہ سے ان میں برہمی پیدا ہوئی، اور چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں، عوام کے علاوہ خواص کے دلوں میں بھی یہ بات چھپی ہوئی تھی، چنانچہ عبد الرحمن کے خلاف بھی ان کے مخالفانہ جذبات ابھر آئے، اور یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ مضر کا استیصال

تو ہو گیا، مگر یہ اموی بھی تو انہی میں سے ہیں، چنانچہ ابو الصباح کی زبان سے یہاں تک نکلا کہ کیوں نہ ہم ایک اور فتح سے دو فتحیں حاصل کریں، یوسف کا قصہ تو پاک کر چکے، عبد الرحمن کو بھی راہ سے ہٹا دیں، پھر یمانی حکومت اندلس میں قائم ہو جاتی ہے، بعض لوگوں نے اس کی ہمنوائی کی، لیکن قضاعہ نے اس سے باتفاق اختلاف کیا، اور یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی، مخالفین میں ثعلبہ جذامی بھی تھا، اس نے عبد الرحمن کو ان گفتگوؤں کی اطلاع کر دی، اور خیال ہوا کہ شاید کسی وقت کوئی بغاوت اٹھ کھڑی ہو، اس لئے اس نے اپنے موالی کو بلا کر ان کو ایک شیرازہ میں منسلک کیا، عبد الرحمن بن نعیم کو ان کا افسر مقرر کیا، ان معززین قرطبہ کے محل جو یوسف کے ہمنوا تھے، وہ بڑی تعداد میں قبضہ میں کر لئے گئے، اور ان میں بنو امیہ کے موالی کو آباد کر دیا گیا، اور یہ لوگ عبد الرحمن کے خاص باڈی گارڈ بن گئے، عبد الرحمن نے یہ سب کارروائی رازداری سے انجام دی، لیکن صمیل کے لئے کا انجام اس سے مختلف ہوا قبیلہ بطے کے دو نوجوان میسرہ و قحطبہ چند نوجوانوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر شقندہ پہونچے، یہاں صمیل اپنے قصر میں مقیم تھا، وہ ان حملہ آوروں کو دیکھ کر ایک پہاڑی پر چڑھ کر روپوش ہو گیا، ان لوگوں نے اس کے محل کو بے دردی سے لوٹ لیا، سامان میں نقد سکوں کا بھی ایک صندوق تھا، صمیل پہاڑی پر سے اپنی خانہ بربادی کے منظر کو دیکھ رہا تھا، جوش انتقام میں اس وقت اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا کہ "آگاہ ہو کہ میری دولت، طی کے پاس ودیعت ہے، ضروری ہے کہ ایک دن یقیناً وہ لوٹائی جائیں"

قرطبہ پر عبد الرحمن کا قبضہ جمعہ کے دن ۱۰ رذی الحجہ ۱۳۸ھ کو ہوا، عبد الرحمن نے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی، اور خطبہ میں قرطبہ والوں سے نیک سلوک کرنے کا وعدہ کیا[1]

---

[1] مقری، ابن القوطیہ اور ابن اثیر کے بیانوں میں واقعات کی تفصیلات میں اختلاف ہے، (باقی حاشیہ صفحہ ۲۵۴ پر)

باربانت کی آخری کوشش | یوسف قرطبہ سے باہر نکلا تو تھوڑی دور پر اس کا لڑکا عبدالرحمٰن پانسو سوار دن کے ساتھ آتا دکھائی دیا، یوسف نے اس کو سرحد سے کمک لیکر بلایا تھا، مگر وہ ایک دن کی تاخیر سے پہونچا، یوسف نے اس کو شکست کی خبر سنائی اور اس کو اپنے ساتھ لے لیا، قرطبہ سے وہ ماردہ پہونچا، یہان سے طلیطلہ روانہ ہوا، یہان بقیۃ السیف سپاہ اس کے گرد جمع ہوئی طلیطلہ مین ہشام بن عروہ فہری والی تھا، اس نے بھی اپنے ساتھ کے لوگون کو فوج مین شامل کیا، پھر صمیل بھی آگیا اور قبیلہ مضر کے باقی ماندہ لوگ بھی آگئے،

اس اثنا مین عبدالرحمٰن صوبون کے انتظام سے بھی غافل نہ تھا اس نے طلیطلہ کے لئے حصین بن وجن کو والی بنایا تھا کہ اس نواح سے فوج اکٹھا کر کے اس علاقہ مین وہ اپنا تسلط جمالے، اسی طرح بعض دوسرے صوبون کے لئے دوسرے ولاۃ نامزد کر دئے گئے،

یوسف و صمیل اپنا لشکر لے کر جیان پہونچے، اور یہان کے ایک قلعہ مین قلعہ بندی کر لی، اور یہین اس کے اعوان و انصار جمع ہونے لگے، اس کے بعد وہ البیرہ کو زیر اثر لانے کے لئے وہان پہونچا، عبدالرحمٰن کی طرف سے نامزد والی جابر بن علا اس کے آنے کی خبر سنتے ہی شہر چھوڑ کر پہاڑی مین جاکر روپوش ہو گیا، چنانچہ البیرہ مین قبیلہ قیس کے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ یوسف کے ساتھ ہو گئے،

عبدالرحمٰن کا یوسف کے مقابلہ کے لئے نکلنا | عبدالرحمٰن نے یوسف کے البیرہ مین اترنے کی خبر سنتے ہی فوج جمع کی اور اس کے مقابلہ کے لئے قرطبہ مین ابو عثمان کو اپنا قائم مقام بنا کر وہان سے البیرہ کی سمت روانہ ہوا، یوسف کو عبدالرحمٰن کے کوچ کی خبر ملی تو اس نے اپنے

(بقیہ حاشیہ نمبر ۲۵۴) ان اختلافات داخلی کے پائے جانے اور نا گزیر ہونے کی صورت مین تنہا اسی طور پر انہی قول کو قبول کرنے کی گنجائش باقی رہتی

لڑکے عبد الرحمٰن کو لشکر دے کر ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پر قبضہ کرنے کے لیئے بھیج دیا اور خود فوج لیکر قلعہ قنیشتہ مین قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا،

عبد الرحمٰن بن یوسف کا قرطبہ مین داخلہ

ابو زید عبد الرحمٰن بن یوسف ایک دوسرے راستہ سے قرطبہ پہنچا، یہان اس کا مقابلہ نہ ہو سکا، ابو عثمان جامع مسجد کے صومعہ مین محصور ہو گیا، ابو زید نے جان کی امان لیکر اطاعت قبول کر لینے کی دعوت دی، اس نے صومعہ کے دروازے کھول دیئے، ابو زید نے اس کو گرفتار کر لیا، عبد الرحمٰن بن معاویہ نے دو تین باندیان خریدی تھین، ان مین سے ایک فرار ہو گئی، اور دو گرفتار کر لی گئین،

لیکن ابو زید کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ قرطبہ پر مستقل قبضہ رکھ سکتا، اس لیئے وہ اپنے اہل وعیال اور ابو عثمان اور عبد الرحمٰن کی باندیون کو لیکر روانہ ہوا، اثنائے راہ مین لوگون نے اس کو توجہ دلائی کہ عبد الرحمٰن تمھاری بہن اور ماں کی عزت و آبرو بچا کر تم پر احسان کر چکا ہے، اور تم اس کی دو خادماؤن کو پا گئے ہو، اور ان کو ساتھ لیئے جا رہے ہو، اس پر اس کو اپنی غلطی محسوس ہوئی اور وہ قرطبہ سے ایک میل کے فصل پر قلعہ نوشین مین پہونچا تھا، اسی قلعہ مین ان عورتون اور ان کے مال و اسباب کو اتار دیا، اور ابو عثمان کو ساتھ لیکر البیرہ چلا گیا،

عبد الرحمٰن کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے بنو فہر کے عبد الملک عامر بن علی کو اپنا نائب بنا کر قرطبہ بھیج دیا، اس کو قحطانیون مین سیادت حاصل تھی، وہ نصر کو دست مین ٹھہرا، اور قرطبہ کی حکومت کا نظم و نسق مکمل کر لیا،

صلح کی نئی پیشکش.

ادھر عبد الرحمٰن البیرہ کے پاس ایک قریہ ارمنیہ مین جا کر اترا اور اس نے فوجکشی کے بجائے یوسف سے سلسلۂ مراسلت جاری کیا کہ وہ قلعہ سے اس شرط پر اس کے سپرد کر دے کہ

۱۔ یوسف اور صمیل کی جاگیریں، جائداد اور دولت وثروت مامون رہیں،

۲۔ سب لوگوں کو بلا امتیاز امان دی جائے، اور خیر وخوبی سے امور سلطنت چلائے جائیں

۳۔ جب تک پورا اعتماد نہ ہو جائے، یوسف کے دونوں لڑکے ابو زید عبد الرحمن اور ابو الاسود محمد قصر قرطبہ میں نظر بند رہیں، اور جب حالات سدھر جائیں تو دونوں آزاد کر دیئے جائیں

۴۔ یوسف قرطبہ کے مشرقی حصہ میں قیام کرے اور عبد الرحمن سے روزانہ ملتا رہے،

یوسف اور صمیل نے ان شرطوں کو قبول کر لینا مناسب سمجھا، چنانچہ معاہدۂ صلح لکھ لیا گیا، خالد بن زید کو عبد الرحمن نے آزاد کیا، اور ابو عثمان کو یوسف نے، اس کے بعد یہ سب لوگ ایک ساتھ قرطبہ روانہ ہوئے، جس وقت قرطبہ میں داخلہ ہو رہے تو عبد الرحمن بیچ میں اور داہنے یوسف اور بائیں صمیل اپنے اپنے خچروں پر سوار تھے، عبد الرحمن کا بیان ہے کہ البیرہ سے قرطبہ تک صمیل نے بڑی خاموشی سے سفر کیا، خود کسی سوال کیلئے لب نہیں کھولا، اگر کوئی بات پوچھی بھی گئی، تو خاموشی سے جواب دیا، اور ایسی احتیاط رکھی کہ کسی وقت نہ اس کا گھٹنا اس کے گھٹنے سے چھو گیا، اور نہ کسی موقع پر صمیل کے خچر کا سر اس کے خچر کے سر سے آگے بڑھا، لیکن یوسف بلا تکلف آزادانہ اس پورے راستہ میں مختلف قسم کی باتیں کرتا رہا، یہ لوگ قرطبہ پہنچکر قصر حکومت میں فروکش ہوئے، یہ معاہدۂ صلح ماہ صفر ۱۳۹ھ میں عمل میں آیا، معاہدہ میں ایک فریق کی حیثیت سے یوسف اور اس کے وزیر صمیل کا نام تھا اور دوسرے فریق کی حیثیت سے عبد الرحمن کا نام تھا،

عبد الرحمن کی تاجداری کا باتفاق اعلان	اس کے بعد بڑی شان وشوکت سے دار السلطنت قرطبہ میں عبد الرحمن کی تاجداری کا باتفاق اعلان کیا گیا،[۵]

ف۵ ابن اثیر ج ۵ ص ۸ – ۳۳۷، افتتاح الاندلس ابن قوطیہ ص ۲۴ – ۳۰، نفح الطیب ج ۱ ص ۴۰۵، ج ۲ ص ۶۴ – ۷۷

اموی سلطنت میں عباسی خلیفہ کا خطبہ

اس زمانہ میں ہر اسلامی حکومت کے لئے نظری طور پر یہ ضروری تھا کہ وہ خلیفۃ المسلمین کی سیادت میں قائم ہو، خلیفۃ المسلمین کے لئے ضروری تھا کہ وہ قریش سے ہو، مسلمین پر قائم تھی، لیکن جب عباسی مشرق میں بنو امیہ کی خلافت کو ختم کر کے اپنی خلافت کا اعلان کر چکے تھے، عبد الرحمن نے رائے عامہ کا لحاظ کر کے بڑی دانشمندی سے تمام نزاعی اختلافات سے چشم پوشی کر لی، اور خلیفہ عباسی المنصور کی خلافت کو تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ قرطبہ کی جامع مسجد میں خود پڑھا، اور اندلس میں جاری کرا دیا،[۱]

انتظام حکومت

عبد الرحمن نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابتداءً ولایات کا انتظام اپنی جگہ برقرار رکھا تھا، صرف جیسا کہ اوپر گذرا، البیرہ اور جیان وغیرہ کے لئے حصین بن دجن اور جابر ابن علا کو والی نامزد کر دیا تھا، اس کے ساتھ اس نے کتابت کے عہدہ پر بھی یوسف ہی کے کاتب امیہ بن زیاد کو مقرر کر لیا، اس طرح انقلاب حکومت سے حکومت کے عہدہ داروں میں کچھ زیادہ تغیر و تبدل نہیں ہوا،

اندلس کا خانوادۂ امویہ کا مستقر بننا

اموی حکومت کے قائم ہو جانے کے بعد یہاں کی سرزمین، اموی خانوادہ اور اموی موالی کے لئے مامن و مستقر بن گئی، عالم اسلام میں جہاں جہاں اس خاندان کے افراد بیکسی کے عالم میں سر چھپائے بیٹھے تھے انھوں نے اندلس کی راہ لی ان آنے والوں میں عبد الملک بن عمر بن مروان بن حکم اور جزی بن عبد العزیز بن مروان خاص طور پر مشہور تھے، یہ لوگ اپنے بال بچوں کیساتھ اندلس میں آکر بس گئے، پھر ان کی پیروی میں اموی خاندان وا...

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵۶) مجموعہ اخبار اندلس از ص ۷۸ تا ص ۹۲، مقری، ابن القوطیہ اور ابن اثیر کے بیانوں میں جزئی اختلافات ہیں، ان سے دامن بچانے کی کوشش کی گئی ہے، اور ناگزیر صورت میں قیاسی طور پر راجح قول کو قبول کیا گیا ہے، یوسف و عبد الرحمن کے اس معاہدہ کا زمانہ ایک روایت میں سنہ ۱۴۰ھ بھی آیا ہے۔ [۱] مسعودی [۲] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۷۸،

موالی کے بہت سے لوگ آئے، اور ان کی بہت بڑی تعداد یہاں جمع ہو گئی، عبد الرحمن نے ان کو قرطبہ میں آباد کیا اور انہیں بڑی بڑی جاگیریں دیں اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں مطمئن زندگی گذارنے کے قابل بنا دیا، اور بعض کو مناصب و ولایات کا والی بنا دیا، چنانچہ عبد الملک بن عمر کو اشبیلیہ کا والی بنایا گیا، اسی طرح اس کے بیٹے عمر بن عبد الملک کو [illegible] کی ولایت سپرد کی۔

اس وقت تک قرطبہ میں رؤسا و عمائد کی حیثیت سے بنو ہاشم و بنو فہر کے موالی اور قریش کے مختلف قبیلوں کے خاندان تھے، اور قرطبہ میں ان کی حکومت کے لیے یہ سب بڑے خطرات تھے عبد الرحمن نے امویوں اور اموی موالیوں کے لیے ان ہی خاندانوں کو خالی کر لیا، انہی کی جاگیروں میں کاٹ چھانٹ کی، اس لیے یہ خاندان اور جاگیریں اپنے رتبوں اور مراتب اور اونچے عہدوں سے نیچے گر گئیں اس لیے انہوں نے حکومت کے اس انقلاب کو محسوس کیا، اور اس صورت حال کے بدلنے کے خواہشمند رہے، اس طرح ملک میں امن قائم ہو جانے کے بعد پہلی مخالف جماعت بھی پیدا ہو گئی

یوسف کی امیر عبد الرحمن سے بدلہ حصول سلطنت کی آخری کوشش

یوسف نے چند دنوں قرطبہ میں سکون کی زندگی گذاری، لیکن عبد الرحمن در پردہ اس سے مطمئن نہ تھا، لیکن اس کی طرف سے کوئی خلاف ورزی کرنا بھی اس کے وقار کے منافی تھا، اس لیے وہ اس کے خلاف ایسا ماحول تیار کرتا رہا کہ یوسف کے لیے اندلس میں زندگی گذارنا دوبھر ہو جائے، چنانچہ مخالف لوگوں کو اس کے خلاف کھڑا کرتا رہتا تھا، جو ایسے طریقے سے اس سے پیش آتے تھے کہ اس کی سبکی ہوتی رہتی تھی، اسی طرح ایسے لوگوں کو کھڑا کرتا تھا جو اس کی املاک کے متعلق جھوٹے مقدمے دائر کیا کرتے تھے اور یہ یوسف الفہری کو عبد الرحمن کے سامنے پیش کرتا اور دلائل سے اپنے کو حق بجانب ثابت کر دیتا، تو عبد الرحمن یوسف کی کوئی مدد نہ کرتا، اور وہ جھگڑے باقی کے باقی رہ جاتے [1] ۱۴۰

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۴۳

اس سلسلہ میں یوسف کے اس محل کے متعلق بھی جھگڑے کھڑے کئے گئے جس میں وہ قیام پذیر تھا، یہ محل سابق والی اندلس حر بن عبد الرحمن ثقفی کا تھا، کہا جاتا ہے کہ یوسف نے اپنی امارت کے زمانہ میں کسی جرم کی پاداش میں حر کے لڑکے کو قتل کرا یا تھا، اور اس کی جائداد املاک اور اس محل پر قبضہ کر لیا تھا، یوسف کے معزول ہونے کے بعد جب اس میں آکر ٹھہرا تو لوگوں نے اس کے وارثوں کو اس کے خلاف برانگیختہ کیا، وہ لوگ یوسف کو مدعا علیہ بنا کر اس کے خلاف کھڑے ہوئے، اور مقدمہ کو قرطبہ کے قاضی یزید بن یحییٰ کے سامنے لیجانا چاہا، یزید بن یحییٰ چونکہ ثقفی تھا، اور جنگ شقندہ کے سلسلہ میں یوسف کو برا سمجھتا تھا، اس لئے لوگوں کو اس سے توقع تھی کہ وہ اس کے خلاف فیصلہ کرے گا، چنانچہ مقدمہ قاضی یزید بن یحییٰ کی عدالت میں پیش ہوا، قاضی یزید یوسف ہی کے زمانہ میں دار الخلافت سے قضا کا فرمان لیکر اندلس آئے تھے اور والی اندلس کی حیثیت سے یوسف نے باقاعدہ ان کی قضاۃ کو تسلیم کر لیا تھا، قاضی یزید پر اس کے اس طرز عمل کا اثر موجود تھا، اس لئے وہ اس کے خلاف کوئی فیصلہ دینے پر انصاف کے لئے آمادہ نہیں ہوا، اور دعوی خارج کر دیا گیا، اسی طرح دوسرے کے خلاف جو دعوے کئے گئے، اور وہ بھی خارج ہوئے، لیکن دعووں کے خارج ہو جانے کے باوجود نئے نئے دعوے دائر کرنے کے لئے کئے جاتے، یوسف عبد الرحمن کو شکوہ کرتا، مگر کوئی اثر نہ لیتا تھا، عبد الرحمن کی اس روش سے یوسف کو اس کے ارادوں کا اندازہ ہو گیا،

دوسری طرف بنو ہاشم و بنو زہرہ کے موالی اور قریش کے مختلف خاندانوں کے وہ لوگ جو یوسف کے پاس آتے جاتے تھے جو اپنے ہمسروں سے علیحدہ ہو گئے تھے اور جن کی جائداد واملاک پر قبضہ کر لیا گیا تھا اور ان کے موالی پر قبضہ کر لیا گیا تھا، یوسف کو اس کی مخالفت پر آمادہ کرتے تھے، یوسف عبد الرحمن کے طرز عمل سے خود دل برداشتہ ہو چکا تھا، دوسری طرف

ان لوگوں نے اس کو رفتہ رفتہ برانگیختہ کیا، آخر یوسف کے دل میں بھی ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کا خیال پیدا ہوا، اس نے قرطبہ کے لشکریوں سے خط و کتابت کی، لیکن وہ لوگ امن و امان کو چھوڑ کر پھر جنگ آزمائی پر آمادہ نہیں ہوئے، خود صمیل اور یمنیوں نے بھی اس کی گذشتہ ناعاقبت بینی سے سبق سیکھا تھا اور جنگ و جدال پر آمادہ نہ تھا، جب اس کو فوج کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اس نے شہریوں سے مراسلت شروع کی، یوسف کی لڑکیاں اپنے شوہروں کے ساتھ ماردہ و طلیطلہ میں تھیں، ان لوگوں نے اس کی ہمت افزائی کی، جب اہل ماردہ اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے تو وہ قرطبہ سے روپوش ہو کر نکل گیا اور ماردہ میں اپنے مددگاروں کو جمع کرنا شروع کیا، اس طرح معاہدہ کی خلاف ورزی کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہوئی چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

"اسی سال یوسف فہری نے جو اندلس کا امیر تھا، عبد الرحمن اموی کے معاہدہ کو توڑا، اس کا سبب یہ ہوا کہ عبد الرحمن اس کے مقابل میں ایسے لوگوں کو کھڑا کرتا جو اس کی اہانت کرتے اور اس کی املاک میں اس سے جھگڑے کرتے تھے، جب وہ شرعی دلائل سے حق ثابت کرتا تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا تھا، تو یوسف نے عبد الرحمن کا ارادہ معلوم کر لیا، اور ماردہ چلا گیا، وہاں بیس ہزار آدمی اس کے پاس جمع ہو گئے،"[1]

عبد الرحمن کو یوسف کے فرار ہونے کی خبر ملی تو تعاقب میں گھوڑے دوڑائے، لیکن وہ ہاتھ نہ آیا تو صمیل کو دربار میں طلب کر کے یوسف کے متعلق اس سے دریافت کیا، اس نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، عبد الرحمن نے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ وہ بغیر تمہارے علم کے باہر نہیں نکلا، تمہارا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہے، صمیل نے کہا اگر میرے علم میں ہوتا تو میں بھی بھاگ سکتا تھا

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳۰،

عبد الرحمن نے کہا تم کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکا، صمیل نے کہا وہ بے قصور ہے اس کی خطا نہیں، عبد الرحمن نے یوسف کا پتہ بتانے پر اصرار کیا، صمیل کو بھی غصہ آگیا، اس نے کہا اگر وہ اس وقت میرے اس پاؤں کے نیچے بھی ہوتا تو میں پاؤں نہ اٹھاتا کہ تمہیں دکھا دیتا، اب جو چاہے کر ڈالو"

عبد الرحمن نے یہ جواب سنکر اس کو قید خانہ میں بھجوا دیا، اس کے ساتھ یوسف کے دونوں لڑکے ابو الاسود محمد اور ابو زید عبد الرحمن کو بھی قید کر دیا گیا، اور دیگر یوسف کے گرد عرب و بربر کا جتھا جمع ہو گیا وہ انہیں ساتھ لیکر یہاں سے شہر لقنت پہنچا، یہاں لوگوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا، یہاں سے وہ قرطبہ کی طرف بڑھنا چاہتا تھا، مگر ادھر سے عبد الرحمن کے کوچ کرنے کی اطلاع ملی، اس لئے اس نے اشبیلیہ کی طرف رخ کر دیا، یہاں اس کی امداد کی توقع موجود تھی۔

اشبیلیہ میں عبد الملک معروف بہ مروانی والی تھا جس کے جو آباد شامی یہاں موجود [1] وہ مروانی کے لشکر میں شریک ہو گئے، لیکن یہاں کے قدیم عرب و بربر باشندے تقریباً سب کے سب یوسف کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے، مروانی یہ رنگ دیکھ کر قلعہ میں محصور ہو گیا،

اشبیلیہ والوں کو ملا کر بیس ہزار جنگجو سپاہی یوسف کے ساتھ تھے، اس نے اتنی بڑی فوج کا ایک صوبہ کے والی کو محاصرہ میں رکھنے کے لئے مشغول رہنا مناسب نہ سمجھا، علاوہ ازیں اس کو یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں عقب سے عبد الرحمن فوج لیکر آ جائے، ایسی صورت میں اس کو دو فوجوں کے درمیان گھر جانا پڑے گا، اور عبد الرحمن کوچ کر کے ایک مقام برج اسامہ میں پہنچ کر ٹھہر گیا تھا، اس لئے وہ عبد الرحمن سے مقابلہ کرنے کیلئے اسی سمت بڑھ گیا،

اور عبد الملک مروانی، یوسف کے کوچ سے بے خبر تھا، وہ اپنے لڑکے کی مدد کے انتظار میں تھا جو مورور کا والی تھا، اس اثنا میں وہ فوج لیکر اشبیلیہ آگیا، اس نے دیکھا کہ یوسف محاصرہ اٹھا کر

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۰، و نفح الطیب ج ۲ ص ۶۶-۶۷ و مجموعہ اخبار اندلس ص ۶۷ و ۹۴، ۹۵

روانہ ہو چکا ہے اس نے اپنے باپ کو محاصرہ کے اٹھ جانے کی اطلاع دی اس کے بعد مردانی
نے کوچ کا اعلان کرا دیا چنانچہ اشبیلیہ کے شامی، اور چند شہری رؤسا، اور مورور سے اس کے
لڑکے کیساتھ جو کمک آئی تھی ان سب کو لیکر وہ یوسف کے تعاقب میں روانہ ہوا، ادھر جب
عبد الرحمن کو یوسف کے محاصرہ اٹھا کر اپنی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی تو وہ بھی برج اسامہ
سے روانہ ہو کر المدور میں اترا، اس اثنا میں مردانی کے لشکر لیکر روانہ ہونے کی اطلاع یوسف
کو ملی اس نے بڑی عجلت سے فوج کا رخ اسی طرف پھیر دیا تاکہ عبد الرحمن اور مردانی
کے لشکروں سے ایک ساتھ مقابلہ نہ ہو جائے، مردانی ایسی ہی صورت پیدا کرنا چاہتا تھا کہ
یوسف کو دونوں کے بیچ میں گھیر لیا جائے، لیکن یوسف نے اس کا موقع نہیں دیا، اور
مردانی کے [illegible] مقابلہ [illegible] ہو پڑا۔

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہو گئیں تو یوسف کے موالی میں سے ایک
بربری [illegible] نہایت [illegible] اپنی شجاعت میں شہرت رکھتا تھا میدان میں
نکل کر [illegible] کوئی مقابلہ
کے لئے آگے نہیں بڑھا [illegible] کی طرف [illegible] کہا [illegible]
[illegible] مشکل [illegible] عبد الملک [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

وہ جیسے ہی گرا ابوالبصری نے اس کے پیر پر ایسا وار کیا کہ وہ جسم سے کٹ کر علیحدہ ہو گیا ابھی
معرکہ زیر ہوتا تھا کہ مروانی لشکر یک جان ہو کر حملہ آور ہوا یوسف کی فوج کے قدم اکھڑ گئے
تھے سب سے پہلے لوگ اس کے ساتھ کے مارے گئے سپاہیوں کو بھاگتے دیکھ کر یوسف نے بھی
راہ فرار اختیار کی اور اس کے سپاہی جدھر رخ ہوا ادھر فرار ہو گئے مروانی کے پاس لشکر
اتنا نہ تھا کہ تعاقب کرتا اس نے اس تعداد و فتح کو غنیمت جانا اس پاس در پار سپاہی
جو ہاتھ آگئے ان کو قتل کیا اور عمر بن عبدالملک فتح کی خوشخبری اور مقتولین کے سر لے کر
عبدالرحمن کے پاس المدور آیا اور اس سے شروع سے اخیر تک کے تمام حالات بیان کئے
عبدالرحمن نے المروانی کا شاندار استقبال کرنے کا حکم دیا، اور اس کے بعد عبدالرحمان
کی نگاہوں میں عبدالملک مروانی اور عمر بن عبدالملک کو غیر معمولی منزلت حاصل ہوئی

یوسف کا قتل | یوسف میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک مقام قریس پہونچا وہاں سے
فحص البلوط آیا اس کے بعد یوسف اندلس میں ادھر سے ادھر چھپتا پھرا لیکن اس
کے لئے پناہ نہ تھی وہ کسی جگہ اسے قرار حاصل تھا، رجب ۱۴۲ھ میں عبداللہ بن عمر انصاری
نے طلیطلہ کے ایک گاؤں میں اس کو دیکھ کر پہچان لیا اس نے اپنے ایک ساتھی سے
کہا کہ دیکھو یہ فہری ہے بھاگتا پھرتا ہے خدا کی زمین اس پر تنگ ہو گئی ہے اس کا قتل
ہو جانا اس کے لئے بھی راحت کا باعث ہوگا اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی، چنانچہ اس نے
چند سواروں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا، یوسف کو طلیطلہ پہونچنے کیلئے چار میل باقی
رہ گئے تھے کہ یہ لوگ اس کے پاس پہونچ گئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروانی میں سے ایک
شخص سابق فارسی اور ایک دوسرا شخص عبداللہ بن عمر نامی ان کو قتل کرتے ان کا سر
کٹ کے آدم کی بلند سلا دیا اس کے ساتھ ساتھ بھی قتل کیا گیا اور یوسف کا غلام موقع

پاکر بھاگ آیا، عبد اللہ بن عمر نے یوسف کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا،

[illegible] اس کے بعد عبد الرحمن بن معاویہ کی خوشنودی کیلئے وہ یوسف کا سر لیکر قرطبہ پہنچا، عبد الرحمن کو اس کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے اس کو قرطبہ [illegible] قرطبہ کے [illegible] یوسف کے دونوں لڑکے تھے اور عبد الرحمن اور جمیل حفاظت میں تھے عبد الرحمن بن معاویہ نے [illegible] عبد الرحمن بن یوسف کو قید خانہ سے بلوا کر قرطبہ کے پل پر بھیج دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ یہ بھی قتل کیا گیا، دونوں کے سر قصر حکومت کے پھاٹک پر لٹکا دیئے گئے، یوسف کا دوسرا لڑکا ابو الاسود بہت کم عمر تھا، اس کی کم عمری پر ترس کھا کر اس کو قتل نہیں کیا گیا،

جمیل کے لئے قید خانہ میں گلا گھونٹنے کا انتظام کیا گیا کہ اس کا حادثۂ قتل شاید کسی نئے فتنہ کا سبب بن جاتا، لیکن گلا گھونٹنے سے قبل ہی وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا تھا، وہ مردہ پڑا تھا، اور زہر کا پیالہ اس کے پاس رکھا ہوا تھا، لوگوں نے کہا اے ابو جوش یہ پیالہ تم نے خود نہیں پیا ہے بلکہ پلایا گیا ہے،

۱؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۲۱، نفح الطیب ج ۲ ص ۶۶، مجموعہ اخبار اندلس از ص ۱۹۲، مقری نے یوسف کے دونوں لڑکوں کے متعلق ایک یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ان دونوں نے قید خانہ میں نقب لگا دی، ابو الاسود محمد بن یوسف تو نقب کے ذریعہ جیل سے فرار ہو گیا، مگر عبد الرحمن کو فربہی کی وجہ سے بھاگنے کا موقع نہ مل سکا، اور جمیل نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی، لیکن یہ روایت ابن اثیر کی تصریحی بیان کے خلاف ہے، ابو الاسود ۱۶۸ھ تک جیل خانہ میں رہا، نقب کا واقعہ دوسرا ہے جو مقری سے التباس ہو گیا ہے، اس کا ذکر اب آئے گا، بعض مورخین نے عمر بن عبد الملک کا نام عبد اللہ بن عبد الملک لکھا ہے اور بعضوں نے موقع جنگ یوں دکھایا ہے کہ عبد الملک ایک طرف سے اور عمر بن عبد الملک دوسری طرف سے فوجیں لیکر آئے اور ان دونوں نے دو طرفوں سے حملہ کر کے یوسف کو شکست دی

یوسف کے بیٹون کی کوشش سلطنت

ابو الاسود محمد بن یوسف اٹھارہ برس تک جیل مین محبوس رہا، ١٦٨ھ / ٧٨٤ء مین وہ بعض خاص تدبیرون سے جیل سے فرار ہوا اور اس نے پھر شمالی اندلس کے لئے حصول سلطنت کی آخری کوششین صرف کین، لیکن بظاہر ہے کہ اس طویل مدت مین عبد الرحمن کی حکومت اندلس مین پورے طور پر مستحکم ہو چکی تھی، تاہم اس اثنا مین ملک کے مختلف لوگون کیساتھ عبد الرحمن کا برتاؤ مختلف حالات و ماحول کے لحاظ سے جو مختلف رہا تھا اور جس کی تفصیل آگے آئیگی اس کے سبب سے اس زمانہ مین عبد الرحمن کے بعض ایسے اعوان و انصار جو اس کی حکومت کے قائم کرنے مین ستونون کی حیثیت رکھتے تھے، اس سے جدا ہو گئے تھے لیکن پھر نئے جان نثار اور مددگارون کی بھی ایک بڑی جماعت اس اثنا مین تیار ہو گئی تھی، ملک مین یہی صورت حال تھی کہ ابو الاسود ١٦٨ھ / ٧٨٤ء مین قید خانہ سے فرار ہوا۔

اس کے فرار ہونے کا واقعہ بھی کچھ کم دلچسپ نہین، اس کیلئے اس نے سالہا سال مشقت اٹھائی، قید خانہ کے عقبی حصہ مین ایک سرنگ سے دریا کو راستہ جاتا تھا، قیدی اس راستے غسل اور دوسری حاجتین پوری کرنے کیلئے سپاہیون کی نگرانی مین دریا پر جاتے تھے، ابو الاسود سے ملنے کیلئے کبھی کبھی دریا پر اس کا ایک آزاد کردہ غلام آیا کرتا تھا، ابو الاسود نے ایک مرتبہ سپاہیون سے اپنے ضعف بینائی کا تذکرہ کیا، پھر رفتہ رفتہ اس کی آنکھ کی روشنی کم ہوتی گئی اور پورا نابینا بن کر اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے مین وہ دوسرون کا محتاج ہو گیا، جب اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا، تو لوگون کو اس کے اندھے ہونے کا یقین آگیا، اور خود عبد الرحمن بھی اس کے اندھے ہوجانے کی وجہ سے اس سے بالکل مطمئن ہو گیا اور اس پر سے سپاہیون کی نگرانی آہستہ آہستہ کم ہو گئی، اب دریا پر اس کا آزاد کردہ غلام اس کے پاس آتا جاتا تھا، اور دونون گھنٹون چپکے چپکے باتین کرتے رہتے تھے، سپاہیون کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا اور انکی [illegible]

کو پکارتا تھا اور وہ پانی پکڑ کر اس کو سرنگ کے راستہ پر ڈال دیتا تھا، جب اس طریق عمل کو بھی ایک زمانہ گذر گیا، اور سپاہیون کی نظرین دیکھتے دیکھتے اس کی عادی ہوگئین تو ایک دن اس غلام نے ایک تیز رفتار گھوڑا لاکر کہین کھڑا کر دیا، اور ابوالاسود سپاہیون سے آنکھ بچا کر اس پر سوار ہو کر نکل بھاگا،

ابوالاسود یہان سے فرار ہو کر سیدھے طلیطلہ پہنچا، یہان اس کے ہمنوا بڑی تعداد مین موجود تھے انھون نے اس کو ہاتھون ہاتھ لیا، اور اس نے اندلس کے تخت کی دعویداری کا اعلان کر دیا، ابوالاسود کے علم کے نیچے بربرون اور یمنیون کے علاوہ وہ سب لوگ جمع ہوگئے جنھین اس درمیان مین عبدالرحمٰن کی حکومت سے اختلاف رہ چکا تھا، اور اس اٹھارہ برس کی مدت مین وہ مختلف شہرون مین بغاوتین کر چکے تھے، جنھین عبدالرحمٰن علیحدہ علیحدہ فرو کر چکا تھا،

چنانچہ ابوالاسود کے زیر سرکردگی ایک عظیم الشان لشکر طلیطلہ سے پیش قدمی کر کے قرطبہ کی طرف روانہ ہوا، اور قرطبہ سے قریب صوبہ جیان مین مقام قسطلونہ تک پہونچا تھا کہ ادھر سے عبدالرحمٰن لشکر لیکر روانہ ہوا، قسطلونہ کے مشہور دریا وادی احمر پر دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، اور نہایت سخت لڑائی شروع ہوگئی، دونون فوجون نے داد شجاعت دی، جنگ کا نتیجہ ابوالاسود کے خلاف نکلا، چار ہزار سپاہیون کی لاشین میدان مین پڑی ملین، اور ایک بڑی تعداد دریا مین غرق ہوگئی، ابوالاسود باقی ماندہ لشکر کو لیکر فرار ہوگیا، عبدالرحمٰن نے تعاقب کیا، راہ مین جو ملا قتل کیا گیا، یہان تک کہ یہ لوگ قلعہ باج سے پار نکل گئے، اس کے بعد عبدالرحمٰن واپس چلا آیا،

ابوالاسود نے دوسرے سال ۱۶۹ھ مین پھر پیش قدمی کی ہمت کی، کچھ دور چل کر آیا تھا کہ

ادھر سے عبدالرحمٰن لشکر لیکر نمودار ہوا، ابوالاسود کی فوج پہلے سے مرعوب تھی، ابھی عبدالرحمٰن کی ہراول سپاہ سے سامنا ہی ہوا تھا کہ ابوالاسود کی فوج کے پاؤن اکھڑ گئے، اس نے راہ فرار اختیار کی، انھیں بھاگتے دیکھ کر ابوالاسود نے بھی پیٹھ پھیر دی، اس اثنا مین شاہی لشکر فراریون پر ٹوٹ پڑا، اور جو ہاتھ آیا، وہ تہ تیغ کیا گیا، گرفتار ہونے والون مین ابوالاسود کے اہل وعیال بھی تھے، وہ بھی قتل کئے گئے،

اس کے بعد ابوالاسود کو سر اٹھانے کا موقع نہین ملا، وہ اسی فکر مین سرگردان تھا، کہ سنہ ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء مین اس کا پیغام قضا آپہونچا، اور طلیطلہ کے ایک گاؤن مین اس کا انتقال ہو گیا،

اندلس کی فہری سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ

اس کے بعد اس کے ایک دوسرے بھائی قاسم نے اپنی جرأت کا ثبوت دیا، فوج جمع کر کے پیش قدمی کی، عبدالرحمٰن اس کے مقابلہ مین بھی نکلا، اس نے بھی شکست کھائی، اور زندہ گرفتار کر لیا گیا، عبدالرحمٰن نے اس کو قتل کرا دیا، اور اسی پہ اندلس مین یوسف کے خاندان کا چراغ گل ہو گیا،

اب عبدالرحمٰن کی زندگی کے بھی چند ہی دن باقی رہ گئے تھے، یہ جب تک زندہ رہا، یوسف کے خاندان کا کھٹکا اس کے دل مین لگا رہا، یہان تک کہ ۱۳۸ھ / ۷۵۵ء سے سنہ ۱۷۲ھ / ۷۸۸ء مین ۳۴ سال کا زمانہ گذرنے کے بعد اندلس مین اس حریف سلطنت خاندان کا بھی خاتمہ ہو گیا[1]

یوسف نے کبھی اپنے کو اندلس کا بادشاہ نہین کہا، مگر مورخین نے صمیل کو اس کا وزیر لکھا ہے اگرچہ یوسف کی حکومت کے شباب کے زمانہ مین ان دونون کے درمیان حقیقی اقتدار کے حصول کیلئے اندرونی کشمکش رہی، سرقسطہ کے محاصرہ کے وقت صمیل یوسف سے بددل بھی ہو گیا لیکن یہ محض وقتی بات تھی، یون دونون ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر طلب، غمگسار اور

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۵۲، ۵۳

سیاسی مشوروں میں ایک دوسرے کے معین و مددگار تھے لیکن عبد الرحمٰن کی یہ خوش قسمتی تھی کہ جب وہ اپنے زمانہ میں اندلس میں آیا جب صمیل کے دل میں وقتی طور پر یوسف کے خلاف کشیدگی موجود تھی اور اسی لمحہ مروانیوں نے اندلس میں سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ اگر صمیل کا دل یوسف سے اس وقت صاف ہوتا تو وہ اسی وقت یوسف کو باخبر کر کے اس کی روک تھام کر سکتا تھا اور پھر عبد الرحمٰن کیلئے زمین کا ہموار ہو جانا دشوار ہو جاتا۔ اس کے بعد حالات کے بدلنے سے یوسف اور صمیل پھر ایک دوسرے کے دلی دوست ہو گئے لیکن اس وقت تک عبد الرحمٰن اندلس میں پہونچکر اپنے اثرات قائم کر چکا تھا تاہم اس وقت بھی ممکن تھا کہ اس کو مزید قوت حاصل کرنے سے روکا جاتا اور وہ اندلس میں ایک نظر بند شاہزادے کی حیثیت سے زندگی گذارنے پر مجبور کیا جا سکتا۔ لیکن عین اسی زمانہ میں چند یمنی سرداروں کے قتل کئے جانے کی سیاسی غلطی سے یوسف کے ہاتھوں سے سارے مواقع نکل گئے، باایں ہمہ یوسف نے حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ صمیل نے حالات کے بگڑنے کا نقشہ اس کے سامنے رکھا مگر وہ اس کی رائے سے متفق نہ ہو سکا۔ صمیل کو بھی اپنی رائے پر اعتماد نہ تھا اس لئے اس نے آنکھیں بند کر کے یوسف کی حکمت عملی پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

یہ خوش فہمی اندلس کے اہم مقامات کسی ماتحت سے نکل جانے کے باوجود یوسف نے عبد الرحمٰن کا مقابلہ [illegible] شمالی و مشرقی اندلس سے [illegible] سپاہ [illegible] کی حالانکہ اس کے اپنے اثرات جہاں ابھی موجود تھے اس نے مقابلہ کی تیاریاں کرنے کے بجائے عبد الرحمٰن کو سیاست کی گفتگو میں الجھانے کی کوششیں کیں۔ اور آخر وقت تک وہ اسی خام خیالی میں مبتلا رہا۔

دوسری طرف عبد الرحمٰن بڑی ہوشمندی اور دانائی سے اپنی طاقت میں روز بروز

اضافہ کرتا گیا، اور جیان اور المریا وغیرہ ایسے مقاموں سے اس کے پاس فوجیں آئیں، جہاں اس وقت تک اس نے قدم بھی نہیں رکھا تھا، اس کی فوج میں بہت لوگ خلفائے بنوامیہ کے پروردہ اور نمک خوار تھے، وہ اس نوجوان شاہزادے کو برسر اقتدار لا کر حق نمک ادا کرنا چاہتے تھے، بالآخر یوسف کو اپنی حکمت عملی کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا، اور وہ اس سیلاب کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکا،

زوال حکومت کے بعد اس نے مطمئن شہری زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن یہ سکون و اطمینان بھی اس کے مقدر میں نہ تھا، اگر وہ اپنی املاک و جائداد کا معاوضہ لیکر یا ان کا کوئی معقول انتظام کرکے اندلس سے باہر نکل جاتا، تو شاید عبدالرحمن کو اس کے سر کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن اس نے قرطبہ میں قیام رکھنے کی شرط پر صلح کر لی، اور آخری نتائج بھی بہت جلد اس کے سامنے آگئے، اور اس کی اور اس کی اولاد، اور اس کے عزیز دوست صمیل کی زندگیوں کے خاتمہ پر اس برگشتہ قسمت امیر اندلس کے سوانح حیات کا خاتمہ ہوا، اور ابوالاسود کے ہاتھوں میں اس بجھتے ہوئے چراغ کی آخری لو بھی بھڑکی اور ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی، اور مضبوط بنیادوں پر اندلس میں چند صدیوں کیلئے خاندان امویہ کی مستحکم سلطنت قائم ہو گئی،

ولایات کا انتظام | عبدالرحمن نے استحکام حکومت کے بعد ولایتوں پر خاص طور پر توجہ کی، یوسف و صمیل کے بعد اب طلیطلہ کے علاقہ میں بھی اس کا کوئی کھلا ہوا مخالف موجود نہ تھا، چنانچہ اس نے اس علاقہ کو زیر اقتدار لانے کیلئے اسی مقام کے ایک صاحب اثر یعنی حسین بن یحییٰ کو جو حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی کی اولاد میں سے تھا اس صوبہ کا والی بنایا، اس نے آگے چل کر بڑی اہمیت حاصل کی، جیسا کہ تفصیل سے آگے آئے گا، جب بغاوتوں کی ابتدا ہوئی تو اس نے سرقسطہ کو اپنا مرکز بنا کر ایک زمانہ دراز تک بڑا اچھا

قبضہ قائم رکھا، اسی کے ساتھ دور افتادہ صوبہ اربونہ (ناربون) کو عبد الرحمن بن عقبہ کی ولایت مین دیدیا، اور اس کا علاقہ اربونہ سے طرطوشہ تک قرار دیا، جس مین جرندہ، برشلونہ، اور طرکونہ وغیرہ داخل تھے، اس طرح اسلامی اندلس کا چپہ چپہ عبد الرحمن کے حیطۂ اقتدار مین داخل ہو گیا۔

بغاوتون کی ابتدا

عبد الرحمن نے صرف ۶، ۷ مہینون کی تگ و دو مین اندلس مین اپنی عظیم الشان سلطنت قائم کر لی تھی، اس کی دعوت و تبلیغ اس تیزی سے آگے بڑھی کہ اس کے درمیان مین کسی کو سنجیدگی سے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہین ملا، حالانکہ اس وقت بھی اندلس مین بیشمار قبائلی اختلافات موجود تھے، سب سے پہلی مرتبہ جیسا کہ اوپر گذر ا یمنی جماعت کے جنرل ابو الصباح کی آنکھین کھلین، یوسف کے شکست کھا جانے کے بعد ایک وسوسہ اس کے دل مین پیدا ہوا تھا جس کو اس نے اپنے ایک یمنی دوست ثعلبہ کے سامنے ظاہر کر دیا، لیکن بعض جماعتون کی مخالفت کے باعث یہ تحریک آگے نہ بڑھ سکی، اور بات وہین پر ختم ہو گئی،

لیکن یہ خبر کسی طرح عبد الرحمن کے کانون مین پہونچ گئی، اس نے ثعلبہ کو بلا بھیجا، اور حلف دیکر اس سے واقعہ پوچھا، اس نے سچی بات بیان کر دی، عبد الرحمن نے اس تلخ گھونٹ کو اس وقت خاموشی سے پی لیا، اور دل مین اس کو چھپائے رکھا، اپنے موالی کی جماعت کو اپنے قریب کر لیا، با این ہمہ ابو الصباح نے عبد الرحمن کی سلطنت کے قیام کے سلسلہ مین اہم خدمات انجام دی تھین اس لئے عبد الرحمن کے دل مین اس کی بڑی قدر و منزلت تھی، اشبیلیہ کی بڑی ولایت اسی کے سپرد تھی، اپنے عہدہ پر قائم رہا، وہ عبد الرحمن کے ظاہر اپنا قدم مین کوئی فرق نہین آنے پایا، لیکن جب اس کو دوسری طرف کچھ اطمینان ہوا تو اس کے

لے افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۰

انتقام کا جذبہ بیدار ہوا اور اس نے ابوالصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کر دیا، اور جیسا کہ اوپر گذرا عبد الملک مروانی اس عہدہ پر مامور کیا گیا،

ابوالصباح کے واقعہ عزل سے اندلس مین خوابیدہ فتنہ جاگ اٹھا، یمانی جماعت اس سے برگشتہ ہو گئی، پھر بنو امیہ اور ان کے موالی کو یہان رفتہ رفتہ جو اعزاز حاصل ہوتا گیا، ان کے منصبون مین جو ترقیان ہوئی تھین ان کی دولت و ثروت اور جاگیرون مین جو اضافہ ہوتا گیا، اسی کے بالمقابل مختلف عرب و بربر قبائل کے معززین اپنے منصبون سے برطرف، جاگیرون سے دستبردار اور اپنے عالیشان محلون سے بے دخل کئے گئے، اس کے نتیجہ مین بے اطمینانی پھیلی اور اس کا پہلا مظاہرہ یوسف کی نو جنگشی کی صورت مین دکھائی دیا جب کہ بیس ہزار سپاہی اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے تھے،

یوسف کی شکست کے بعد یہ لوگ ملک کے مختلف گوشون مین پھیل گئے اور ان مین کے معززین مین سے جس کو جہان موقع ملتا، وہ جماعت اکٹھا کر کے بغاوت کا علم بلند کر دیتا، اور کسی شہر یا قلعہ پر قبضہ کر لیتا، عبد الرحمن فوج لیکر آتا اور بغاوت فرو کرتا، ان بغاوتون کا سلسلہ یوسف کے قتل کئے جانے کے سوا سال کے بعد شروع ہو گیا،

یوسف اور صمیل کی زندگیون کے ختم ہو جانے کے بعد عبد الرحمن نے کبھی بے خوفی سے قدم بڑھائے، اب بنو امیہ، موالی بنو امیہ اور ان کے ہمدردون پر مشتمل ایک مستحکم فوج اندلس مین تیار ہو چکی تھی، رفتہ رفتہ اس کے گرد و پیش سے وہ لوگ بھی علیحدہ ہونے لگے جو قیام حکومت مین اس کے دست راست تھے، اور جن کی کوششین اور ہمدردیان اگر ابتداً اس کو حاصل نہ ہوئی ہوتین تو یہان اس کی کامیابی کا امکان تک پیدا نہ ہو سکتا تھا، ان اساطین مین ابوعثمان، عبد اللہ بن خالد، تمام بن علقمہ اور ابوالصباح یمانی خاص طور پر ذکر کے قابل

ہین، چنانچہ ان مین سے ابو الصباح کو اشبیلیہ کی ولایت سے معزول کرنے کے بعد اس پر بعض الزامات لگا کر قتل کرا دیا، اس کے واقعۂ قتل سے یمانی جماعت پورے طور پر اس کے ہاتھون سے نکل گئی، عبد اللہ بن خالد بھی ولایت کے عہدہ سے معزول کیا گیا، اس کے بعد اس نے سیاسیات سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی، اسی طرح رفتہ رفتہ اس کے ارد گرد کا ہر جان نثار یا تو خود علیحدہ ہو گیا، یا عبد الرحمن نے علیحدہ کیا، یا عبد الرحمن یا اس کے ولیعہد کے ہاتھون تہ تیغ ہوا،

اندلس کے ان اکابر سے عبد الرحمن کے اعتماد کے اٹھ جانے سے قدرتی طور پر ان کے دلون میں بھی اطاعت کا جذبہ باقی نہین رہا، اور ان مین سے بیشتر لوگون نے رفتہ رفتہ مخالفانہ سرگرمیون حصہ لینا شروع کیا، پھر اندلس مین بار بار بغاوتین پہلے سے بنو عباس کو بھی ادھر نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا موقع ملا، اور چند دنون کے لئے یہان عباسی دعوت کا بھی علم سر سے بلند ہوا، اور اس فضا سے اندلس مین ایسا ماحول پیدا ہو گیا کہ عبد الرحمن کو اپنی تمام عمر انہی بغاوتون کے استیصال اور قیام امن کی کوششون مین گذارنی پڑی اور اس کے مرنے سے پہلے تک ان بغاوتون کا سلسلہ موقوف نہ ہو سکا،

ان بغاوتون کا مختصر حال ذیل مین درج کیا جاتا ہے،

جنوبی اندلس مین بغاوت | یوسف کے قتل کے بعد سب سے پہلے علم بغاوت ۱۴۳ھ مین ارزق ابن عثمان غسانی نے [illegible] مین بلند کیا، یہان ان سے ایک فوج لیکر شذونہ پہونچا اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی، اس کے بعد اشبیلیہ آیا، یہان یوسف کے ہمنواؤن کی جماعت [illegible] تھی، شہر کے پھاٹک کھول دیئے گئے اور اس پر اس کا قبضہ ہو گیا، اس طرح جنوبی اندلس کا ایک بڑا حصہ اس کے اقتدار مین داخل ہو گیا،

عبد الرحمن بڑی عجلت سے اس بغاوت کو فرو کرنے کیلئے خود فوج لیکر آیا، اور اشبیلیہ کا محاصرہ کر لیا شہر والے محاصرہ سے پریشان ہوگئے، عبد الرحمن نے ان کے سامنے غیاثی کے حوالہ کرنے کی شرط پیش کی، ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کر کے رزق کو اس کے حوالہ کر دیا، عبد الرحمن نے اس کو قتل کرا دیا، اور شہر والوں کو امن دیکر واپس چلا گیا، [1]

طلیطلہ میں بغاوت | اس کے ایک سال کے بعد ۱۴۷ھ میں ہشام بن عروہ فہری نے طلیطلہ میں بغاوت کی، اس کیساتھ بعض ممتاز عمائد حیات بن ولید تجیبی اور عمری وغیرہ تھے، عبد الرحمن نے طلیطلہ پر بھی فوجکشی کی، اور اس کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ کی سختیاں زیادہ بڑھیں تو اس نے اطاعت قبول کرنی چاہی، عبد الرحمن نے اس کے لڑکے کو یرغمال لیکر اس کو امان دیدی، عبد الرحمن کے پیٹھ پھیرتے ہی اس نے پھر سرکشی اختیار کر لی، عبد الرحمن دوبارہ فوج لیکر آیا، اور اس کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی، جب اس کی طرف سے مایوسی ہوئی تو اس کے اس لڑکے کو جو اس کے پاس مقید تھا قتل کر دیا، اور اس کے سر کو منجنیق میں ڈال کر شہر میں پھکوا دیا، اور اس سال محاصرہ اٹھا کر واپس لوٹ آیا، اور طلیطلہ چند سالوں کے لئے بغاوتوں کا مرکز بن گیا [2]

عباسی دعوت | جیسا کہ اوپر گذرا عبد الرحمن نے فتح قرطبہ کے بعد اندلس کی مسجدوں میں منصور عباسی کا خطبہ جاری کر دیا تھا، اسطرح عباسی خلافت کی سیادت تسلیم کر لی تھی، مگر عبد الملک نے اندلس میں آکر اس رسم کے بند کرنے کا مشورہ دیا، عبد الرحمن نے مخالفت کی، لیکن عبد الملک نے اصرار سے کہا کہ وہ لوگ اس کے خاندان پر جو ستم ڈھا چکے ہیں، اس کے بعد ابھی روا داری کی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ عبد الرحمن نے اس کا مشورہ قبول کر کے المنصور عباسی کا نام خطبہ خارج کر دیا، اور اندلس کی حکومت کو ایک آزاد حکومت کی حیثیت دیدی، اور اپنے لئے و

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۹۰ مجموعہ اخبار ص ۱۰۱ [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱

"امیر" کا لقب اختیار کیا،

عبدالرحمن کا یہ طرز عمل قدرتی طور پر خلیفہ عباسی المنصور کو ناگوار گذرا، اس لئے جب اس کو مشرقی معاملات سے یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے اندلس کی طرف توجہ کی، اس زمانہ میں اندلس میں بغاوتوں کے آثار نمایاں تھے، المنصور نے اس موقع کو غنیمت جانا، اور اپنے ایک معتمد علاء بن مغیث یحصبی کو جو افریقہ کے ممتاز قائدین میں سے تھا، اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی، اس نے آمادگی ظاہر کی تو المنصور نے پوچھا کہ مشرق سے فوج بھیجنے کی بھی ضرورت ہے یا وہاں فراہم ہو جائیگی، علاء نے اطمینان دلایا کہ سارے کام یہاں انجام پاجائیں گے یہاں ہے صرف عباسی علم اور فرمان ولایت بھیج دیا جائے، چنانچہ المنصور کا قاصد خلعت، فرمان ولایت اور سیاہ علم لیکر علاء کے پاس آگیا،

علاء ان دنوں افریقہ میں مقیم تھا وہاں سے ۱۴۶ھ میں اپنے وطن مغربی اندلس کے مشہور شہر باجہ میں آیا[1]، اس نے باجہ میں سیاہ عباسی علم بلند کیا، خود سیاہ کپڑے پہنے اور اپنی جماعت کا نشان سیاہ لباس قرار دیا، اور ابو جعفر المنصور کے لئے بیعت لینی شروع کی، اس کا ساتھ دینے کیلئے ایک کثیر خلقت اس کی طرف امنڈ آئی، اور پورے اندلس میں عباسی دعوت کی تائید و حمایت کا جذبہ جوش و خروش سے پیدا ہو گیا، اندلس کی مسجدوں میں خلیفہ کیلئے دعا کی گئی، اور عبدالرحمن

---

[1] مؤرخین کے بیانوں میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ افریقہ سے آیا تھا، اور باجہ میں بغاوت کا آغاز کیا تھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ باجہ ہی کا باشندہ تھا، اور یہیں فرمان خلافت و علم آیا، اول الذکر روایت ابن عذاری، ابن اثیر، ابن خلدون اور مقری کی ہے، مؤخر الذکر بیان ابن القوطیہ کا ہے، اول الذکر روایت نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، مؤخر الذکر بیان بھی اس لحاظ سے قرین قیاس ہے کہ کسی اجنبی کا کسی مقام پر آکر اسقدر جلد کامیاب ہونا دشوار ہوتا، اس لئے ہم نے تطبیق کی وہ صورت اختیار کی جو متن میں درج ہے،

کو خلافت کا باغی قرار دیکر اس کو غاصب و مرتد کے لقب سے یاد کیا گیا، یہ تبلیغی کوشش کامیاب ہوئیں اور ہر طرف سے لوگ سیاہ کپڑون مین ملبوس ہوکر اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے عبدالرحمن نے نگاہ اٹھائی تو بکھرا ہوا پایا اور موالی بنو امیہ کے قریب قریب تر لوگ اس کے گرد سے اٹھ کر عباسی علم کے نیچے جمع ہو گئے تھے، اور جو باقی تھے ان کے دلون کا حال بھی معلوم نہ تھا اور ایسا ماحول پیدا ہوچکا تھا کہ نہ صرف اس کی نوخیز سلطنت کے قیام و بربادی کا سوال تھا، بلکہ اس کی اور اس کے اعوان و انصار کی موت وحیات کی گھڑی آپہنچی تھی، چنانچہ وہ اپنے معتمد ترین موالی اور مخصوص جان نثارون کو ساتھ لیکر قرطبہ سے باہر نکلا،

دوسری طرف علاء کا رخ باجہ سے جنوبی اندلس کی طرف تھا، باجہ مین اہل مصر آباد تھے وہ سب کے سب اس کے علم کے نیچے جمع ہوچکے تھے، پھر مختلف شہرون کے عرب بر ابر اپنے اپنے سردارون کیساتھ آرہے تھے چنانچہ واسط بن مغیث طائی اور امیہ بن قطن فہری اس کے اہم مددگارون مین تھے، علاء باجہ سے اشبیلیہ آیا، یہان یمانی جماعت نے پوری ہمنوائی کی اور وہ اس فوج مین شریک ہوگئے، یمانیہ کی شرکت کے بعد امیہ بن قطن فہری کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی، چنانچہ اس کو اشبیلیہ مین گرفتار کرکے قید کردیا گیا،

عبدالرحمن اپنی جماعت کے ساتھ اشبیلیہ کے نواح مین ایک قلعہ عواق مین اترا، یہان معلوم ہوا کہ غیاث بن علقمہ لخمی شذونہ سے فوج لیکر ... علاء کے پاس جارہا ہے، عبدالرحمن نے بدر کی سرکردگی مین اس کو روکنے کیلئے فوج کا ایک دستہ بھیجا، وادی ابرہ و نہر کبیر کے درمیان دوآبہ مین اس نے اس کا راستہ روک دیا، بدر نے لشکر سے مقابلہ کرنے کے بجائے نامہ و پیام شروع کیا، اور اس نے غیاث کو ہموار کرکے شذونہ لوٹ جانے پر آمادہ کرلیا چنانچہ اُدھر غیاث نے پیٹھ پھیری اور ادھر بدر قلعہ عواق چلا آیا،

اس کے بعد عبد الرحمٰن کو علاء کے قرمونہ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی عبد الرحمٰن نے بدر سے کہا اس وقت سب سے اہم ضرورت قرمونہ میں داخل ہوجانا ہے پوری تیزی سے ادھر بڑھ جائیے اور راتوں رات پہونچکر قرمونہ کے دروازہ پر اپنے خیمے نصب کر دے اور قرمونہ والوں میں سے اطاعت کرنے والوں کو اپنے علم کے نیچے لے آئے یہاں تک کہ صبح کو وہ خود لشکر لیکر آجائے چنانچہ بدر تھوڑے سے سواروں کیساتھ قرمونہ پہنچ گیا اور دروازے پر اپنے خیمے نصب کر دیئے علاء کے لشکر نے یہاں پہونچکر شاہی خیمے نصب دیکھے تو میدان ہی میں ٹھہر گیا اس اثنا میں عبد الرحمٰن لشکر لیکر آگیا، گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز سے نئی کمک کے آنے کا حال انھیں معلوم ہوا، عبد الرحمٰن کیلئے قرمونہ کے پھاٹک کھلے ہوئے تھے وہ باطمینان اس شہر میں داخل ہوکر محصور ہوگیا،

قرمونہ بلندی پر آباد تھا اور یہ قدیم زمانہ سے ناقابل فتح سمجھا جاتا تھا عبد الرحمٰن نے اس قلعہ کا انتخاب بڑی دانشمندی سے کیا تھا، علاء نے اپنی ٹڈی دل فوج سے اس کا شدت سے محاصرہ کر لیا تقریباً دو مہینے محاصرہ کی حالت میں گذر گئے اور عبد الرحمٰن پر دسترس حاصل کرنا کسی طرح ممکن نہ ہوسکا یہ دیکھکر حملہ آوروں میں بد دلی پیدا ہونا شروع ہوئی، اور فوج میں رسد کی کمی آپڑی، چنانچہ کچھ لوگ آنکھیں بچا کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور کچھ لوگوں نے بیماری کے بہانے اور پیٹ کی تکلیف کا عذر کرکے علاء سے رخصت حاصل کی، اس طرح حملہ آوروں میں انتشار پیدا ہوگیا اور اب عبد الرحمٰن کے اقدام کا وقت آپہونچا تھا، اس کے ساتھ قلعہ میں صرف سات سو سوار تھے اس نے قرمونہ کے ایک پھاٹک پر جو اشبیلیہ کی طرف کھلتا تھا، اور باب اشبیلیہ کہلاتا تھا، آگ جلوائی پھر اپنے سپاہیوں کو تلواریں بے نیام کرنے کا حکم دیا اور سب نیامیں اس آگ میں جھونک دی گئیں اس کے بعد یہ جماعت مرنے یا مارنے کا

عہد کرکے ننگی تلوارین ہاتھ مین لیکر نکلی، اور شبخون مار کر جوش و خروش سے محاصرین پر ٹوٹ پڑی، اور بڑی ہی خونریز لڑائی ہوئی، علاء کے ساتھیون کے دل ٹوٹ چکے تھے، وہ ایسے بے جگرانہ حملہ کی تاب نہ لاسکے، اور ان کے قدم اکھڑ گئے، سات ہزار عباسی اس لڑائی مین کام آئے، جن مین بڑے بڑے قائدین بھی تھے، اور خود علاء بھی میدان جنگ مین کام آگیا،

عبدالرحمن کا تحفہ المنصور کیلئے

عبدالرحمن کی اس فتح سے اندلس مین اموی حکومت کی بنیاد چارسو برس کیلئے مستحکم ہوگئی، اس نے فتحیابی کے بعد سالار لشکر علاء اور اس کی فوج کے چیدہ افسرون کے سر کاٹے، اور ان مین نمک اور کافور بھرا، نشان و علم پر قبضہ کیا، وہ فرمان ولایت بھی ہاتھ آگیا، جو المنصور کی طرف سے علاء کے پاس آیا تھا، اور سپاہیون کے جسم سے سیاہ کپڑے اتار دیئے اس کے بعد اس نے مقتولین کے سرون مین کافور اور نمک بھرا، اور ان کے کانون مین چھید کر ہر ایک کے نام و نشان کا پرچہ بندھوایا، اور ایک تھیلے مین علاء اور اس کے ممتاز ساتھیون کے سر، المنصور کا وہ فرمان جو علاء کے نام آیا تھا اور عباسی علم اور سیاہ کپڑے بھروائے، اور اسی طرح دوسرے تھیلے مین چند افسرون کے سر اور سیاہ کپڑے رکھوائے اور پھر ایسے دو آدمیون کو جو ان مین سے پہلے تھیلے کو مکہ کی گلی مین اور دوسرے کو قیروان کی گلی مین ڈال دین، بڑا انعام دینے کا اعلان کیا، چنانچہ دو جانباز اس خدمت کیلئے مل گئے، ان مین سے ایک نے ایک تھیلا قیروان کی گلی مین ڈال دیا، اور قیروان کے ارباب حکومت نے اس عبرتناک تماشہ کو دیکھا، اور دوسرا تھیلا مکہ معظمہ کی گلی مین جہان اس زمانہ مین المنصور بھی حج کیلئے گیا تھا، اس کے سراپردہ کے پاس بڑی جرأت سے ڈال دیا گیا، لوگون کی نظر پڑی تو اس تھیلے کو المنصور کے پاس لیگئے اس نے علاء کے سر کو دیکھ کر کہا "ہم نے اس مسکین کو بے یار و مددگار قتل ہونے کیلئے بھیجدیا" پھر چلا کر کہا

یہ انسان نہیں کسی شیطان کا کام ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے اور ایسے دشمن کے درمیان سمندر حائل کر دیا

اس کے بعد اس نے اس سمندر کے عبور کرنے کا کبھی حوصلہ نہیں کیا[1]،

اس کے بعد عبد الرحمن نے اندلس کے ان سرکشوں کی گوشمالی کی فکر کی، جنھوں نے عباسی لشکر کا ساتھ دیا تھا، اسے آسانیاں بہم پہنچائی تھیں، اور اس وقت بھی اپنی بغاوتوں پر قائم تھے، اس سلسلہ میں بغاوتوں اور ان کے استیصال کا سلسلہ سالہا سال تک قائم رہا، چنانچہ طلیطلہ، لبلہ، اشبیلیہ، قلعہ رعواق، شذونہ، کورہ جیان، باجہ، شنت بریہ، قلعہ شطران، سرقسطہ وغیرہ اہم مقامات میں یکے بعد دیگرے زور و شور سے بغاوتیں پھیلیں، عبد الرحمن اگر ایک طرف آگ بجھاتا تو دوسری طرف سلگ جاتی اور اس طریقہ سے گویا سارے اندلس میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی

اس موقعہ پر اگر اموی خاندان اپنے خاندانی شرف و عزت کے لئے جان پر کھیل نہ جاتا تو اسی وقت سے بنو امیہ کا نام و نشان صفحۂ وجود سے مٹ جاتا، لیکن امویوں نے شاہی و غیر شاہی خاندان کی تفریق کئے بغیر بڑی جوانمردی، ایثار اور ہمت سے کام لیا، اور بہم متحد ہو کر اس آتش بغاوت فرو کی، جس کا سلسلہ کم و بیش ۱۴۷ھ سے ۱۶۰ھ تک قائم رہا، بلکہ اسی اثنا میں مخالفین نے بعض اموی شاہزادوں کو بھی اپنی سازش میں لینا چاہا، اور انھیں سپر بنا کر خروج کرنا چاہا، مگر عبد الرحمن اپنی ہوشمندی سے ان تمام مشکلات پر غالب آ گیا،

طلیطلہ | طلیطلہ میں ۱۴۴ھ میں بغاوت اٹھ چکی تھی اور عبد الرحمن دو مرتبہ فوجکشی کر چکا تھا، عباسی لشکر کو منتشر کرنے کے بعد اس نے ۱۴۷ھ میں اپنی مہم کا یہیں سے آغاز کیا، چنانچہ وہ قرطبہ لوٹ آیا اور بڑی فوج دیکر بدر اور تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کے سر کرنے کے لئے بھیجا، تمام

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱، ابن القوطیہ ص ۳۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۴۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲ (اس میں علاء کی فوجکشی کا سال ۱۴۹ھ چھپا ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے) نفح الطیب ج ۲ ص ۶۷،

کی شدت بڑھی تو اہل شہر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، بدر نے سرکش سرداروں کے حوالہ کر دینے کا مطالبہ کیا، چنانچہ ہشام بن عروہ فہری، حیات بن ولید یحصبی اور حمزہ بن عبداللہ ابن عمر عمری بدر کے حوالہ کر دیئے گئے،

بدر نے ان قیدیون کو تمام بن علقمہ کی معیت مین قرطبہ بھیجا، اور خود عبدالرحمن کے حکم کے انتظار مین طلیطلہ مین ٹھہر گیا، تمام مقام اوریط تک پہنچا تھا کہ عاصم بن مسلم ثقفی سے ملاقات ہوئی، وہ عبدالرحمن کا بھیجا ہوا قرطبہ سے آرہا تھا، عبدالرحمن نے تمام بن علقمہ کو طلیطلہ کی ولایت پر مامور کیا تھا، اور بدر کو قرطبہ واپس بلایا تھا، چنانچہ تمام نے ان قیدیون کو ابن مسلم کے حوالہ کیا، اور طلیطلہ پہنچکر بدر کو قرطبہ بھیج دیا، اور وہان کی ولایت کی زمام اپنے ہاتھون مین لے لی،

قیدیون کو سزائین عاصم بن مسلم ان قیدیون کو لیکر قرطبہ روانہ ہوا، قرطبہ کے قریب ایک گاؤن مین پہنچکر ٹھہر گیا، یہان پولیس کے ذریعہ موٹے اون کے چند جبے، چند گدھے، اور حجام بلوائے اور ان قیدیون کے سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوائے، ان کے کپڑے اتار کر تکلیف دہ موٹے اونی جبے پہنا کر پیرون مین بیڑیان ڈالین، اور گدھے پر سوار کر کے اسی ہیئت مین قرطبہ کے بازار سے گذارا، اس کے عبدالرحمن نے ان سب کو قتل کرا کر سولی پر لٹکا دیا،[1]

یمانیون کا خروج طلیطلہ کے مغلوب ہونے کے بعد، یمانیون نے نئے سرے سے زور پکڑا، اس کی ابتدا ایک عجیب واقعہ سے ہوئی، لبلہ مین سعید یحصبی معروف بہ مطری کو سیادت حاصل تھی،

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱، ۱۰۴، و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، ابن اثیر ج ۵ ص ۲۴۶، ابن خلدون مین اس حملہ کا سال ۱۴۹ھ چھپ گیا ہے، ایک روایت یہ مشہور ہے کہ ان لوگون کو ٹوکری بنانے والون سے بنوا دیا تھا، اور اسی تکلیف کے ساتھ بڑی دور سے قرطبہ تک لائے تھے،

اس نے ایک دن نشہ کی حالت میں ان یمانی مقتولین کو یاد کیا، جو علا کی معیت میں قتل کیے
گئے تھے اور جوش میں آکر ایک نیزے میں علم باندھ کر کھڑا کر دیا، نشہ اترا تو اس نے اس علم
کے متعلق دریافت کیا، اس کو نشہ کی حالت میں جو کچھ اس نے کیا تھا، اطلاع دی گئی،
اس نے کہا خبر پھیلنے سے پہلے علم کو کھول دو، مگر خبر پھیل چکی تھی اب اس نے کہا، بغیر کچھ کیے
اب میرا علم نیچا نہیں ہو سکتا، اس کے بعد اس نے یمانیوں کو جنگ کی دعوت دی، پوری
جماعت کے جذبات ابھرے ہوئے تھے، وہ اس کے علم کے گرد جمع ہو گئے، وہ لبلہ سے
کوچ کر کے اشبیلیہ آیا، یہاں امویوں کے خلاف جماعت موجود تھی، اس شہر پر قبضہ کر لیا،
اب اس کی جمعیت میں اضافہ ہو گیا، اطراف و جوانب میں بھی مختلف سرداروں کو ساتھ
دینے کی دعوت بھیجی، مختلف سمتوں سے لوگ اس جنگ میں شریک ہونے کیلئے آنے پر
آمادہ ہو گئے، حالات کی اطلاع عبدالرحمٰن کو پہنچی، وہ فوج لیکر ادھر آیا، مطری نے اشبیلیہ کو
غیر محفوظ پا کر اس کے قریب کے قلعہ رعواق کو اپنا مامن بنایا، اور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۹ھ کو اس
میں قلعہ بند ہو گیا، عبدالرحمٰن نے یہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا، اس کے ساتھ مختلف سمتوں
میں فوجیں بھیجیں کہ اس کی مدد میں آنے والے لشکروں کو اسی طرف روکا جائے، مطری اپنے
دور کے ممتاز بہادروں میں سمجھا جاتا تھا، وہ اپنے رفیق سالم بن معاویہ کلاعی کے ساتھ
قلعہ سے باہر نکلا، دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، مطری اور کلاعی دونوں مارے گئے، اس کے
قلعہ والوں نے خلیفہ بن مروان کو اپنا امیر بنا کر مقابلہ کیا، مگر محاصرہ کی سختیاں نہ جھیل سکیں،
بالآخر قلعہ والوں نے امان چاہی، عبدالرحمٰن نے اس شرط پر امان دی کہ خلیفہ بن مروان
اور اس کے چیدہ چیدہ رفقاء اور قلعہ کی عمارت اس کے حوالہ کر دی جائے، قلعہ والوں نے
یہ شرط قبول کر لی چنانچہ عبدالرحمٰن نے خلیفہ اور اس کے رفقاء کو قتل کرا دیا، اور قلعہ کے جنگی

استحکامات توڑ دیئے،

تدمیر کے رئیس غیاث بن علقمہ لخمی نے بھی سطری کی ہمنوائی کی تھی، اموی حکومت سے اس کی بدخواہی کا واقعہ کوئی راز نہ تھا، عبدالرحمٰن نے اسی مہم میں اس قضیہ کو بھی چکا دینا مناسب سمجھا، چنانچہ فوج لیکر تدمیر آیا، اور شہر کا محاصرہ سختی سے کر لیا، شہر والوں نے امان چاہی، اس نے چیدہ افسروں کو طلب کیا، وہ حوالہ کر دیئے گئے، وہ انہیں ساتھ لے کر قرطبہ لوٹ آیا،

قرطبہ پہنچنے کے بعد کورہ جیان سے ایک باغی عبداللہ بن خراشہ اسدی کے خروج کرنے کی اطلاع ملی، اس کیساتھ بھی باغیوں کی بڑی تعداد تھی، وہ فوج لیکر قرطبہ پر چڑھائی کرنے کے لئے آیا، اُدھر سے عبدالرحمٰن نے لشکر بھیجا، جس نے اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا، ابن خراشہ نے امان طلب کی، عبدالرحمٰن نے امان دی، اس کے بعد اس نے کبھی غداری نہیں کی،

اس کے بعد سنہ ۱۵۰ھ میں ایک دوسرے قائد غیاث بن مسیر اسدی نے خروج کیا، باجہ کے شاہی عامل نے اس کی بغاوت فرو کرنے کیلئے فوجکشی کی، یہ جمعیت بھی منتشر ہو گئی، اور غیاث جان سے مارا گیا، عامل نے اس کا سر کاٹ کر عبدالرحمٰن کے پاس قرطبہ بھیجدیا،[1] اس کے بعد چند دنوں کے لئے ان مخالفین کی سرگرمیوں کی جانب سے کسو ئی حاصل ہو

حکومت کا ایک نیا دعویدار

اس کے بعد سنہ ۱۵۱ھ میں مشرقی اندلس (بلنسیہ) میں ایک نیا فتنہ اٹھا، اسوقت تک بربری جماعت عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نہیں آئی تھی، قبیلہ مکناسہ کا ایک شخص

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۴۹۴، و ۴۹۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، ۱۲۳، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۰، ابن خلدون میں ابن خراشہ کا نام عبداللہ کے بجائے عبدالرحمٰن چھپا ہے اور غیاث بن مسیر کا نام ... سہو ہے،

عبد اللہ یا سفیان بن عبد الواحد معروف بہ شقنا، معلمی کی خدمت انجام دیتا تھا، اس کی ماں کا نام فاطمہ تھا، اس نسبت سے اپنے کو اس نے ابن فاطمہ مشہور کیا، پھر عربی نسبت اختیار کر کے "فاطمی" کہا جانے لگا، پھر اس نے آل رسول میں ہونے کا دعویٰ کیا اور تخت اندلس کا دعویدار بن بیٹھا، بربر فاطمی دعاۃ کی تبلیغ سے آل رسول کا بڑا احترام کرتے تھے وہ شقنا کی پھیلائی ہوئی غلطی فہمی کے شکار ہوئے، اور بڑی تعداد میں اس کے علم کے نیچے جمع ہو گئے، وہ شنت بریہ میں مقیم تھا، یہیں اس نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا،

عبد الرحمٰن کو خبر ملی تو اس نے اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو جسے ۱۴۷ھ میں اس نے شام سے بلوایا تھا، قرطبہ میں اپنا جانشین بنایا، اور فوج لیکر شنت بریہ آیا، یہ شہر صوبہ طلیطلہ میں پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا، پہاڑیوں میں بیشمار خفیہ درے اور راستے تھے، شقنا شاہی لشکر کی خبر سنتے ہی پہاڑیوں پر چڑھ کر دروں میں روپوش ہو گیا، عبد الرحمٰن نے کچھ دنوں انتظار کیا، یہ لوگ پہاڑیوں سے اتر تے شاہی لشکر تعاقب کرتا، اور یہ پھر دروں میں گھس جاتے، ان پہاڑیوں پر چڑھ کر تعاقب کرنا اور آسان اور خطروں سے خالی نہ تھا، مجبوراً عبد الرحمٰن اس معاملہ کو اس علاقہ کے والی کے سپرد کر کے قرطبہ واپس چلا آیا،

شقنا کی یہ بغاوت کامل نو برس تک قائم رہی، اس زمانہ میں طلیطلہ کا والی حبیب بن عبد الملک تھا، اس نے ایک قائد سلیمان بن مروان کو جو حضرت عثمانؓ کی اولاد میں سے تھا، اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج دیکر مامور کر دیا، لیکن شقنا نے سلیمان کو آسانی سے مغلوب کر لیا، اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا، اور شنت بریہ میں دوبارہ داخل ہو گیا، اب اس کا حوصلہ بڑھ چکا تھا، اس نے اندلس کے ایک اہم شہر قوریہ پر تاخت کی جہاں بربروں کی آبادی غالب تھی، وہ لوگ بھی اس کے ہمنوا ہو گئے اور اس نے نواح قوریہ پر قبضہ کر لیا، لیکن

شہر پر اموی عامل قابض رہا، اس کے بعد یہ لوٹ آیا اور شہر پر دوبارہ اموی عامل کا قبضہ ہو گیا،

عبد الرحمٰن کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ۱۵۲ھ میں وہ دوبارہ اس کی سرکوبی کیلئے آیا، مگر کامیابی نہیں ہوئی، پھر ۱۵۳ھ میں بدر کی سرکردگی میں فوج بھیجی اب وہ شبطران میں جو اسی نواح میں ایک مستحکم قلعہ تھا، مقیم تھا، بدر نے یہاں پہنچکر اس قلعہ کو خالی پایا، وہ فرار ہو چکا تھا اس کے بعد ۱۵۴ھ میں عبد الرحمٰن نے پھر ناکام فوجکشی کی، پھر ۱۵۵ھ میں ابو عثمان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، اس مرتبہ اس نے اس آزمودہ کار اموی قائد کو نیچا دکھایا، اس کی فوج کو اس سے ایسا برگشتہ کیا کہ وہ اپنی جان لیکر فرار ہو گیا، اس لشکر میں جو چند اموی تھے، وہ قتل کر دیئے گئے، باقی پوری فوج اس کے علم کے نیچے چلی گئی، اس کامیابی کے بعد اس نے اسی سال ۱۵۵ھ میں انہی اطراف کے ایک قلعہ معروف بہ مدائن پر تاخت کی، اس کے اموی عامل کو فریب سے باہر لاکر قتل کر دیا، اور قلعہ پر مع سازوسامان اور اسلحہ کے قبضہ کر لیا، پھر ماردہ کے والی ابو زعبل سالم پر اچانک حملہ کیا، اور اس کو قتل کر دیا،

اس کے بعد عبد الرحمٰن نے ۱۵۶ھ میں پھر قلعہ شبطران کا محاصرہ کیا، مگر وہ چھپ کر پہاڑیوں میں پناہ گزین ہو گیا، اس کے بعد ۱۵۸ھ میں شہر قوریہ کے باشندوں نے جو اس کی اطاعت قبول کر چکے تھے، اس شہر کے اموی عامل کو گرفتار کر کے شقنا کے سپرد کر دیا، اور وہ اس شہر پر قابض ہو گیا، عبد الرحمٰن لشکر لیکر قوریہ پہنچا، مگر وہ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر فرار ہو چکا تھا، عبد الرحمٰن نے قوریہ کے اعیان و معززین کی ایک بڑی جماعت کو گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا، پھر ۱۵۹ھ میں اس نے شنت بریہ پر فوج بھیجی، یہ مہم بھی ناکام رہی، پھر آخری مرتبہ ۱۶۰ھ میں ابو عثمان اور تمام بن علقمہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، یہ دونوں قلعہ شبطران کا محاصرہ دو مہینے تک کئے رہے، مگر وہ چھپ کر نکل گیا، اسی اثنا میں ابو عثمان نے اپنے بھانجے وجیہ غسانی کو اس کے

پاس سمجھانے بجھانے کے لئے قاصد بنا کر بھیجا، اس نے اپنی دعوت غسانی کے سامنے پیش کی، وہ اس سے متاثر ہوا اور دعوت کو قبول کر کے اسی کے پاس رہ گیا، اس کے بعد دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا، جس میں شقنا کو کامیابی ہوئی، یہ لوگ فوج لے کر واپس چلے آئے اور شقنا شنت بریہ روانہ ہوا، اثنائے راہ میں ایک گاؤں قریۃ العیون میں قیام کیا، اس وقت اس کا وجود ایک بلائے بے درمان بنا ہوا تھا، فوج کشی پر فوج کشی ہوتی رہی، مگر وہ قبضہ میں نہیں آیا، پورے نو برس اسی طرح گذر گئے، مگر اب اس زندگی سے اس کے رفقاء بھی پریشان ہو چکے تھے، وہ اپنے حجرہ جس کا نام اس نے "الخلاصہ" رکھا تھا سو رہا تھا کہ اس کے دو رفیقوں ابومعن داؤد بن ہلال، ابوخزیم کنانہ بن سعید اسود نے تنہائی میں موقع پا کر اس پر قاتلانہ حملہ کیا، پھر اس کا سر کاٹ کر عبد الرحمن کی خدمت میں لے آیا، اور عبد الرحمن نے ایک کسی طرح قابو میں نہ آنے والے دشمن سے نجات حاصل کی، اس کے مارے جانے کے بعد وجیہ غسانی فرار ہو گیا، اور ساحل البیرہ میں جا کر اترا، اور جمعیت فراہم کر کے علم بغاوت بلند کیا، عبد الرحمن نے شہید، اور عبدوس بن ابوعثمان کی سرکردگی میں فوج بھیجی، جس نے اس کو عین عید کے دن گرفتار کر کے قتل کر دیا۔[1]

ابوالصباح کا قتل	جماعت یمانیہ کا رئیس ابوالصباح، اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا، فتح قرطبہ

کے دن اس کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ عبد الرحمن کے کانوں تک پہنچ چکا تھا، اس وقت اس نے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا، لیکن ابوالصباح کو نہ چھیڑا، یہ ولایت پر جیسے مامور تھا مامور رہا، اس کے بعد اس نے اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا، لیکن یہ خاموش رہا، علاء کی فوج کشی

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۲۹۳، ۳۶۴ و ج ۶ ص ۲، ۳، ۲۰، ۲۱، ۲۳، ۲۳۳ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳ النفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۴ و ۳ البیان المغرب ج ۲ ص ۶۴، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱

کے وقت بھی کسی نوعیت سے اس کی شرکت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اس نے فوج کے لوگوں سے خط و کتابت کر کے ان کو بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا، اور عبد الرحمن کو اس کی اطلاع ملی، لیکن بعض دوسرے مورخین نے اس کو الزام تراشی سے موسوم کیا ہے، اور اس کے بعد اس کو کسی باغیانہ تحریک میں ملوث ہونے سے پاک بتایا ہے، بہر حال عبد الرحمن نے علاء کے حملہ کو فرو کرنے اور پھر باغیوں کی قوت کو توڑنے کے بعد اس کو حیلہ سازی سے تمام ابن علقمہ کے ذریعہ قرطبہ میں بلایا، یہ چار سو رفیقوں کے ساتھ قرطبہ آیا، عبد الرحمن نے قصر حکومت میں اس کو بلوایا، یہاں وہ تنہا تھا، اس نے اس سے تیز گفتگو کی، زجر و توبیخ کے بعد ایک حبشی خادمہ کو جو باندیوں کو آداب و شائستگی سکھانے پر مامور تھی اشارہ کیا، وہ چھپا کر خنجر لائی، اور اس پر وار کیا، ابو الصباح نے اس کو روکنا چاہا، تو محل کے دوسرے نوخیز غلام جو جھرمٹ لگائے کھڑے تھے اس پر ٹوٹ پڑے، اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا،

اس کے قتل کئے جانے کے بعد اس کی لاش کو اونی کمبل میں لپیٹ کر اس مقام سے ہٹا دیا گیا، اور خون کے داغ دھبے صاف کر دیئے گئے، اس کے بعد عبد الرحمن نے اپنے وزراء اور معتمدین کو قصر میں طلب کیا، اور ان سے پوچھا کہ میں ابو الصباح کو قتل کرنا چاہتا ہوں کیا رائے ہے، لوگوں نے ہمزبان ہو کر اس کی مخالفت کی، کہ قصر کے سامنے چار سو سپاہ اس کی کھڑی ہوئی ہے، شاہی لشکر بغاوتوں کے فرو کرنے کیلئے باہر گیا ہوا ہے، اگر ہنگامہ بڑھا تو اس کا قابو پانا دشوار ہو جائے گا، صرف عبد الملک مروانی نے عبد الرحمن کی تائید کی کہ جو کچھ کرنا ہے کر گذرنا چاہیئے، اس وقت عبد الرحمن نے اشارہ کیا، ابو الصباح کا سر مجلس میں لایا گیا، کہ وہ پہلے ہی قتل کر چکا ہے، اب یہ اعلان عام کر دو کہ ابو الصباح قصر میں مارا گیا، اس کے رفقاء کے لئے امن ہے، ان میں سے جس کا جی چاہے امن پسندی سے اپنے شہر کو لوٹ جائے، چنانچہ

تعقیب نے آواز لگائی، اموی حکومت کا رعب طاری ہو چکا تھا، کسی میں کوئی آواز اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی، اس کے رفقاء خاموشی سے گردن جھکا کے اپنے شہروں کو لوٹ گئے[1]،

یمانیون اور امویون کی خون ریز جنگ

لیکن ابو الصباح کے واقعۂ قتل سے ملک کے یمانی گروہ میں آگ لگ گئی، دوسرے لوگوں میں سے عبد اللہ بن خالد جو قیام حکومت میں عبد الرحمٰن کا دست راست تھا اس قدر متاثر ہوا کہ اسی دن سے کنارہ کش ہو کر اپنے گاؤں میں گوشہ نشین ہو گیا، اور یمانیوں میں تو انتقام کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اندلس میں مسلسل بغاوتوں کا پھر ایک تار بندھ گیا،

چنانچہ حیات بن ملابس رئیس اشبیلیہ اور ابو الصباح کے دو چچا زاد بھائی عبد الغفار بن حمید یحصبی رئیس لبلہ و عمرو بن طالوت رئیس باجہ اور کلثوم بن یحصب وغیرہ ابو الصباح کے خون کے انتقام میں اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان کا پہلا اجتماع اشبیلیہ میں ہوا، عبد الرحمٰن اس زمانہ میں شقنا کا محاصرہ کئے تھا، سلیمان قرطبہ میں قائم مقام تھا، اس لئے اپنے باپ کو اشبیلیہ کی بغاوت کی اطلاع بھیجی، وہ فوراً قرطبہ واپس آیا، اس کو باغیوں کی کثرت تعداد سے سخت اندیشہ تھا، اس نے قرطبہ میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر عبد الملک بن عمر مروانی کو فوج دے کر بھیجا، اور خود اس کے عقب میں کمک کے طور پر فوج لئے ٹھہرا رہا، عبد الملک نے اشبیلیہ کے قریب پہونچکر اپنے بیٹے امیہ کو شہر کے حالات کی جستجو کے لئے ایک دستہ کیسا تھ روانہ کیا، وہ اہل شہر کو بیدار پا کر خاموشی سے لوٹ آیا، عبد الملک نے اس کی واپسی کو اس کی بزدلی پر محمول کیا، اور جوش غضب میں اپنے جگر گوشہ کا کام تمام کر دیا، اس کے بعد اس نے اپنے خاص قبائل اور خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے جوش و خروش

(اندلس)

---

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۳، ۱۰۴

سے کہا کہ

"ہم لوگ مشرق سے اٹھا کر مغرب میں پھینک دیئے گئے ہیں، مگر لوگ اس پر بھی حسد کرتے ہیں کہ یہ لقمہ بھی ہمارے ہاتھوں میں باقی نہ رہے، تلوار کی نیامیں توڑ ڈالو، یہیں موت ہے یا فتح و نصرت"

یمانیوں نے جیسے جوش و خروش سے یہ علم اٹھایا تھا، عبد الملک نے اسی طرح کی قبائلی عصبیت، اور جوش و ولولہ اپنے لشکر میں بھی پیدا کر دیا، لوگوں نے واقعی اپنی نیامیں توڑ کر پھینک دیں، یمانی لشکر سامنے صف بستہ موجود تھا، اس پر بے جگری سے ٹوٹ پڑے، اور بڑی خون ریز لڑائی ہوئی، آخر یمانیوں کے قدم اکھڑ گئے، اور تھوڑی دیر میں مطلع صاف ہو گیا، اس جنگ میں بہت یمانی مارے گئے، لیکن قائدین لشکر ہاتھ نہ آسکے، لیکن ادھر عبد الملک زخموں سے چور ہو گیا، اسی حال میں اپنے خیمہ میں واپس لایا گیا، عبد الرحمٰن کو اس کی اطلاع ملی، وہ اسی وقت عبد الملک کی عیادت کیلئے دوڑا آیا، اس کے زخموں سے خون جاری تھا، دوسری طرف تلوار سے بھی خون کے قطرے ٹپک رہے تھے، اور تلوار اس کے ہاتھ میں جم کر رہ گئی تھی،

عبد الرحمٰن اس منظر کو دیکھ کر بیحد متاثر ہوا، اور وفور محبت میں اس کی پیشانی چوم لی، اور تبریک و تہنیت کے ساتھ اس کے خدمات کے اعتراف میں اس سے کہا "

"میں نے اپنے لڑکے اور ولیعہد ہشام کو تمہاری فلاں لڑکی کے حبالۂ عقد میں دیا، اور اس لڑکی کو جہیز میں یہ دیا، اور یہ دیا، اور تمہارے، اور تمہاری دوسری اولاد کو یہ اور یہ جاگیریں دیں، اور تمہیں وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا،"

یمانیوں کی صف آرائی | اس کے بعد دوسرے سال ۱۵۵ھ میں بھی تامرین عبدالغفار

ابن حمید، عمرو بن طالوت، کلثوم بن یحصب اور حیات بن ملامس نے بڑے پیمانہ پر فوجی تیاری کی،
اس مرتبہ یمانیون کے پہلو بہ پہلو قبائل بربر بھی تھے، فوج لیکر قرطبہ کی طرف بڑھے عبد الرحمٰن
عباسیون کی جارحانہ کاروائیون کو روکنے کیلئے سرحد پر گیا ہوا تھا، قصر قرطبہ مین شہید جو
وزارت کے عہدہ پر مامور تھا، اس کی نیابت کر رہا تھا، شہید نے باغیون کے اجتماع کی
خبر بھیجی، وہ قرطبہ لوٹ کر آیا، اور رصافہ مین چند گھنٹون کے لئے ٹھرا، شہید نے کہا "قصر مین
چل کر رات آرام سے بسر کر لی جائے" عبد الرحمٰن نے جواب دیا کہ "ایک شب کی
آرام طلبی کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے" اگر وہ مہم جو سامنے ہے سر نہ کر لی جائے، چنانچہ اسی وقت
وہ فوج لیکر قرطبہ سے روانہ ہو گیا، اس کے لشکر مین بیس اشبیلی بھی تھے، جن مین مہلب کلبی،
ابن خشخاش وغیرہ امتیاز رکھتے تھے، عبد الرحمٰن نے روانگی سے پہلے ان سب کو گرفتار کر کے
قید کرا دیا، اس کے بعد کوچ کا حکم دیا،

ادھر باغیون نے اس کے کوچ کی خبر سن کر صوبۂ قرطبہ ہی مین دریائے ببشترہ[1] کے
کنارے اسی نام کے ایک قلعہ کو اپنی چھاؤنی بنایا، اور اس کے گرداگرد خندقین کھود کر
اس کو مستحکم کر لیا، عبد الرحمٰن نے اس قلعہ کے قریب ایک گاؤن نیش کے ایک حصہ مین
جو رکا کنہ کے نام سے موسوم تھا فوج لیکر اترا، پھر صف بستہ ہو کر لڑائی شروع ہو گئی، چند
دنون لڑائی کا سلسلہ جاری رہا،

عربون اور بربرون مین نفاق انگیزی | عبد الرحمٰن ایک دن دشمنون کا سراغ لگانے کے لئے

[1] مجموعۂ اخبار کے نسخہ مین منتشر لکھا ہوا ہے، افتتاح اندلس مین "انتبس" اور "ونتبس" ہے، ان کے مترجم نے
اشتباہ کے ساتھ Bem Bergui لکھا ہے، جس کو دوزی جغرافیہ نوبیر "بنبیدر" لکھتے ہین، شریف ادریسی نے
اس نام کے قلعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، غالب گمان ہے کہ یہی قلعہ مقام جنگ تھا،

خود اپنے چند معتمد موالی اور رفقا کو ساتھ لیکر نکلا، اور دشمنوں کے لشکر میں بربروں کو اپنی زبان
میں باتیں کرتے ہوئے سنا، اس علاقہ میں بربروں کی وسیع آبادی تھی، وہ سب کے سب
باغیوں کے ساتھ ہو گئے تھے، شاہی لشکر میں بھی مغربی اندلس کے بربری قبائل موجود تھے،
اس نے واپس آکر اپنے بربری موالی بنو خلیع، بنو دانسون اور بنو بیہون کے سربرآوردہ
لوگوں کو بلایا، اور باغی لشکر بربروں کے متعلق ان سے گفتگو کی کہ انھیں سمجھایا جائے کہ اگر عرب
غالب آگئے اور موجودہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا، تو ان کی حکومت کے زمانہ میں بربروں کا زندہ رہنا
دشوار ہو جائے گا، چنانچہ بنو بیہون نے ان سے مراسلت کی، پھر وقت طے کرکے رات کی تاریکی
میں یہ لوگ باغی لشکر کے قریب گئے، ان سے بربری زبان میں مفصل گفتگو کی اور انھیں باغیوں
کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کر لیا، اور اس سازش کو کامیاب بنانے کیلئے دوسرے دن میدان جنگ
کے متعلق بھی چند باتیں طے کر لی گئیں،

دوسرے دن بربروں نے اپنے عرب ساتھیوں سے کہا کہ وہ بغیر گھوڑے کے اچھی
طرح نہیں لڑ سکتے، عربوں کو ان کی بات منظور تھی، عرب سوار اپنے گھوڑوں سے اتر کر پیادہ
ہو گئے، اور اپنے اپنے گھوڑے بربروں کے سپرد کر دیے، جب لڑائی شروع ہوئی تو شاہی
لشکر نے بربری جماعت کی طرف رخ کیا، اور یہ شکست کھا کر پیچھے ہٹنے لگے
بربروں کا پسپا ہونا تھا کہ عربوں کے قدم بھی اکھڑ گئے، فوج میں بھگدڑ مچ گئی، پھر بربر سوار اپنے
گھوڑے بڑھاتے ہوئے شاہی لشکر میں چلے آئے، اور عرب پیادے بڑی بے دردی سے بڑی تعداد
میں قتل کر دیے گئے، چنانچہ بیس ہزار عرب اس لڑائی میں کام آئے [illegible]
جس کے پیچھے وہ [illegible] ان کے [illegible]
اس ہنگامہ کے خاتمہ پر باغیوں کی قوت [illegible]

ملابس وغیرہ لڑائی میں کام آئے، عبدالغفار کسی طرح فرار ہو کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا، لیکن اس کے بعد اس نے اندلس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدیا، وہ مجبور ہو کر مشرق میں چلا آیا، اور یہیں اس نے اپنی باقی زندگی گذار دی،

عبدالرحمن اپنے فتح مند لشکر کے ساتھ قرطبہ واپس گیا، اور اس کی فوج کے جو عنصر اشبیلی قید خانہ میں تھے، انھیں قتل کرا دیا، اور دوسری طرف اس نے بربر قبائل اور موالی اور غلاموں کو پہلے سے زیادہ اپنے قریب اور دار السلطنت کے امور میں شریک کر لیا، اور اس کی فوج میں اسلحہ سے آراستہ چالیس ہزار سپاہ تیار ہو گئی[1]

چھوٹی چھوٹی جند اور بغاوتیں

اسی زمانہ میں جند اور باغی ملک کے مختلف گوشوں میں تھے، ان میں سے چند دوسرے بربر قبیلے ابراہیم بن شجرہ اور برستی مردان کی سرکردگی میں جمع ہوئے تھے جس وقت وجیہ غسانی کی جمعیت منتشر کرنے کیلئے عبدوس کو بھیجا گیا تھا، اسی وقت بدر کو فوج کا ایک دستہ دے کر ابراہیم بن شجرہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا، چنانچہ بدر نے بھی ایک لڑائی میں ابراہیم بن شجرہ کو شکست دی، اور وہ قتل کیا گیا[2]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۴، ۵، ابن القوطیہ ص ۳۱، ۳۲، اخبار مجموعہ ص ۱۰۰، ۱۰۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲، نفح الطیب ج ۲ ص ۱۷، [2] ۱۵۶ھ کے واقعات کی تفصیل ابن اثیر میں ہے، اور ۱۵۷ھ کی آخر الذکر لڑائی کا صرف اجمالی ذکر ہے، اسی طرح ابن خلدون میں ذکر آیا ہے، ابن القوطیہ اور مجموعہ میں صرف آخر الذکر لڑائی کے واقعات میں [illegible] تفصیلات [illegible] کیلئے [illegible] لکھا ہے [illegible] ابن اثیر کے اس [illegible] ۱۵۸ھ میں دوسری جنگ [illegible] کی ہے [illegible] میں درج ہے اور قرائن سے بھی صحیح معلوم ہوتے ہیں مجموعہ اخبار میں عبدالغفار کا نام عبد الغافر ہے، ابن القوطیہ نے عبد الملک میں اس کے قتل کا بھی تذکرہ کیا ہے، مگر صاحب مجموعہ [illegible] کی ہے جو [illegible] کی گئی (باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۱ پر)

رماحس بن عبد العزیز کنانی جزیرہ خضرا کا والی تھا، اسی زمانہ میں اس نے بغاوت کی، دوشنبہ کو اس نے اپنی بغاوت کا اعلان کیا، جمعہ کو اس کی خبر قرطبہ پہنچی، سنیچر کے دن عبد الرحمٰن فوج لیکر روانہ ہوا، ابھی بغاوت کو دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ سواروں کی آمد کی خبر ملی، یہ اس وقت حمام میں تھا، وہاں سے نکل کر زنان خانہ میں گیا، اور اہل وعیال کو ساتھ لیکر ایک جہاز پر سوار ہو گیا اور اندلس کی سکونت ہمیشہ کے لئے ترک کر کے ابو جعفر منصور کے پاس بغداد میں چلا آیا، اور یہیں سکونت اختیار کر لی[1]

قائد طلمی کی بغاوت کا واقعہ اس سے زیادہ عجیب ہے، اس کو عبد الرحمٰن کے دربار میں منزلت حاصل تھی، وہ ایک دن نشہ میں بدمست تھا، رات گئے قرطبہ سے باہر نکلا چاہا باب قنطرہ پر آیا، شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے، اس نے زبردستی پھاٹک کو کھولنا چاہا، دربان نے مزاحمت کی، اس نے دربان پر تلوار چلا دی، حادثہ کی اطلاع پولیس کے افسر اعلیٰ عبدی کو ملی، اس نے اس کی حالت دیکھی، اور اس کو وہاں سے اپنے پاس لے گیا، واقعہ کی تفصیلات عبد الرحمٰن کو سنائی گئیں، صبح ہوئی تو نشے سے ہوش آیا، پچھتایا، شرم وندامت اور عبد الرحمٰن کے خوف سے قرطبہ سے نکل پڑا، طلیطلہ میں حکومت کے مخالفین موجود تھے، یہاں پہنچا، اور جمعیت فراہم کر کے اسی کے قریب ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا، عبد الرحمٰن نے اس کی سرزنش کیلئے حبیب بن عبد الملک قرشی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا، دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں، طلمی نے مبارزت طلبی کی، وہ اندلس کے مشہور شجاعان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۰) اس ابن اثیر نے بھی یہ بتلا کر لکھا ہے کہ وہ جنگ میں مارا نہیں گیا، [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۱، ۱۱۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳ [3] ایضاً نفح الطیب ج ۲ ص ۳۳، نفح الطیب میں رماحس کے بجائے رماحس چھپا ہوا ہے اور ۱۴۳ھ کا واقعہ لکھا ہے، یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ المنصور کا سال وفات اس سے پہلے ہے

گیا جا [illegible] شاہی [illegible] غلام مقابلہ کیلئے [illegible]
دوسرے پر [illegible] کی لاشیں [illegible] ان کے قتل کے
بعد حبیب بن عبد الملک فوج لیکر واپس آگیا، یہ واقعہ [illegible] میں پیش آیا۔

اموی شاہزادوں کا خروج | اب اندلس میں امویوں کی مستحکم سلطنت قائم ہو چکی تھی، اموی
شاہزادے بھی ناز و نعم سے زندگی گذار رہے تھے اور اموی خاندان کی نسبت سے عوام
میں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے ان میں اگر عبد الملک مروانی جیسے
جاں نثار موجود تھے جو اس سلطنت کو عبد الرحمن کی شخصی سلطنت کے بجائے اس کو مشرق
کی حکومت کے زوال کا بدل تصور کرتے تھے اور دل ہی سے اس کی بنیاد کو مستحکم کرنا چاہتے
تھے تو دوسری طرف بعض ایسے نوجوان بھی سامنے آئے جن کے دل میں سلطنت کی
ہوس پیدا ہوئی اور ملک کے [illegible] کر کے عبد الرحمن کے خلاف
خروج کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ اسی سال [illegible] میں عبد الرحمن کے ایک چچازاد بھائی یحییٰ بن یزید بن
ہشام معروف بہ یزیدی اور اس کے بھتیجے عبید اللہ بن [illegible] معاویہ بن ہشام نے
عبد الرحمن کی سلطنت کو الٹنا چاہا اور [illegible] کے قلعوں میں سے کسی
[illegible] کسی [illegible] پر بغاوت کا علم [illegible] اور ان
میں [illegible] عبد الرحمن [illegible] عہدہ پر سرفراز تھا خاص [illegible]
کی کیا جاتا ہے کہ عبد الرحمن کی نظر التفات [illegible] اس لئے اس نے ایک مرتبہ
پھر اپنے [illegible] عبد الرحمن کے [illegible] دوسرے [illegible] میں سے [illegible]

[illegible]

چنانچہ ابن زید، یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ اس سازش میں شریک تھے، لیکن اتفاق سے عبید اللہ کا
ایک غلام اس سے پھوٹ گیا، وہ رات کے وقت چھپ کر قلعہ سے باہر نکلا اور قرطبہ پہنچکر
قصر حکومت میں آیا، عبد الرحمن ان دنوں وادی شوش میں شکار کیلئے گیا ہوا تھا، بدر یہاں
نائب حاکم تھا، اس نے اس کی اطلاع کیلئے پیغامبر بھیجا، عبد الرحمن نے وہیں سواروں
کے افسر ہولی سماعہ کو اور پیادہ فوج کے افسر عبد الحمید بن غانم کو طلب کیا، اور ان میں سے
اوّل الذکر کو یحییٰ کو اور آخر الذکر کو عبید اللہ کو گرفتار کرنے کے لئے فوج کا ایک ایک
دستہ دیکر بھیجدیا، ان لوگوں نے ابھی تک اپنی تیاریاں مکمل نہیں کی تھیں، چنانچہ آسانی
سے قبضہ میں آگئے، اور قرطبہ لے آئے گئے، اور قید کر دیئے گئے، اس کے بعد ان کے
مددگاروں کو گرفتار کر لیا گیا، جب سب لوگ قبضہ میں آگئے، تو سب کو قتل کرا دیا،
ان کی لاشیں رصافہ سے جہاں قتل کیے گئے تھے گھسیٹ کر باہر لائی گئیں، اور عبرت
کے لئے بازار میں گھسیٹی گئیں، بعض لوگوں نے کہا ابو عثمان بھی اس سازش میں شریک
تھا، اور اسی کے ہاتھوں میں تمام امور کی انجام دہی تھی، عبد الرحمن نے کہا، وہ اس سلطنت
کا ابو سلمہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ لوگ اس کے متعلق بھی وہی باتیں کہیں، جو بنو عباس کے متعلق

لہ مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۹، ۱۱۰، و نفح الطیب ج ۲ ص ۲۲۰، ۱۷ ان دونوں کے بیانوں میں کچھ فرق ہے،
نفح الطیب میں یحییٰ بن زید کا نام عبد السلام [illegible] لکھا ہے، اور یہ واقعہ سنہ ۱۶۳ھ کا لکھا ہے، صاحب مجموعہ نے
سنہ ۱۵۶ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے یہ بیان قابل ترجیح اس لئے معلوم ہوا کہ واقعہ میں بدر کا قصر میں مقیم
ہونا دکھایا گیا ہے، اور ابن اثیر کی تصریح کے مطابق بدر سنہ ۱۵۶ھ میں معتوب ہو کر قرطبہ سے جلا وطن کیا
جا چکا تھا (ابن اثیر ج ۶ ص ۷ [illegible] بدر کے معتوب ہونے کے سال کی تصریح [illegible] اس لئے یہ واقعہ
سنہ ۱۵۶ھ کے بعد کا نہیں ہو سکتا، ورنہ [illegible] نہ ہوگی،

ابو سلمہ کے بارے میں کہتے ہیں لیکن میں اس کو عنقریب ایسی سزا دوں گا، جو قتل سے زیادہ سنگین ہوگی
چنانچہ اس کے ظاہری مراتب کو برقرار رکھ کر نگاہ التفات ہٹالئے رکھا، اور تہدید و وعید
سے اس کو روحانی اذیت میں مبتلا رکھا،

مغیرہ بن یزید کی سرکشی اور قتل

اس کے بعد ۱۶۷ھ میں اس کے ایک سگے بھتیجے مغیرہ بن ولید بن
معاویہ کے دماغ میں بغاوت کا سودا سمایا، اس کی سازباز صمیل بن حاتم کے بیٹے ہذیل
سے تھی، لیکن ان لوگوں کے عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کی خبر عبدالرحمن کو مل گئی، اس نے
ان دونوں کو مع ان کے رفقاء کے گرفتار کراکر قتل کرادیا،

عبدالرحمن اکثر کہا کرتا تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کرنے کے بعد مجھ پر
جو سب سے بڑا انعام فرمایا، وہ ہمارے اقارب کا ننگ آجانا ہے، اور پھر ان کے ساتھ
حسن سلوک سے پیش آنا، ان کی نگاہوں میں میری منزلت کا ہونا، اور اس سلطنت کے حاصل
کرنے میں ان کا شریک نہ ہونا ہے، اس لئے وہ اعزہ کی طرف سے اس قسم کی بے وفائیوں
اور ان کے پاداش میں ان کے سزا کو پہنچنے پر اس کو رنج ہوتا تھا، چنانچہ مغیرہ کے قتل کے
بعد بھی وہ شدت غم سے سر جھکائے تھا کہ اس کے بعض مقربین اس کے پاس پہنچے،
اس نے سر اٹھایا، اور فرط غم میں کہا کہ "ہم اس حالت پر تعجب نہ کرو، خداوند تعالیٰ نے
ہم پر یہ احسان فرمایا، اور بیابان جو کہ ہم میں ڈال کر ہم اپنے مطلوب تک پہنچے، ہم نے ان
اعزہ کو اپنے پاس بلایا، انہیں ان نعمتوں میں شریک کیا، اور انھوں نے ہمارے اوپر
اپنی تلواریں سونت لیں، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے اس میں وہ
جھگڑنے لگے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کفران نعمت پر ذلیل و خوار کیا، اور جب
ہمیں ان کے ارادوں کی اطلاع ہوگئی تو ان کے سبقت کرنے سے پہلے ہم نے ان پر

جلدی کی، اب ہمیں ان سے اور انھیں ہم سے بدگمانی ہوگئی، اب ہمیں ان کی طرف اس سے زیادہ کی توقع ہو، جو کچھ کہ پیش آچکا ہے، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ خیال مجھے اپنے بھائی اور اس نامراد کے باپ کا ہے، اب میرے لئے کیسے ممکن ہے کہ میں ان کے بیٹے کو قتل کر کے قطع رحمی کرنے کے بعد کھلے دل سے ان سے مل سکوں، اب میری اور ان کی آنکھیں کیسے برابر ہوں گی، ابھی ان کے پاس جاؤ، اور ان سے میری طرف سے معذرت کرو اور یہ پانچ ہزار دینار لیتے جاؤ، انھیں دیدو کہ انھیں لے کر وہ اس جزیرہ سے چلے جائیں اور جہاں مناسب سمجھیں قیام کریں،

یپا میر نے عبدالرحمن کے پیغام کو خوش اسلوبی سے ولید تک پہنچا کر دینار اس کے حوالے کئے، وہ عبدالرحمن کی گفتگو اور اس طرز عمل سے متاثر ہوا، عبدالرحمن کی ستائش کی، اور اپنے مقتول لڑکے کو مورد الزام قرار دے کر یپا میر سے کہا کہ جا کر عبدالرحمن سے کہدے قضا و قدر کے آگے اس نے سر جھکا یا، وہ اندلس کو الوداع کہتا ہے، اور مغرب اوسط کو اپنا وطن بنانا چاہتا ہے، اس کے بعد اس نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اندلس کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدیا،

یپا میر نے ولید کی گفتگو عبدالرحمن سے نقل کی تو [illegible]
ممکن ہو کہ وہ میرا قول [illegible]
شکر ہے ہم نے ان لوگوں کے ساتھ [illegible]
ہمارے ساتھ پیش آ[illegible] چاہتے تھے [illegible]

پانچوں کا ایک ہمارے سر قسط | اس وقت تک [illegible]

له نفح الطیب ج ۱ ص ۱۷۱، ۱۷۳

جنوبی اور مغربی حصوں میں تھیں، ابھی تک شمالی مشرقی گوشہ میں خاموشی طاری تھی، برشلونہ، جرندہ سرقسطہ وغیرہ میں سلیمان[1] بن یقظان اعرابی اور حسین بن یحییٰ انصاری اپنا تسلط جمائے تھے، سلیمان ابن علقمہ کے تحت جرندہ اور برشلونہ کا بااثر والی تھا، اور حسین بن یحییٰ کو ابتداءً طلیطلہ اور مشرقی اندلس میں حکومت قائم کرنے کیلئے مامور کیا تھا، لیکن ان لوگوں کے تعلقات اموی حکمرانوں سے صحیح معنوں میں قائم نہ ہوسکے تھے اور گویا ابھی تک ان لوگوں نے عبدالرحمٰن کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا تھا، لیکن اندلس کے وسطی، جنوبی اور مغربی حصوں میں باغیوں کا قلع قمع جس طرح کیا گیا تھا اس سے ان کو اپنی بغاوت کے کامیاب ہونے کی توقع بھی نہیں تھی، اس لئے انہیں کسی بیرونی امداد کے لینے کا خیال پیدا ہوا،

شارلیمین کی فوجکشی اور بربادی

اس زمانہ میں فرانس میں شارلیمین قوت پکڑ رہا تھا، وہ چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتوں کو ختم کرکے اپنی شہنشاہی کے قائم کرنے کی فکر میں تھا، بیرونی ممالک سے اس کے تعلقات بڑھ رہے تھے، مشرق کی خلافت عباسیہ سے اس کے باضابطہ تعلقات اگرچہ ۱۸۱ھ میں قائم ہوئے لیکن ہارون رشید سے ابتدائی مراسلت غالباً ہوچکی تھی، لیکن اس وقت تک اس نے اندلس کی اموی سلطنت کو تسلیم نہیں کیا تھا، سلیمان بن یقظان نے ۱۶۰ھ میں اس سے سازباز کی، اس کو اندلس کی اموی حکومت کے ختم کرنے کی دعوت دی، اور سرقسطہ پر قبضہ کرادینے کا وعدہ کیا،

چنانچہ ۱۶۱ھ میں وہ ایک بڑی فوج لیکر اندلس آیا، سلیمان بن یقظان نے اس کا خیر مقدم کیا، اور اس کی فوج کے ساتھ سرقسطہ روانہ ہوگیا، لیکن یحییٰ بن حسین انصاری سلیمان کے اس اقدام سے متفق نہ تھا، اس نے شارلیمین کے پہنچنے سے پہلے سرقسطہ پہنچکر اس پر

---

[1] ابن قوطیہ نے اس کا نام مطرف بن ابی الکما لکھا ہے، ص ۳۲

قبضہ کرلیا، اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا،

شارلیمین نے یہاں آکر یہ صورت حال دیکھی تو اس کو بہت ناگوار گذرا، اس نے اس کو سلیمان کی سازش پر محمول کیا، اور اس کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گیا،

مطروح اور عیشون سلیمان کے لڑکے تھے، وہ باپ کی رہائی کیلئے فوج کا ایک دستہ لیکر آئے، راہ میں شارلیمین کی فوج پر جھپٹ پڑے، اور باپ کو قید سے چھڑا لائے، اس کے ساتھ واپسی میں فرنگیس کی اس فوج پر بشکنس نے حملہ کیا، اور شارلیمین کی فوج کا بڑا حصہ غارت ہوگیا، یہ لڑائی پمپلونہ سے بیس میل کے فاصلہ رونسیسوپلے میں جو نبرہ (نوار) کی وادی ہے، برپا ہوئی، اور اس وادی کو بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہوئی، حملہ آوروں میں مسلمان اور علاقہ نوار کے عیسائی باشندے تھے، شارلیمین کی فوج کا عقبی حصہ تباہ ہوگیا، اور بڑے نامور جنرل اس لڑائی میں کام آئے، جس میں شارلیمین کا بھتیجا رولینڈ بھی تھا، یورپ کے شاعروں نے رولینڈ کو ایک پر اسرار شخصیت کا ہیرو بنالیا، اور جوشیلے گیت لکھے جو صدیوں تک یورپ میں فوجی ترانہ کے طور پر گائے جاتے رہے، جن میں بیشمار مبالغہ آمیز حکایتیں اور افسانے درج ہیں، شارلیمین کو یہ ایسا سبق ملا کہ اس کے بعد اس نے براہ راست اندلس پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کی، اور وقتاً فوقتاً اپنی باجگذار ریاستوں کے حکمرانوں سے حملے کراتا رہا،

شارلیمین کی واپسی کے بعد یحییٰ بن حسین اور سلیمان بن یقظان کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہا تھا، چنانچہ ان لوگوں نے یہیں مقیم ہو کر اموی حکومت کے خلاف اپنی تیاریاں شروع کردیں[1]، پھر سلیمان برشلونہ واپس چلا گیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۷، انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۲۹۸ (شارلیمین) طبع یازدہم، ہسٹری آف دی نیشنز (اسپین) ج ۳۶، ص ۳۲،

افریقی فوج کی حملہ آوری اور عباسی خلافت کا احیا

اندلس کے شمال مشرقی حصہ میں باغیوں کی کامیابی دیکھ کر افریقہ کے بعض نوجوانوں کو بھی اندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ سنہ ۱۶۱ھ / ۷۷۸ء میں عبدالرحمٰن بن حبیب فہری معروف صقلبی بربروں کی ایک فوج تیار کرکے اندلس آیا اور اندلس کے جنوب مشرقی ساحل (تدمیر) میں اترا اور یہاں بلا مزاحمت قابض ہوگیا، اور اندلس میں خلیفہ مہدی عباسی کی طرف سے عباسی علم لہرا دیا اس کے بعد اس نے مشرقی اندلس کے باغیوں میں سے سلیمان بن یقظان کو عباسی دعوت کے قبول کرنے کا پیغام دیا، لیکن سلیمان نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا، صقلبی اس جواب سے مشتعل ہوگیا اور وہ اموی سلطنت کے خلاف کوئی جارحانہ قدم اٹھانے کے بجائے سلیمان کا محاصرہ کرنے کے لئے برشلونہ چلا گیا، لیکن محاصرہ جاری نہ رکھ سکا، سلیمان نے اپنے سخت حملے سے اس کو ایسی شکست دی کہ وہ تدمیر واپس چلا آیا، اب عبدالرحمٰن کو بھی اس کی قوت کا اندازہ ہوچکا تھا، وہ فوج لیکر تدمیر آیا، ساحل پر اس کے جو جہاز کھڑے تھے ان کو جلا ڈالا، صقلبی کی فوجی قوت سلیمان سے مقابلہ کرنے میں پہلے کمزور ہوچکی تھی، جہازوں کے جل جانے سے ان لوگوں میں دہشت پھیل گئی، اس لئے شاہی لشکر سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بلنسیہ کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے عبدالرحمٰن نے ان کے تعاقب میں وقت گذارنا مناسب نہ سمجھا، اور صقلبی کے سر کی قیمت ایک ہزار دینار مقرر کردی، چنانچہ یہی تدبیر کارگر ہوئی، ان میں سے ایک شخص جو اندر سے عبدالرحمٰن کا طرفدار تھا صقلبی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے تعلقات پیدا کرکے اس کا اعتماد حاصل کرلیا، پھر کچھ دنوں کے بعد موقع پاکر ... میں اس کو قتل کرڈالا، اور اس کے سر کو لے کر عبدالرحمٰن کے پاس چلا آیا، عبدالرحمٰن نے ایک ہزار دینار اس کو عطا کئے۔

لہ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳، ربانی حاشیہ ص ۹ (قدیم)

شام پر حملہ آوری کا ارادہ: اندلس پر عباسی نشان علم کے تحت جو حملے ہوئے، ان میں خلفائے عباسیہ نے اگرچہ کوئی براہ راست شرکت نہیں کی تھی، مگر یہ دونوں حملے ان کی تائید اور شہ سے ہوئے تھے، اور بعض مغربی مورخین نے شارلیمین کے حملہ کو بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی قرار دیا ہے، لیکن عرب مورخین نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے، تاہم ان کو اندلس پر نگاہ اٹھانے کی زیادہ جرات اسی لئے ہوئی کہ بنو عباس بھی اس اموی حکومت کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے، اس لئے عبد الرحمٰن کے دل میں بھی شام پر حملہ آور ہو کر عباسی سلطنت کے ختم کر دینے کا خیال پیدا ہوا، اور اس نے ۱۶۳ھ میں اپنے اس ارادے کا اعلان کر کے فوجی تیاریوں میں مشغول ہو گیا،

لیکن ابھی اس نے کوچ نہیں کیا تھا کہ سرقسطہ کے نواح میں حالات زیادہ خراب ہو گئے، اور ملک کے مختلف گوشوں میں خلافت عباسیہ کے جو حامی موجود تھے انھوں نے بھی سر اٹھایا، عبد الرحمٰن نے یہ سیاسی فضا دیکھ کر شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ چھوڑ دیا، اور اپنی ساری طاقت سے پورے اندلس میں کامل امن و امان قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا،

اندلس کے باغیوں کے خلاف مہم: چنانچہ اسی سال کچھ دنوں پیشتر قائد ثعلبہ کی سرکردگی میں سرقسطہ کو سر کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی تھی، حسین اور سلیمان دونوں مل کر شہر کی مدافعت کر رہے تھے، وہ شہر سے نکل کر معرکہ آرا ہوتے اور واپس چلے جاتے تھے، چند دنوں کے بعد ان لوگوں نے عارضی طور پر لڑائی بند کرنے کا فیصلہ کیا اور ثعلبہ کو سمجھایا کہ فوجی تنظیم نئے سرے سے کر لی جائے، [illegible] تسلیم کیا جاتا کہ لڑائی بند [illegible]

(بقیہ حاشیہ ص ۲۹۸) نفح الطیب ج ۲ ص ۳۳ (۲) ابن خلدون نے سلیمان بن یقظان کو برشلونہ کا عامل لکھا ہے، حالانکہ ابھی تک اس نے اطاعت قبول نہیں کی تھی۔

سے ثعلبہ بھی اپنے خیمہ میں مطمئن ہو کر بیٹھ رہا، سلیمان نے موقع پاکر ثعلبہ کے خیمہ پر چھاپہ مار کر اس کو گرفتار کر لیا، اور خیمہ کو لوٹ لیا، اور فوج بھی منتشر ہو گئی،

اس کے بعد سلیمان نے عبد الرحمن کے متوقع حملہ کے خوف سے اس نے پھر شارلمین سے ساز باز کی، اس کو سرقسطہ بلایا، اور شہر اور ثعلبہ کو اس کے حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا،

چنانچہ شارلمین دوسری مرتبہ اپنی فوج لیکر سرقسطہ آیا، شارلمین سے مدد لینے میں حسین اور سلیمان پہلے کبھی ہم خیال نہ تھے، حسین نے اس مرتبہ پھر اس کی مخالفت کی، اور اپنی فوجی طاقت سمیٹ کر شہر میں محصور ہو گیا، ابتداءً شارلمین اور حسین کے لشکر میں مقابلہ ہوا بالآخر سلیمان نے ثعلبہ کو شارلمین کے حوالہ کر دیا، اور اس کو اس توقع کیساتھ واپس ہو جانے پر آمادہ کر لیا کہ عبد الرحمن سے ثعلبہ کے فدیہ میں گرانقدر رقم وصول ہو جائے گی، جو اس مہم کا ایک گونہ صلہ ہوگا،

عبد الرحمن ثعلبہ کی گرفتاری اور اس مہم کی بربادی سے متاثر ہوا، اور اس نے انہی حالات کے باعث شام کی مہم کا ارادہ فسخ کر دیا، لیکن اس نے ثعلبہ کی رہائی کے متعلق فرانس کی حکومت سے کوئی سلسلہ جنبانی نہیں کی جس سے شارلمین کو اس قیدی کے غیر اہم ہونے کا خیال ہوا، اور اس نے کچھ مدت گذرنے پر بغیر کسی فدیہ کے اس کو آزاد کر دیا، ادھر حسین دو سے باہر آ چکا تھا، اس نے سلیمان کو راہ سے ہٹانا چاہا، چنانچہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اس پر قاتلانہ حملہ کیا، وہ تہ تیغ ہوا، اور سرقسطہ کی حکومت تنہا حسین کے ہاتھوں میں آگئی اور سلیمان کے لڑکے باپ کے قتل ہونے کے بعد اربونہ کی طرف بھاگ گئے،

بغاوتوں کا عام استیصال

ادھر عبد الرحمن شام کے حملہ کا ارادہ ترک کر چکا تھا، اس کے پاس اس وقت غیر معمولی فوجی طاقت بھی جمع ہو گئی تھی، اس لئے اس نے تمام بغاوتوں کو بیخ و

ین سے ہٹانے کیلئے فوج کو مختلف حصّون مین تقسیم کر کے ان کو اپنے لڑکون کی سرکردگی مین دیا، اور خود ایک بڑا لشکر لیکر سرقسطہ روانہ ہوا، اور لڑکون کو ہدایت کی کہ وہ جا بجا باغیون اور مخالفون کی سرکوبی کرتے ہوئے بڑھتے چلے آئین، اور اس سے سرقسطہ مین آکر مل جائین،

عبدالرحمٰن نے سرقسطہ کے سامنے آکر ڈیرے ڈال دیئے، ادھر عیسون بن سلیمان اپنے باپ کے قاتل کی فکر مین تھا، اتفاق سے ایک دن وہ دریا کے کنارے کھڑا تھا، کہ اس کے باپ کا قاتل شہر سے نکلتا دکھائی دیا، عیسون گھوڑے پر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا، جب کچھ دور نکل گیا تو اس نے اس کو قتل کر ڈالا اس واقعہ کی خبر عبدالرحمٰن کو ملی، اس نے عیسون کو لشکر مین شریک ہونے کی دعوت دی جس کو اس نے قبول کیا، اور عبدالرحمٰن کے پاس چلا آیا، اس کے آجانے سے سرقسطہ کے اندرونی حالات کا پتہ چلا کہ شہر مین اطاعت قبول کرنے کی خواہش رکھنے والے لوگ بھی موجود ہین،

اس اثنا مین عبدالرحمٰن کے لڑکے ملک کے گوشہ گوشہ مین پہنچے اور مخالفون کا قلع قمع کیا، جن لوگون نے اطاعت قبول کی، انھین امان دی، اور آیندہ حفاظت کی مناسب تدبیرین اختیار کین، جن لوگون نے مقابلہ کیا، انھین زیر کر کے گرفتار کیا، اور اپنے ساتھ سرقسطہ لائے، عبدالرحمٰن کو اطلاع دی کہ اب تک ملک مین کامل امن و امان قائم ہے، اب سرقسطہ کے میدان مین عبدالرحمٰن کی عظیم الشان طاقت موجود تھی، اس نے محاصرہ مین ایسی سختی برتی کہ سرقسطہ والے پریشان ہو گئے، پھر ملک کے مختلف گوشون سے مشہور قائدین، اور سردارون کے گرفتار ہو کر آنے سے بھی سرقسطہ والون پر رعب طاری ہوا، چنانچہ حسین نے اطاعت قبول کرنے کیلئے صلح کی درخواست کی، عبدالرحمٰن نے اس کی اطاعت قبول کی اور اس کے لڑکے سعید کو یرغمال بنا لیا،

سرحد پار کی مہم سرقسطہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد، وہ اس لشکر کیساتھ عیسائی ممالک پر تاخت کرنے کے لئے سرحد عبور کر کے چلا گیا، اور کچھ دنون بعد قرطبہ واپس آیا،

سرکشون کا قتل قرطبہ پہونچکر اس نے دو قائدین کو ان کے جرمون کی پاداش مین قتل کی سزا دی، ان مین
ایک قائد وہب اللہ بن میمون سے شوخی سرزد ہوئی تھی اور اس نے ایک دوسرے فوجی افسر کو قتل
کر ڈالا تھا، پھر ہسپانی ممالک کے حملے سے واپسی مین عیسون بن سلیمان کا طرز عمل بھی کچھ ناروا رہا تھا، عبد الرحمن
مصلحۃً ان موقعون پر خاموش رہا تھا، قرطبہ آنے کے بعد ان دونون سے بازپرس کی، اور قتل کرا کر لاشین
گھسیٹ کر صلیب دینے کی جگہ لے جائی گئین، اور صلیب پر لٹکا دی گئین،

سرقسطہ کی نئی بغاوت سرقسطہ کے والی حسین کی اطاعت چند روزہ ثابت ہوئی، دوسرے ہی سال ۱۶۵ھ
مین وہ پھر باغی ہو گیا، اس کا لڑکا سعید یرغمال بننے کے دوسرے ہی دن حیلہ جوئی سے شاہی لشکر سے
فرار ہو چکا تھا، اور سرقسطہ آنے کے بجائے کسی دوسری طرف نکل گیا تھا، کچھ دنون کے بعد وہ اپنے
باپ کے پاس سرقسطہ پہنچ گیا تھا، اس لئے حسین کی یہ بغاوت کچھ خلاف توقع بھی نہین تھی، عبد الرحمن نے
اس کے مقابلہ کیلئے غالب بن ثمامہ بن علقمہ کو بھیجا، وہ بڑی فوج لیکر گیا تھا، حسین کیلئے ان کا مقابلہ
دشوار ہوا، مختلف لڑائیان ہوئین جن مین حسین کو شکست ہوئی، اور اس کے بہت سے آدمی گرفتار
کر لئے گئے، جن مین اس کا ایک لڑکا یحییٰ بھی تھا، غالب بن ثمامہ نے ان قیدیون کو قرطبہ بھیج دیا،
جہان وہ قتل کئے گئے، اور وہ خود اپنی فوج کیساتھ سرقسطہ کا محاصرہ کئے رہا، دوسرے سال ۱۶۶ھ
مین عبد الرحمن خود فوج لیکر سرقسطہ گیا، اس مرتبہ اس نے سرقسطہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی قسم
کھائی تھی چنانچہ یہان پہنچکر منجنیقین نصب کر دین، اور نہایت شدت کا محاصرہ کر لیا، اہل شہر گھبرا
اٹھے، انھون نے عبد الرحمن کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کیا، اور حسین کو گرفتار کر کے عبد الرحمن
کے حوالہ کر دیا اس کے بعد عبد الرحمن نے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے شہر والون کو شہر سے
جلاوطن کیا، فصیل کی دیوار ریزہ ریزہ توڑ دی، پھر اہل شہر کو شہر مین داخل ہونے کی اجازت دی، اور
حسین کو قتل کرا دیا، اور اس کے ایک معتمد رفیق رزق برانسی کے ہاتھ پاؤن کٹوا دیئے، اور وہ

ہلاک ہو گیا، اس کے بعد وہ قرطبہ لوٹ آیا،

اب اندلس کی سرزمین تمام باغیوں اور سلطنت حاصل کرنیکا حوصلہ رکھنے والے سپہ سالاروں سے خالی ہو چکی تھی، پھر اسی زمانہ یعنی ۱۶۲ھ میں شدت بربر اور بلنسیہ کے بربر قبائل بین خانہ جنگی چھڑی جس کا سلسلہ ایک زمانہ تک قائم رہا، اور بہت سی لڑائیاں لڑی گئیں [2] بعض مغربی مورخین نے عبد الرحمٰن کے خلاف بدگمانی کی ہے کہ اس نے ان جنگ جو قبیلوں کو باہم لڑا دیا، اس کا کوئی اشارہ عرب مورخین کے بیانوں میں موجود نہیں، تاہم عبد الرحمٰن نے ان میں مداخلت کرکے امن قائم کرنے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی، اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ بغاوتوں کے فرو ہونے کے بعد جنگ جو قبیلے باہم برد آزما ہو گئے، اور سرقسطہ کے باغیوں میں بھی پھوٹ پڑ گئی، اور سلیمان و حسین اپنی حکمت عملیوں میں متحد نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے بدظن ہوئے اور ان کے باہمی اختلافات ان کی قوت کمزور ہوئی، اور عبد الرحمٰن نے آسانی سے ان کو زیر کر لیا، اسی طرح قبائل بربر جب خانہ جنگی سے تباہ ہو گئے تو ان کے ایک باقی ماندہ طاقتور قبیلہ نفزہ کی طاقت کو توڑنے کیلئے اس نے سخت گیری کی، ان میں سے بہت لوگوں کو قتل کیا اور پورے قبیلہ کو زیر نگین کر لیا،

عبد الرحمٰن کی زندگی میں سب سے آخری بغاوت یوسف فہری کے لڑکے ابو الاسود کے ہاتھوں سے ہوئی، اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر گذر چکا، عبد الرحمٰن نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا، اب اندلس میں خواہ عرب ہوں یا بربر ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو قبیلہ کی آواز اٹھا کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیتا یا عبد الرحمٰن کو خلافت عباسیہ کا باغی قرار دے کر عباسی علم بلند کر لیتا، اب اندلس کی فوجی طاقت اس کے گرد جمع تھی، موالی، غلاموں اور بربروں پر مشتمل عظیم الشان وفادار لشکر تیار ہو چکا تھا، جو عبد الرحمٰن

۱؎ مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۳ تا ۱۱۶، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴، ۳۴، ۴۵، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۳، ۱۲۴ ۲؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۴۳، ۴۴

کے اشارۂ چشم پر حرکت کرنے کیلئے منتظر رہتا تھا، اس طرح اگرچہ اندلس میں عبدالرحمٰن کی پوری زندگی بغاوتوں کے فرو کرنے میں گذر گئی، مگر اس اثناء میں ایسی مستحکم حکومت قائم ہوگئی کہ اس کے جانشین فارغ البالی اور ذہنی آسانی کیساتھ حکومت کر سکتے تھے،

عبدالرحمٰن اور ریاستِ حکومت جلیقیہ

عبدالرحمٰن کی سلطنت کے قائم ہونے کے وقت تک استریاس میں عیسائیون کی حکومت جڑ پکڑ چکی تھی اور الفانسو اوّل اپنی حکومت کے زمانہ میں اندلس کے ایک وسیع علاقہ کو زیر نگین کر چکا تھا، جس میں لیون، سمورہ، شلمنکہ، استورقہ اور قشتالیہ کے علاقے مسلمانون کے ہاتھون سے نکل کر عیسائیون کے قبضہ میں جا چکے تھے، اور وہ چوتھائی اندلس کے مالک بن چکے تھے اور مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا تھے، اور ان مقامون میں آباد مسلمان وہان کی سکونت چھوڑ کر اسلامی شہرون میں آ چکے تھے، اس کے بعد جب عبدالرحمٰن کا دور آیا تو مسلمان اس طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی ساری کوششین اس کی حکومت کے قائم کرنے میں یا ختم کرنے میں لگی رہین، اس لئے حکومت استریاس کو یہ موقع بھی مناسب ہاتھ آ گیا، اور اس نے اپنی حدود حکومت میں مزید وسعت دی، چنانچہ سنہ ۱۴۰ھ کے حوادث میں الفانسو کی موت کے تذکرہ میں ابن اثیر اور ابن خلدون لکھتے ہین،

"اسی سال اذفنش شاہ جلیقیہ ہلاک ہوا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا تدویلیہ بادشاہ بنا، وہ اپنے باپ سے زیادہ بہادر اور ملک کے لئے بہتر سیاست دان تھا، اور ملک کا اچھا انتظام کرتا تھا، اس کے باپ نے ۱۸ سال حکومت کی، جب اس کا لڑکا بادشاہ بنا تو اس کی حکومت طاقتور ہوئی اور سلطنت عظیم ہوئی، اس نے مسلمانون کو سرحدی ملکون سے نکال دیا، اور شہر ملک، برطقال، شلمنقہ، شمورہ، ایلہ، شقوبیہ اور قشتالہ پر قبضہ کر لیا، اور یہ سب شہر اندلس کے ہین،

ابن خلدون لکھتا ہے:-

جب مسلمان عبد الرحمٰن کیساتھ اس کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں مشغول تھے،... تو فرویلہ بن اذفونش نے لشکر کشی کی، اور سرحدی شہروں پر دھاوے کئے، اور وہاں سے مسلمانوں کو خارج البلد کردیا، اور ان کو ان کے ہاتھوں سے لے لیا، اور شہر لک، برتقال، سمورہ، سلمنقہ، قشتالہ اور سفوبیہ کو لوٹ لیا اور یہ شہر جلالقہ کی ملکیت میں داخل ہوگئے، یہاں تک کہ المنصور نے ان کو فتح کیا،

اور یہی بیان مقری نے ابن حیان کے حوالہ سے نقل کیا ہے[1]

انفانسو اول کا انتقال ۱۴۲ھ/۷۵۷ء میں ہوا، اس کا لڑکا فرو ایلہ اس کا جانشین ہوا، عرب مورخین نے جیسا کہ اوپر گذرا اس کے تدبر، سیاست دانی اور دانائی کو سراہا ہے، لیکن عجیب اتفاق ہے کہ مغربی مورخین میں سے ہنری ایڈ رووڈ ٹس نے جس نے اندلس کی عیسائی حکومت کی تاریخ پر مستقل کتاب لکھی ہے، اس کی مذمت کی ہے وہ لکھتا ہے،

"فرو ایلا جس نے ۶ سال حکمرانی کی ہے، وہ کسی اچھائی کیساتھ جانا نہیں گیا، وہ ایک ظالم سفاک اور مطلق العنان فرمانروا تھا، اس کے متعلق زمانہ حال کے عیسائی مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس نے عربوں پر ایک بڑی جنگ میں فتح حاصل کی، لیکن عرب مورخین کی طرف سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے عظیم بادشاہ عبد الرحمٰن اول کا باجگذار تھا، لیکن یہ صرف یقینی ہے کہ فرو ایلا نے کچھ ایسے علاقے کھو دیئے جن کو اس کے باپ نے حاصل کیا تھا، اور بالآخر وہ اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں ۱۵۰ھ/۷۶۷ء میں مار ڈالا گیا،"[2]

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۸۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۲ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵ [2] مصنف نے اس کی حکمرانی کا زمانہ صرف ۶ سال لکھا ہے اور زمانۂ حکومت ۷۵۷ء سے ۷۶۸ء ہے، یہ گیارہ سال ہوتے ہیں، ابن خلدون نے مدت گیارہ سال لکھی ہے (ج ۴ ص ۱۸۰) اور یہی صحیح ہے، ہیس کے قلم سے گیارہ کے بجائے چھ نکل گیا ہے،

وٹس نے زمانۂ حال کے عیسائی مورخین کے بیان کو قبول نہیں کیا ہے لیکن واقعہ کے لحاظ سے وہی صحیح ہو، گمان ہے کہ ان مورخین کے یہ بیانات ان عرب مورخین سے ماخوذ ہیں جو اوپر نقل کئے گئے ہیں، بلکہ ان بیانوں کے مطابق سموره، شلمنکہ، استورقہ اور شنتابیہ بھی فرو ایلا ہی کے زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ سے نکلے جن کو وٹس نے الفانسو اوّل کے فتوحات میں شمار کیا ہو جیسا کہ پچھلے باب میں گذر چکا ہے اس لئے وٹس کے اس بیان کے لحاظ سے بھی ملک برتغال شقوبیہ اور ایلہ اپنے شہر میں جو فرو ایلہ کے زمانہ حکومت میں ایسے وقت میں مسلمانوں کے قبضہ سے نکلے جب عبد الرحمٰن اندلس میں حکومت کے استحکام میں مصروف تھا اور عرب مورخین کے بیان کے مطابق ان میں کا کوئی شہر المنصور کے زمانہ سے پہلے پھر مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں آیا، اس لئے وٹس نے اس کے زمانہ میں جس علاقہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں جانا بیان کیا ہے اس کے ذکر سے گو ہمارے پیش نظر عرب ماخذ خاموش ہیں، ان ماخذ میں ۱۵۱ھ تک عبد الرحمٰن کی حکومت جلیقیہ پر کسی حملہ کا تذکرہ موجود نہیں، تاہم وٹس کے بیان کے مطابق اگر کسی عرب مورخ کے بیان میں فرو ایلا کے عبد الرحمٰن کے باجگذار ہونے کا ذکر آیا ہو تو یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ عبد الرحمٰن نے داخلی بغاوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس ہمسایہ عیسائی حکومت سے ایک دوسرے کی سرحدوں کے احترام کرنے اور حکومت جلیقیہ کے عبد الرحمٰن کی ایک گونہ سیادت قبول کرنے کا کوئی معاہدہ کر لیا ہو اور اسی سبب سے عبد الرحمٰن نے حکومت جلیقیہ پر کوئی فوجکشی نہ کی ہو بلکہ ابن خلدون کے بیان کے مطابق نہ صرف ۱۵۱ھ تک حکومت جلیقیہ پر کوئی فوجکشی نہیں ہوئی بلکہ ۱۶۰ھ تک اس نے کوئی حملہ نہیں کیا، اور اس اثناء میں جلیقیہ میں ایک سے زیادہ حکمران بدل گئے، عبد الرحمٰن ۱۶۰ھ کے بعد ادھر متوجہ ہوئے اور فتوحات حاصل کئے،

دوسری طرف وٹس کے بیان سے بھی کم از کم اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس پورے زمانہ

تک ان دونون حکومتون کے تعلقات خوشگوار رہے، اور یک گونہ حکومت جلیقیہ پر اموی حکومت کی سیادت قائم رہی،

وہ لکھتا ہے،

"اس (فرو ایلا) کا جانشین اوریلو Aurelio جو الفانسو اول کا بھتیجا تھا، اپنے ہمسایہ عربون سے مصالحت کے ساتھ رہا، جس سے یہ قابل یقین روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ درحقیقت عبد الرحمن کا باجگذار بن چکا تھا،

اس کے بھائی سیلو (Silo) کے متعلق جو ۷۷۴ء مین اس کا جانشین ہوا، اور جس نے ۹ سال حکمرانی کی، بہت کم حالات معلوم ہین، اس کے عہد حکومت مین حکومت کا پایہ تخت استوریا کی مغربی سرحد پر پراویا مین منتقل ہو گیا"

اس کے موریگوٹو جو الفانسو اول کا ناجائز بیٹا تھا، برسر حکومت آیا، اس کے متعلق وہ لکھتا ہے

لہ انسائیکلوپیڈیا (اسپین) ج ۲۵ ص ۶۶۵ مین ان حکمرانون کا ایک نقشہ درج ہے، اس مین کہین کہین اسماء سنین اور رشتے مختلف درج ہین، وہ نقشہ ذیل مین پیش ہے،

۱- پلایو	Pelayo	۷۱۸ء	۷۳۷ء	گاتھ کے بادشاہ کے طور پر منتخب ہوا
۲- فاویلا	(Favila)	۷۳۷ء	۷۳۹ء	پلایو کا بھائی،
۳- الفانسو اول	(Alphanso I)	۷۳۹ء	۷۵۷ء	پلایو کا داماد
۴- فرو ایلا	(Froila)	۷۵۷ء	۷۶۸ء	الفانسو اول کا لڑکا، اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا
۵- اوریلو	(Aurelio)	۷۶۸ء	۷۷۴ء	بھائی یا چچازاد بھائی
۶- سیلون	(Silon)	۷۷۴ء	۷۸۵ء	اوریلو کا بہنوئی
۷- موریگاٹ	(Maurecat)	۷۸۵ء	۷۸۹ء	الفانسو اول کا ناجائز لڑکا،

نے ایک عجیب روایت لکھ کر اس کی تردید کی ہے، وہ کہتا ہے،

''اس کی یاد برائی کیساتھ قائم ہے، کیونکہ یہی وہ شخص ہے جو روڈریگو دی تولیڈو وادرزبیہ نظمون کے بیان کے مطابق عبدالرحمٰن کو ایک سو خوبصورت دوشیزہ لڑکیان سالانہ خراج مین دینے پر راضی ہوا تھا، تاکہ اس کے معاوضہ مین وہ ناروا طریقہ سے حاصل کئے ہوئے تاج کو بچانے کیلئے عربون کی مدد حاصل کرے، لیکن اس شرمناک معاملت کے متعلق مسلمان مورخین کی طرف سے کچھ نہین کہا گیا ہے جو ایک ایسے معاملہ پر مشکل سے خاموشی سے گذر سکتے تھے، طلیطلہ کے لاٹ پادری کے عہدہ اور روایت کے وزن کے برخلاف عبدالرحمٰن کی طرف سے جو ایک صاحبِ ذوق آدمی تھا، ایسی سخت گیری کا سرزد ہونا یا موریگاٹو کا اس قابل ہونا کہ وہ اپنی مختصر عملداری سے سالانہ ایک سو دوشیزہ لڑکیان فراہم کرسکتا بعید از قیاس ہے، استریاس کی دوشیزائین اگرچہ حسن سیرت مین بہت ہی ممتاز تھین، لیکن وہ خوبصورت نہ تھین، یہ ہوسکتا ہے جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے کہ عربون سے یہ معاہدہ ہوا ہو کہ ان دونون سلطنتون کی معزز رعایا کے درمیان سلسلۂ ازدواج جاری کرنے مین حوصلہ افزائی کی جائے، یہ پالیسی عبدالرحمٰن کی روشن خیالی اور شریفانہ اخلاق کے مطابق ہوسکتی ہے، گرچہ متشدد عیسائیون کیلئے یہ بھی نفرت انگیز تھا،

۷۸۸ء ۱۷۲ھ مین موریگیٹو کی وفات پر برمودو اول جو الفانسو کا بھتیجا تھا تخت نشین ہوا،[1] ویٹس کے ان بیانون سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن کو اپنے پورے دورِ حکومت مین ہمسایہ عیسائی حکومت جلیقیہ سے کبھی بھی نبرد آزمائی کا موقع نہین آیا، اور صلحنامون کے ذریعہ سے ان دونون حکومتون کے خوشگوار تعلقات قائم رہے قریب قریب یہی انداز

---

[1] اسپین ویٹس اسٹوری آف دی نیشن سیریز ج ۶ ۳ ص ۱۳۰، ۱۳۱،

عرب مورخین کے بیانون سے بھی ہوتا ہے، ابن خلدون نے عیسائی فرمانروایان جلیقیہ پر ایک مستقل باب مین ان کے نامون اور عہد حکومت کی تفصیل کی ہے، لیکن مورِیگیٹو کے زمانہ مین آکر لکھتا ہے کہ اس زمانہ مین جب عبد الرحمٰن کو اس کی داخلی بدامنیون سے فرصت مل گئی، اور حکومت مستحکم بنیادون پر قائم ہوگئی، تو اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی چنانچہ لکھتا ہے،

"اس کے بعد فرویلا نے گیارہ سال فرمانروائی کی، اس اثنا مین اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی، اس مین اس کو عبد الرحمٰن کی اپنی حکومت کے ابتدائی انتظامون مین مشغول رہنے سے مدد ملی، چنانچہ اس نے ملک برتغال، سمورہ، سلمنکہ، شقوبیہ اور قشتالیہ پر قبضہ کرلیا، جو کہ فتح اسلامی سے اس وقت مسلمانون کے ہاتھ مین تھے، اس کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا شبلون (اریلیو) دس سال تک حکمران رہا، پھر اس کا انتقال ہوا تو لوگون نے اذفونس (سیلو) کو حکمران بنایا، پھر سمول ہاٹ (ماورگیٹو) اس پر ٹوٹ پڑا، اور اس کو قتل کردیا، اور اس کی جگہ سات برس حکمران رہا،

اسی کے بعد عبد الرحمٰن کی سلطنت اندلس مین مضبوط ہو گئی، اس نے اپنی فوجین سرزمین جلیقیہ پر بھیجین جو کامیاب ہوتی گئین، اور مال غنیمت اور قیدی حاصل کیے،[1]"

ابن خلدون کے آخری بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماؤریگیٹو کے زمانہ مین اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی تھی، گمان ہے کہ عبد الرحمٰن اور ماؤریگیٹو سے پیشتر و حکمران جلیقیہ کے درمیان جو دوستانہ معاہدہ تھا، ماؤریگیٹو کی طرف سے اس کو ابتدا قبول نہین کیا گیا، اور اس اثنا مین عبد الرحمٰن ہر قسم کی داخلی بدامنیون سے رستگاری حاصل کرچکا تھا، اس لئے اس نے جلیقیہ پر فوجکشی کی اور پھر

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۸۰، ابن خلدون کے اس نسخہ مین نام اور سنین بہت غلط چھپے ہین، اس لئے نامون کے آگے قوسین مین اصل نام رکھ دیئے گئے، اور سنین حذف کردیئے گئے ہین،

ان دونوں میں وہ معاہدہ مرتب ہوا، جس کا تذکرہ وپٹس نے کیا ہے، وپٹس کے اس بیان پر مقری کے ایک اجمالی بیان سے بھی روشنی پڑتی ہے، جس میں اس نے معاہدۂ صلح کے انجام پانے کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے،

"عبد الرحمن نے قارلہ شاہ افرنج کو مخاطب کیا، وہ بڑے سرکش فرنگیوں میں سے تھا، ابتداً اس نے سرکشی اختیار کی، عبد الرحمن نے اس کو زچ کیا تو بالآخر وہ جھکنے پر مجبور ہوا، اور عبد الرحمن کو صلح کرنے اور مصالحانہ تعلقات قائم کرنے کا پیغام دیا، چنانچہ صلح منعقد ہوگئی، اور مصاہرت کے تعلقات قائم نہیں ہوئے[1]"

عجب کیا ہے کہ وپٹس کے بیان میں دو شیزہ لڑکیاں پیش کرنے کی جو داستان آئی ہے، اس کی اصلیت میں اسی قدر واقعہ ہو، جس کا تذکرہ مقری کے بیان میں آیا ہے،

بہرحال یہ عبد الرحمن کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے نازک موقع پر جب اس کو ملک میں قدم قدم پر بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ایک ہمسایہ قوی دشمن سے اس کے تعلقات خوشگوار رہے، اور اس کو عبد الرحمن کے حسن تدبر اور دانائی کی ایک نشانی قرار دیا جا سکتا ہے،

دوسری ہمسایہ عیسائی حکومتیں دوسری طرف شمالی اندلس میں سرحدی مقاموں پر جو پہاڑیاں تھیں، ان کے آس پاس کے عیسائیوں نے اطاعت قبول نہیں کی تھی اور شمال میں پہاڑوں کے لمبے سلسلہ کو اپنا مامن بنا لیا تھا، اس سلسلہ کے وسط میں یا سلسلۂ کوہ پائیرنیز کے ہر دو جانب آباد تھے، اس میں مرکزی مقام بسکے جہاں خلیج بسکے واقع ہے، اور صوبہ البہ جو پائیرنیز کے مغربی حصہ کے جنوب میں واقع ہے، اور اس کے شمال میں بسکے ہے، اور صوبہ نوزکا ہے جو بعد میں حکومت نوار کے تحت چلا گیا تھا، اسی علاقہ کو عرب بشکنس سے موسوم کرتے ہیں، انھوں نے اپنی آزادی کا علم کے

[1] نفح الطیب جلد ا ص ۱۵۵

زمانہ سے برقرار رکھی تھی، مسلمانوں نے بھی ان پر بار بار حملے کئے مگر ان کے علاقہ پر مستقل قبضہ نہ ہو سکا، علاقہ نشکنس سے مشرق میں کوہ پائیرنیز سے ملحق ایک دوسرے قطعہ آراضی پر بعض دوسری قومیں آباد تھیں، ان کی آزادی بھی پہاڑیوں کے دامن میں برقرار رہی، مسلمان ان علاقوں میں بھی آئے گئے، وقتی فتوحات بھی حاصل کیں مگر مستقل قبضہ ان پر قائم نہ رہ سکا، ان کے رہبروں میں گرکی جیمینیز اور اینگوارستا شہرت رکھتے ہیں،

اسی طرح پائیرنیز کے انتہائی مشرقی کنارے پر فرینکس نے بود و باش اختیار کی تھی، اور مرسا ہسپانیکا میں حکومت کی تاسیس کر لی تھی اور نوابوں کی حکمرانی جاری تھی،

اندلس کی شمالی سرحد پر یہی تین جداگانہ اسپانیہ عیسائی حکومتیں قائم تھیں، عبدالرحمٰن کے زمانہ میں شارلیمین کے حملے اکثر ان پر ہوتے رہتے تھے اور بیکسن کی لڑائیوں کا مستقل سلسلہ جاری تھا، اس لئے جب سرقسطہ میں ناکام ہونے کے بعد شارلیمین واپس جانے لگا اور ولینا کی پہاڑیوں میں ان لوگوں نے حملہ کیا، اس علاقہ میں مسلمان بھی شہری زندگی گذار رہے تھے وہ بھی اس حملہ میں ان کے شریک ہوئے، پھر سلیمان اعرابی کو آزاد کرانے کے لئے اس کے لڑکوں نے ان پر چھاپا مارا تھا، شارلیمین ان حملوں کی تاب نہ لا سکا تھا اور اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا تھا،[1]

عبدالرحمٰن کے تعلقات بھی ان ... ان سے کچھ خوشگوار نہ تھے وہ لوگ اسلامی سرحدوں کو لوٹتے رہتے اور مختلف موقعوں پر چھاپے مارتے، اگرچہ عبدالرحمٰن کے لئے یہ حکومتیں متحارب

---

[1] ... ملاحظہ ہو ... مصنفہ ... سے جنرل ہسٹری آف ... ص ... اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مادہ (اسپین) ج ۲۵ ص ۵۱۴ ... ج ۳ ص ... اور اسپین ... ہسٹری آف ... ہسٹورینز ہسٹری ج ۲۶ ص ... تا ...

تھین، اور قانون اسلام کے رو سے دار الحرب کا حکم رکھتی ہیں، ان پر حملے کئے جا سکتے تھے، اور ان کے حملوں کا جواب دیا جا سکتا تھا، لیکن عبد الرحمن نے داخلی بغاوتوں کو کامل طور پر فرو کرنے سے پہلے ان ملکوں کی طرف رخ نہیں کیا، ۱۶۴ھ میں جب سرقسطہ مطیع ہو گیا، اور پورے ملک میں کوئی ایک چپہ بھی کسی باغی کے قبضہ میں نہیں رہ گیا تو اس نے ان حکومتوں کی طرف توجہ کی، اور سرقسطہ کے مطیع کرنے کے بعد قرطبہ جانے کے بجائے اس نے شمالی اندلس کے ان ہی حصوں کی طرف رخ کیا، اور نمایاں کارنامے انجام دیئے،

چنانچہ سب سے پہلے شمالی اندلس کے صوبہ لوگرونو کے مشہور شہر قلہرا پہنچا، جو دریائے سیڈا کوس کے بائیں کنارے آباد تھا، یہاں بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، اس کے بعد ایک شہر پر جس کا نام ابن اثیر نے فکیرہ لکھا ہے قبضہ کیا، اور اس نواح کے قلعوں کو مسمار کر دیا، اسی کے ساتھ نبلونہ (پمپلونا) پر تاخت کی، جس پر عربوں کا قبضہ رہ چکا تھا،

اس کے بعد حکومت بشکنس (باسک) کے حدود میں داخل ہوا، اور ایک قلعہ پر جس کا نام حصن بتیمین بتایا گیا ہے، قابض ہوا، اس کے بعد اس نواح کے دو سرداروں کے نام عرب مورخین نے لئے ہیں، جن کے حدود حکومت پر تاخت کی گئی، ان میں سے ایک کا نام ملاوتون ابن اعلال لکھا ہے، جب اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو قلعہ کو چھوڑ کر لوگ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے جو باقی رہ گئے تھے انھوں نے مزاحمت کی اور مارے گئے، پھر یہ قلعہ قبضہ میں آ گیا، اور برباد کر دیا گیا، اسی طرح کاؤنٹ آف سرڈن کی عملداری پر حملہ کیا گیا، عرب مورخین اس کو ابن بلسکوط لکھتے ہیں، اس نے مصالحت کی درخواست کی چنانچہ اس نے جزیہ ادا کرنا منظور کیا، اور اس کی وفاداری کو قائم رکھنے کیلئے اس کے لڑکے کو یرغمال کے طور پر لے لیا گیا، اور اس مہم کو انجام دینے کے بعد قرطبہ لوٹ آیا،[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۴، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۴، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۰۴،

ولایت اربونہ | اربونہ (ناربون) میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی، البتہ اکثر قسطہ وغیرہ کے زیر اقتدار رہنے کی وجہ سے اس دور دراز صوبہ پر قبضہ رکھنا بھی عبد الرحمٰن کیلئے دشوار تھا، لیکن یہاں کی آبادی امن پسند تھی اس لئے ان لوگوں نے سرکشی اختیار نہیں کی، عبد الرحمٰن نے البتہ عبد الرحمٰن بن عقبہ کو یہاں کا والی بنایا تھا، پھر شاید اس صوبہ سے مرکزی حکومت کا تعلق منقطع ہو گیا تھا، مگر جلد ہی پھر تعلقات استوار ہو گئے چنانچہ ۱۶۹ھ یا ۱۷۰ھ میں عبد الواحد ابن مغیث نے اس صوبہ کو دوبارہ عبد الرحمٰن کی اطاعت میں داخل کیا، وہی یہاں کا والی مقرر کیا گیا، اس نے یہاں کے محاصل کا خمس عبد الرحمٰن کے پاس بھیجا، جو اس قدر کثیر مقدار میں تھا کہ وہ قرطبہ کا پل اور جامع مسجد کی تعمیر میں لگایا گیا۔[1]

وفات | عبد الرحمٰن نے ملک میں مستحکم حکومت قائم کرکے ۶۰ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول ۱۷۱ھ / ۷۸۸ء وفات پائی، اس کے بیٹے عبد اللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قرطبہ کے قصر میں تدفین عمل میں آئی،

اولاد و جانشین | عبد الرحمٰن کی بیس اولادیں تھیں جن میں گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں، بیٹوں میں سلیمان، ہشام اور عبد اللہ بلنسی ممتاز اور صاحب اقتدار تھے، اس کی زندگی میں امور سلطنت میں حصہ لیتے رہے،

ان میں سب سے بڑا لڑکا سلیمان تھا، وہ بچہ تھا جو عباسیوں کے غلبہ کے وقت گاؤں میں سیاہ عباسی پرچم کو آتے دیکھ کر مکان کے اندر گھر رہتے ہوئے عبد الرحمٰن کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا، اس وقت وہ چار سال کی عمر کا تھا کہ عبد الرحمٰن اس کو چھوڑ کر مغرب چلا آیا تھا، اندلس میں حکومت کے قائم ہونے کے بعد اس نے اس کو ۱۴۸ھ میں شام سے بلوا لیا تھا،

---

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۰، ۳۲، ۴۲

لیکن اندلس آنے کے بعد اس نے اپنے نومولود لڑکے ہشام کو اپنا ولیعہد بنایا تھا اور اپنی نیابت اور قائم مقامی کے تمام فرائض اس کے سپرد کر دیئے تھے، اس لئے سلیمان کے اندلس آنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں خوشگوار تعلقات قائم نہ ہو سکے اور سلیمان کے دل میں ہشام کے خلاف جذبات پیدا ہوئے اور عبد الرحمٰن کے علم میں بھی آئے، اس نے مختلف موقعوں پر ان دونوں کی صلاحیت، استعداد، اور علم و فضل کا امتحان لیا، ہشام کی تعلیم و تربیت محل میں ناز و نعم سے ہوئی تھی، اس لئے وہ قدرتہً ہر موقع پر تفوق حاصل کرتا گیا، اس لئے عبد الرحمٰن نے اس کی ذاتی صلاحیتوں کا لحاظ رکھ کر اسی کو ولیعہد برقرار رکھا، اور عبد الرحمٰن کی وفات کے بعد ہشام ایک معمولی خانہ جنگی کے بعد اس کا متفق علیہ جانشین قرار پایا[1]،

عہد حکومت | عبد الرحمٰن نہ صرف اندلس کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کا بانی بنا بلکہ مغرب میں ایک ایسی نئی تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالنے والا ثابت ہوا، جو قرونِ وسطیٰ میں دنیا کی معیاری تہذیب کی حیثیت سے تسلیم کی گئی،

عبد الرحمٰن اور المنصور عباسی | وہ جس بے سرو سامانی میں مشرق سے نکلا، اور جس اولوالعزمی سے اس نے سلطنت قائم کی اور آئے دن کی بغاوتیں جس کامیابی سے فرو کیں، ان کی سرگذشت اوپر گذر چکی، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے دشمنوں تک کی زبان سے خراج تحسین وصول کیا، خلیفہ المنصور عباسی سے بڑھ کر اس کا کون دشمن اور حریف ہو سکتا تھا، لیکن وہ کہا کرتا تھا،

"اگر ہماری سلطنت اس سخت گیری اور اس کی بقا کی تائید کی قوتوں سے قائم رہ جائے تو تعجب نہ کرو، اصلی تعریف کا مستحق تو وہ یگانہ و فرزانہ قرشی نوجوان ہے، جو اپنے اہل و عیال

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۶۴۴ و ج ۶ ص ۶، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۴، اس نے سال وفات ۱۷۲ھ لکھا ہے، ابن اثیر نے بھی بطور ایک قول کے نقل کیا ہے، لیکن ۳۳ سال ۱۳۹ھ سے آغاز اور ۱۷۱ھ پر (باقی حاشیہ ص ۳۱۵ پر)

سے جدا ہوا، اور مصائب کی پرواہ نہ کی، وہ اپنی دھن کا پکا تھا، یہاں تک کہ اپنی عزت کی گھاٹیوں پر چڑھنے کیلئے اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا، ایک دور دراز جزیرہ میں جانکلا وہاں صف بستہ فوجیں اس کے مقابلہ کیلئے موجود تھیں، مگر اس نے اپنی ہمت و فرزانگی سے انھیں شکست دی، اپنے حملوں سے ان کی صفیں ایک دوسرے پر الٹ دیں اور اپنی سیاست و دانائی سے ملک کے بسنے والوں کے دل موہ لئے اور ملک کے اکابر اس کے فرمان کے تابع ہوگئے، اور سارے ملک پر اس کی بادشاہی قائم ہوگئی، وہ شخص اپنے دشمنوں کیلئے مجسم قہر ہے، اپنے عہد کا پکا ہے، اپنی سرحد کے پاس کسی کو پھٹکنے نہیں دیتا، لوگ اس سے محبت بھی کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں، وہ جوان ہے اور جوان ہمت ہے، اگر کوئی اس کی مدح میں قصائد پڑھے تو اس کو جھوٹا نہ سمجھو[۱]،

المنصور نے ایک مرتبہ رفقائے مجلس سے پوچھا "صقر قریش" (قریش کا باز) کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت امیر المومنین ہیں جس نے ملک کو فرمانبردار کیا، فتنوں کو دبایا، نقائص کو دور کیا، اور دلوں پر حکمرانی کی"، المنصور نے کہا، "تم لوگوں نے کچھ بھی نہ کہا" پھر لوگوں نے کہا تو کیا معاویہ رضہ ہیں، المنصور نے جواب میں نفی کی تو لوگوں نے عبد الملک بن مروان کا نام لیا، المنصور نے پھر انکار کیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ پھر کون ہوسکتا ہے؟ المنصور نے جواب دیا، "صقر قریش عبد الرحمن بن معاویہ ہے جو نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار سے اپنی حیلہ گری کے ذریعہ بچ نکلا، جنگل بیدان کو عبور کیا، سمندر پر سوار ہوا، یہاں تک کہ ایک اجنبی ملک میں داخل ہوا، اور شہروں پر شہر بسائے اور فوجوں پر فوجیں ترتیب دیں، اور اپنی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴ ۳) اختتام مان کر لیتے ہیں، مقری نے ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۷۱ھ تاریخ وفات لکھی ہے، (ج ۲ ص ۷۳) [۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۵۸۱،

تدبیر کی خوبی اور عزم کی پختگی سے اپنی کھوئی ہوئی حکومت دوبارہ قائم کرلی۔ حادثۂ ایک ایسی سواری پر سوار ہوئے جس پر عمرؓ و عثمانؓ نے ان کو سوار کیا، اور وہ اس سواری کو بہت مطیع بنا چکے تھے، عبد الملک کے لئے اس سے پہلے بیعت لی جا چکی تھی، اور امیر المومنین کو تو اپنے آل و ورثہ کی طاقت و قوت اور اپنے ماننے والے گروہ کے اجتماع سے کامیاب ہوا، لیکن عبد الرحمن، تو وہ اپنی ذات سے یگانہ و تنہا تھا، صرف اس کی رائے اس کی مؤید، اور اس کا عزم اس کا رفیق تھا،[1]

المنصور عبد الرحمن کی تعریف میں رطب اللسان تھا، اور مورخین نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا مماثل قرار دیا ہے، مقری لکھتا ہے،

"اندلس اپنے عزم و مضبوطی اور ضبط معاملات میں الداخل المنصور پر قیاس کیا جاتا تھا اس میں بھی دونوں یکساں تھے کہ دونوں کی مائیں بربری تھیں اور دونوں نے اپنے بیٹوں کو قتل کرایا، المنصور نے اپنے [illegible] کو اور عبد الرحمن نے اپنے بیٹے [illegible] کو"[2]

ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

"ابن حیان نے [illegible] لکھا ہے کہ [illegible] عبد الرحمن [illegible] سے دوسروں پر غالب [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(اندلس [illegible])

جو تعلقات تھے ان پر اس کو ناز تھا، اس لئے وہ اندلس میں بنو امیہ کو اپنے متبعین میں شمار کرتا تھا
اسی زمانہ میں خانوادۂ امویہ کو زوال آیا، مشرق میں ان پر جو مظالم ڈھائے گئے، ان کی داستانیں
اندلس بھی پہونچیں، مغرب والوں کو ان سے کوئی خلش نہ تھی، وہ ان کو صرف مذہبی پیشوا جانتے تھے
اور ان کی فتوحات کے معترف تھے، اس لئے مظالم کی ان داستانوں سے اندلس میں ان کی طرف سے
عام ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا، اگر یوسف کے علم میں واقعات اس وقت آجاتے جب صمیل کے
علم میں آئے تھے تو عبد الرحمن کی کامیابی مشتبہ ہو جاتی، لیکن اس کی خوش قسمتی تھی کہ صمیل و یوسف
میں وقتی شکر رنجی سے اس کو فائدہ پہنچ گیا۔ پھر یمانیوں کے عبد الرحمن کے زیر اثر آجانے سے اس کو
اندلس میں عسکری تفوق حاصل ہو گیا، اور اس کامیابی کے مواقع پیدا ہوگئے،

قیام حکومت کے بعد یمانیوں اور حکومت کے قیام میں ہاتھ بٹانے والوں کے اثرات قدرۃً
بڑھے ہوئے تھے، عبد الرحمن کے ان پر ذاتی حیثیت سے جو بھی [illegible] لگایا جائے مگر حکومت کے
استحکام و بقا کے نقطۂ نظر سے ان کے اثرات کا زائل ہونا اہم تھا، اور اس کی حکومت کے لئے
غیر معمولی طور پر مفید ہوا، خصوصاً اس لئے کہ اس نے رفتہ رفتہ موالی اور غلاموں کی عظیم الشان
فوج تیار کر لی، اور پھر انہی فوجوں کی طاقت کو جن کے سپاہیانہ جوہر سے اس نے حکومت قائم
کی تھی، الگ الگ [illegible] توڑا، اور بڑی مشقتیں اٹھا کر پورے اندلس میں ایک سرے سے
دوسرے سرے تک اپنی حکومت کو قائم کیا، اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوا تو قیام
حکومت کا کام پورے طور پر ہو چکا تھا۔

عبد الرحمن نے قیام حکومت میں ہوشمندی سے کام لیا تھا، حکومت کے طور طریق سے آگاہ تھا، مشرق
وہ واقف [illegible] بنو امیہ سے [illegible] کہ جمع ہوگئے اور امور مملکت میں

لہ نفح الطیب مقری ج ۱ ص ۱۵۳

اس کا ہاتھ بٹایا، اُسے جب فوجی مہمون سے فرصت ملتی تو حکومت کے تنظیم ونسق سنبھالنے اور ملک کو عمرانی ترقی دینے مین وقت صرف کرتا تھا، مقری ابن حیان کے حوالہ سے لکھتا ہے

"ابن حیان کہتا ہے کہ جب الداخل نے اندلس جیسے دور افتادہ خطہ کو شاہی آراستگی سے خالی
پایا تو اس کے باشندون کو سلطانی اطاعت کا خوگر بنایا، شاہانہ طور طریق کا انھین عادی
بنایا، انھین آداب سلطانی سکھائے، اور انھین ایک شاہراہ پہ لاکر کھڑا کردیا، پھر اس نے
تنظیم شروع کی چنانچہ حکومت کے دواوین قائم کئے، محل کھڑے کئے، عطایا مقرر کئے، جھنڈے
بلند کرکے صاحب جیش مقرر کئے، لشکر ترتیب دیئے، حکومت کی تعمیر کا یہ محل آسمان تک پہونچا،
اور زمین مین اس کی بنیادین مستحکم ہوگئین،
اس کا اعتراف بڑے بڑے بادشاہون نے کیا، وہ اس کے قریب آنے سے لرزنے لگے
اور اس کی سرحدون کا احترام کرنے لگے، یہان تک کہ پورا اندلس اس کا مطیع ہوگیا،
اور یہان اس کی حکمرانی مستحکم ہوگئی"[1]

حکومت کے مختلف شعبے اور صوبون کی تقسیم
عبد الرحمن نے ملک کو چھ صوبون مین تقسیم کیا، جہان اس کے گورنر رہتے تھے، اور وہی سپہ سالار بھی ہوتے تھے، پھر ان کے ماتحت وزراء وعمال تھے، اسی طرح محکمہ پولیس، قضاء (عدالت) اور قیدخانہ کا انتظام جداگانہ تھا، ان سب کا تعلق پایہ تخت سے تھا، جہان وہ اپنی کارگذاریان بھیجتے، اور مرکز سے ان کی نگرانی کی جاتی،

مرکزی حکومت کے عہدہ دار اور محکمے
مرکزی حکومت چند شعبون مین تقسیم تھی، اور ممتاز عہدہ دارون مین حاجب وزیر، کاتب، قاضی، صاحب شرطہ (پولیس افسر) سپہ سالار اور قاضی عساکر تھے، ان کا علیحدہ علیحدہ دفتر قائم تھا،

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵،

حجابت - حجابت کے عہدہ پر سب سے پہلے تمام بن علقمہ جو اس کے موالی میں سے تھا سرفراز کیا گیا، پھر یوسف بن بخت فارسی جو عبد الملک بن مروان کے موالی میں سے تھا، اس عہدہ پر آیا، بلکہ یہ عہدہ اس کے خاندان میں کچھ دنوں وراثتاً باقی رہا، پھر عبد الکریم بن مہران جو حارث ابن ابو شمر غسانی کی اولاد میں سے تھا اس عہدہ پر آیا، پھر عبد الرحمٰن بن مغیث بھی اس عہدہ پر مامور کیا گیا، اس کا باپ مغیث، قرطبہ کا فاتح تھا، پھر منصور خصی مامور ہوا، یہ سب سے پہلا خصی تھا جو بنو امیہ کے دربار میں حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

وزراء - اگرچہ عبد الرحمٰن نے وزیر کا لقب عہدہ کی حیثیت سے مقرر نہیں کیا، لیکن وزارت کے سارے کام، اور اہم امور میں مشورت کی خدمت کیلئے چند عمائد مخصوص تھے، اور مورخین نے ان ہی کے نام وزیر کی حیثیت سے لکھے ہیں، وہ ابوعثمان[1] (بانی دولت) عبد اللہ[2] بن خالد (رفیقِ اقامت میں دست راست) ابو عبدہ[3] جو پہلے اشبیلیہ کی ولایت پر مامور تھا، شہید[4] بن عیسیٰ بن شہید جو معاویہ بن مروان بن حکم کے موالی میں سے تھا، عبد السلام[5] بن بسیل رومی، جو عبد اللہ بن معاویہ کا موالی تھا، ثعلبہ[6] بن عبید بن نظام جذامی جو پہلے سرقسطہ کا والی تھا، اور عاصم بن مسلم ثقفی جو اس کے جاں نثاروں میں سے تھا، اور مروانی جسے سب پر تقدم حاصل تھا، اس کے معتمد رفقاء تھے،

کتاب - کتابت کی خدمت ابتدا ابوعثمان اور عبد اللہ بن خالد نے انجام دی، جب حکومت کے شعبے اور مناصب قائم کئے گئے تو سب سے پہلا کاتب امیہ بن یزید مقرر کیا گیا، یہ معاویہ بن مروان کے موالی میں سے تھا، اور یوسف فہری کے زمانہ سے اس عہدہ پر مامور تھا، عبد الرحمٰن نے بھی اس کو اس خدمت پر مامور کر لیا، اور اس کے خاص مشیروں میں شمار کیا جانے لگا، اہم امور میں وہ اس سے بھی مشورہ کرتا، اور اس کی رائیں بڑی صائب نکلتی تھیں، اور عبد الرحمٰن اس کی

راہوں کو فضیلت دیتا تھا، لیکن آخر زمانہ میں عبد الرحمٰن کیساتھ اس کی وفاداری قائم نہ
اور یزیدی کی باغیانہ سرگرمیوں میں در پردہ یہ بھی شریک تھا، اگر یزیدی کے قتل کے واقعہ
پہلے اس کا انتقال ہوگیا،

قضا:- اندلس میں قضا کے دو منصب تھے، ایک قاضی الجماعت کہا جاتا تھا، اور دوسرا
عساکر، قاضی الجماعت یعنی ایک عبد اللہ شہری آبادی کیلئے تھی، دوسری خاص
کیلئے، قاضی الجماعت کے عہدہ پر یوسف کے زمانہ سے یحییٰ بن یزید یحصبی مامور تھے اس
برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے، عبد الرحمٰن نے ان کو اس عہدہ پر برقرار رکھا،

"قاضی یحییٰ بن یزید یحصبی نے جب وفات پائی تو قاضی قرطبہ کے عہدہ کیلئے کسی نئے
کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی، عبد الرحمٰن نے اپنے وزراء اور اپنے دونوں بیٹوں
اور ہشام کو مشورہ کیلئے طلب کیا، عبد الرحمٰن نے ان کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا
اور ہشام نے کہا ہم لوگ اندلس کے ایک بزرگ سے واقف ہیں، وہ شامی عرب ہیں، ان میں
وہ صاحب فضل و صلاح و برگزیدہ بزرگوں میں سے ہیں، ان کا نام مصعب بن عمران
ہے، وزراء نے بھی اس بیان کی تصدیق کی، عبد الرحمٰن نے انہیں بلانے کیلئے آدمی بھیجا،

اس کے بعد مصعب بن عمران طلب کئے گئے، جب وہ عبد الرحمٰن کے سامنے آئے
اس نے قضاءت کا عہدہ ان کے سامنے پیش کیا، تو انھوں نے اس کے قبول کرنے سے
عبد الرحمٰن کیلئے اپنی مخالفت کا برداشت کرنا دشوار تھا، وہ شدت غضب میں اپنی مو
ل دینے لگا، اور یہ اس کی انتہائی برہمی کی علامت تھی، ابن جہیر نے کہدی کہ یہ شخص اس
سے باہر نہیں ہوا، اور مزید کوئی قدر رکھتے ہیں، اس سے اتفاق کیا، اچھا تو پھر تمہارے متعلق

لہ نفح الطیب ج ۲ ص ۳۸۸

دینے والون پر خدا کی لعنت اور اس کا غضب ہو،،

شیخ مصعب بن عمران کے صاحب صلاح و خیر ہونے کی یہ نشانی تھی کہ انھون نے اسی طرح اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کیا، جیسے المنصور کی پیشکش کو امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رح نے رد کردیا تھا، اور عبد الرحمن کو المنصور پر یہ فضیلت رہی کہ غصہ مین امام اعظم رح کی طرح شیخ مصعب ابن عمران کو کوئی سزا دینے کے بجائے وہ اپنے ہی لڑکون کو برا بھلا کہہ کر رہ گیا،

شیخ مصعب بن عمران کے انکار سے شیخ ابو عمرو بن معاویہ بن صالح حمصی کا آفتاب اقبال بلند ہوا، عبد الرحمن کو ان پر بڑا اعتماد تھا، یہ اندلس کے شامی عربون مین ممتاز فقہا مین سے تھے، عبد الرحمن نے ان کو اس سے پہلے زاد سفر دیکر شام بھیجا تھا کہ وہان سے وہ ان کی دونون بہنون کو اپنے ساتھ اندلس لے آئین،[1] یہ شام سے واپس آچکے تھے، عبد الرحمن نے ان کو طلب کیا، اور اسی وقت قضارت کا عہدہ ان کے سپرد کردیا، اور عبد الرحمن کے زمانہ مین آخر وقت تک یہی اس عہدہ پر مامور رہے[2]

قاضی عساکر کے عہدہ پر جدار بن عمرو مامور تھے،[3]

---

[1] ان بہنون نے عبد الرحمن کی دعوت قبول نہین کی، اور یہ کہلا بھیجا کہ اب وہ شام مین امن و عافیت سے ہین اس لئے سفر کے خدشات مین اسے پڑنا مناسب نہ ہوگا چنانچہ معاویہ بن صالح اندلس واپس چلے آئے تھے [2] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۳۳، ۳۴، مقری نے معاویہ بن صالح کے بعد عمر بن شرحبیل پھر عبد الرحمن بن طریف کے نام قاضی قرطبہ کی حیثیت سے لکھے ہین، اس اجمالی ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون بھی عبد الرحمن کے عہد مین قضاۃ کے عہدہ پر مامور ہوئے مگر یہ ابن القوطیہ کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ معاویہ بن صالح ہشام کے عہد کے پہلے سال تک تاحیات قاضی رہے، اس لئے ممکن ہے کہ یہ دونون امیر عبد الرحمن کے زمانہ مین کسی اور شہر کے قاضی مقرر ہوئے ہون، قرطبہ کے قاضی کی حیثیت قاضی القضاۃ کو سمجھنا چاہئے، اس عہدہ پر آخر وقت تک (باقی حاشیہ ص ۲۲۲ پر)

بہ نفس نفیس زیادہ تر مالی معاملات کے فیصلے کرتے تھے، اس کے ساتھ انھیں ہر قسم کے مقدمات
کی سماعت کا حق حاصل تھا، لیکن عدالت کے جداگانہ انتظام کے باوجود عبد الرحمٰن چند خاص اوقات
میں فریاد رسی کیلئے خود بھی بیٹھتا تھا، اس تک پہونچنے کیلئے عام اجازت تھی کمزور سے کمزور انسان
بغیر کسی دشواری کے اس کے پاس پہنچ جاتا تھا، اس لئے لوگ براہ راست بھی اس کے یہاں
پہنچتے، اپنے معاملات پیش کرتے اور انصاف کے خواہاں ہوتے، وہ مقدمات کے فیصلے کرتا،
اور کبھی فریقین میں صلح کرا دیتا،

عوام کے لئے عبد الرحمٰن کے قصر کا دروازہ صرف کھلا نہ تھا، بلکہ وہ آزادی سے عام
مجمعوں میں شریک ہوتا، اور لوگوں سے عمومیت کے ساتھ خلا ملا رکھتا تھا، اس کے اس طرز
زندگی سے لوگ زیادہ جری ہوگئے تھے، اور راہ چلتے روک کر فریاد رسی چاہتے، چنانچہ ایک
مرتبہ وہ کسی کے جنازہ کی شرکت سے واپس آرہا تھا، اثنائے راہ میں ایک شخص آگے بڑھا، اور راہ
روک کر کہنے لگا، "خدا امیر کا بھلا کرے، آپ کے قاضی نے مجھ پر ظلم کیا ہے، میں آپ سے ظلم کی فریاد کرتا
ہوں، عبد الرحمٰن نے جواب دیا کہ "اگر تم نے سچ کہا تو انصاف کیا جائیگا"، اس پر اس نے
عبد الرحمٰن کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا "یا امیر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں خدا کی قسم
میں اس جگہ سے آپ کو ہٹنے نہ دوں گا، تاوقتیکہ آپ قاضی کو میرا انصاف کرنے کا حکم نہ دیدیں"
عبد الرحمٰن نے پیچھے پھر کر دیکھا تو اس کے خدم و حشم میں سے تھوڑے سے لوگ اس کے ساتھ تھے، چنانچہ
اس نے قاضی کو بلایا اور اس کے معاملہ میں مناسب فیصلہ کرنے کا حکم دیا،

قصر میں لوٹنے کے بعد اس کے بعض حشم جو اس کے اس عمومیت سے نکلنے کو ناپسند کرتے
تھے، انھوں نے کہا "خداوند تعالیٰ امیر کی عمر دراز فرمائے، اس کثرت سے نکلنا پاتا ہوں کہ یہ بات

(بقیہ حاشیہ ص ۳۳۵) معاویہ بن صالح ہی کا تقرر رہا تھا، نفح الطیب، ج ۲ ص ۲۲

نہیں اس طرح وہ عوام کی نگاہوں میں سبک ہو جاتے ہیں، لوگ ایک قسم کی طبیعت کے نہیں ہونے لوگوں میں نامناسب جرأتیں پیدا ہو جاتی ہیں،

عبد الرحمٰن نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور اس دن سے عمومیت کے ساتھ عوام سے جلا ملا کرنے سے اجتناب کرنے لگا، اور محفلوں اور مجلسوں کی شرکت کے لئے ہشام کو مامور کر دیا۔[1]

عبد الرحمٰن نے فوج کی تنظیم پر بڑی توجہ کی، پے در پے بغاوتوں کے باعث عربوں پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا اس لئے بربریوں اور غلاموں کی عظیم الشان فوج تیار کر لی، بربریوں اور موالی کی فوج کے تیار ہونے سے پہلے فوج کی تقسیم قبائلی تھی، ہر قبیلہ اپنے سردار کے ماتحت امیر کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہوتا تھا لیکن عربوں کی بغاوتوں سے اس کو جب تلخ تجربے ہوئے تو اس نے اس نظام کو بدل دیا، اور سرکاری فوج کی تعداد میں اضافہ کرنے لگا، چنانچہ جب وہ البیرہ سے بیعت اطاعت کے بعد روانہ ہوا تھا، اس کے پاس چھ سو سوار تھے آگے چل کر سواروں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی، پھر اسی مناسبت سے پیدل سپاہ کی تعداد کا قیاس کرنا چاہئے

سپاہ ان ہی دو شعبوں پیدل اور سوار میں تقسیم تھی، پیدل سپاہ کے افسر اعلیٰ (صاحب الرجالہ) کی حیثیت سے عبد الحمید بن غانم کا نام آتا ہے، اور سواروں کا افسر (صاحب الخیل) مولیٰ سماعہ تھا،[2]

سپہ سالاری کے عہدہ پر [illegible] ابن علقمہ، حبیب بن عبد الملک قرشی اور عاصم بن مسلم ثقفی وغیرہ کے نام ملتے ہیں، کبھی کسی وزیر یا حاجب کی سرکردگی میں بھی فوج بھیجی جاتی، اور بیشتر موقعوں پر عبد الرحمٰن خود فوج کی قیادت [illegible] کیا کرتا تھا،

۱؎ نفح الطیب ج [illegible] ۲؎ [illegible] نفح الطیب ج ۲ ص ۴۱ و [illegible] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۱۰

اندلس کی حکومت کا بحری بیڑا پہلے سے موجود تھا، عبد الرحمٰن نے اس موقع پر جب اس نے شام پر حملہ آوری کی تیاری کی تھی، بحری بیڑے کو بھی مستحکم کیا تھا، جس نے آگے چل کر غیر معمولی ترقی حاصل کی،

صیغہ فوج میں تولیت لواء بھی اس زمانہ میں ایک مستقل اعلیٰ منصب تھا، عبد الرحمٰن کے عہد حکومت میں ابو سلیمان داؤد انصاری علمبردار تھا، اس کے انتقال کے بعد تولیت لواء کا منصب خاندانی قرار پایا، چنانچہ اس کا بیٹا محمد بن عبد الرحمٰن کے زمانہ تک اس منصب پر مامور رہا،[۱]
فوج کے لئے رسد مہیا کرنے کے لئے ایک مستقل افسر تھا، جو "صاحب ارزاق الاجناد" کہا جاتا تھا،[۲]

محکمۂ شرطہ (پولیس) مستقل طور پر قائم تھا، عبد الرحمٰن کے زمانہ میں عبدی اس محکمہ کا افسر اعلیٰ تھا، اس محکمہ کے فرائض تقریباً وہی تھے جو اس زمانہ میں پولیس کے ہوتے ہیں،
نقش خاتم، عبد الرحمٰن نے سرکاری کاغذات اور دستاویزوں پر مہر کرنے کیلئے اپنا نقش خاتم باللہ یثق عبد الرحمٰن وبہ یعتصم تیار کرایا تھا،
عبد الرحمٰن نے حکومت کے مختلف شعبوں کے دیوان و دفاتر قائم کر کے حکومت کو ایک نظم کے ساتھ چلایا، اس کے علاوہ اس نے قرطبہ کی تعمیری ترقی پر بڑی توجہ کی، قصور، ایوان، محلات، باغات، مساجد، حمام، شہر پناہ اور پل تعمیر کرائے، چنانچہ قرطبہ کی تعمیری تجدید و تزئین وآرائش کے متعلق مقری اجمالی طور پر لکھتا ہے،

بعض مورخین نے عبد الرحمٰن الداخل کے سوانح حیات میں لکھا ہے کہ جب اس کی حکومت قائم ہو گئی تو اس نے قرطبہ کی عظمت بڑھانا شروع کیا، چنانچہ اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور اس کی

۱؎ نفح الطیب ج ۱ ص ۵، ۲؎ [illegible] اندلس ص ۹

عمارتوں کی تجدید کی، اس کو فصیلوں سے مستحکم کیا، قصر حکومت اور جامع مسجد کی تعمیر کی، اس کے رقبہ کو بڑھایا، محلوں کی مسجدوں کو درست کرایا، پھر شہر رصافہ کو اپنی نزہت گاہ کے طور پر تعمیر کیا، اور اس میں ایک خوبصورت قصر تعمیر کیا، اور وسیع باغ لگایا، اور اس میں عجیب و غریب پودے اور بہترین درخت شام اور دوسرے ممالک سے منگا کر نصب کر دیئے،[1]

فصیل قرطبہ کی تعمیر قرطبہ کی فصیل کی تعمیر ۱۵۵ھ/۷۷۲ء میں عین اس زمانہ میں انجام پائی جب اندلس میں پے در پے بغاوتیں برپا تھیں، اس لئے اس کی تعمیر دار الحکومت کو باغیوں سے محفوظ رکھنے ہی کے لئے عمل میں آئی تھی، اور اسی وجہ سے اس کی تعمیر میں استحکام و پائیداری کا لحاظ رکھا گیا ہوگا، قرطبہ کی یہ فصیل پہلے زمانہ سے موجود تھی، امتداد زمانہ سے اس کا استحکام باقی نہیں رہا تھا، اس لئے ولاۃ کے زمانہ میں ایک سے زیادہ ایسے موقعے آئے جب باغی شہر میں گھس پڑے، عبد الرحمٰن کو بھی اسی فصیل کے کام نہ آنے سے مدد ملی تھی، اور دریا کو عبور کرتے ہی وہ شاہی محل تک پہنچ گیا تھا، عبد الرحمٰن کے استیلا کے بعد یوسف کا لڑکا ایک مختصر دستہ کے ساتھ بلا مزاحمت قصر حکومت تک پہنچ گیا تھا، اور قائم مقام والی کو گرفتار کر لیا تھا،

عبد الرحمٰن نے ان ہی وجوہ سے فصیل کی تعمیر پر سب سے پہلے توجہ کی، اس میں حسب ضرورت دروازے لگوائے، مجموعی طور پر سات یا آٹھ دروازے تھے، جو رات آتے ہی بند کر دیئے جاتے تھے، اور دروازوں پر پاسبان مقرر کئے،

قصر شاہی قرطبہ کا قصر شاہی جس کو "بلاط رزریق" اور "قصر حکومت" بھی کہتے تھے عہد قدیم سے قائم تھا، گاتھ فرمانروا جب قرطبہ آتے تو اس میں ٹھہرتے تھے، رزریق آخری مرتبہ جب قرطبہ آیا تھا تو طارق سے مقابلہ کرنے کیلئے یہیں بیٹھ کر اس نے تیاری کی تھی، اس لئے مسلمان

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۵۵

اس کو "بلاط لذریق" بھی کہتے ہیں، اس میں یونانیوں، رومانیوں اور گاتھوں کے دور کے آثار موجود تھے اسلامی دور کے آغاز کے بعد بھی قصر اندلس کے حکمران کا مستقر قرار پایا عبدالرحمن نے بھی اسی میں سکونت اختیار کی اور اسی لحاظ سے مسلمان اس کو "قصر حکومت" بھی کہتے تھے

اس قصر میں بنو امیہ کے دور کی بہترین یادگاریں ہیں، انھوں نے اس میں عجیب و غریب اضافے کئے، عرب مورخین ابن اثیر، ابن خلدون اور مقری نے اس قصر کی تعمیر کا تذکرہ جس انداز میں کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالرحمن نے اس کی از سر نو تعمیر و تجدید کی تھی[1]

رصافہ | عبدالرحمن اس قصر میں تھوڑے دنوں مقیم رہا، اس کے بعد اس نے اپنی سیر و تفریح کے لئے قرطبہ سے قریب جانب مغرب ایک نزہت گاہ بنوائی، اور اس کا نام اپنے دادا ہشام کی سیرگاہ کے نام پر رصافہ رکھا، یہ ایک بڑا پر فضا باغ تھا، اس کو اس نے بڑی دلچسپی سے آراستہ کیا اور دور دور ملکوں دمشق و بغداد سے طرح طرح کے خوشنما درختوں اور لذیذ پھلوں کے پودے، بیج اور گٹھلیاں منگا کر اس میں نصب کرائیں، اور بڑے اہتمام سے ان کی پرداخت کرائی اور چند سال کے اندر قسم قسم کی ترکاریاں، اور خشک و تر میوے اندلس میں اپنی اپنی فصل پر تیار ہونے لگے مقری ابن سعید کی کتاب المغرب کے حوالہ سے لکھتا ہے،

"قرطبہ کی نزہت گاہوں اور عمارتوں کا تذکرہ، نظم و نثر کے ذریعہ اس قدر زبانوں پر ہے کہ اس کا احاطہ کرنا دشوار ہے خلفائے مروانیہ کی نزہت گاہوں اور سیرگاہوں میں سے

قصر رصافہ ہے،

اس قصر کو عبدالرحمن بن معاویہ نے اپنی ابتدائی زمانہ میں اپنی سیر و تفریح اور قیام کے لئے

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۹، ۱۲۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۱، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۵،

تعمیر کرایا تھا، وہ اپنے اوقات کا بڑا حصّہ رصافہ کے باغ میں گذارتا تھا جس کو اس نے شمالی قرطبہ میں مائل بمغرب تیار کرایا تھا، یہاں اس نے ایک خوبصورت قصر بنوایا تھا، ایک وسیع باغ لگوایا تھا جس میں عجیب وغریب پودے، اور بہترین درخت مختلف ملکوں سے منگا کر نصب کرائے تھے، درختوں اور پودوں کو حاصل کرنے کے لئے اس کے قاصدوں نے دور دور کا سفر کیا تھا، اور بہترین قسم کی گٹھلیاں اور بیج لیکر واپس آتے تھے چنانچہ خاص اہتمام پرداخت اور حسن ترتیب سے چند ہی دنوں میں اعلیٰ درجہ کے درخت اس باغ میں تیار ہوگئے، اور نہایت نادر ہوئے، چند ہی دنوں میں پورے اندلس میں پھیل گئے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے،

اس سیرگاہ کا نام "رصافہ" اپنے دادا ہشام کی سیرگاہ کے نام پر رکھا تھا کیونکہ شام کی اس سیرگاہ کی یاد اور اس کی کشش اس کے دل میں باقی تھی، اس لئے وہ اندلس کے اس رصافہ میں اپنے اوقات کا بڑا حصّہ گذارتا، اور اس تعلق سے اس کے دل میں اس مقام کی طرف سے ایک قسم کی کشش قائم ہوگئی تھی"

عبد الرحمٰن کی بہن ام اصبغ اس کے لئے شام سے میووں کے تحائف بھیجا کرتی تھی، اور اس کے بھیجے ہوئے پودے، درخت اور بیج بھی اس باغ میں خاص طور پر لگائے گئے تھے

رصافہ کا ایک انار "رمّان سفری" کے نام سے اس زمانہ میں بہت مشہور تھا، یہ اپنی مٹھاس اور رس کی زیادتی، اور دانوں کی وبازت اور خوش رنگی، خوبصورتی میں سارے اندلس میں مشہور تھا، عبد الرحمٰن نے اپنی بہن ام اصبغ سے کچھ میوے شام سے منگوائے تھے، ان ہی میں انار بھی تھے، عبد الرحمٰن نے یہ میوے چند معزز لوگوں کو تحفہ میں بھیجے تھے جن میں سفر بن زید کلاعی بھی تھے، وہ انار کو لیکر اپنے وطن کورہ ریہ میں آیا، اور اس کے بیج کو بڑے اہتمام سے

بو دیا، زمین موافق نکلی، اور پودا نکل آیا، اس نے بڑے اہتمام سے اس کی پرداخت کی، جب درخت بارآور ہوا تو پہلا پھل وہ عبدالرحمٰن کے پاس تحفہ مین لایا، عبدالرحمٰن ان انارون کو رصافہ شام کے انارون کے مانند پاکر بہت خوش ہوا، کلاعی نے پورا واقعہ سنا دیا، اس سے اس کو اور بھی مسرت ہوئی، اس کے اس دلچسپی سے درخت اُگانے اور بارآور کرنے پر اس کی ستایش کی، اور اسے انعام واکرام سے خوش کیا، پھر اسی درخت کے بیج لیکر رصافہ مین پودے لگوائے اور اس کے درخت پھیل گئے، اور اس باغ سے دوسرون نے اس کے پودے لئے اور درخت نصب کئے، یہان تک کہ گھر گھر پھیل گئے، اور اسی مناسبت سے اس کو رمان سفری کہنے لگے[1]

مسجد جامع | مسلمانون نے قرطبہ کی فتح کے موقع پر حضرت عمرؓ کے اس اسوہ کی تقلید مین جو انھون نے دمشق مین اختیار فرمایا تھا، یہان کے بڑے گرجا شنت بنجنت کے نصف حصہ کو لیکر جامع مسجد بنا لیا تھا، اور نصف گرجے کو اپنے حال پر باقی چھوڑ دیا تھا، باقی دوسرے گرجون کو مسمار کرا دیا تھا، لیکن جب قرطبہ مین مسلمانون کی آبادی بڑھی، تو اس جامع مسجد کی وسعت نمازیون کے لئے تنگ ہونے لگی، تو بعد کے والیون نے بالائی منزل پر منزلین بنائین، اس طرح اس مین نمازیون کیلئے گنجایش نکلتی گئی، لیکن بالائی منزلون پر جانے کے لئے بڑا پرپیچ راستہ اختیار کرنا پڑتا، اور نمازیون کو بڑی دشواری پیش آتی تھی، اس لئے عبدالرحمٰن نے اپنے زمانہ مین اس جامع مسجد کو وسیع کر کے از سر نو بنوانا چاہا، لیکن بڑی دشواری زمین کی تھی، کلیسا اپنی جگہ قائم تھا، اس زمین پر قبضہ کرنا خلاف معاہدہ ہوتا، اور عیسائیون کا از خود دینا --- ممکن نہ تھا، آخر عبدالرحمٰن نے ممتاز عیسائیون کو بلا کر اس مسئلہ پر ان سے مشورہ کیا، اور اس زمین کو گرانقدر قیمت پر

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۱۸،۲۱۷

خریدنا چاہا، ان لوگوں کو شرائط صلح کا علم تھا، اور مسلمانوں کی دیانت داری سے اپنی جگہ یقین تھا کہ وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کر سکیں گے، اس لئے ان لوگوں نے صاف طور پر کسی دام پر بھی اس کو الگ کرنے سے انکار کر دیا،

اب اس گتھی کا سلجھنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا کہ ان لوگوں نے خود باہم مشورہ کیا، اور ایک ایسی صورت اختیار کرنا چاہی جو ان کے مذہبی نقطۂ نظر سے بھی مستحسن سمجھی جائے چنانچہ ان لوگوں نے عبد الرحمن سے کہا کہ اگر اس کلیسا کے عوض انہیں قرطبہ اور اس کے حوالی کے تمام مسمار شدہ کلیساؤں کو بنانے کی اجازت دی جائے تو وہ اس کلیسا سے دست بردار ہو سکتے ہیں، عبد الرحمن نے یہ شرط قبول کر لی، اور ان کلیساؤں کی دوبارہ تعمیر کی اجازت کے ساتھ اس زمین کی قیمت ایک لاکھ دینار بھی عیسائیوں کے حوالے کئے،

سنہ ۱۶۹ھ کی ابتدا میں یہ زمین حاصل ہوئی، اسی وقت سے اس کی تعمیر شروع ہوئی، اور ایک سال یعنی ۱۷۰ھ میں نہایت خوبصورت اور عالی شان مسجد اس حد تک تیار ہو گئی کہ اس میں نماز ادا کی جا سکے، اس کی تعمیر پر اس کے ہاتھوں سے اسی ہزار دینار صرف ہوئے تھے، جامع قرطبہ عبد الرحمن کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی اگرچہ وہ اس کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی تاہم سنہ ۱۷۰ھ میں اس میں نماز جمعہ ادا کی، اور اس کے منبر پر خطبہ دیا،

جب عبد الرحمن کی مشتاق نگاہیں اس خوبصورت مسجد کے میناروں پر جاتیں تو اس کی زبان سے بے اختیار نکلتا کہ [illegible] یہ مسجد حقیقتاً عبد الرحمن کا آخری مطمح نظر تھا، اگرچہ اس نے خود اپنے لئے امیر [illegible] سے زیادہ کوئی لقب اختیار نہیں کیا، لیکن اس کے جانشینوں میں اس کے ہمنام عبد الرحمن الناصر نے اس کے دل کی آرزو بھی اپنی خلافت کا اعلان کر کے پوری کر دی، اور اس مسجد کے ہر ستون پر امیر المومنین کی سلطنت [illegible] کی بقا و ترقی کی دعائیں منقش

گئیں، اور اندلس میں اموی سلطنت و خلافت صدیوں تک بڑی شان سے قائم رہی۔

علم و فضل اور شعراء و علماء کی قدردانی

عبد الرحمن صاحب علم و فضل تھا، ادب و شعر کا صحیح مذاق رکھتا تھا، مشرق کی یاد اس کے دل سے محو نہیں ہوئی، اس کی یاد میں بڑی پر اثر نظمیں اس نے لکھی تھیں، دربار میں شعراء و علماء کا اجتماع رہتا، اور علم و ادب کی مجلسیں گرم رہتیں، خلعت و انعام عطا کئے جاتے، اور شعراء منہ مانگی مرادیں پاتے تھے۔

مشرق کی یاد میں ایک زیادہ پر اثر نظمیں اس زمانہ میں لوگوں کی زبان پر تھیں، ایک مرتبہ رصافہ میں کھجور کے ایک تنہا درخت پر اس کی نظر پڑی، اور بے ساختہ یہ اشعار اس کی زبان سے نکلے

تبدت لنا وسط الرصافة نخلة — تناءت بأرض الغرب عن بلد النخل

رصافہ کے وسط میں کھجور کا ایک درخت [illegible] جو [illegible] سرزمین مغرب میں [illegible]

فقلت شبيهي بالتغرب والنوى — وطول التنائي عن بني وعن أهلي

میں نے اس سے کہا کہ تو غریب الوطنی اور جدائی اور اہل و عیال سے دوری میں میرا ہم شبیہ ہے

نشأت بأرض أنت فيها غريبة — فمثلك في الإقصاء والمنتأى مثلي

[illegible]

عبد الرحمن کو اپنے بیٹوں سے بڑا [illegible] عبد الرحمن [illegible] اپنے چند باغات کی رہائش [illegible] [illegible] اور [illegible] بھی جاتی تھیں۔

---

۱ نفح الطیب [illegible] ابن اثیر [illegible]
[illegible] نفح الطیب [illegible]

علم ادب | مقری نے ابن حیان سے نقل کیا ہے کہ لوگ دور دور سے قرطبہ آتے اور قصر میں مہمان ہوتے، اور امیر کی مجلس میں بیٹھتے تھے، ان مجلسوں میں لوگ عبد الرحمن کی شیریں کلامی سے جو فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہوتی، خوش وقت ہوتے تھے، اور موقع موقع سے عبد الرحمن لوگوں کو خلعت، خاصے اور عطایا سے سرفراز کرتا اور لوگ یہاں سے نہایت خوش و خرم اپنے وطن کو لوٹتے، اور امیر کی ستائش میں ان کی زبانیں خشک ہوتیں، اور ملک میں ہر طرف عبد الرحمن کی داد و دہش، قدر دانی، اور خوش گفتاری کا چرچا رہتا تھا، کبھی لوگ نظموں میں، کبھی فصیح و بلیغ مراسلوں میں عبد الرحمن کو خطاب کرتے، اور وہ اسی کے مطابق نہایت بلیغ جواب دیتا، لوگوں کو خوش وقت کرتا، ان میں بعض نظمیں اور گفتگوئیں بھی مورخین نے محفوظ رکھی ہیں، مطلب یہ ہے کہ عبد الرحمن کو بلاغت میں ایسا بلند درجہ حاصل تھا، جو شعرا میں بہت کم لوگوں کو نصیب تھا،[1]

عبد الرحمن اور اس کے بعد کے زمانہ میں جو ممتاز شعرا و ادبا گذرے، ان کا تذکرہ علوم کی تاریخ میں تفصیل سے آئے گا، اس کے زمانہ میں شاعر اندلس کی حیثیت سے ابو المخشی کا نام لیا جا سکتا ہے، وہ عبد الرحمن کے دامن دولت سے وابستہ تھا، اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اتفاق کی بات اس نے سلیمان بن عبد الرحمن کی مدح میں کچھ اشعار کہے، سلیمان اور ہشام میں چشمک جاری تھی، ان اشعار میں یہ شبہ ہوا کہ ابن ہشام پر تعریض کی گئی ہے، اور مخشی اس جرم میں ہشام کے کسی بدخواہ نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی، اور وہ اندھا ہو گیا، عبد الرحمن نے اس واقعہ کو سن کر اس کو دربار میں بلایا، اس نے اپنی زبان میں ایک قصیدہ سنایا، اس قصیدہ سے عبد الرحمن پر بڑی رقت طاری ہوئی، اس نے خوش ہو کر دو ہزار دینار دئے، پھر دونوں آنکھوں کی دیت میں علحدہ رقم دی،

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۹،

مشہور شاعر ابن ہانی نے اس قصیدہ کے اشعار کو سننے کے بعد کہا کہ یہی چیز ہے جس کو ہم شعراء چاہتے ہیں مگر حاصل نہیں ہوئی،

ہشام نے اپنے زمانہ حکومت میں اس کو مزید انعام سے نوازا، اور اس کے سبب سے اس کی آنکھیں زائل ہوئی تھیں اس لئے اس نے دوبارہ ان کی دیت دی[1]،

عبد الرحمٰن کے عہد میں اندلس میں ممتاز اہل علم و فضل جمع تھے جن سے علوم دین و علوم عرب کی شمع روشن تھی، عبد الرحمٰن ان سے ادب و احترام سے پیش آتا اور ان کی فرمائشوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا تھا،

شیخ غازی بن قیس | شیخ غازی بن قیس المتوفی ۱۹۹ھ اندلس میں علم [illegible] کے پروانوں کی شمع تھے وہ قرطبہ میں درس و تدریس کا شغل رکھتے تھے پھر انہوں نے مشرق کا سفر کیا جہاں اس زمانہ میں ائمہ فن کی مسند درس بچھی ہوئی تھی [illegible] نافع بن ابو نعیم سے قرأت قرآن کا فن حاصل کیا، اسی طرح امام اوزاعی اور ابن جریج وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، تحصیل علم کے بعد عبد الرحمٰن کے عہد حکومت [illegible] قرطبہ میں [illegible] قیام اختیار فرمایا، شیخ غازی [illegible] حاصل تھا، ایک قول [illegible] انہوں نے موطا امام مالک [illegible] ہوئی و مصحف حضرت نافع کی [illegible] اندلس لائے،

انہوں نے [illegible] علوم [illegible] اور نحو [illegible] کمال حاصل کیا، لغت کی تحصیل امام فن اصمعی سے کی اور اس کے [illegible] اندلس کے نحویوں میں شمار کیا ہے،

ملے اقتباس الانوار [illegible] الحلو [illegible] ۲۴۳

صاحب دیباج المذہب لکھتا ہے،

یہ اندلس میں علم عظیم کے ساتھ لوٹے، اور ان سے اللہ تعالیٰ نے وہاں کے باشندوں کو نفع پہنچایا، یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے موطا امام مالک اور قرأت نافع کو اندلس میں پہنچایا، یہ قرطبہ میں قرأت میں لوگوں کے امام تھے، صاحب علم، صاحب فضل، دیندار، ثقہ، جرح سے محفوظ تھے اور بہت زیادہ حدیثیں بیان کیں،

ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے اور ابن حبیب وغیرہ ہیں،

عبد الرحمٰن ان سے غایت درجہ عزت و احترام سے پیش آتا تھا، وقتاً فوقتاً ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا، اور نذر پیش کرتا، عہدۂ قضا بھی پیش کیا تھا، مگر انہوں نے قبول نہیں کیا[۱]

شیخ ابو موسیٰ | عبد الرحمٰن کے عہد حکومت کے دوسرے جلیل القدر ... صاحب علم و فضل ابو موسیٰ ہواری ہیں، انہوں نے بھی علم کی تکمیل مشرق میں کی تھی اور اس دور کے مشہور شیوخ سے فیوض حاصل کئے، علم دین کے ساتھ علم ادب میں بھی دستگاہ رکھتے تھے ان کے فیض سے اندلس میں علوم کی ترقی ہوئی، ان کا قیام مورور میں تھا، جب کسی موقع سے قرطبہ آتے تو یہاں کے مشائخ عیسیٰ بن دینار، یحییٰ ابن یحییٰ اور سعید بن حسان ان کے احترام میں فتویٰ دینا ملتوی کر دیتے تھے، اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے، عبد الرحمٰن کی نگاہوں میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے اور وہ ان سے عزت و احترام سے پیش آتا تھا[۲]

حلیہ و اخلاق و عادات | عبد الرحمٰن کا قد لمبا، جسم نحیف، گال پچکے، رنگ گندمی، اور آنکھیں چشم واضح ہو تھا، چہرہ پر ایک تل تھا، بال سنہرے تھے اور گندمی ... ...

---

(۱) افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۳، دیباج المذہب ص ۲۱۶، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۱۰۲

(۲) نفح الطیب ج ... ص ...

چھٹی رہتی تھیں،

مورخین نے اس کے اخلاق و عادات، فضل و کمال، دریا دلی و روشن دماغی کو بہت سراہا ہے، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ نہایت فصیح زبان، اور شاعر، بردبار، عالم، ہوش مند تھا، خروج کرنے والوں پر عجلت سے اٹھتا تھا، آرام نہ لیتا تھا، اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑتا تھا، اپنی رایوں پر مصر رہتا تھا، بہادر، سخی اور فیاض تھا، اکثر سفید لباس پسند کرتا تھا،

مقری کا بیان ہے جب وہ جہاز سے اندلس کی زمین پر اترا تو اس کے سامنے شراب پیش کی گئی، اس نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "مجھے ایسی چیز چاہئے جو عقل کو بڑھائے نہ کہ کم کرے" ایک موقع پر ایک خوبصورت کنیز پیش کی گئی تو اس نے کہا یہ دل اور آنکھوں کی طراوت ہے، اگر میں اس میں مشغول ہو جاؤں تو اپنے مطلوب کو چھوڑ دوں گا، اور اگر مطلوب کی فکر میں رہا تو اس کنیز پر ظلم ہوگا، اس لئے اس کو واپس لے جاؤ"

اس میں خود اعتمادی کا جوہر تھا، اس کی سیاسی زندگی میں ایسے مختلف موقعے آئے جب اس کو اپنے اسی وصف سے کامیابی حاصل ہوئی، وہ اپنے خلاف مزاج کوئی بات مشکل سے برداشت کر سکتا تھا، اس کے موالی بدر کو خیال ہو گیا تھا کہ حصول سلطنت میں دوسروں کا رہین منت ہے، اس نے یہ توہین گوارا نہ کی اور رفتہ رفتہ اس کو اپنے سے جدا کر دیا، بدر نے جرأت کر کے معافی چاہی اور کچھ اور باتیں اس کی زبان سے نکلیں، اس نے اس کو کہا کہ وہ اپنی زبان سے برباد ہوا اور پھر اس کو ترک سکونت کر کے سرحد پر چلے جانے کا حکم دے دیا اور آخر وقت تک معاف نہیں کیا،

جب وہ قبائل بربر میں دورہ پر تھا تو ایک موقع پر ایک مدعی نبوت نے اس کو

اپنے دامن میں پناہ دی تھی، وہ اندلس آئی تو عبد الرحمن نے عزرج سے کہا کہ جب میں تیرے
دامن میں [illegible] تھا تو [illegible] ہوا آئی تھی اس نے برجستہ جواب دیا اے امیر وہ خود تیری بد
قسمتی پریشانی میں تجھ کو اپنی خبر نہیں ہوئی'' یہ جواب اس کو اگرچہ پسند آیا مگر پھر اس کو کبھی
اپنے سامنے نہیں آنے دیا۔

مقری لکھتا ہے کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا اُن کی شکایتیں سنتا تھا، ان کے جھگڑوں
کو چکاتا تھا، کھانے کے وقت مجلس میں جتنے لوگ موجود رہتے تھے سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا،
پھر ابن حیان کا قول نقل کیا ہے کہ

> عبد الرحمن بہت بردبار، بہترین علم اور ذکی ذہن رکھنے والا، پختہ ارادے کا مالک، اپنے عزم کو پورا
> کرنے والا، عجز سے بچا ہوا، جلد کوچ کرنے والا، مستقل حرکت میں رہنے والا، راحت پر پڑے رہنے
> والا نہ تکلیف سے گھبرانے والا، اپنے کاموں کو دوسروں پر نہ چھوڑنے والا، ہر کام کو پورا کر
> دینے والا، تنہا اپنی رائے پر خود عمل کرنے والا، بلیغ، بلند آواز، شاعر، احسان کرنے والا
> فیاض، دراز بال، آزرق تھا، وہ سفید لباس پہنتا اور سفید عمامہ باندھتا تھا اور اس لباس کو
> ترجیح دیتا تھا اس کے دوست اور دشمن سب ڈرتے تھے لوگوں کے جنازہ کے ساتھ
> جاتا، جمعہ اور عیدین میں آتا، اور امامت خود کرتا تھا منبر پر اور بڑے مجمعوں میں خطبے دیتا
> اور [illegible] تھا

ابن اثیر ج ۶ ص ۴۰، نفح الطیب ج ۲ ص ۴۰، ۹۰، ۷۰، ۴۱، ۴۲، ج ۱ ص ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۷

ہشام اوّل

١٧٢ھ — ١٨٠ھ
٧٨٨ء — ٧٩٦ء

ہشام عبد الرحمٰن کا تیسرا بیٹا تھا جو اس کے اوائل حکومت میں حلل نامی کی ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کی کنیت ابوالولید تھی، اس کا بڑا بھائی سلیمان اور چھوٹا عبداللہ تھا، جیسا کہ اوپر گذرا، عبد الرحمٰن نے اپنی زندگی میں اس کو اپنا ولیعہد اور جانشین نامزد کر دیا تھا، اس کے بڑے بھائی سلیمان کو دلی ملال تھا لیکن عبد الرحمٰن بڑی احتیاط سے مختلف امتحانات اور آزمائشوں کے ذریعہ ان دونوں میں موازنہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا، ہشام جب کسی مجلس میں آجاتا تو اپنے علم ادب تاریخ، مذاکرات اور بہادروں کے کارناموں اور تذکروں سے مجلس کو معمور کر دیتا تھا، ہشام کی یہ ادا بھی عبد الرحمٰن کو دل سے بھاتی تھیں اس کے برخلاف سلیمان کے مجلس میں آتے ہی پراگندگی پھیل جاتی تھی اور مجلس غیر سنجیدہ ہو جاتی تھی رفتہ رفتہ عبد الرحمٰن کی نظروں میں ہشام کی وقعت بڑھتی گئی اور سلیمان اس کی نظروں سے اترتا گیا، ایک مرتبہ اس نے ان دونوں کا موازنہ کرنے کے لئے ہشام کے سامنے دو شعر پڑھے اور پوچھا کہ یہ کس کے شعر ہیں، ہشام نے کہا یہ امرؤ القیس کے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا یہ [illegible] ہمارے دہر ہی کی شان میں کہے گئے ہیں، عبد الرحمٰن نے ہشام [illegible] پھر دوسرے وقت ان شعروں کو سلیمان کے سامنے پڑھا، اس نے [illegible] شعر [illegible] اشعار

یاد کرنے کی فرصت نہیں، عبد الرحمٰن یہ جواب سن کر خاموش ہوگیا،[1] اور اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد اس نے ہشام کو اپنا جانشین نامزد کر دیا، لیکن سلیمان اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوا، اور آنے والے وقت کے انتظار میں رہا،

تخت نشینی | عبد الرحمٰن کی وفات کے وقت ہشام مارِدہ کا اور سلیمان طلیطلہ کا والی تھا، قرطبہ میں ہشام کا چھوٹا بھائی عبد اللہ موجود تھا، اس نے باپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور ہشام کی امارت کے لئے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی، اور اس کو سانحہ کی اطلاع بھیج دی، چنانچہ وہ اسی وقت مارِدہ سے چل کھڑا ہوا، اور چھٹے دن قرطبہ پہنچ کر حکومت کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے لی،[1]

برادرانہ جنگ | سلیمان طلیطلہ میں حکمران تھا، یہاں کے لوگ عبد الرحمٰن کے زمانہ میں مشکل سے اس کے مطیع ہوئے تھے، سلیمان نے ہشام کے خلاف انہیں استعمال کرنا چاہا، چنانچہ وہ ہشام کی مخالفت میں اس کی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے، دوسری طرف ہشام اپنے چھوٹے بھائی عبد اللہ کو بھی خوش نہ رکھ سکا، اس نے اس کی طرف سے غائبانہ بیعت لی تھی، اور امور مملکت میں صلاح و مشورہ میں شریک رہنے کا خواہشمند تھا، لیکن ہشام کے طرزِ عمل کو دیکھ کر وہ خانہ نشین ہوگیا، اس کے بعد موقع پاکر وہ قرطبہ سے طلیطلہ بھاگا، ہشام نے اس کے تعاقب میں سوار دوڑائے، مگر وہ نکل بھاگا، اور سلیمان کے پاس پہونچ کر بغاوت کے منصوبہ میں اس کا شریک ہوگیا،

ہشام نے سلیمان اور عبد اللہ کو پیش قدمی کرنے کا موقع نہ دینا چاہا، اس لئے وہ خود فوج لے کر گیا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا، سلیمان نے یہاں مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لڑکے اور بھائی، عبد اللہ کو طلیطلہ کی حفاظت پر مامور کر کے خود فوج لے کر دوسرے

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۷۰

راستہ سے قرطبہ چلا گیا، ہشام کو قرطبہ والوں پر اعتماد تھا اس لئے اس نے طلیطلہ کا محاصرہ اٹھانا
مناسب نہ سمجھا، ادھر سلیمان شقندہ پہنچا تھا کہ اہل قرطبہ اس کا استقبال کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے [illegible]
دوسری طرف ہشام نے اپنے لڑکے عبد الملک کی سرکردگی میں اہل قرطبہ کی مدد کے لئے فوج
بھیجی سلیمان کی ہمت دونوں میں مخالفوں کو دیکھ کر چھوٹ گئی اور مقابلہ کے بغیر وہ پسپا ہو گیا،
ادھر ہشام نے طلیطلہ کے محاصرہ میں دو مہینے [illegible] سے زیادہ گزار دیئے مقابلہ کیلئے
کوئی فوج نہ نکلی تو اس پاس کے درختوں کو نقصان پہنچا کر قرطبہ لوٹ آیا، عبد اللہ نے چند مہینوں
میں ہشام کے ستارۂ اقبال کی درخشانی دیکھ لی، وہ سلیمان سے چھپ کر تدمیر چلا گیا تھا، اور
ہشام پر بھروسہ کرکے امان طلب کئے بغیر بلا اطلاع قرطبہ چلا آیا، ہشام نے بڑی شفقت سے اس
کو سینہ سے لگایا، اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا،

اس کے بعد ہشام نے ۱۸۴ھ میں [illegible] کی سرکردگی میں [illegible] فوج
بھیجی جہاں سلیمان نے تھوڑی بہت فوج اکٹھا کر لی تھی، دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا
اور اس موقع پر بھی سلیمان نے شکست کھائی، اور بلنسیہ کے علاقہ میں [illegible]
جا کر پناہ لی، معاویہ تدمیر کے علاقہ میں غارت گری کرکے واپس چلا آیا۔

سلیمان اسی علاقہ میں کچھ دنوں روپوش رہا، اس کے بعد دونوں بھائیوں میں صلح
ہو گئی، ہشام نے سلیمان کو اپنے اہل وعیال [illegible]
چلے جانے کی اجازت دی، اس کے ساتھ باپ کے ترکہ [illegible]
ساٹھ ہزار دینار اس کو دیئے گئے، اور عبد اللہ [illegible]
بھائی اپنے اہل وعیال [illegible] اندلس [illegible]
مغرب میں آکر تاہرت [illegible] اندلس [illegible]

کا خاتمہ ہوگیا،

مشرقی اندلس مین بغاوت

ہشام جب تک سلیمان کا مقابلہ کرنے مین مصروف رہا، مختلف مقامون پر فتنہ پرداز جماعت کو بھی سر اٹھانے کا موقع ملا، مگر ہشام نے ان کی طرف توجہ نہین کی، چنانچہ عبدالرحمٰن کے زمانہ کے مشہور سرکش حسین بن یحییٰ انصاری کے لڑکے سعید نے اسی زمانہ مین ۱۷۲ھ / ۷۸۸ء مین اقلیم طرطوشہ کے ایک مقام شاخنت مین بغاوت کا علم بلند کیا، اور یمانیون کو شرکت دعوت دی، چنانچہ یمانی بڑی تعداد مین اس کے گرد جمع ہوگئے، اور اس نے فوج کشی کر کے طرطوشہ پر قبضہ کر لیا، اور یہان کے اموی عامل یوسف قیسی کو شہر بدر کر دیا،

اگرچہ ہشام نے سلیمان کی مہم مین مصروف ہونے کی وجہ سے ادھر کوئی توجہ نہین کی، لیکن یمانیون کے خروج کی وجہ سے مضری ان کے مقابلہ مین جمع ہوگئے، اور موسیٰ بن فرتون کی سرکردگی مین ہشام کی اطاعت کا علم بلند کیا، اب سعید اور موسیٰ کی فوجون مین مقابلہ ہوا، موسیٰ نے فتح پائی، سعید قتل کیا گیا، اور طرطوشہ پر قبضہ کر کے وہ سرقسطہ مین داخل ہوا،

سعید کے مارے جانے کے بعد حسین بن یحییٰ کے ایک مولیٰ جحدر نے علم بغاوت سنبھال لیا، پھر دوسری طرف سے عبدالرحمٰن کے زمانہ کے دوسرے مشہور سرکش سلیمان بن یقظان کے لڑکے مطروح نے برشلونہ مین خروج کیا، اس کے ساتھ بڑی جمعیت فراہم ہوگئی، موسیٰ پسپا ہو کر فرار ہوگیا، اور باغیون نے طرطوشہ، برشلونہ، سرقسطہ اور وشقہ وغیرہ مین اپنی حکومت قائم کر لی، اس طرح پورا مشرقی اندلس ہشام کے ہاتھون سے نکل گیا، اور وہان باغیون کی مستحکم آزاد حکومت قائم ہوگئی،

۱۷۵ھ / ۷۹۱ء مین ہشام کو سلیمان اور عبداللہ کی جلاوطنی کے بعد ان لوگون کی طرف

ملخص از تاریخ ابن الاثیر ج ۶ ص ۴۹، ۵۰، ۱۵۲ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۲

سے یکسوئی حاصل ہوئی تو اس نے سب سے پہلے اس علاقہ کو سر کرنے کی طرف توجہ کی چنانچہ اسی سال ایک عظیم الشان لشکر ابو عثمان عبید اللہ بن عثمان کی سرکردگی میں سرقسطہ بھیجا، ابو عثمان نے سرقسطہ کا محاصرہ کیا، مگر کامیابی نہیں ہوئی تو محاصرہ اٹھا کر سرقسطہ کے قریب ایک قلعہ طرسونہ میں آ کر مقیم ہو گیا، اور یہاں سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے سرقسطہ والوں کی غارت گری کے لئے بھیجے، لشکر نے شہر کے آس پاس کی زراعت پر قبضہ کر لیا، اور اس کے ساتھ سختی سے سامان خوراک کی ناکہ بندی کی کہ شہر کے اندر غلہ کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکے،

ابو عثمان ان ہی کوششوں میں مصروف تھا کہ ادھر تائید ایزدی سے ایک دوسرا واقعہ پیش آ گیا، مطروح سرشام اپنے شکاری باز لے کر شکار کے لئے نکلا، باز نے کسی چڑیا کو شکار کر کے گرا دیا، مطروح اس شکار کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کیلئے جھکا تھا کہ اس کے دو دغا باز ساتھی اس پر جھپٹ پڑے اور اس کا سر کاٹ لیا،

قاتل مطروح کا سر ابو عثمان کے پاس لے آئے، اس کے بعد اس نے سرقسطہ والوں کو خط لکھ کر اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی، شہریوں نے سپر ڈال دی، ابو عثمان فوج لیکر سرقسطہ میں داخل ہو گیا، اور اس نے مطروح کا سر اور سرقسطہ والوں کی اطاعت قبول کرنے کی خوشخبری ہشام کے پاس بھیج دی، اور پورا مشرقی اندلس ہشام کی اطاعت میں داخل ہو گیا،[لہ]

بنو قسی کا اقتدار اس کے بعد ہشام نے سرقسطہ کے ایک ذی عزت عیسائی خاندان کی جس نے ابتدائی زمانہ سے اسلام قبول کر لیا تھا خدمات حاصل کیں، یہ بنو قسی کے نام سے مشہور تھے ہشام نے ان کے قائد موسیٰ بن فرتون (Fortunio) کو سرقسطہ کا صوبہ دار بنایا، اور اس کی وفات

لہ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۵ و ۱۰۶

سے آئندہ تقریباً سو برس سے زائد مدت تک اس علاقہ میں بنو قسی صاحب اقتدار رہے آئندہ سو برس کی مدت میں یہ کبھی بنو امیہ کے خیر خواہ رہے اور کبھی ان سے باغی اور برسرِ آزار رہے، جیسا کہ آگے چل کر مختلف فرمانرواؤں کے عہد میں ان کے جستہ جستہ حالات سامنے آتے جائیں گے، سرقسطہ سے بے کس ہونے کے بعد اب صرف طلیطلہ والے باقی رہ گئے تھے، سلیمان کے جلاوطن ہونے کے بعد ان کے لئے بھی اب کوئی سہارا باقی نہیں رہ گیا تھا چنانچہ ۱۶۵ھ میں انھوں نے اطاعت قبول کرنے کی درخواست کی ہشام نے ان کو امن کا پروانہ بھیجا، اور یہ علاقہ بھی زیرِ حکومت آگیا، اس کے بعد ۱۶۷ھ میں اس نے اپنے بیٹے حکم کو یہاں کا والی بنا کر بھیجا، اس نے یہاں نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا، اور وہ یہیں مقیم ہو گیا[1]

بربروں کی ایک بغاوت

اس کے بعد ہشام کے پورے زمانہ حکومت میں بربریوں کی بغاوت کا صرف ایک واقعہ پیش آیا، ورنہ پورا دور پورے امن و امان سے گذرا، بربروں نے ۱۷۸ھ میں تاکرنا میں بغاوت کا علم بلند کیا تھا، اور اس علاقہ میں انھوں نے بڑی سخت شورش مچائی تھی، جا بجا غارت گری کی اور راستے کاٹ دیئے تھے ہشام نے عبد القادر بن ابان کو جو بنو امیہ کے والیوں میں سے تھا اس علاقہ کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا، عبد القادر نے بڑی سخت گیری سے اس بغاوت کا استیصال کیا، بہ کثرت بربری قتل یا گرفتار ہوئے اور اس پورے علاقہ میں ایسی دہشت پھیلی کہ تاکرنا اور اس کے آس پاس کی پہاڑیاں مسلسل سات برس تک غیر آباد اور سنسان پڑی رہیں، اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگ یہاں آباد ہوئے اور امن و امان سے زندگی بسر کرتے رہے[2]

۱۷۳ھ میں عیسائی حکومت جلیقیہ کے فرمانروا اوریکاٹ کا جس کو عرب مورخین مورتاط

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۴، ۱۹۱ [2] ایضاً ص ۹۹

لکھتے ہیں انتقال ہوا، اس کا جانشین برمند یعنی برموڈ اول ہوا، ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس نے چند ہی دنوں کے بعد حکومت سے کنارہ کش ہو کر راہبانہ زندگی اختیار کر لی، اور اپنے بھتیجے کو ۱۷۵ھ/۷۹۱ء میں الفانسو دوم کے لقب سے تخت نشین کر دیا، وہ ہشام کا ہمعصر تھا اس نے کامل پچاس برس حکمرانی کی، مغربی مورخین لکھتے ہیں کہ اس کے دور حکومت میں عربوں سے کوئی لڑائی نہیں لڑی گئی[1] لیکن عرب مورخین کے بیان کے مطابق ہشام کے دور حکومت میں اندلس میں کامل امن وامان کے قیام کے بعد عیسائی ممالک خصوصاً جلیقیہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ فوج کشی ہوئی، اور بالآخر دونوں حکومتوں نے ایک دوسرے کی سرحدوں کا احترام کرنے کا عہد کیا، اور اس کے بعد عیسائی اس کے زمانہ میں پھر سر نہیں اٹھا سکے،

چنانچہ ہشام کے عہد میں ۱۷۵ھ/۷۹۱ء میں سرقسطہ کے مطیع ہو جانے کے بعد ابو عثمان اس لشکر کو لیکر عیسائی ممالک کی طرف روانہ ہوا، اور البہ اور قسطالیہ کی عیسائی حکومتوں کے حدود میں چھاپے مارے، جن میں بہت سے عیسائی مارے گئے، اور مال غنیمت ہاتھ آیا، اس کے بعد ہشام نے اسی سال حکومت جلیقیہ پر تاخت کرنے کے لئے یوسف بن بخت کو فوج لے کر بھیجا، اس زمانہ میں برمند تخت نشین تھا، اس نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا، اور شکست کھائی، اس لڑائی میں بھی بہت سے عیسائی مارے گئے، اس کے بعد البہ پر دوسرا حملہ ۱۷۶ھ/۷۹۲ء میں کیا گیا، یہ فوج عبد الملک بن عبد الواحد کی قیادت میں گئی تھی، یہ لشکر بھی کامیاب ہو کر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا،

یہ حملے خاص طور پر اس لئے کئے جا رہے تھے کہ سرقسطہ کی بغاوتوں کے سلسلہ میں چند اہم سرحدی مقامات اربونہ اور جیرندہ وغیرہ عیسائیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے، چنانچہ ابتدا

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۳ ، ہسٹری آف دی اسپین [illegible] ج ۲ ص [illegible]

قوت آزمائی کے بعد ۱۷۷ھ میں عبدالملک بن عبدالواحد ہی کی سرکردگی میں ایک مہم اور بھیجی گئی، اس نے اس مرتبہ مشہور شہر جرندہ کا محاصرہ کیا اور پے در پے حملے کر کے اس کی فصیل اور برجوں کو گرا دیا، عیسائی حکمران شہر کو بے قابو دیکھ کر شہر کو چھوڑ کر اربونہ چلا گیا چنانچہ مسلمان جرندہ میں داخل ہو گئے اور اسلامی پرچم نئے سرے سے اس شہر پر لہرانے لگا،

اس کے بعد اربونہ کا رخ کیا گیا، یہاں بھی کامرانی مسلمانوں کے قدم چومنے کے لئے تیار تھی، چنانچہ یہ قدیم اسلامی شہر بھی نئے سرے سے مسلمانوں کی حکمرانی میں داخل ہوا، اور یہاں کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، اور اربونہ والوں پر تعزیراً حکم عائد کیا گیا کہ شہر کی فصیل کے ملبہ کو قرطبہ پہنچائیں، چنانچہ اس کے پتھر قرطبہ پہنچائے گئے، اور یادگار کے طور پر قرطبہ کے باب الجنان کے قریب ایک مسجد تعمیر کی گئی، تعمیر کے بعد بھی بہت سا ملبہ باقی رہ گیا،

اس کے بعد اربونہ کا خمس وصول کیا گیا، جو کثیر تعداد میں تھا، یہ رقم جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر میں صرف کی گئی، اس کے بعد مسلمانوں نے آس پاس کی عیسائی آبادیوں پر چھاپے مارے، اور عیسائی بڑی تعداد میں مارے گئے، اور بے دریغ دولت ہاتھ آئی، قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ مہینوں تک جاری رہا، بہت سے قلعے مسمار کئے گئے، زراعتیں جلائی گئیں، انسان موت کے گھاٹ اتارے گئے، اور اس قتل و نہب کا ایسا رعب ان لوگوں کے دلوں پر بیٹھا کہ پھر انہوں نے مدت ہائے دراز تک اسلامی مملکت کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہیں کی

اس کے بعد ہشام نے عبدالکریم کو ۱۷۸ھ میں البہ کی طرف فوج لے کر بھیجا، اور دوسرا لشکر اس کے بھائی عبدالملک بن عبدالواحد کی سرکردگی میں جلیقیہ روانہ کیا، عبدالکریم یلغار کرتا ہوا جنوبی فرانس کے علاقہ سبتمانیہ میں داخل ہوا، یہاں کے بعض مقامات مسلمانوں کے

له ابن اثیر ج ۶ ص ۴۲ و ۹۲ و نفح الطیب ج ۱ ص ... ابن خلدون ج ۴ ص ... و افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۳

قبضہ میں رہ چکے تھے، جرندہ اور اربونہ (ناربون) کے مسلمانوں کے قبضہ میں ہوجانے کی وجہ سے اس علاقے کے اہم راستے ان پر کھل گئے تھے، چنانچہ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھتا گیا، آگے چل کر ڈیوک آف تولوس ایک فوج کے ساتھ مزاحم ہوا، مگر اس نے بری طرح شکست کھائی، ڈیوک کے فرار ہونے کے بعد عبد الکریم مال غنیمت کے ساتھ بخیر و خوبی واپس لوٹا یا لوٹ آیا اس کے بعد اس نے جلیقیہ کا رخ کیا، اور اس کے دار الحکومت تک جا پہونچا، شہر کو نقصان پہونچایا، بعض کلیسے بھی برباد کئے، اور مال غنیمت لیکر واپس لوٹا، واپسی میں رہنمائی کی غلطی سے فوج راہ سے بھٹک گئی، اور اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، گھوڑے اور اسلحہ ضائع ہوئے، بہت سی جانیں بھی تلف ہوئیں، آخر بہ ہزار دشواری فوج کو راستہ ملا، اور باقی ماندہ سپاہ قرطبہ واپس آئی،

اس کے بعد ہشام نے دوسرے سال ۱۷۹ھ ۷۹۵ء میں پھر دو لشکر تیار کئے، ان میں سے ایک کو مشرقی اندلس کی سرحد کے پار بھیجا، یہ کامیابی سے آگے بڑھتا اور مال غنیمت حاصل کرتا گیا، لیکن واپسی کے وقت جب کہ یہ لوگ مال غنیمت سے لدے ہوئے تھے، عیسائیوں کا لشکر مقابلہ میں آیا، اور کچھ مسلمان شہید ہوگئے، لیکن پھر حسن تدبیر سے وہ بچ کر بخیر و خوبی واپس آگئے، اور بجز چند جانوں کے اتلاف کے اور کوئی نقصان نہیں پہونچا،

دوسرا لشکر عبد الملک کی سرکردگی میں جلیقیہ کی طرف بھیجا گیا تھا، عبد الملک تاخت کرتا ہوا استرقہ تک پہنچ گیا، الفانسو دوم بھی غافل نہ تھا، اس نے پہلے سے مکمل تیاریاں کرلی تھیں، حکومت جلیقیہ کی پوری سپاہ کے علاوہ، حکومت بسکے، اور اس کے قریب کی دوسری عیسائی حکومتوں کی فوج مدد کے لئے آئی ہوئی تھی، الفانسو اس متحدہ سپاہ کو لے کر آگے بڑھتا گیا، لیکن عرب مورخین کا بیان ہے کہ عبد الملک کا سامنا ہوتے ہی الفانسو پسپا ہی

ہیبت چھائی کہ اس کے قدم اکھڑ گئے، وہ پیٹھ پھیر کر بے تحاشا بھاگا، عبد الملک نے اس کا پیچھا کیا اور بھاگنے والے عیسائیوں میں سے جو ملتا گیا، اس کو قتل کرتا گیا، اس کے بعد مسلمان جلیقیہ کے پورے حدود حکومت پر چھاگئے، عیسائی بری طرح قتل کیے گئے، شہروں کو برباد کیا گیا، اور کثیر مال غنیمت جمع کیا گیا، اس دار و گیر میں مسلمان الفانسو کی حرم سرا تک پہنچ گئے، اور یہ افسوس ناک واقعہ ہے کہ اس کی حرم کی حرمت بھی قائم نہ رہ سکی،[۱]

مسلمانوں کے اس آخری حملہ کے بعد حکومت جلیقیہ اور آس پاس کی دوسری عیسائی حکومتوں نے اسلامی حکومت اندلس کی برتری کے آگے سر جھکا دیا اور الفانسو کو پھر کبھی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اسلامی سرحد کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ سکے، اور ہشام کے عہد کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی مسلمان مخیر نے کچھ رقم وقف کی کہ اس سے عیسائیوں کے یہاں سے مسلمان قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا یا جائے، مگر تحقیقات کے بعد کسی عیسائی حکومت کے قبضہ میں کوئی ایک مسلمان قیدی بھی نہ مل سکا، جس کو فدیہ دے کر چھوڑایا جاتا، کیونکہ عیسائی مسلمانوں کو عموماً سرحدی شہروں پر چھاپہ مار کر پکڑا کرتے تھے، ہشام کے زمانہ میں اسلامی حکومت کا ایسا رعب چھایا کہ وہ اسلامی سرحد کے پاس بھی نہیں پھٹکتے تھے، اس لیے دشمنوں کے قبضہ میں کوئی مسلمان قیدی نہ مل سکا،[۲]

دنیا سے کنارہ کشی ہشام نے اپنی خود اعتمادی، اور پختہ عزم سے چند سال کے اندر ملک میں ایسا امن و امان قائم کیا، جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں گذری تھی، مگر خود اس کی طبیعت پر جذبۂ یاس طاری تھا، جزیرۂ خضرا میں اس زمانہ میں ایک ماہر نجوم ضبی نامی تھا، اس نے

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۹۹، ۱۰۰، [۲] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۵، [۳] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۵، [۴] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۳۴، [۵] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۰

دورِ حکومت کے آغاز میں اس نے اس کو بلا بھیجا، اور کہا کہ تم نے اپنے علم سے میرے متعلق بھی غور کیا ہوگا، تمھیں قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ تمھیں معلوم ہوا اسے بتا دو، ضبی نے حلف کے ساتھ معذرت پیش کی کہ وہ اس خدمت سے معاف رکھا جائے، ہشام نے اس کو واپس کر دیا، کچھ دنوں کے بعد پھر بلا بھیجا، اور سنجیدگی کے ساتھ کہا کہ میں جو کچھ تم سے پوچھتا ہوں، اس پر مجھے یقین نہیں ہے، لیکن تم تخمینی طور پر جو کچھ میرے متعلق کہہ سکتے ہو، اس کو نہ چھپاؤ، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر خبر بد ہوگی، تو بھی میں تمھیں ویسے ہی داد و دہش سے خوش کروں گا، جیسے کہ کسی خوشخبری سننے کے موقع پر کر سکتا، ضبی نے ہشام کے اصرار سے مجبور ہو کر کہا کہ وہ سات آٹھ کے درمیان ہوگا، مدعا یہ تھا کہ اس کا عہد حکومت سات آٹھ سال کے درمیان ہے، ہشام نے یہ سنتے ہی سر جھکا لیا، پھر سر اٹھا کر کہا ضبی اگر یہ مدت خدا کی [illegible] میں بسر ہوتی تو زیادہ بہتر تھا، اس کے بعد اس نے ضبی کو حسب وعدہ انعام و اکرام سے سرفراز کر کے واپس کیا، اور اس کے بعد وہ اپنا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں بسر کرنے لگا[1]

وفات | ہشام نے ۳۹ سال ۴ ماہ کی عمر میں بماہ صفر سنہ ۱۸۰ھ میں انتقال کیا[2]

عہد حکومت | ہشام کا زمانہ حکومت ۷ سال ۹ مہینے اور ۸ یوم بیان کیا جاتا ہے[3] باوجودیکہ

له اقتباس الانس ص ۱۲۸ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۷، ۲ ابن اثیر ج ۶ ص ۵۴، ۳ نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹

میں عمر ۳۹ سال ۴ ماہ بھی درج ہے، اس روایت کے مطابق تاریخ پیدائش ماہ شوال سنہ ۱۴۰ھ بیان کی جاتی ہے، مگر اس حساب سے ان کی عمر ۳۹ سال ۴ ماہ کی ہوتی ہے، ابن اثیر نے تاریخ پیدائش سنہ ۱۳۹ لکھی ہے اور وفات سنہ ۱۸۰ھ اور عمر ۳۹ سال ۴ ماہ، اس حساب سے سال پیدائش سنہ ۱۴۱ھ ہوتا ہے، گمان ہے کہ عمر ہی کے متعلق دونوں میں سے کوئی بیان صحیح ہے اور سال پیدائش کے [illegible] ہیں، اگر ۳۹ سال عمر تھی تو سنہ ۱۴۱ھ میں پیدا ہوا اور ۴۰ سال تھی تو سال پیدائش سنہ ۱۴۰ھ تھا، ۳ ابن اثیر ج ۶ ص ۴۶، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹ باقی حاشیہ ص پر

یہ نہایت مختصر عہد حکومت ہے، لیکن یہ اندلس کے اموی دور میں نہایت اہم سمجھا جاتا ہے، ملک میں امن و امان کا قیام، سرحد کی عیسائی حکومتوں پر تفوق، عدل و انصاف، رعایا پروری اور احکام و قضایا اور تمام اصول میں کتاب و سنت کی کامل پیروی اس کے عہد حکومت کی نمایاں خوبیاں ہیں، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ اچھے عمل و خوش مذہب [illegible] تھے، شجاعت، عدل پروری، ارباب خیر و صلاح کا دوست [illegible] دشمنوں سے سخت گیر اور جہاد کا شائق تھا ..... اس کے زمانہ میں اسلام کو سربلندی اور کفر کو [illegible] نصیب ہوئی ...... اس کے فضائل بکثرت ہیں جن کو اہل اندلس نے بیان کیا ہے"[1]

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"ہشام نے اپنی رعایا پر ایسی نظر توجہ رکھی جس کو کسی دیکھنے والے نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ ان سے نرمی، عدل اور خاکساری کے ساتھ پیش آتا تھا، مریضوں کی عیادت کرتا، اور جنازوں میں شریک ہوتا تھا ...... اور اپنے لباس اور سواری میں اعتدال قائم رکھتا تھا"[2]

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے،

"امیر ہشام بن عبدالرحمن صاحب خیر و فضل، سخی، کریم، اپنی رعایا کے ساتھ حسن سیرت سے پیش آنے والا اور اپنی سرحدوں کی قلعہ بندی کرنے والا تھا"[3]

مقری لکھتا ہے،

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴۶) میں [illegible] حکومت سے تعلق بھی دور رہا، یعنی ۷ سال ۹ مہینے اور ۲ سال کی تھی جو عبدالرحمن کی اختلافی روشوں سے پیدا ہوئی تھی۔ [1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱، ۱۰۲ [2] افتتاح الاندلس ص ۴۲ [3] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۳۔

"صاحب خیر وصلاح تھا، بکثرت غزوات وجہاد کیے"[۱]

ہشام اور امام مالک

امام مالک رحمہ اللہ اس کی سیرت و کردار سے متاثر تھے، اندلس کے مشہور صاحب علم زیاد بن عبدالرحمٰن لخمی ہشام کی امارت کے ایک سال کے بعد مشرق تشریف لے گئے، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے ان سے ہشام کے حالات دریافت فرمائے، زیاد نے اس کے حسن سیرت و کردار کو بیان کیا تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ

"کاش اللہ تعالیٰ ہمارے موسم (حج) کو ایسے لوگوں کے ورود سے زینت دیتا"[۲]

ہشام کی مماثلت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے

ہشام کے طرز حکومت اور سیرت و کردار کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی سیرت سے مثال دی جاتی ہے، ابن اثیر لکھتا ہے،

"اس کے فضائل کے بیان میں اہل اندلس نے اس حد تک کہا کہ وہ اپنی سیرت و کردار میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مشابہ تھا"[۳]

مقری لکھتا ہے،

"ہشام اپنی سیرت و کردار میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے نقش قدم پر چلتا تھا"

نظام حکومت

ہشام کے عہد میں حکومت کا نظام وہی رہا جس کو عبدالرحمٰن الداخل نے قایم کیا تھا، اور مرکزی حکومت کے ممتاز عہدوں پر بھی وزراء اور کتاب بھی تقریباً وہی تھے جو الداخل کی وفات کے وقت اپنے عہدوں پر فائز تھے، صوبوں اور شہروں کے ولاۃ و عمال میں اس نے حسب ضرورت کبھی رد و بدل کیا، وہ عمال حکومت کے

---

[۱] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ [۲] افتتاح الاندلس ص ۴۴، و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۲ [۳] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱

طریقِ حکومت اور رعایا کے ساتھ ان کے طرزِ عمل کی نگرانی کرتا تھا معتمد لوگوں کو ولایتوں اور شہروں میں بھیجتا، جو عمال کی روش کی تحقیقات کرتے، اگر مظالم ہوتے تو ان کا تدارک کرتا، اور ایسے عمال کو ان کے عہدے سے ہمیشہ کے لئے برطرف کر دیتا تھا چنانچہ مقری لکھتا ہے:

"وہ معتبر لوگوں کو صوبوں (کوروں) میں بھیجتا تھا، جو لوگوں سے عمال حکومت کے حالات پوچھتے تھے اور واپس آکر ہشام کو مطلع کرتے تھے اگر کسی عامل کے متعلق کوئی نامناسب بات معلوم ہوتی تھی، تو اس کو موقوف کر دیتا تھا اور اس کی زیادتی کا تدارک کرتا تھا، پھر اس عامل کو کسی عہدہ پر مامور نہیں کرتا تھا"[1]

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے:

"اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ظالم عاملوں اور کارکنوں کو ظلم سے نہایت سختی سے روکتا تھا، ایک بار جب اس کی شاہانہ سواری نکلی تو ایک شخص اس کے بعض عاملوں کے ظلم کی فریاد رسی کے لئے کھڑا ہو گیا، لیکن سواری کے ساتھ چلنے والے سپاہی بیچ میں کھڑے ہو گئے، اور ہشام کو اس کی فریاد سننے نہ دی، سواری کے جلوس میں ایک ایسا شخص تھا جو اس عامل پر مہربان تھا، وہ فریادی کی طرف جھپٹ کر آیا، اور اس کو اپنے خیمہ میں چھپا لیا، اور اس کے انصاف دلوانے کا وعدہ کیا، پھر عامل کو اس کا واقعہ لکھا، اور وہ اس کے راضی کرنے کے لئے آیا، یہاں تک کہ وہ راضی ہو گیا، پھر ہشام سے اس فریادی کے فریاد کرنے اور اس تک نہ پہونچنے اور پلٹ جانے کا واقعہ بیان کیا گیا، تو اس نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی، باوجودیکہ اس سے کہا گیا کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جا چکا ہے، بایں ہمہ اس نے کہا کہ جب تک ظالم پر حق ثابت نہ کر لیا

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸،

جائے، مظلوم کا انصاف نہیں ہو سکتا چنانچہ مظلوم کو بلوا بھیجا، اور کہا کہ بجز اس صورت کے کہ تجھ پر کوئی حد شرعی جاری کی گئی ہو، تجھ پر جو ظلم کیا گیا ہو تو اس کو با حلف بیان کر چنانچہ وہ جو کچھ با حلف بیان کرتا گیا، وہ اس کا قصاص عامل سے لیتا گیا، اور یہ سزا اس کے عامل کے لئے تاوان اور کوڑے سے زیادہ موثر ثابت ہوئی۔[1]

صیغہ محاصل: ہشام اس نے عبد الرحمن کے زمانہ سے مختلف وقتی اخراجات کی اس وقت تک شرعی محاصل کے علاوہ دوسرے ٹیکس بھی یہاں نافذ تھے، اس نے سب کو یک قلم موقوف کر دیا، اور کتاب و سنت کے مطابق صدقات و زکوٰۃ کی تحصیل کا حکم دیا اور اس کے لئے مصدق (زکوٰۃ وصول کرنے والے) خاص طور پر مقرر کئے، ابن القوطیہ لکھتا ہے:

"تمام محاصل اس نے معاف کر دیئے اور مصدق زکوٰۃ مقرر کئے"[2]

ابن اثیر لکھتا ہے:

"اس کے بہترین اعمال میں یہ ہے کہ اس نے مصدق مقرر کئے، جو کتاب و سنت کے مطابق صدقات وصول کرتے تھے"[3]

مقری لکھتا ہے:

"اس کے محاسن میں یہ ہے کہ اس نے کتاب و سنت کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مصدق مقرر کئے"[4]

فوج کا شعبہ: دیوان کے مرتب کئے ہوئے نظام پر قائم تھا ہشام کے زمانہ میں سپہ سالاری کی خدمت پر ممتاز اشخاص نے انجام دی ان میں ابو عثمان، ابن تمام کے

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۰۱ [2] افتتاح الاندلس ص ۴۴ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱ [4] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹

(اندلس ۲۳

بیٹے عبد الملک اور معاویہ وغیرہ ہین، ان مین سے ہشام کا اوّل الذکر لڑکا عبد الملک اپنی کسی ناروا حرکت سے معتوب ہوا، اور باپ نے اپنے بیٹے کو ۱۷۵ھ مین قید خانہ مین ڈالدیا، اور بحالت اسیری مین اپنی پوری زندگی ختم کرکے ۱۹۸ھ مین وفات پائی،[1]

عیسائی ممالک پر حملہ آوری کی خدمت عبد القادر بن ابان اور عبد الواحد بن مغیث (فاتح قرطبہ) کے دو بیٹون عبد الملک و عبد الکریم نے انجام دی، فوج کے متعلق جملہ ہدایات و نگرانی کی خدمت ہشام اپنے متعلق رکھتا تھا، اور اسی لئے وہ کبیر الغزو والجہاد سے یاد کیا گیا ہے،[2]

قضاءت کے عہدہ پر معاویہ بن صالح سرفراز رہے، ہشام کے عہد مین انھون نے وفات پائی، تو ہشام نے مصعب بن عمران کو دوبارہ طلب کیا، یہ عبد الرحمن الداخل سے عہدۂ قضاء قبول کرنے سے انکار کرچکے تھے، پہلی مرتبہ انھین ہشام ہی کے مشورہ سے بلایا گیا تھا، اب اس عہدہ کے دوبارہ خالی ہونے پر اس نے پھر ان ہی کو طلب کیا، اور خلوت مین لے جا کر ان سے تہدید آمیز لہجہ مین کہا کہ جو کچھ مین کہہ رہا ہون اس کو قبول کرلو، ورنہ میرے طرز عمل سے اس طرز عمل کی کوئی حقیقت نہ رہ جائے گی، جو میرے والد کی طرف سے تمھارے ساتھ برتا گیا تھا، اور جس کی تلخی تم اب تک محسوس کرتے ہو، مین تمھارے ساتھ اس طرح پیش آؤن گا کہ نرمی اور انصاف کے نام میرے نام کے ساتھ مٹ جائین، حالانکہ مسلمانون کے معاملات کی اس طریقہ کی سربراہی سے صلاح و خیر پیدا ہو تو مجھے دلی خوشی ہوتی ہے، اور اگر میرے سر پر آری بھی رکھ دی جائے تو مین بے وجہ تم سے کوئی تعرض نہ کرون گا،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۴۸ [2] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹،

مصعب ہشام کے طریق حکومت سے آگاہ تھے، طریق حکمرانی میں شریعت کے اتباع کا اہتمام رکھنا ایک ایسا وصف تھا کہ محتاط زندگی گذارنے والے اہل حق کے لئے امور مملکت میں شریک ہونے میں کوئی امر مانع نہ تھا، اس لئے مصعب ہشام کی اس تلخ گفتگو کے باوجود اس پیشکش کو رد نہ کرسکے کہ ہشام نے یہ تلخی بھی اپنی بات منوانے کے لئے نہیں بلکہ مصعب کو عہدۂ قضاء پر لاکر مسلمانوں کے لئے صلاح و فلاح کی راہ پیدا کرنے ہی کے لئے اختیار کی تھی، چنانچہ مصعب نے اس عہدہ کو قبول کر لیا، اور ہشام کے آخر عہد حکومت تک اس عہدہ پر وہی مامور رہے[1]

محکمۂ قضاء میں کتابت کا عہدہ بھی بڑی ذمہ داری کا سمجھا جاتا تھا، اور اس منصب پر قاضی اپنے کسی معتمد کو مامور کرتا تھا، چنانچہ قاضی مصعب بن عمران نے اپنے زمانہ میں اندلس کے مشہور اہل علم محمد بن بشیر معاضری باجی کو جب وہ مشرق کے سفر حج سے واپس آئے تو مامور کیا، اور آخر وقت تک وہی اس منصب پر فائز رہے[2]

تعمیرات ہشام کا زمانۂ حکومت اگرچہ صرف ۷، ۸ سال کے درمیان رہا، مگر اس مختصر مدت کے باوجود اس نے اندلس کی تعمیری ترقیوں میں نمایاں حصہ لیا، قرطبہ کی مشہور جامع مسجد جس کی تعمیر کا آغاز عبدالرحمٰن نے کیا تھا، اس کو انجام تک پہنچایا، اس کے علاوہ چند دوسری مسجدیں بھی تعمیر کرائیں، اور ایک مسجد کی تعمیر میں اربونہ کا پورا خمس لگا دیا[3]

قرطبہ کا پل جس کو سمح بن مالک خولانی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں تعمیر

[1] افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۴۴، [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲، و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸
[3] افتتاح الاندلس ص ۴۷،

کرایا تھا، اس کو سنئے سرے سے تعمیر کرایا، اس کی تعمیر کے بعد اس کے کانون مین خبر پہنچی کہ اہل قرطبہ کا خیال ہے کہ اس نے اس پل کو اپنے سیر و شکار کی آمد و رفت کے لئے بنوایا ہے تو اسی وقت اس پل پر سے نہ گذرنے کا عہد کیا، اور آخر وقت تک اس پر قایم رہا،[1]

علم و فضل

ہشام صاحب علم و فضل تھا، فقہ مالکی کا عالم اور اس کا قدر دان تھا، شعر و ادب کا بھی ستھرا مذاق رکھتا تھا، شعراء کو داد و دہش سے خوش رکھتا تھا، علماء و فقہا، قدر و منزلت کے ساتھ اس کی مجلس مین موجود رہتے تھے، اس کی مجلس علم و دانش کی مجلس سمجھی جاتی تھی، امام مالک رح کے علم و فضل کا مرتبہ شناس تھا، اس کی وجہ سے اندلس مین فقہ مالکی کو زیادہ فروغ ہوا، اس کے عہد کے ممتاز اہل علم مین عیسیٰ بن دینار، عبد الملک بن حبیب، یحییٰ بن یحییٰ، سعید بن حسان اور ابن ابو ہند وغیرہ ہین، ابن لبانہ کہتا ہے،

فقیہ اندلس عیسیٰ بن دینار ہین، عالم اندلس عبد الملک بن حبیب، اور راوی اندلس یحییٰ بن یحییٰ،[2]

ہشام ان اکابر امت کی بڑی قدر کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ ابو ہند کے پاس سے گذرا، ابو ہند تعظیم مین کھڑے ہو گئے، اور سلام کیا، ہشام نے ان سے کہا، آپ کو امام مالک نے خوبصورت کپڑے پہنائے ہین،[3]

حلیہ، اخلاق و عادات

ہشام کا رنگ سفید سرخی آمیز تھا، اور آنکھین کچھ کجی کی طرف مائل تھین،[4] اپنے اخلاق و عادات سے لوگون مین ہر دلعزیز تھا، مریضون کی عیادت کرنا، جنازون کے ساتھ جانا، اس کے معمولات مین سے تھا،[5] سخاوت اور فیاضی، اور عفو و

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۸ [2] ص ۲۲۷، افتتاح الاندلس ص ۳۵، [3] افتتاح الاندلس ص ۴۳

[4] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲ [5] افتتاح الاندلس ص ۴۲،

درگذر کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھا، وہ وزیر حکومت ثعلبہ بن عبید کے جنازہ کی شرکت کے بعد واپس آرہا تھا، قبرستان کے قریب ایک گھر سے ایک کتا نکلا اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کی صدری پھاڑ ڈالی، اس نے عامل قرطبہ کو حکم دیا کہ اس کتے کے مالک پر ایک درہم جلیل جرمانہ (تعزیر) کرے کہ اس نے ایسی جگہ کیوں کتا پال رکھا ہے، جہاں ایسے واقعات پیش آئیں کہ مسلمانوں کو تکلیف پہونچے، اس کے بعد وہ ثعلبہ بن عبید کے مکان پر تعزیت کے لئے پہنچا، وہاں سے واپس ہوا تو کہا کہ اس کتے کے مالک کا جرمانہ معاف کر دیا جائے کہ اس کو اس سے (اس سبب سے کہ اس کے کتے نے امیر پر حملہ کیا) زیادہ غم پہنچا ہے، جتنا کہ میرے کپڑے کے پھٹنے کا مجھے افسوس ہے[۱]،

ہشام کی زندگی کا نمایاں پہلو، اس کا اتباع شریعت ہے، وہ خود بڑے صلاح و تقویٰ کے ساتھ زندگی گذارتا، عبادات میں وقت صرف کرتا، با جماعت نمازیں پڑھتا، اور مسجدوں کو معمور رکھنے کا اہتمام رکھتا تھا، مجموعۂ اخبار اندلس میں ہے،

"ہشام روپیوں کی تھیلیاں بھر بھر کر بارش کی اندھیری راتوں میں مسجدوں میں بھیجتا تھا، اور جو لوگ مسجد میں موجود ہوتے تھے، وہ ان کو دی جاتی تھیں، اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسجدیں آباد رہیں[۲]"،

عبد الواحد مراکشی لکھتا ہے،

"وہ نیک سیرت تھا، عدل و انصاف کی جستجو میں رہتا تھا، مریضوں کی عیادت کرتا تھا، جنازوں میں شریک ہوتا تھا، بہت زیادہ خیرات تقسیم کرتا تھا، کبھی کبھی اندھیری رات میں جب کہ موسلادھار پانی برس رہا ہوتا، وہ درہموں کی تھیلیاں لیکر نکل جاتا تھا،

---

[۱] افتتاح الاندلس ص ۴۳ [۲] مجموعۂ اخبار اندلس ص ۱۲۰ و ۱۲۱،

اور بوڑھی اور مجبور پردہ نشین عورتوں میں تقسیم کرنا تھا، اس کا یہی طریقہ اس کے وفات پانے تک قائم رہا۔[1]

اولاد و جانشین | ہشام کے پانچ لڑکے تھے،[2] ان میں سے حکم کو اس نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنا دیا تھا، جانشینی کی رسم کے موقع پر تمام صوبوں کے ولاۃ و عمال اور معززین بلائے گئے، اور بیعت کی رسم انجام پائی، بیعت لئے جانے کے بعد اس نے حکم کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر کی،

"عدل و انصاف کرنے میں امیر و غریب کا امتیاز نہ کرنا، جو لوگ تمہارے دست نگر ہوں، ان سے لطف اور نرمی سے پیش آنا، سب لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اپنے صوبوں اور شہروں کی حفاظت، وفادار اور تجربہ کار لوگوں کے سپرد کرنا، تمہارے جو عمال رعایا کو تنگ کریں ان کو بے رحم ہو کر سزا دینا، اپنے سپاہیوں پر اعتدال اور استقلال سے حکومت کرنا، یہ یاد رکھنا کہ انھیں ہتھیار اس لئے دیئے جاتے ہیں کہ وہ ملک کی حفاظت کریں، نہ اس لئے کہ ملک تباہ کر ڈالیں، یاد رکھو ان کو تنخواہیں وقت پر دیتے رہنا، اور ان سے جو وعدے کرنا ان کو پورا کرنا، ہمیشہ اس کوشش میں رہنا کہ تمہاری رعایا تمہاری گرویدہ رہے کیونکہ ان کی محبت ہی سے تمہاری سلطنت کا قیام و دوام ہے، اگر وہ تم سے ڈریں گے تو تمہارے لئے خطرناک ہوں گے، اگر وہ تم سے نفرت کریں گے تو یاد رکھو یہی تمہاری بربادی کا سبب ہوگا، ان لوگوں کی حمایت و حفاظت کرنا، جو کاشتکار کہلاتے ہیں، اور ہمارے لئے روٹی مہیا کرتے ہیں، خبردار ان کی فصلیں خراب

[1] المعجب فی تلخیص اخبار المغرب ص ۱۲ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۱،

نہ ہونے پائین، اور ان کے جنگل اور چراگاہین تباہ نہ ہو جائین۔ ہر بات مین ایسا طرز عمل رکھنا کہ تمھاری رعایا تمھین دعائین دے، اور تمھارے زیر سایہ خوشی وخرمی سے اپنی عمرین گذار دے، یہی اور صرف یہی طریقہ ہے جس سے تمھاری نیک نامی ہو گی اور تمھارا نام شان دار بادشاہون کی فہرست مین آجائے گا۔"[1]

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۴۴ تا ۲۴۳۔ اس تقریر کی زبان کہین کہین پہلی صدی ہجری کی زبان کے بجائے زمانہ موجودہ کی معلوم ہوتی ہے؛ نیز تقریر کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری و اطاعت اور طلب دعا کے بجائے "شان دار بادشاہون کی فہرست مین نام کے آنے کی تمنا" پر ہونا بھی قرین قیاس نہین تاہم مجموعی حیثیت سے یہ تقریر ہشام کے احوال کے مطابق ہے اس لئے متن مین اس کو اخذ کر لیا گیا۔

حکم بن ہشام

۱۸۰ھ - ۲۰۶ھ
۷۹۶ء - ۸۲۱ء

حکم نے بائیس سال کی عمر میں حکومت کی زمام ہاتھ میں لی، اس کی کنیت ابوالعاص تھی، اور اس کی ماں ام ولد، زخرف تھی،[۱] عمر کا ابتدائی حصہ تعلیم و تربیت میں گذرا، ۱۸ سال کی عمر سے مملکت کے امور میں حصہ لینے لگا، ۱۷۶ھ ۷۹۲ء میں اندلس کے سرکش صوبہ طلیطلہ کا والی بنایا گیا،

اس کے برسر حکومت آنے کے بعد اس کے بھائیون سے اس کا کوئی اختلاف نہین ہوا، لیکن اس کے دونون چچا سلیمان و عبد اللہ، جو ہشام کے عہد مین ناکام ہونے کے بعد جلا وطنی کی زندگی گذار رہے تھے، پھر اندلس آکر اس سے برسرپیکار ہوئے، اس کے ساتھ مشرقی اندلس کے شورش پسندون کو بھی سر اٹھانے کا موقع مل گیا، انھین دیکھ کر سرحد کی عیسائی حکومتون کے حوصلے بھی بڑھے، وہ سرحدی شہرون پر چھاپے مارنے لگے، اور بعض شہرون پر مستقل قبضہ کر بیٹھے،

دوسری طرف حکم نوجوانی مین برسر حکومت آگیا تھا، نوجوانی کی خام عقلی سے خام کاری ظاہر ہوئی، عیش و عشرت مین پڑکر غیر محتاط زندگی اختیار کر لی، قرطبہ علم و عمل کا مرکز تھا،

[۱] المعجب، مراکشی ص ۱۲

علمائے دین و صالحین امت یہاں مجتمع تھے، عوام بھی اس کے پیش رو ہشام کے عہد کی مذہبی زندگی کو دیکھ چکے تھے، وہ خود لباس تقوی سے آراستہ تھا، علماء و صلحا کے ذریعہ عام مسلمانوں کو کتاب و سنت کے اتباع کی ہدایت کرتا تھا، اس لئے وہ حکم کی رندی و ہوسنا کی کی زندگی کو انگیز نہ کر سکے، ابتداً وعظ و تلقین سے اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی گئی، پھر رائے عامہ کا دباؤ ڈالا گیا، جب سب تدبیریں ناکام رہیں تو اس کے معزول کئے جانے کی سازش تیار کی گئی، اور ناکام رہی،

ان ہی احوال کے لحاظ سے حکم کو اپنے دور حکومت میں بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، اپنے آدمیوں سے نبرد آزما ہوا، ان کے قبضوں کو ختم کر کے سرحد کی عیسائی حکومتوں سے پے در پے لڑائیاں کیں، عام شہریوں سے جنگ کی، علماء و صلحائے امت سے جنگ مول لی، حفاظت خود اختیاری کا اہتمام اس کو زیادہ سے زیادہ کرنا پڑا، اور وہ سخت گیری و تند خوئی کا خوگر ہو گیا، اپنی معتمد فوج اکٹھا کی قصر شاہی کے سامنے سواروں کے پہرے بیٹھائے، اور اس کو وہ روش اختیار کرنی پڑی، جو جابر سلاطین اپنی ذات کی حفاظت اور سلطنت کی بقا کے لئے کیا کرتے ہیں، اس کا پورا عہد حکومت ان ہی واقعات سے لبریز ہے،

مشرقی اندلس میں بغاوت حکم نے زمام حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد جو پہلی فوجی نقل و حرکت کی، وہ اسی سال ۱۸۰ھ میں عیسائیوں کے حدود حکومت پر فوج کشی تھی، لیکن مشرقی اندلس کی شوریدہ سر آبادی کی بغاوتوں سے یہ کامیاب مہم ایک حملہ کے بعد ملتوی کر دی گئی، اور حکم نے اپنی ساری طاقت داخلی بغاوتوں کے فرو کرنے میں لگا دی،

یہ بغاوتیں مشرقی اندلس میں رونما ہوئیں چنانچہ ۱۸۱ھ میں ابو الحجاج بہلول بن مرزوق پیش قدمی کر کے سرقسطہ پر قبضہ کر بیٹھا، اور عبیدہ بن حمید نے طلیطلہ میں خودسری اختیار کی،

اس اثنا میں حکم کا جلاوطن چچا عبد اللہ اندلس میں داخل ہوا، وہ اپنی پچھلی سرکشی کے زمانہ میں مشرقی وشمالی اندلس میں اپنی ہمنوا جماعت تیار کر چکا تھا، چنانچہ وہ پہلے بہلول سے آکر ملا اس نے شمالی اندلس کے زرخیز علاقہ بلنسیہ پر قبضہ کر لیا، بلنسیہ اس کا دار الحکومت قرار پایا، اس طرح اندلس کا وسیع علاقہ حکم کے دسترس سے باہر نکل گیا،

حکم نے سب سے پہلے ان میں سے طلیطلہ کی بغاوت پر توجہ کی، حکم کا ایک معتمد قاید عمروس ابن یوسف طلبیرہ کا والی تھا، حکم نے اس کو طلیطلہ پر فوجکشی کی ہدایت کی، چنانچہ وہ فوج لے کر طلیطلہ پہونچا، اور محاصرین ومحصورین میں لڑائیاں شروع ہو گئیں، جن میں عمروس کے لشکر کو غلبہ ہوتا گیا، اسی اثنا میں عمروس نے طلیطلہ کے ایک صاحب اقتدار خانوادہ بنو مخشی سے ساز باز کر کے باغیوں کے سرغنہ عبیدہ کو قتل کرا دیا، اور بغاوت فرو ہو گئی، عمروس نے اس کے سر کو حکم کے پاس بھیج دیا، پھر بنو مخشی کے کچھ لوگ عمروس کے پاس طلبیرہ میں چلے آئے، اتفاق سے یہاں بنو مخشی سے بعض بربری قبیلوں کی دیرینہ مخالفت قائم تھی، یہ تازہ واقعہ اختلاف کا مزید موجب بنا، اور کشت وخون تک نوبت پہونچی، عمروس نے بنو مخشی کی حمایت کی، اور سات سو بربریوں کے سر قلم کرا دیئے اور ان کے سروں کو الحکم کے پاس بھیج دیا، اس واقعہ سے چند دنوں کے لئے اس نواح میں شورش دب گئی، اور عمروس نے اپنے لڑکے یوسف کو طلیطلہ کا والی بنا دیا، لیکن چند دنوں کے بعد یہ شہر فتنہ وفساد کا مرکز بن گیا،[1]

اس کے بعد ۱۸۲ھ میں حکم کا دوسرا چچا سلیمان بھی حکومت کا دعویدار بنکر طنجہ سے اندلس میں آیا، بربری قبائل سے اس کے تعلقات استوار تھے، اندلس کے بربری عمروس کے قتل عام کے بعد حکم سے برگشتہ ہو چکے تھے، نیز عربوں میں . . . . . سلیمان کے قدیم وفادار ملے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۷۱، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۶

کی ایک بڑی جماعت موجود تھی، اسی طرح اچھا خاصہ لشکر اس کے گرد فراہم ہو گیا، حکم اس کے مقابلہ کے لئے خود اپنی قیادت میں ایک بڑا لشکر لے کر قرطبہ سے آیا، دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا، سلیمان نے شکست کھا کر اپنی فوج لیکر میدان سے بھاگا، حکم نے اس کا تعاقب کیا، دور جا کر ماہ ذی الحجہ میں دوبارہ مقابلہ ہوا، اس دوسرے میدان میں بھی سلیمان نے شکست کھائی اور پہاڑیوں میں روپوش ہو گیا، حکم اپنی فوج لیکر واپس چلا گیا،

اس کے بعد سلیمان نے فوج کو نئے سرے سے درست کیا، اور استجہ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا، حکم اس کی گھات میں لگا تھا، خبر سنتے ہی فوج لے کر دوڑ آیا، ۱۸۳ھ میں تیسری مرتبہ مقابلہ ہوا، سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ ایک گاؤں میں محصور ہو گیا، حکم نے اس گاؤں کا محاصرہ کیا، لیکن سلیمان بچ کر نکل گیا، اور ایک دوسرے قریہ خریش میں جو صوبہ قرطبہ میں ایک مستحکم قلعہ تھا، پناہ گزین ہو گیا، اور حکم فوج لے کر اس وقت واپس چلا گیا، اس کے بعد وہ ۱۸۵ھ میں نئی فوج لیکر قلعہ خریش کے نواح میں آیا، اور سلیمان کے لشکر سے اس کا پھر مقابلہ ہوا، اور پھر اس نے شکست کھائی، اور ماردہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگا، لیکن حکم کے لشکر نے اس کا تعاقب کر کے اس کو گرفتار کر لیا، اور حکم کے پاس لے آئے، حکم نے اسی وقت اس کو قتل کرا دیا، اور عبرت آموزی کے لئے اس کے سر کو قرطبہ بھیج دیا، سلیمان کے اہل و عیال سرقسطہ میں مقیم تھے حکم نے ان کو امن کا پروانہ بھیج دیا، اور سب کو قرطبہ بلوا لیا،[1]

اس وقت کے خروج کرنے والوں میں سب سے زیادہ اہمیت سلیمان کو حاصل تھی، وہ حکم کے باپ ہشام کا مقابل رہ چکا تھا، اور اسی وقت سے سلطنت کا مدعی تھا، ملک کے اکابر اور عوام کی بھی ایک تعداد وقتاً فوقتاً اس کی ہمنوا رہی، اس لئے حکم نے اپنی پوری توجہ اسی طرف مبذول کی

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۲، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۴

رکھی اور بالآخر یاد ... ان کی دو ڈھ ہو چکے اور اس کو کامیابی حاصل ہوئی۔

پھر قرطبہ کی کمزوری سے دوسری طرف دوسرے فتح کرنے والوں کے درمیان ایک دوسری صورت حال قائم ہو گئی تھی اس جنت مشرقی اندلس کے اہم شہروں میں جو اسلامی آبادی پائی جاتی تھیں ان کے سردار وہاں کے حکمران بن بیٹھے تھے سرقسطہ پر بہلول بن مرزوق کا قبضہ تھا اشقہ یا وشقہ، سرقسطہ سے ۵۰ میل پر ایک دوسری اہم آبادی تھی یہاں عرب خاندانوں سے آباد [illegible] عبدالرحمٰن الداخل [illegible] بہلول بن [illegible] اولاد [illegible] نوبت پہنچی [illegible] ابو عمران کا ساتھ دیا اور بہلول نے بری طرح شکست کھائی، اس کے [illegible] گئے

اس کے بعد [illegible] بن عبداللہ [illegible] ابو عمران کے پاس وشقہ میں چلا آیا [illegible] تیاری میں تھا کہ بہلول بن مرزوق فوج لے کر وشقہ آگیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا [illegible] شکست کھائی اور بہلول شہر میں داخل ہو گیا [illegible] چلا گیا، وہیں قیام پذیر ہو گیا۔[1]

ادھر ۱۸۳ھ/۷۹۹ء میں قرطبہ میں [illegible] آبادی اور مرکزی حکومت ان [illegible] افتاد سے پریشان رہی پھر ۱۸۵ھ میں [illegible] سلیمان کی مرکز [illegible] اس طرف سے کوئی توجہ نہیں کی [illegible] والوں میں باہم کشمکش [illegible] کہ ان کی قوت [illegible] انجام بھی دیکھ چکا تھا [illegible]

---

[1] العذری ص ۱۱۲، ۱۱۴

اختیار کرنے کو ترجیح دیا، اور بہ روایت دیں نے خود سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی، حکم نے اس کا آغاز کیا، اور قرطبہ کے مشہور اہل علم یحیی بن یحیی وغیرہ نے اس صلح کے انجام دلانے مین مدد کی اور دونون بھائیون کے دلون کو صاف کرا دیا، اور ان ہی اہل علم کے توسط سے صلح کے شرائط طے پائے اور عبداللہ ۱۸۶ھ/۸۰۲ء و ۱۸۷ھ/۸۰۳ء مین قرطبہ چلا آیا، سالانہ وظیفہ مقرر ہو گیا اور اس کے لڑکے حکومت کے اہم منصبون پر مامور کر دیئے گئے۔[۱]

طلیطلہ کی اطاعت | اس کے بعد حکم نے پوری توجہ سے اندلس کی سرزمین کو باغیانہ عناصر سے پاک کرنے کی تدبیرین کین، اس سلسلہ مین طلیطلہ کے باشندون کو زیر کرنے کا واقعہ سب سے اہم ہے، وسطی اندلس مین یہی شہر بغاوتون کا مرکز بنا ہوا تھا،

یوم الخندق | طلیطلہ کا یہ واقعہ "یوم الخندق" کے نام سے مشہور ہے جو ۱۹۱ھ مین پیش آیا، یہان عربون، بربرون، نومسلمون اور عیسائیون کی مخلوط آبادی تھی، آئے دن فتنہ و فساد برپا کرنا ان کی زندگی کا مشغلہ بن چکا تھا، اس فتنہ پردازی مین یہان کے عیسائی اور وہ نومسلم جنھون نے عیسائیت سے اسلام قبول کیا تھا، پیش پیش تھے انھین اپنے شہر کی قلعہ بندی اور اپنی دولت و ثروت پر گھمنڈ تھا، [illegible] والیون کی اطاعت کرنے کے بجائے انھین اپنی مرضی [illegible] مطابق چلانے پر مجبور کرتے اور [illegible] معمولی باتون پر اطاعت سے منحرف ہو جاتے [illegible] حکومت کی اطاعت کا بھی کوئی پروا نہ تھی ان مین سے ایک شخص غربیب [illegible] اس عہد کے معروف شعراء مین سے [illegible] کا مالک تھا، اہل طلیطلہ [illegible] تھے اور [illegible]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۱۰، ۱۱۱، و ۱۰۲، [illegible] سلیمان و عبداللہ [illegible] عیسائی حکمرانون سے امداد لی اور [illegible] ان حکمرانون سے خود [illegible] ص ۲۲۶ (باقی حاشیہ [illegible])

ساتھ ان کی رہنمائی کرتا تھا، جب تک وہ زندہ رہا، حکم اول طلیطلہ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ کرسکا، حالانکہ وہ اس صورتِ حال سے عاجز آچکا تھا، بالآخر اس کے مرنے کے بعد اس نے انھیں مطیع کرنیکا فیصلہ کیا، اور سرحدی صوبہ کے والی عمروس بن یوسف کے ہاتھوں اس مہم کو انجام دینا چاہا، عمروس وشقہ کا ایک ذی اقتدار عیسائی نومسلم اور بنو امیہ کا دل سے وفادار تھا، سرحدی صوبہ میں امن وامان قائم کرنے میں اس سے مدد مل چکی تھی، حکم نے اس کو قرطبہ طلب کیا، اور بڑے اعزاز واکرام سے اس کو اپنا مہمان بنایا، اور اس سے طلیطلہ کے باشندوں کے معاملہ پر رازداری سے گفتگو کی، عمروس اس مہم کے انجام دینے کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا، اور باہمی مشورہ سے ایک اسکیم تیار کی گئی، اور طلیطلہ کا والی بناکر اس کو بھیج دیا، اور اس کے معرفت وہاں کے باشندوں کے نام حسب ذیل پیغام بھیجا

"میں نے عمروس بن یوسف کو تمہارے لئے منتخب کیا ہے، جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تمہارے دلوں کو پوری طرح اطمینان حاصل ہو جائے اور تم ہمارے جن عمال اور موالی کو ناپسند کرتے ہو ان کو وہاں سے علیحدہ کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ میرے اس طرز عمل سے تم اپنے حق میں میرے مخلصانہ جذبات کو سمجھ سکو گے،"

عمروس نے طلیطلہ پہنچ کر شہر کے باشندوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا، رفتہ رفتہ اس نے خاندان امویہ کے خلاف اپنی رائیں بھی بچا بچا کر ظاہر کیں، شہر کے باشندے اس پر اعتماد کرنے لگے، اور رفتہ رفتہ اموی حکومت کے مقابلہ میں اس کو اپنا سرپرست اور رہنما تصور کرنے لگے

طلیطلہ کا دار الحکومت اور سرکاری ملازمین کی سکونت گاہیں شہری آبادی میں ملی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۶۲) لیکن ایسی کوئی روایت عربی ماخذ میں نظر سے نہیں گذری،

جلی تھیں جس کی وجہ سے وہ بغاوتوں کے موقعوں پر محصور ہو جاتے تھے، پھر ان سکونتی مکانوں
میں نہ جنگی استحکامات تھے اور نہ فوج کے قیام کی ان میں گنجائش موجود تھی، اس لئے ایک
جنگی قلعہ یا فوجی چھاؤنی، اور سرکاری دفاتر کے لئے ایک علیحدہ آبادی کی ضرورت تھی، عمروس
نے طلیطلہ والوں کو یہ کہہ کر اس پر آمادہ کر لیا کہ سرکاری عہدہ داروں اور عمال میں ایسے لوگ
زیادہ ہیں، جو شہری آبادی میں فتنہ انگیزیاں کرتے رہتے ہیں، ان سے شہر والوں کو تکلیف
ہوتی ہے، اس لئے سرکاری عمال کے لئے ایک علیحدہ آبادی قائم کر دی جائے تاکہ ان لوگوں
کے فتنہ پرواز عوامل شہری آبادی سے دور ہو جائیں، اہل شہر نے اس تجویز کو پسند کیا اور ایک
پہاڑی پر جو جبل عمروس کے نام سے مشہور ہوئی، ایک قلعہ جلد سے جلد تعمیر کرانا شروع
کیا، اور ابھی عمارت پایہ تکمیل کو بھی نہ پہنچی تھی کہ وہ دفاتر و حکومت کا پورا عملہ وہاں منتقل ہو گیا،
اور اس کی اطلاع حکم کو بھیج دی، یہ سارے کام بڑی [illegible] سے انجام پا رہے تھے،

پھر دن گذر [illegible] تھے کہ سرحدی صوبہ [illegible] اپنے [illegible] بھیج کر ایک تحریر
منگائی کہ عیسائی لشکر سرحد پر [illegible] فوج بھیجی جائے، حکم نے [illegible] اس مہم کے لئے بڑے
اہتمام سے فوج جمع کی اور [illegible] شاہی [illegible] روانہ
کر دیا، فوج کے ہمراہ [illegible] لیکن [illegible] سے آگاہ
نہیں کیا، ان کی شہرت [illegible] اس
کی نگرانی کرنے اور [illegible] کے لئے ان کی [illegible] ایک
مکتوب اپنے بعض [illegible] تو یہ
خط وزیر اعظم کے حوالہ کر دیا جائے،

سرحدی صوبہ کا راستہ طلیطلہ ہو کر گذرتا تھا [illegible] لشکر طلیطلہ کے قریب پہنچا تو

سرحدی والی کا ایک دوسرا قاصد آیا کہ عیسائیون کا لشکر منتشر ہو گیا ہے، اب فوج کی ضرورت باقی نہین رہی، اس مکتوب کے پہنچتے ہی عبد الرحمٰن طلیطلہ کے پاس ایک مقام جیارین مین ٹھہر گیا اس کے بعد اس خوفناک سازش کی مخالف تدبیرین بروے کار آنے لگین چنانچہ جیارین مین فوج کے قیام کی خبر طلیطلہ پہنچی تو عمروس نے شہر والون کے سامنے شاہزادے کی خدمت مین جا کر باریاب ہونے کا ارادہ ظاہر کیا، اس کے ساتھ اس نے طلیطلہ والون کو یہ بھی سمجھایا کہ سلطنت کا ولیعہد ہمارے شہر کے پاس مقیم ہے اس کی پذیرائی ضروری ہے اس لئے اس کے ساتھ شہر کے معززین کو بھی اس کی خدمت مین باریاب ہونا چاہئے، طلیطلہ والون نے اس مشورہ کو قبول کیا، اور شہر کے ممتاز معززین عمروس کے ساتھ لشکرگاہ مین آکر شاہزادے کی خدمت مین باریاب ہوئے، شاہزادے نے بھی ان امراء کی حیثیت کے مطابق ان کی قدر و منزلت کی، اور رسمی باریابی پرتکلف اخلاق و عنایات کے ساتھ ختم ہوئی،

حکم نے اپنے معتمد وادحم کی معرفت عمروس کے نام ایک خط بھی بھیجا تھا، اس نے لب کشائی کے بغیر اس خط کو اس کی خدمت مین پیش کیا، اس مین اس سازش اور اس کے آیندہ طریق عمل کا مکمل انتظام موجود تھا،

چنانچہ عمروس، وزراء سے تنہائی مین مشورہ کے لئے ملا، اس اثنا مین وزراء کے نام کا خط بھی معتمد وادحم سے لے لیا [illegible] کیا، اور وزراء اور عمروس نے سر جوڑ کر مشورہ کیا، اور طے پایا کہ شہر والون کو عبد الرحمٰن کو شہر مین مدعو کرنے پر آمادہ کیا جائے، عبد الرحمٰن اس دعوت کو اصرار کے بعد قبول کرے اور شہر مین فوج کے ساتھ داخل ہو،

اس کے بعد اس تجویز کے مطابق عمروس نے اعیان شہر کو علیحدہ لیجا کر عبد الرحمٰن کو شہر مین داخل ہونے کی دعوت دینے کا مشورہ دیا تا کہ یہ شاہزادہ اپنی نگاہون سے شہر کی

عظمت و شوکت کا اندازہ لگا لے، اور اس سے آئندہ مواقع پر فائدہ اٹھایا جائے، اہل شہر نے اس مشورہ کو بھی قبول کیا، اور عبدالرحمٰن کی خدمت میں دوبارہ آکر اس کو شہر میں داخل ہو کر مہمانی قبول کرنے کی دعوت دی، عبدالرحمٰن نے تجویز کے مطابق پہلے انکار کیا، پھر وزراء و عمائد لشکر کی تائید اور اہل شہر کے اصرار سے اس دعوت کو قبول کیا، اور یہ عظیم الشان لشکر شہر کی نئی سرکاری عمارت میں آکر ٹھہر گیا،

طلیطلہ میں آنے کے بعد پہلے دن عمروس کے اہتمام میں شہر کے معززین کی طرف سے مہمانوں کی ضیافت کی گئی، اور دوسرے دن حکومت کی طرف سے اہل شہر کی ضیافت کا سامان کیا گیا، اور سرکاری عمارت کے اندرونی صحن میں کھانا پکانے کا انتظام کیا گیا، شاہی ضیافت کے لیے شام کا وقت مقرر تھا، ایک خلق کثیر مدعو تھی اس لیے انتظام کیا گیا کہ مدعوین گروہ در گروہ [illegible] دروازے سے داخل ہوں، ان کی سواریاں پشت کے دروازے پر کھڑی رہیں، وہ کھانے کے بعد پشت کے دروازے سے رخصت ہو جائیں

مہمانوں میں شہر کی دو ہی آبادیوں کے تمام معززین تھے، چنانچہ مہمان ایک ایک گروہ میں محل میں داخل ہوتے گئے، محل کے وسط صحن میں ایک عمیق گڑھا کھدوا گیا تھا، جلاد برہنہ تلواریں لئے کھڑے تھے، عبدالرحمٰن اسی کے قریب مہمانوں کی پذیرائی کے لئے بیٹھا ہوا تھا، اہل شہر جوق در جوق شاہی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے آتے گئے، آنے والوں کی گردنیں اڑائی جاتی رہیں، اور تڑپتا ہوا لاشہ اس گڑھے میں ڈھکیلا جاتا رہا، سر شام سے دوسری صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا، پانچ ہزار تین سو سے اوپر مقتولین کے لاشے گڑھے میں پہنچ گئے، طلوع صبح کے وقت آنے والوں میں سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ جو لوگ محل میں داخل ہوتے ہیں، واپس آتے دکھائی نہیں دیتے، ان لوگوں نے سرکاری عمال سے

پوچھا، بتایا گیا کہ لوگ پشت کے دروازے سے واپس جا چکے ہیں، دریافت کرنے والے انکے
کے دروازے پر پہونچے، ادھر کوئی بھی نظر نہ آیا، پھر محل کی فضا پر نظر پہونچی تو بخارات چھائے
ہوئے دیکھے، لوگ چیخ اٹھے کہ یہ باورچی خانہ کا دھواں نہیں، خون سیال کے بخارات ہیں،
اسی وقت شہر میں کہرام مچ گیا، السیف السیف کی آوازیں بھی اٹھیں مگر لبیک کہنے والا کوئی
موجود نہ تھا، جن لوگوں نے شور مچایا وہ بھی پکڑ کر قتل کر دیئے گئے، روشناس اہل شہر میں سے جو
قتل ہونے سے بچ رہے تھے وہ بھی پکڑ کر قتل کر دیئے گئے، پھر عام آبادی میں جو لوگ قتل ہونے
سے باقی بچ گئے انھوں نے گویا نئی زندگی پائی، مگر اب ان میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہ گیا
تھا، جو حکومت کی مخالفت کا تخیل بھی اپنے ذہن میں لاسکتا، چنانچہ حکم نے اپنے دور حکومت
کا بقیہ زمانہ کم سے کم اہل طلیطلہ کی طرف سے اطمینان سے گذارا، اور لوگوں کے دلوں پر
حکومت کی ہیبت عبدالرحمٰن کے عہد تک قایم رہی، اس پورے زمانہ میں طلیطلہ میں حکومت
کے خلاف کسی شورش کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا،

مقتولین کی مجموعی تعداد ۵ ہزار سے متجاوز ہو گئی، عبدالرحمٰن اس خونین منظر کو شب بھر
بیٹھا دیکھتا رہا، سورج کی چمک سے اس کی آنکھوں میں غمزہ پیدا ہو گیا، تو تمام عمر باقی رہا،

ایک بغاوت کا نئے انداز سے خاتمہ

وسطی اندلس کے شہر جیان کے علاقہ میں بھی بغاوت کا ایک
واقعہ رونما ہوا، اور حکم نے صرف چند دنوں کے اندر اس کا خاتمہ کر دیا، ان اطراف
میں جاہلوں [illegible] ایک مخالف [illegible] جیان کا محاصرہ کر لیا، عامل جیان
قلعہ بند ہو گیا تھا [illegible] پاس پہونچی، اس وقت عبدالرحمٰن [illegible] گھوڑدوڑ کا
تماشہ دیکھ رہا تھا، اس کے محل کے سامنے دریا کے کنارے گھوڑدوڑ ہو رہی تھی ہمہ وقت تیار

۱؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۱۳۵، ۱۳۶، افتتاح الاندلس ابن القوطیہ ص ۵۳ تا ۵۴

کھڑے رہتے تھے اور سو سو گھوڑوں پر ایک افسر مقرر تھا جو عریف کہلاتا تھا، حکم نے خاموشی کے ساتھ ایک عریف کو اپنے پاس بلایا اور [illegible] دی [illegible] وہ اپنے سواروں کو لیکر فلاں راستہ سے جہاں چلا جائے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ دے، سو سواروں کو بھیج کر وہ پھر کھیل دیکھنے میں مصروف ہوگیا، ایک گھنٹہ کے بعد [illegible] دوسرے عریف کو بلایا اور اس کو بھی اسی طرح ہدایتیں دیکر ایک دوسرے راستہ [illegible] روانہ کر دیا، اسی طرح وہ عریفوں کو مختلف راستوں سے پے درپے شام تک بھیجتا رہا [illegible] کسی کو دوسرے کی اطلاع نہ دی، دوسرے دن وہ لوگ [illegible] وہاں سے پہونچنے پائے تھے کہ ابن لبید بدحواس ہوگیا، ہر چہار طرف سے سواروں کو [illegible] اس میں مقابلہ کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ محاصرہ اٹھاکر کسی طرف بھاگنے کا مناسب موقع مل سکا، چنانچہ جب وہ لوگ فرار ہوئے تو شاہی سواروں نے ان کا پیچھا کیا [illegible] کو قتل کر ڈالا اور تیسرے دن [illegible] لیکر حکم کے پاس [illegible] واپس آگئے۔[1]

شمالی اندلس کی بغاوت	[illegible] شمالی اندلس [illegible] شہر [illegible] ایک
ماردہ، باجہ [illegible]	قائد اصبغ بن عبد اللہ [illegible] شہر [illegible] اپنی خود

مختاری کا اعلان کر کے گورنر کو شہر بدر کر دیا، حکم اس بغاوت کی اطلاع پاتے ہی فوج لے کر [illegible] اور شہر کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ ختم ہونے نہ پایا تھا کہ [illegible] بن [illegible] بغاوت کی اطلاع ملی، اس [illegible] پر چلی کہ قرطبہ واپس جانا پڑا [illegible] بغاوت [illegible] موقع مل گیا، اس اثنا میں طلیطلہ میں قتل عام کا جو واقعہ پیش [illegible] اس کا اثر ماردہ میں بھی [illegible] پہونچا اور لوگوں کے دلوں میں اطاعت قبول کر لی [illegible] کے ساتھ حکم کی پیشوائی [illegible]

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۹، ۱۳۰

فوجی دستے بھیجا گیا اصبغ کبھی اطاعت قبول کرلیتا، اور کبھی مقابلہ کرتا یہی صورت حال ۱۹۷ھ/[illegible]ء
تک قائم رہی آخر اہل شہر بار بار کی فوج کشی سے تنگ آگئے، اصبغ کے حامیوں کی تعداد روز
بروز کم ہوتی گئی یہاں تک کہ خود اس کے بھائی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، بالآخر اس نے
حکم کے پاس امان طلب کرنے کیلئے قاصد بھیجا، حکم نے اس کی معذرت قبول کی اور وہ ماردہ
کی سکونت ترک کرکے حکم کی خدمت میں قرطبہ چلا آیا۔[1]

لیکن اصبغ کے اطاعت قبول کرلینے کے باوجود ماردہ کی شورش رفع نہیں ہوئی، کچھ دنوں
کے سکون کے بعد اہل شہر پھر بغاوت پر آمادہ ہوگئے، شہر کے استحکامات ایسے تھے کہ انہیں
اپنی باغیانہ سرگرمیوں کے جاری رکھنے کا موقع مل جاتا تھا، حکم بھی ان سے غافل نہیں رہا، وہ
خود فوج لے کر آیا، [illegible] سلسلہ پہنچتا رہا، یہ صورت حال ۱۹۳ھ/۸۰۹ء سے ۱۹۶ھ/۸۱۱ء تک قائم
رہی، بالآخر اہل شہر نے اطاعت قبول کی۔[2]

حکم کے زمانہ میں مغربی اندلس میں بغاوت کا دوسرا مقام باجہ تھا، یہاں حزم بن وہب نے
۱۹۱ھ میں خودسری اختیار کی تھی، یہ شہر پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (اشبونہ) سے جنوب
مشرق میں ۹۵ میل کے فاصلہ پر آباد تھا، حزم ممتاز قائدین میں تھا، حکم اس کو اپنے سرداروں
میں گنتا تھا، [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی عیسائی ہو، بہرحال اس نے باجہ میں
بغاوت کا علم بلند کیا اور [illegible] پرتگال کے موجودہ پایہ تخت لسبن (اشبونہ) پر قبضہ کرنے
کے قصد میں تھا کہ حکم کو [illegible] اپنے بیٹے ہشام کی [illegible] بغاوت کے
استیصال کیلئے [illegible] ہشام نے [illegible] کے ساتھ محاصرہ کرلیا [illegible] اہل شہر کے
[illegible]

[illegible]

دی، اور فوج واپس چلی گئی، [1]

اس کے بعد حکم کے آخر عہد حکومت میں ۲۰۳ھ/۸۱۸ء میں باجہ میں حکومت کا ایک نیا دعویدار پیدا ہوا، جو "ولد" کے نام سے معروف ہے، حکم نے پھر فوج بھیجی، شاہی لشکر نے باغیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا چنانچہ شاہی لشکر شہر میں داخل ہوا، اور بغاوت کے سرغنہ "ولد" کو گرفتار کر لیا گیا، [2]

مغربی اندلس کے تیسرے شہر مورور میں ۲۰۰ھ/۸۱۵ء میں ایک بربری نے سر اٹھایا، اس کے استیصال کئے جانے کا واقعہ اپنے طرز کا انوکھا ہے، ماردہ کے عامل نے حکم کو اس کے خروج کی اطلاع بھیجی، اور لکھا کہ اگر اجازت ہو تو چٹکی میں کر کے اس کا خاتمہ کر دیا جائے، حکم نے اس مکتوب کو پوشیدہ رکھا، اور فوج کے قائد کو طلب کیا، حکم اس وقت محل کے ایک صحن میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے فوجی سردار سے پوچھا کہ تم فلاں کو جانتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا حکم نے کہا میں اسی جگہ بیٹھا ہوں، تم فوراً جاؤ، اس کا سر میرے پاس لے آؤ، ورنہ اس کے عوض میں تمہارا سر لیا جائے گا، قائد یہ گفتگو سن کر سخت پریشان ہوا، اور اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر چل کھڑا ہوا، مورور پہنچ کر اس بربری کے متعلق حالات دریافت کئے تو لوگوں نے [illegible] سے اس کے حالات بتائے، یہ قائد بے حد متفکر ہوا کہ ایسی سخت مہم اور اتنی تھوڑی مدت، اس کو حکم کی طبیعت کا اندازہ تھا کہ وہ جو کہتا ہے پورا کرتا ہے، آخر جان پر کھیل کر اس کام کو پورا کرنے کی اس نے ہمت کی، اور حیلہ جوئی سے ایسی تدبیریں اختیار کیں کہ اس کا سر قلم کرنے میں کامیاب ہو گیا،

چوتھے دن سر لے کر قرطبہ واپس آیا، حکم اسی صحن میں اسی جگہ بیٹھا تھا، اور غلاموں

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۰، [2] ایضاً ج ۶ ص ۳۲۴

معلوم ہوا کہ وہ اس دن سے سوائے وضو اور نماز کے کسی اور ضرورت سے نہیں اٹھا، حکم اس کی کامیابی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، انعام سے سرفراز کیا، اور منصب میں ترقی دی[1]،

حکم کے زمانہ کا یہ واقعہ بھی ذکر کے لائق ہے کہ مغربی اندلس کے آخری جنوبی گوشہ کے ساحلی شہر جزیرۂ خضرا میں ۱۹۱ھ کے بعد خارجیوں کا ظہور عمل میں آیا، اور اس شہر میں خوارج کے عقائد کی اشاعت عام طور پر ہونے لگی، عباس بن ناصح شاعر نے ایک شعر میں حکم کو اس کی طرف متوجہ کیا، حکم یہ شعر سنتے ہی خارجیوں کے استیصال کے لئے [illegible] فوج لے کر خود جزیرۂ خضرا پہونچا، اور اس عقیدہ کے قبول کرنے والوں میں سے اکثر کو موت کی سزا دی[2]،

حکم کی زندگی کے آخری سال میں مورور میں ایک شخص قتب نے فتنہ انگیزی کی، اور ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ عرب موالی، غلام اور عیسائیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی، اس فتنہ کا استیصال عبدالرحمٰن ثانی کے آغاز عہد میں ہو سکا، اور قتب یہاں سے فرار ہو کر ماردہ چلا گیا[3]،

عیسائی حکومتوں سے آویزش

ہشام کی وفات کے بعد ہی شارلمین شاہ فرانس اور لوئی شاہ ایکوٹین نے اندلس کی اسلامی سرحدوں میں پھر دلچسپی لینی شروع کی، چنانچہ لوئی نے اندلس کے شمالی مشرق کے مشہور شہر برشلونہ پر قبضہ کر لیا[4]،

حکم نے اس پر فوراً توجہ کی، عبدالکریم بن مغیث کی سرکردگی میں ایک طاقتور لشکر روانہ کیا، جس نے جرندہ پر دوبارہ قبضہ کیا، پھر عبدالکریم نے فوج کو عیسوی حکومت کے حدود میں داخل ہو کر مختلف دستوں میں تقسیم کر کے پھیلا دیا، [illegible]

---

[1] [illegible] اخبار اندلس ج ۱ ص ۱۳۳ [illegible]

[2] [illegible] اخبار اندلس ج ۱ ص ۲۴۴

ملک میں ایک قیامت برپا کردی، بہت لوگ بے دریغ قتل کیے گئے اور شہروں کو لوٹا مارا، اور جلا جلا کر تباہ و برباد کیا،

اسی سلسلہ میں فوج کا ایک دستہ خلیج بسکے کو عبور کرکے فرانس پہونچا، عیسائیوں نے خلیج کو ناقابل عبور سمجھ کر آس پاس کی آبادیوں سے قیمتی ذخائر یہیں کسی شہر میں محفوظ رکھ دیے تھے، اور عورتوں اور بچوں کو بھی یہیں پہنچا دیا تھا، لیکن حسن اتفاق سے خلیج کا پانی اتر گیا تھا، فوج کو جانے کا راستہ مل گیا، اور یہاں بیشمار دولت ہاتھ آئی، اور بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، فوج کا یہ دستہ یہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آکر عبدالکریم کے پاس چلا آیا،

اس کے بعد ایک مقام پر عیسائیوں کے اجتماع کی خبر ملی، عبدالکریم نے ادھر رخ کرکے ان کے سروں پر پہونچا اور منتشر کرکے ان کے خیمہ و خرگاہ کو چھین لیا،

اس حملہ میں کوہ پیرینیس کے اس پار کی عیسائی آبادی اور جنوبی فرانس کو اس طرح برباد کیا گیا کہ اگر اندلس میں عبداللہ و سلیمان نے خانہ جنگی نہ شروع کردی ہوتی تو پھر عیسائیوں کو کسی جارحانہ حملہ کا حوصلہ نہ ہوتا، لیکن جب اندلس میں عبداللہ و سلیمان نے خروج کیا، اور جا بجا بغاوتیں اٹھیں، تو بقول عرب مورخین عیسائیوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا، اور وہ اسلامی شہروں پر جا بجا ٹوٹ پڑے اور لوٹ مار کرکے نکل گئے، لیکن حکم نے ان جارحانہ حملوں کا کوئی جواب نہیں دیا،[1]

شارلیمین شاہ فرانس نے ۱۸۰ھ میں فرانس پر مسلمانوں کے جارحانہ حملہ سے سبق لیا، اس کو اپنے پچھلے تجربہ سے پھر کبھی اندلس پر حملہ آور ہونے کا خیال نہیں ہوا، اس کے ساتھ اور ... فرانس کو مسلمانوں کے جارحانہ حملوں سے بچانا چاہا، چنانچہ سنہ ... میں البانسو سے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۰، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۴۹، [illegible]

اس نے دوستی کا معاہدہ کیا، اور لوئی شاہ اکوٹین کے مشورہ سے کوہ پائیرنیس کے اس پار اسلامی اندلس کی سرحد سے ملی ہوئی سرزمین پر ایک نئی ریاست بطور اسٹیٹ کے طور پر قایم کی، اور اس سلطنت کا نام "اسپینش مارچ" رکھا، اور ایک فرانسیسی رئیس بوریل کو اس ریاست کا حکمران بنایا، اور اس کو لوئی شاہ اکوٹین کی سیادت میں دے دیا، اس کے ساتھ جابجا مناسب مقامات پر مستحکم قلعے تعمیر کرا (سنہ؟) اور یہاں کی فوج نے خاص طور پر اسلامی اندلس کی سرحدوں پر چھاپے مارنا شروع کیا، بایں ہمہ حکم اپنی داخلی مصروفیتوں کے سبب ادھر کوئی توجہ نہ کر سکا، اور ایک مدت تک اندلس میں سرحد کی اسلامی آبادیاں ان عیسائیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتی رہیں، انسائیکلوپیڈیا میں شارلیمین کے سیاسی تفوق کو دکھاتے ہوئے کہا گیا ہے،

"(خلافت عباسیہ سے تعلقات قایم کر کے) اس طرح اس کے اثرات ایشیا میں قایم ہونے کے بعد یورپ کا کوئی حصہ مشکل سے نکلے گا، جہاں شارلیمین کی قوت محسوس نہ کی گئی ہو، اس واقعہ ہزیمت (ہزیمت ۷۷۸ء) کے بعد اگرچہ وہ اسپین میں آیا، لیکن اس نے اس ملک کے حوادث سے اپنی گہری دلچسپی قایم رکھی، ۷۹۵ء میں اس نے شاہ الفانسو دوم شاہ استریاس سے دوستی کا معاہدہ مکمل کیا، اور شاہ لوئی کی سرکردگی میں ایک باقاعدہ مہم کا ایسا سلسلہ جاری رکھا کہ "اسپینش مارچ" کی حکومت عالم وجود میں آئی، چونکہ وہ پائیرنیس سے دریائے ابرو کے درمیان واقع تھی، اور جو پہلو سے برسلونہ تک پھیلی ہوئی تھی، تاکہ عربوں کے حملوں کی مدافعت کرتی رہے"

اس نوزائیدہ سلطنت کے بڑے شہروں میں اوسونا، کارڈونا، بارسلونا وغیرہ تھے، ان میں سے کوئی بھی ساحل سمندر پر آباد نہ تھا، شارلیمین نے اسلامی اندلس کی داخلی پریشانیوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی سالانہ مجلس تولوس میں مشرقی اندلس کے مشہور ساحلی شہر ... پر قبضہ

کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ۱۸۵ھ / ۸۰۱ء مین عیسائیون کے متحدہ لشکر نے برشلونہ کا محاصرہ کر لیا، اور شاہ لوئی اپنی فوج لئے روسی لون مین ٹھہر گیا کہ اگر قرطبہ سے کوئی فوج اہل برشلونہ کی مدد کے لئے آئے تو اس کا راستہ روکا جائے، اور ادھر محاصر فوج نے بڑی سختی سے محاصرہ جاری رکھا، والی برشلونہ نے مدد کے لئے قرطبہ پیغام بھیجا، لیکن کوئی امداد نہ آسکی، اور محاصرے کی سختیان روز بروز بڑھتی گئین، شہر کا تعلق باہر سے بالکل منقطع ہو گیا، اور سامان خوراک کے ختم ہونے کے بعد چمڑے اور کوڑا کرکٹ کے کھانے تک کی نوبت آگئی، باین ہمہ مسلمان محصورین بڑی پامردی سے مقابلہ کرتے رہے، اور شہر سے باہر نکل کر حملہ آور دشمن کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے، اس اثنا مین شاہ لوئی بھی قرطبہ کی طرف سے کسی مدد کے نہ پہونچنے سے مطمئن ہو کر اپنی فوج لے کر برشلونہ چلا آیا، اور محاصرین کی طاقت مین پہلے سے اضافہ ہو گیا، اور ادھر محصورین کی مصیبتون مین روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور شہر کی فصیل بھی جابجا سے کمزور ہو گئی، آخر والی برشلونہ ایک خفیہ دروازے سے خود نکلا کہ قرطبہ پہنچ کر مسلمانون کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے کمک طلب کرے، لیکن اتفاق سے وہ گرفتار کر لیا گیا، بالآخر مسلمانون نے محاصرین سے صلح کا نامہ و پیام کیا، اور اس شرط پر کہ مسلمانون کو شہر سے ہجرت کر کے چلے جانے دیا جائے، شہر کے دروازے کھول دیئے، اور مسلمان برشلونہ مین اپنی املاک و جائداد اور سازو سامان کو چھوڑ کر یہان سے ہجرت کر گئے،

مسلمان جب ترک سکونت کر کے شہر سے نکل چکے تو ان کی کمک کے لئے قرطبہ کی فوج آتی دکھائی دی، مگر یہ بعد از وقت تھا، چنانچہ سب لوگ قرطبہ واپس چلے گئے، برشلونہ کے سقوط کے بعد اس کو ازسرنو فرانسیسی سلطنت کا پایہ تخت بھی مقام قرار پایا، اور مسلمانون [illegible] ختم ہو گئی، مسلمانون

کے قبضہ سے نکل گیا[۱]

اس کے کچھ دنوں کے بعد ۱۸۶ھ (۸۰۲ء) میں عیسائیوں نے ایک دوسرے سرحدی شہر تطیلہ کا رخ کیا، اس شہر میں کچھ قدر عیسائی بھی آباد تھے، یہ شہر عمروس بن یوسف کی ولایت میں تھا، اس کا نوجوان لڑکا یوسف یہاں کا والی تھا، تطیلہ والوں نے سرحد کے عیسائیوں سے سازباز کرکے بغاوت کی، اور انھیں بلاکر شہر کو ان کے سپرد کردیا، عیسائیوں نے یوسف کو گرفتار کرکے ایک مقام صخرۂ قیس میں لے جاکر رکھا، اور شہر پر قابض ہوگئے،

عمروس نے عیسائیوں کی یورش اور لڑکے کی گرفتاری کی خبر سن کر پہلے سرقسطہ کو مستحکم کیا، اور فوج کی تنظیم کی کہ عیسائی اس شہر پر حملہ آور نہ ہونے پائیں، پھر اپنے چچازاد بھائی کی سرکردگی میں لشکر عیسائیوں کو تطیلہ سے نکالنے اور یوسف کو آزاد کرانے کے لئے روانہ کیا، چنانچہ عیسائی بڑی تعداد میں قتل کئے گئے، تطیلہ میں کامیاب ہونے کے بعد وہ صخرۂ قیس پہنچا، یہاں بھی سخت مقابلہ ہوا، اور مسلمانوں نے غلبہ حاصل کرکے یوسف کو آزاد کرایا، عیسائی شکست کھاکر صخرۂ قیس سے بھاگ گئے، اور یوسف گم گشتہ اپنے باپ کے پاس آگیا، اور کچھ دنوں کے لئے اس علاقہ کے عیسائیوں کے دلوں پر عمروس کی دھاک جم گئی، اور انھیں سر اٹھانے یا پیش قدمی کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا[۲]

اس کے بعد ۱۹۱ھ (۸۰۶ء) میں لذریق والی نے شمال مشرقی اندلس کے شہر طرطوشہ کی طرف پیش قدمی کی، حکم کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے سب سے بڑے لڑکے عبد الرحمٰن کو مقابلہ کے لئے

له ابن اثیر ج ۶ ص ۶۴ ... ص ۱۲۶، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۴۵۰، ۴۵۳، نفح الطیب ج ۱ ص ... انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۳۹۰ (مقالہ لیوین) طبع یازدہم،

ته ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۰،

بھیجا، عبد الرحمٰن نے لوئی کے طرطوشہ پہنچنے سے پہلے اسی کے حدود حکومت میں اس کو روک لیا، دونوں فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا، لوئی نے شکست کھائی، بہت سے عیسائی قتل کیے گئے بہت سے گرفتار ہوئے، اور خیمہ و خرگاہ ہاتھ آیا،[1]

حکم نے برشلونہ کے واقعہ سے سبق حاصل کر کے عجلت کے ساتھ یہ مہم روانہ کردی تھی، سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی زیادتیاں اسی طرح جاری تھیں، اور قتل و غارتگری کی مسلسل وارداتیں ہو رہی تھیں، لیکن حکم کو داخلی بدامنیوں سے فرصت نہ تھی کہ ادھر توجہ کر سکتا،

۱۹۶ھ / ۸۱۱ء میں اتفاقی طور پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا، جس سے حکم کی توجہ ادھر مبذول ہوگئی، ایک اندلسی شاعر عباس نامی نے اس کے سامنے ایک قصیدہ پیش کیا کہ اس نے ایک عورت کی فریاد سنی جو امیر کا نام لے کر اس کی دہائی دے رہی تھی، حکم نے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قافلہ کے ہمراہ تھی جس پر دشمنوں کا ایک دستہ حملہ آور ہوگیا، سب لوگ قتل کیے گئے اور وہ زندہ گرفتار کر لی گئی، اس وقت اس نے یہ فریاد کی، "حکم تیری دہائی ہے، تو نے ہمیں بھلا دیا، ہم بیوہ و یتیم ہو گئے"، حکم یہ سنکر بہت متاثر ہوا، اور جہاد کا اعلان کر کے کوچ کا حکم دیا، وادی الحجارہ کے پاس وہ واقعہ پیش آیا تھا، چنانچہ اسی سمت روانہ ہو کر عیسائیوں کی حکومت کے [illegible] دور تک [illegible] قلعے فتح کیے، بہت شہروں کو لوٹ لیا، [illegible] قتل کیے گئے، اور بہت سے گرفتار کیے گئے جن میں عورتیں بھی تھیں،

اس کے بعد قیدیوں کا تبادلہ کیا گیا، وہ فریاد کرنے والی عورت [illegible] واپس

[1] ابن اثیر ج ۶ ص [illegible] نفح الطیب [illegible] ابن اثیر ج [illegible] ص ۱۳۲

آئی، تباد لہ کے بعد جو قیدی باقی بچ گئے وہ قتل کر دیئے گئے، اس طرح اس نے اپنے غصہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی کی، واپسی کے بعد حکم نے سرحد والوں اور خصوصاً اس عورت سے پوچھا کہ تم لوگوں نے حکم کو فریاد کے لئے پکارا تھا؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا، اور اس کے حق میں دعائیں کیں، اس کے بعد حکم قرطبہ واپس چلا گیا۔[1]

اس مہم سے عیسوی شہروں پر حکم کے مہم کی ابتدا نئے سرے سے ہوئی، چنانچہ اس کے بعد اس نے پے در پے مہمیں بھیجنا شروع کیں، اور لڑائیوں کا خشکی و سمندر میں ایک طویل سلسلہ جاری ہو گیا، چنانچہ اس کے بعد سنہ ۲۰۰ھ میں ایک عظیم الشان مہم عبد الکریم بن مغیث کی سرکردگی میں بھیجی گئی، عبد الکریم فوج لیکر گیا، اور جنوبی فرانس کے وسط میں قیام اختیار کر کے جابجا اپنی فوجیں پھیلا دیں، جنہوں نے قتل و غارتگری کا ایک طویل سلسلہ جاری کیا، بہت سے قلعے مسمار کر ڈالے، ایک مقام کو برباد کر کے دوسرے مقام پہنچا، اور عیسائیوں کے لئے سر چھپانا مشکل ہو گیا، یہ حال دیکھ کر عیسائی حکمرانوں نے اس علاقہ کے سب حکمرانوں کو حالات کی اطلاع دی، اور عیسوی لشکر ہر سمت سے امنڈ آیا، اور ایک جگہ جمع ہو گیا، دریائے ابرو کے اس پار اسلامی لشکر تھا، اور عیسائیوں کا لشکر اس پار جمع تھا، اور مسلمانوں کو دریا عبور کرنے سے روک رہا تھا، یہ دیکھ کر عبد الکریم سیاسی چال سے پیچھے ہٹ آیا، عیسائی سمجھے کہ ان کے قدم اکھڑ گئے، چنانچہ وہ لوگ دریا کو عبور کر کے اس پار آ گئے، اس کے بعد مسلمان ان پر جھپٹ پڑے، اور بیدردی سے قتل عام شروع کر دیا، عیسائی پسپا ہو کر دریا کے ساحل پر پہونچے، اور وہ بھاگنے کی کوشش میں تھے، اور مسلمان انہیں قتل اور گرفتار کرنے میں مصروف تھے، جو لوگ بچ کر جا سکے وہ محفوظ رہے، باقی بہت لوگ گرفتار ہو گئے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۲۳، ۱۲۴، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۹، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۶۰ و ۱۵۹۔

جن میں بڑے بڑے نامی سردار اور مذہبی پیشوا بھی تھے،

اس کے بعد دریا کے اس پار عیسائیوں نے پھر اپنی منتشر جمعیت فراہم کی، اور مسلمانوں کو دریا عبور کرنے سے روکنے کے لئے کھڑے رہے، اور لڑائی کا سلسلہ روزانہ جاری رہا، ۱۳ دن اسی طرح گذرے، یہاں تک کہ دریا چڑھ آیا، اور اس کا عبور کرنا ناممکن ہو گیا، اس کے بعد عبد الکریم اپنا لشکر لیکر ۲۲ ذی الحجہ ۲۰۰ھ میں قرطبہ واپس چلا آیا،[1]

حکم کے عہد میں عیسائیوں سے یہ آخری لڑائی تھی، اس کے بعد کسی لڑائی کا تذکرہ عرب مورخین کے یہاں موجود نہیں، اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے بیان کے مطابق شارلیمین اور حکم میں دوستانہ معاہدہ ہو گیا، اور ان دونوں کے حالت جنگ میں ہونے کی کیفیت باقی نہیں رہی، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے،

”عربوں اور فرنگیوں سے لڑائی کا طویل سلسلہ خشکی و تری دونوں طرف سے جاری رہا، یہاں تک کہ ۸۱۰ء میں شارلیمین اور الحکم شاہ قرطبہ کے درمیان معاہدۂ صلح انجام پایا“[2]

حکم کی اخلاقی بے راہ روی کے خلاف قرطبہ میں ہنگامہ

الحکم، ہشام اول کا جانشین تھا، ہشام کے مختصر دور حکومت میں لوگوں کے دلوں میں حضرت عمر بن عبد العزیز رض کے دور حکومت کی یاد تازہ ہو گئی تھی، اور کتاب و سنت کا اتباع اس کے عہد کا درخشان کارنامہ تھا، وہ خود صلاح و تقویٰ کی زندگی گذارتا تھا اور رعایا میں دین کے اوامر و نواہی کی پیروی کرنے کا ذوق پیدا کرتا، علماء دین کی قدر و منزلت کرتا، اور ان کے ذریعہ سے علم دین کی اشاعت ہوتی، اور جنہوں نے اپنی قابلیت سے نام پیدا کر لیا وہ علماء کی نظروں میں عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے اور منصب داروں کی صف میں آ گیا تھا

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۴۲، ۳۴۳، نفح الطیب ج ۱ ص ۱۰۴، [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۵ ص ۳۹۳ (شارلیمین) طبع ۱۹۴۷ء

لیکن حکم نے زمام حکومت سنبھالنے کے بعد جہاں سیاسی حیثیت سے کامیابی کیساتھ حکمرانی شروع کی، وہاں خود ذاتی طور پر ایسے عادات وخصائل کا مرتکب ہوا، جو ہشام جیسے متقی ومتبعِ سنت فرمانروا کے جانشین کے شایانِ شان نہ تھا، چنانچہ وہ شراب نوشی اور عیش وعشرت کے دوسرے معاصی کا علانیہ ارتکاب کرنے لگا۔

اندلس کی اسلامی سرزمین اسلامی علوم کا مخزن بن چکی تھی، موطا کے رواۃ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی وغیرہ اس دور میں اپنی مسند درس بچھائے تھے، یہ وہ لوگ تھے جن سے سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن بھی عزت واحترام سے پیش آتا تھا، ان لوگوں نے حکم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی، مگر وہ اپنی بے راہ روی میں اپنی حد سے تجاوز کرتا گیا، رفتہ رفتہ اس کی اس آزادانہ روش سے قرطبہ کے عوام وخواص میں سخت برہمی پھیلی، لوگ اس کے معاصی پر علانیہ نفرت کرنے لگے، اور جذبۂ نفرت اتنا بڑھا کہ ۱۸۷ھ میں ایک مرتبہ وہ عوام کے سامنے نظر آیا، لوگوں نے اس کے خلاف نعرے لگائے، اور اس پر پتھر برساتے ہوئے اس کا پیچھا کیا، اور محل میں گھس کر اس کو قتل کردینا چاہا کہ محل کی محافظ فوج سامنے آگئی، اور مجمع پر قابو حاصل کرلیا، اور حالات سکون میں آگئے،

خلع کی ایک کوشش اور اس کی ناکامی

قرطبہ کے ممتاز علماء وصلحاء نے حکم کے فسق وفجور کی زندگی سے تنگ آکر اس کی بیعت سے خلع کرنا ضروری قرار دیا، اور ایک اموی شاہزادے محمد بن قاسم معروف بابن الشماس پر جو سندر میں عبدالرحمٰن الداخل کی اولاد میں سے تھا، نگاہ انتخاب گئی، لوگوں نے اس نوجوان شاہزادے کا عندیہ لیا، اور اس کو ہمنوا کرکے اپنا رازدار بنالیا، اور حکم کو معزول کرکے اس کی بیعت لینے کا ارادہ ظاہر کیا، اس نے تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے شب چھپتے ہوئے کو اپنے قصر میں بلایا تاکہ وہاں اطمینان کی

گفتگو کرلی جائے، اور دوسرے دن جمعہ کے روز حکم کو معزول ہونے اور اس کی بیعت کے لئے جانے کا اعلان کردیا جائے،

لیکن اس اموی شاہزادے نے علما وصلحا کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھایا تھا، اس نے ایک طرف علما سے اپنی گفتگو جاری رکھی، اور دوسری طرف، حکم کی نظروں مین منزلت حاصل کرنے کے لئے، اس کو سازش کی اطلاع کردی، حکم کو اس کے بیان کا اعتبار نہ آیا، اس نے کہا "تم مجھے اعیانِ شہر کی طرف سے بدگمان کرنا چاہتے ہو، پھر قسم کھاکر کہا اس کو تمھین پایہ ثبوت تک پہنچانا ہوگا، ورنہ تمھاری گردن اڑادون گا" اس نے کہا "آپ اپنے کسی معتمد کو میرے پاس فلان رات کو بھیج دیجئے، چنانچہ حکم نے موعودہ شب مین اپنے وفادار غلام برنت اور کاتب ابن الخدا کو محمد بن قاسم کے محل مین بھیجدیا، اس نے ان لوگون کو اوٹ مین اس طرح بیٹھادیا کہ کمرے کی آواز وہان پہنچ سکے، اور ان پر کسی کی نظر نہ پڑے، اس اثنا مین مقررہ وقت پر قرطبہ کے علما وصلحا، ابن قاسم کے محل مین جمع ہوئے، اس نے ان سے مصنوعی گفتگو شروع کی، اثنائے گفتگو مین یہ معلوم کرنے کے لئے کہ قرطبہ کے علماء و اعیان، واقعی اس کی حمایت کے لئے تیار ہین، اس نے ان مین سے ہر ایک کا نام فرداً فرداً دریافت کرنا شروع کیا، اور علما اثبات مین جواب دیتے گئے، اور ادھر کاتب تقدیر ان کے نامون کو فہرست مین درج کرتا گیا، جب نامون کی تعداد غیر معمولی حد تک پہنچ گئی، اور قرطبہ کے معزز علما مین سے مشکل سے کوئی ایسا بچا ہو جس کا نام اس فہرست مین نہ آگیا ہو، تو کاتب کو خطرہ گذرا کہ کہین اس کا نام بھی ان لوگون کی زبان پر نہ آجائے، اس نے قلم چلانے مین اس کی آواز تیز کردی، حاضرین قلم چلنے کی آواز سن کر فریب سے مطلع ہوگئے، اسی وقت مجمع مین انتشار پیدا ہوا، اور یہ کہتے ہوئے کہ دشمن خدا تیرے یہ

کرتوت ہیں، وہاں سے عجلت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، اور اسی وقت جس کو فرار ہونے کا موقع مل سکا، وہ فرار ہوگیا، ورنہ دوسری صبح تک ان میں سے جو اپنے گھر پر موجود رہ گیا، وہ گرفتار کرلیا گیا، حکم کے دسترس سے باہر ہوجانے والوں میں شیخ عیسیٰ بن دینار، اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے نام خاص طور پر لئے گئے ہیں، اور اکابر میں جو حکم کے ہاتھ لگ گئے ان میں ممتاز علماء میں سے یحییٰ بن نضر یحصبی، موسیٰ بن سالم خولانی، اور موسیٰ بن سالم، ابن ابی کعب، اور یحییٰ بن یحییٰ لیثی کے سگے بھائی اور ابو یحییٰ زکریا بن مطر غسانی جو حضرت امام مالکؒ اور حضرت سفیان کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور اندلس میں دین کے ستون سمجھے جاتے تھے، اور اسی طرح دیگر علماء جن کی مجموعی تعداد ۷۲ تھی چند دنوں کے بعد شاہی محل کے سامنے انھیں سولی پر چڑھا دیا گیا، اور سرزمین اندلس ان اکابر اہل علم کے فیوض و برکات سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی،

قرطبہ میں قتل عام قرطبہ کی اس سانحۂ عظمیٰ سے حکم اور مسلمانان قرطبہ کے درمیان اختلاف کی ایک ایسی خلیج حائل ہوگئی جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے فنا ہوجانے کے بعد ہی ہٹ سکتی تھی، حکم نے اس سانحہ کے بعد شاہی محل کی حفاظت کرنے والی فوج کی تعداد زیادہ کردی، دو ہزار سوار محل کے سامنے ہمہ وقت تیار کھڑے رہتے تھے، فوج شاہی محل کو گرداگرد گھیرے رہتی تھی، اور شہری آبادی کا کسی مسلح باضابطہ فوج سے مقابلہ کرنا بہت دشوار تھا، اس لئے اہل شہر کسی ایسے موقع کے منتظر رہے کہ حکم کسی مہم میں جائے، قرطبہ شاہی فوج سے خالی ہو اور وہ اس کے دروازے حکم کے لئے بند کردیں،

چنانچہ ۱۹۱ھ میں حکم لشکر لے کر ماردہ کی بغاوت فرو کرنے کے لئے گیا ہوا تھا کہ اہل قرطبہ کو محصور ہوکر بیٹھ جانے کا موقع ملا، اور خیال کیا گیا کہ حکم کو ماردہ کی مہم سر کرنے میں کچھ دیر

لگے گی، اس اثناء میں یہاں بغاوت کو کامیاب بنانے کے وسائل اختیار کر لئے جائیں گے لیکن حکم نے قرطبہ کی بغاوت کی اطلاع پاتے ہی ماردہ کی مہم کو ناتمام چھوڑ دیا، اور بڑی تیز گامی سے صرف تین دن کے اندر فوج لے کر قرطبہ واپس چلا آیا، بغاوت پر قابو حاصل کیا، شورش کنندوں میں کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا، اس طرح وقتی طور پر سکون تو پیدا ہوا، لیکن طبائع کا اشتعال باقی رہا،

لوگ حکم کی شاہی فوج کے ہر فرد کو بڑی حقارت سے دیکھتے اور شہریوں اور فوجیوں میں جذبہ عناد ترقی پاتا، بار راستہ گلی میں کوئی فوجی مل جاتا تو اس کو ستانے کی کوشش کرتے، گالی گلوج کی نوبت پہنچی، یہاں تک کہ لوگ میناروں پر چڑھ کر اذان کے بعد الصلوٰۃ یا محمود کی ندا دیا کرتے تھے، کبھی کوئی جری حکم کے روبرو ہی ندا بلند کر دیتا،

حکم بھی اپنی حفاظت . . . . [illegible] سے غافل نہ تھا، وہ [illegible] غلاموں کی فوج میں روز بروز اضافہ کرتا گیا، قرطبہ کی قلعہ بندی اس طرح کرائی کہ مخالف گروہ کے محلے بعض قرطبہ یعنی جو دلی قرطبہ بن گئے، اپنی محفوظ حد بندیوں کے گرد خندقیں کھدوائیں، حکم کی ان تدبیروں سے اہل شہر میں مزید اشتعال پیدا ہوتا گیا، اور ادھر حکم کی دشمنی بھی اہل شہر سے بڑھتی گئی، مختلف ذریعوں سے انہیں پریشان کرتا، چنانچہ اب تک صرف پیداوار کا عشر وصول کیا جاتا تھا، اس نے ایک جدت یہ کی کہ غلہ کا ہر وہ [illegible] جو قرطبہ میں باہر سے لایا جاتا، اس میں سے بھی دسواں حصہ سرکاری محصول میں لے لیا جاتا، اہل قرطبہ نے قدرتاً اس ٹیکس کو ناپسند کیا، اس پر کچھ شورش پیدا ہوئی تو شہریوں میں سے جو لوگ پیش پیش تھے ان میں سے دس آدمیوں کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا، اس کے بعد آخری اشتعال انگیز واقعہ پیش آیا کہ ماہ رمضان ۱۹۸ھ [illegible] میں [illegible]

قرطبہ کے کسی صیقل گر کو اپنی تلوار صیقل کرنے کے لئے دی تھی ان دونوں میں کسی بات پر جھگڑا ہوا، فوجی نے اشتعال میں اس صیقل گر کو قتل کر ڈالا، اس واقعہ سے مخالفت کی آگ ایسی بھڑکی کہ اس کے شعلوں سے قرطبہ کی شہری آبادی جل کر خاکستر ہو گئی، لوگ صیقل گر کا خون کرنے ہی السلاح السلاح پکارتے شاہی محل کی طرف دوڑ پڑے اور ایک جم غفیر محل کی محافظ فوج پر حملہ آور ہو گیا، فوج نے بھی مقابلہ کیا، مگر اس مشتعل مسلح مجمع پر وہ قابو نہ پا سکی، اور پسپا ہوتی ہوئی محل کی طرف ہٹتی گئی، حکم قصر کے اندر بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا اس کی رگوں میں بھی شریف خون تھا نہایت سکون سے ساتھ مسلح ہوا ہتھیار لگانے کے بعد مشک کی شیشی طلب کی، خادم حیران ہوا کہ اس وقت اس کا کیا موقع ہے، حکم نے جھڑک کر اس سے کہا آج موت یا دشمنوں پر ظفر مندی کا دن ہے، اگر میں مارا گیا تو حکم کا سر مقتولین کے سروں میں سے کیوں کر پہچانا جائے گا، چنانچہ مشک کو تیل کر اپنے سر پر لگایا، اور فوج کے ایک مسلح دستہ کو ہمراہ لے کر میدان میں نکل آیا، اور جوش و خروش سے دل میں گھس پڑا، ابن عبد الرحمن الداخل کا ایک مولی بزیع کسی جرم میں قید خانہ میں دوام حبس کی سزا بھگت رہا تھا پیروں میں بھاری بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں جس وقت حملہ آور شاہی فوج کو پسپا کر رہے تھے اس وقت وہ لڑائی کا نظارہ دیکھ کر فیائی جوش و خروش سے دیوانہ ہو گیا، قید خانہ کے محافظ سے کہنے لگا کہ لڑائی میں شریک ہونے کا موقع دیا جائے اگر زندہ رہ گیا تو خود سے آکر بیڑیاں پہن لوں گا، چنانچہ پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں، وہ میدان میں کود پڑا، اور لاشوں پر لاشیں گراتا ہوا سب سے آگے نکل گیا،

حکم تھوڑی دیر اسی طرح لڑتا رہا، پھر اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ کے کان میں کہا کہ وہ ایک مختصر دستہ لے کر شہر پناہ کی پشت سے نکل جائے چنانچہ وہ شہر پناہ میں سوراخ کر کے

حملہ آورون کی پشت پر پہنچ گیا، اور پہلے بعض شہر کے محلون مین آگ لگا دی، اور پھر عقب سے حملہ آورون پر ٹوٹ پڑا، حملہ آورون نے مڑ کر دیکھا تو اپنے محلون سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور اپنے اہل و عیال کی فکر مین بدحواس ہو کر مڑ پڑے، اب میدان صاف تھا، فوج درندون کی طرح آگے بڑھی، اور شہر کے ان محلون پر ٹوٹ پڑی، اور مسلسل تین دن تک قتل عام، آتش زدگی اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھ کر ایک قیامت برپا کر دی، قتل عام کا بازار ایسا گرم تھا، جو جہان ملتا قتل کیا جاتا، مکانات ڈھائے گئے، مسجدین مسمار کی گئین، تین دن مین ایسا بھیانک منظر پیدا ہو گیا کہ حکم نے خود سے وزراء سے مشورہ طلب کیا، لوگون نے کہا اس آبادی مین کا ایک متنفس بھی زندہ باقی نہ رکھا جائے، لیکن عبد الکریم بن عبد الواحد نے نشیب و فراز سمجھایا، اور قتل عام کے موقوف کئے جانیکا مشورہ دیا،

حکم نے اس کی رائے کو قبول کر کے تلوارین نیام مین کرائین، اور ان محلون کو تین دن کے اندر خالی کر دینے کا حکم دیا کہ چوتھے دن جو ان محلون مین دکھائی دے گا، وہ قتل کر دیا جائے گا،

اس ہنگامہ کے سلسلہ مین بھی علمائے قرطبہ نے اپنی فرض شناسی فراموش نہین کی، وہ عین ہنگامہ کے دن اپنے کو خطرہ مین ڈال کر مصالحت کا پیغام لیکر آئے تھے، اور صلح و آشتی سے اس ہنگامہ کو فرو کرانا چاہتے تھے، لیکن حکم کے جذبات مشتعل تھے، ان کو گرفتار کر کے قید کرا دیا، رات کی تاریکی مین ان کو قید خانہ سے اپنے پاس بلوایا، جدیر، جو بنو جدیر کا مورث اعلیٰ تھا، یہان دربان مقرر تھا، حکم نے اس کو ان بے گناہون کی گردن مارنے کا حکم دیا، جدیر کی دینی فرض شناسی بیدار ہوئی، اس نے جرأت سے کہا، آقا اس کو مین اپنے اور آپ دونون کے لئے برا سمجھتا ہون کہ مین اور آپ دونون جہنم کے درجون مین سے کسی

درجہ مین ہون "آپ میری طرف دوڑین اور مین آپ کی طرف دوڑون یہ نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ آپ کو"، حکم نے اس جواب کے باوجود اپنے حکم کے نفاذ پر اصرار کیا، لیکن جد برابر انکار کرتا رہا تو اس کو اپنے پاس سے نکل جانے کا حکم دیا، اور اس کے ساتھی ابن نادر کو بلوایا، اور اس کے ہاتھون ان مشائخ قرطبہ کو جام شہادت پلایا، ابن القوطیہ کہتا ہے کہ "شاید اسی وجہ سے بنو جد آج تک پھولتے پھلتے گئے" اور بنو نادر روز بروز پستی مین گرتے گئے"

باہر جانا ۔ بیرون قرطبہ کے ان مصیبت زدون کی جنھین جلا وطن ہونے کا حکم دیا گیا تھا، ایک علیحدہ داستان ہے، ایک ایسے موقع پر جب قتل عام خون ریزی اور عمارتون اور مسجدون کی آتشزدگی و مسماری کا بظاہر ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا، اس اعلان کے بعد سفاکون کے ہاتھ رک گئے

ان مصیبت زدون کے لئے یہ مہلت غنیمت ثابت ہوئی، لوگ اہل و عیال اور مختصر سامان کو ساتھ لیکر اندلس سے چل کھڑے ہوئے لیکن ان کی مصیبت کا خاتمہ ابھی نہین ہوا تھا، شہر کے فوجی سپاہی اور لٹیرے مختلف کمینگاہون مین چھپ رہے اور ان کے ساتھ مال و اسباب کی لوٹ مار کرتے رہے جو سامان بچانے کی کوشش کرتا، جان سے مارا جاتا، آخر ان ہی مصیبتون کے ساتھ یہ اندلس سے ہجرت کرکے باہر نکلے، کچھ لوگون نے مغرب کے شہرون مین اقامت اختیار کی، اور کچھ لوگ بڑھتے ہوئے مصر چلے گئے،

جلا وطنون کی نوآبادی

ان مہاجرین کے قافلہ در قافلہ نے اجتماع کرکے ایک جماعت کی حیثیت اختیار کرلی، اور ان کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کرگئی، ان لوگون نے اس اجتماع سے فائدہ اٹھایا، اس زمانہ مین مصر پر ایک ... عبید اللہ بن السری خلافت عباسیہ سے باغی ہوکر مستولی ہوگیا تھا، اس اندلسی جمعیت نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، اور مصر پہنچ کر

یہاں کے مشہور شہر اسکندریہ پر قبضہ کر کے بود و باش اختیار کر لی،

یہ لوگ چند سال یہاں مقیم رہے یہاں تک کہ ۲۱۲ھ میں عبداللہ بن طاہر خلیفہ ہارون رشید کی طرف سے مصر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا گیا اس نے عبیداللہ بن سری کے ہاتھ سے ملک کو نکال لیا، اس کے بعد اسکندریہ کا معاملہ زیر گفتگو آیا، اس وقت اندلسیوں نے اپنے میں سے ایک شخص ابو حفص بلوطی کو اپنا قائد بنا لیا تھا، اس کا دعوی تھا کہ اس نے اس شہر کو خلیفہ کے عامل سے نہیں چھینا ہے اس لئے وہ اس کا جائز حاکم ہے، بالآخر اس کی اطلاع ہارون رشید تک پہنچی تو اس نے ہرثمہ بن اعین حاجب کو اس قضیہ کا تصفیہ کرنے کے لئے بھیجا، ابن اعین نے آکر اسکندریہ پر ان لوگوں کا قبضہ تسلیم کیا اور معاوضہ میں خطیر رقم دے کر شہر کو دوبارہ خرید لیا، اور پھر انھیں اجازت دی کہ یہ لوگ مصر یا جزائر میں سے جہاں چاہیں قیام اختیار کریں، ان لوگوں نے جزیرہ اقریطش (کریٹ) کو اپنے مستقر کے لئے پسند کیا، جو اس زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں نہ تھا، چنانچہ اس جزیرہ پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گئے، اور پوری جماعت یہیں آکر مقیم ہو گئی، اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی، اور ابو حفص عمر بلوطی اور اس کے بعد اس کی اولاد یہاں حکمرانی کرتی رہی، یہاں تک کہ ایک زمانہ کے بعد اس جزیرہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا،

قتل عام کے بعد | حکم نے قرطبہ کی بربادی کے بعد اطمینان کا سانس لیا جن لوگوں نے نمایاں کارنامے انجام دکھائے تھے انھیں انعامات سے نوازا گیا، ربیع کی سزائے قید ہوئی، اور اس کے [illegible] سلوک نہیں آیا [illegible] اس نے ایک طویل نظم کہی جس میں [illegible] فخر [illegible] کی جاتی ہے[۱]

۱ے اختصار الاندلس، ابن القوطیہ ص ۱۸۵ [illegible] ج ۶ ص ۱۱۰۲ [illegible] تاریخ اندلس [illegible]

انفعال توبہ و ندامت

کچھ دنوں کے بعد حکم کا غصہ فرو ہوا، اور جوش و اشتعال میں اس سے جو کچھ سرزد ہو چکا تھا، اس پر وہ ندامت کے آنسو بہاتا رہا، اس سلسلہ میں اندلس کے مشہور فقیہ طالوت بن عبد الجبار معافری کا واقعہ ذکر کے قابل ہے، وہ اندلس کے جلیل القدر فقہا میں تھے، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ سے حدیث سنی تھی، اور مشرق کے دیگر ممتاز اہل علم سے فقہ کی تحصیل کی تھی، ربض کے واقعہ میں وہ بھی شریک تھے لیکن انھیں اندلس سے جلاوطن ہونے کا موقع نہ مل سکا، اور وہ اپنے گھر سے فرار ہو کر ایک یہودی کے یہاں روپوش ہو گئے، وہ بڑی عزت کے ساتھ ان کی مدارات کرتا رہا، جب فتنہ دب گیا، اور ایک سال میں حالات پرسکون ہو گئے، تو وہ یہودی کے یہاں رہتے رہتے گھبرا گئے، اس سے مشورہ کیا کہ وزیر ابو البسام ان کے شاگردوں میں ہے اس کے ذریعہ حکم سے اپنے معاملہ کی صفائی کرا لیں، یہودی نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ [illegible] کے ساتھ گذار دیں اس کے لئے [illegible] سے توقع نہیں کہ وہ صفائی کرا سکے لیکن طالوت اپنی رائے پر قائم رہے اور اس سے اجازت لے کر رواداری کے ساتھ شب کے وقت ابو البسام سے ملنے گئے، اس نے پوچھا آپ اتنے دنوں کہاں رہے انھوں نے کہا ایک یہودی کا مہمان تھا، ابو البسام نے ان کو تسکین دے کر ٹھہرا لیا، اور کہا "امیر خود اس کو باقی رکھے اپنے کئے پر پشیمان ہے، صفائی ہو جائے گی، جب صبح ہوئی تو ان کی نگرانی کا انتظام کر کے وہ قصر شاہی میں آیا، اور اس نے مزاج

(بقیہ حاشیہ ص ۴۸۶) و ۱۳۲، نفح الطیب مقری ج ۱ ص ۱۵۹، ابن خلدون ج ۴ ص [illegible] واقعات کی تفصیلات میں بعض جزئی اختلافات ہیں [illegible] ان اختلافات سے [illegible] کر دیا گیا ہے [illegible] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۸۰، ۲۸۲

کے اندازے میں پوچھا" ایسے فربہ بیل کے متعلق کیا رائے ہے جس کو سال بھر تک پال
کر تیار کیا گیا ہو" حکم نے کہا "اس کا گوشت ثقیل ہوگا، صحرائی کا گوشت ہلکا اور لذیذ ہوتا
ہے" اس نے کہا "میری مراد اس سے دوسری ہے طالوت میرے پاس ہے" حکم نے
پوچھا "ان کو پکڑنے میں کیسے کامیاب ہو گئے" اس نے جواب دیا کہ "میں لطف و کرم سے
ان کو لے آیا" حکم نے طالوت کو حاضر کرنے کا حکم دیا، چنانچہ حکم کے سامنے ان کے لئے
کرسی بچھائی گئی، اور وہ اس پر لاکر بٹھائے گئے، جس وقت حکم کا سامنا ہوا، خوف و دہشت سے
کانپ اٹھے، حکم نے کہا،

طالوت! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے والد یا تمہارا لڑکا اس محل کا مالک ہوتا تو
کیا وہ اس اعزاز و اکرام سے کچھ زیادہ کر سکتا جو میں تمہارے ساتھ کر رہا ہوں، کیا کبھی
کوئی ایسی ضرورت ہوئی ہے جس کو تم نے اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے چاہا ہو اور
میں نے دوڑ کر پورا نہ کیا ہو، کیا بارہا میں تمہاری بیماری میں تمہاری عیادت کے لئے
نہیں گیا، کیا جب تمہاری بیوی کا انتقال ہوا تو میں تمہارے دروازے پر نہیں پہنچا، میں
اس کے جنازہ میں دفن سے قبرستان تک پیدل نہیں گیا، پھر پیدل ہی تمہارے ساتھ
واپس نہیں آیا، یہاں تک کہ میں تم کو تمہارے گھر تک پہنچا آیا، لیکن تمہاری مرضی یہی
کہ تم نے میرا خون بہانا چاہا، میری بے عزتی اور رسوائی کرنی چاہی" آخر میں حکم نے یہ کہا،
"میں اب تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جس نے مجھے تمہارے لئے غضب ناک بنا دیا تھا، اب
اس نے تمہاری طرف سے غصہ کے جذبہ کو پھیر دیا ہے، پس اب اللہ کی امان میں لوٹ جاؤ
میں نے تمہاری نیکیوں کو نظر انداز نہیں کیا ہے، میں اپنی زندگی بھر تمہارے لئے کوئی برائی
نہ چاہوں گا، کاش کہ وہ سب جو کچھ گذرا ہے نہ پیش آیا ہوتا"

اس [illegible] طالوت کی زبان سے بھی یہ نکلا کہ "اگر وہ نہ ہوتا تو تمہارے لئے بہتر ہوتا"،
اس کے بعد حکم نے طالوت سے پھر پوچھا کہ "ابو اصرم تمہیں کہاں پا گئے [illegible]"
جواب دیا کہ "انہوں نے مجھے نہیں پایا بلکہ میں خود ان تک اس لئے پہنچا کہ میرے ان کے
درمیان [illegible] تھے" حکم نے پھر پوچھا کہ "[illegible] سال تک کہاں رہے" طالوت نے کہا،
ایک یہودی کے پاس روپوش تھا"

اس کے بعد حکم وزیر ابو اصرم کی طرف متوجہ ہوا اور حیرت کے ساتھ کہا کہ "یہودی ان
میں سے ایک شخص [illegible] اس نے حفاظت کی کہ وہ ان کے دین و علم کا قدر
شناس تھا۔ اور تو [illegible] اور اس کے اہل و عیال جان و مال سے اس کی خدمت کرتے رہے
اور تم مجھے اس [illegible] نادم ہو چکا ہوں، دوبارہ برانگیختہ کرنے [illegible]" اس کے بعد
اس کو دربار سے [illegible] نکل جانے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ آئندہ [illegible] چہرہ کبھی نہ دیکھنے
پاؤں" پھر اس کی [illegible] کہ اس کی [illegible]
اس کے خاندان [illegible] طالوت جب تک زندہ رہے عزت و احترام کی زندگی گذارتے
رہے چند سال کے اندر انہوں نے وفات پائی، اور حکم ان کے جنازے میں شریک ہوا
[illegible] حکم کی زندگی پر گہرا اثر پڑا اس واقعہ کے بعد [illegible] اس کو [illegible]
نے گھیر لیا، اور [illegible] زندہ رہا کر تو بہ و ندامت کے آنسو بہاتا رہا، ابن
القوطیہ لکھتا ہے:

"اس حادثہ کے [illegible] نے گھیر لیا [illegible] کا [illegible]
کیا، جو کچھ اس [illegible] پر تو بہ و استغفار کرتا ہوا [illegible] میں
سال کے آخر [illegible] وفات پائی [illegible] میں رقت پیدا ہو گئی تھی،

وہ قرآن مجید کی تلاوت میں رات گذار دیتا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔[illegible]

مقری لکھتا ہے:

"ابن حزم نے اس کے متعلق رائے ظاہر کی ہے کہ وہ گناہوں کو چھپایا نہیں کرتا تھا اور خون بہانے میں سفاک تھا اسی وجہ سے فقہا و صلحا اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور زیادہ مورخین کا بیان ہے کہ وہ آخیر میں گناہوں سے بیزار ہو گیا تھا اور توبہ کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے"[illegible]

وفات | حکم نے ۲۶ ذی الحجہ [illegible] کو ۵۲ سال کی عمر میں حسرت و ندامت کے ساتھ اس دار فانی کو الوداع کیا۔[illegible]

عہد حکومت | حکم نے ۲۶ سال حکمرانی کی۔ یہ اندلس کا پہلا حکمران تھا جس نے فوج کے دستے شمار کے ساتھ بنائے، خدم و حشم بڑھائے، اپنے محل کی حفاظت کے لیے سوار کھڑے کیے اور جابر بادشاہوں کی طرح شاہانہ زندگی اختیار کی۔ اس کے ساتھ ظلم و جور کو روا رکھا کیا اور چوری کا انسداد کرتا اور حکومت کے معاملات پر اپنی توجہ رکھتا تھا۔ ابن اثیر لکھتا ہے:

"حکم صاحب عزم و مستقل مزاج تھا۔ وہ پہلا حکمران ہے جس نے اندلس میں ممالیک کی کثرت کی اور اپنے دروازے پر سوار متعین کیے اور جابر بادشاہوں کے مانند ہو گیا اور وہ کاموں پر بذات خود توجہ دیتا تھا"[illegible]

ابن خلدون لکھتا ہے:

"اس نے ایک کثرت سے جمع کیے، سوار ان کے دستے بنائے اس کی سلطنت

[illegible] الاندلس ص [illegible] المعجب مراکشی ص [illegible] نفح الطیب ج ۱ ص [illegible] ابن اثیر ج ۵
ص [illegible] نفح الطیب ج ۱ ص [illegible] ابن اثیر ج ۵ ص [illegible]

نے ترقی کی، اور کاموں پر بذات خود توجہ رکھتا تھا...... فوجوں کے دستے بنائے، اسلحہ جمع کئے، تعداد کا شمار رکھا، خدم وحشم بڑھائے، اپنے دروازے پر سوار متعین کئے،...... اس کے پاس چند دیکھنے والی آنکھیں تھیں، وہ لوگوں کے حالات سے اس کو مطلع کرتی تھیں، یہ وہی ہے جس نے اندلس کو اپنے جانشینوں کے لئے اچھی حالت میں سپرد کیا تھا۔[1]

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے،

"امیر حکم بن ہشام شجاع، صاحب عزیمت اور اپنی لڑائیوں میں کامیاب ہونے والا تھا، اس نے اندلس سے فتنوں کی آگ بجھادی اور نفاق کی بنیادیں اکھیڑ دیں، اہل کفر ہر طرف ذلیل ہوئے، وہ اپنی بہادری اور عزت نفس کے ساتھ حق کے سامنے جھکنے والا، اور انصاف کے لئے اس کا اطاعت کرنے والا خود اپنی ذات کے لئے تھا، پھر اس کی اولاد اور خواص کا کیا شمار تھا، بہترین حکام کو منتخب کرتا تھا جو پاکبازی سے حکومت کرتے تھے، اور حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔"[2]

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

حکم بن ہشام اپنی رعایا کے لئے نیک سیرت تھا، حکام وعمال کا بہتر انتخاب کرتا، ان لوگوں کو دست درازیوں سے محفوظ رکھتا تھا، اور پے در پے جہاد کرتا تھا،

نظام حکومت | حکم کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر عبد الکریم بن مغیث سرفراز تھا،

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

حکم کے امور سلطنت پر اس کی حکمرانی کے طویل دور میں عبد الکریم بن مغیث کو غلبہ حاصل رہا، اس کو عقل ودانش اور حسن رائے میں بلند مقام حاصل تھا،[3]

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۵ و ۱۲۶ [2] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۲ [3] افتتاح الاندلس ص ۵۴

ولاۃ و عمال میں عمرو بن یوسف کو قدر و منزلت حاصل تھی اور اس کے ہاتھوں اہم خدمات انجام پائے، حکم صوبوں اور شہروں کے ولاۃ و عمال پر پوری نگرانی کے مطابق رد و بدل کرتا تھا، اور چھوٹے بڑے معاملات پر اپنی نظر رکھتا تھا، اور کچھ اپنے معتمد لوگوں کو بھی رکھا تھا جو اس کو حالات سے آگاہ کرتے رہتے تھے اور مطلع ہو کر ظالم کا تدارک اور مظلوم کا انصاف کرتا تھا، ابن اثیر لکھتا ہے

> وہ مختلف امور پر خواہ وہ قریب ہوتے یا دور کے وہ خود اپنی نظر رکھتا تھا اور اس کے خواص میں چند اپنے معتمد لوگ تھے جو لوگوں کے حالات سے اس کو باخبر رکھتے اور وہ ظالم کا تدارک کرتا اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کرتا تھا[1]

چنانچہ حکم کی وفات سے کچھ دن پہلے ۲۰۶ھ میں البیرہ کے عامل ربیع کے متعلق شکایت پہنچی کہ اس نے یہاں کے عیسائی ذمیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے ہیں اس نے تحقیقات کر کے اس کو گرفتار کیا اور اس کے جرم کی پاداش میں اس کو انصاف پروری و عبرت خیزی کے لیے سولی پر چڑھا دیا[2]

حکم کی مہر کی انگوٹھی پر بالله یثق الحکم و به یعتصم منقوش تھا[3]

جدید فوج حکم پہلا [illegible] ہے جس نے غلاموں کی فوج بڑھائی، عبدالرحمٰن الداخل کے بعد سے گیا، غلاموں کی باقاعدہ فوج اور اسلحہ کے ذخیرہ میں اضافہ کیا، ان کی تعداد اتنی تھی [illegible] علاوہ دو ہزار سوار [illegible]
ان سواروں کے مستقل رہنے کی [illegible] صاحب مجموعہ [illegible]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۶ [2] [illegible] [3] [illegible] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۱

"اس کے دو ہزار سوار تھے جو دریا کے کنارے قصر کے مقابل میں ایستادہ رہتے تھے، یہ سوار دو چھاؤنیوں میں رہتے تھے اور ہر چھاؤنی میں دس دس عریف مقرر تھے اور ہر عریف کے ماتحت سو گھوڑے تھے وہی ان کی نگہبانی اور چارہ کا انتظام کرتے تھے اور اگر کوئی گھوڑا معذور ہو جاتا تو اس کو اصطبل سے خارج کر کے نئے گھوڑے سے فوراً بدل کر دیا جاتا تھا تاکہ کوئی واقعہ پیش آجانے پر یہ سب ہمہ وقت تیار رہیں اگر کوئی واقعہ پیش آجاتا تھا تو یہ سب کے سب ایک شخص واحد کے مثل ہو جاتے تھے"[1]

اس کے ساتھ اسلحہ و دیگر فوجی ساز و سامان اور فوج کے شمار و خطاب کا خاص طور پر اہتمام کیا، فوج کی اعلیٰ کمان بیشتر موقعوں پر حکم خود اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا، کبھی اپنے ولیعہد عبدالرحمٰن کے سپرد کی اور کبھی وزیر اعظم عبدالکریم بن مغیث کے ہاتھوں میں دی،

اگر حکم نے غلاموں کی فوج تیار نہ کی ہوتی تو قرطبہ کی بغاوت کے موقع پر اس کا زندہ و سلامت رہنا ممکن نہ ہوتا، یا یوں بھی سمجھا جا سکتا ہو کہ اگر اس نے فاسقانہ زندگی اختیار نہ کی ہوتی تو غلاموں کی اس عظیم الشان فوج کی ضرورت اس کو پیش نہ آتی،

بہرحال یہ لائق ذکر ہو کہ اس نے اپنی فوجی برتری سے خشکی و سمندر دونوں میں فرانس کے شہنشاہ شارلیمین کو شکست دی، اور اس کو حکومت اندلس کو تسلیم کرنے اور اس سے معاہدۂ صلح منعقد کرنے پر مجبور ہونا پڑا، اور اندلس کی یہ حکومت اس کے زمانہ میں دنیا کی ایک برتر حکومت تسلیم کی گئی،

حصیلۂ محاصل حاصل یہ ہے کہ اس نے کتاب و سنت کی پیروی کو قائم نہ رکھا اس لیے رائے عامہ اس کے خلاف ہو گئی منجملہ دیگر اسباب کے اس سبب سے بھی اس کے معزول کیے جانے کی

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۹، ۱۳۰

تحریک اٹھی، اور قرطبہ کی وہ ہولناک بغاوت پیش آئی جس میں ہزاروں مسلمان قتل اور خانمان برباد ہوئے،

صیغۂ قضاء . قضات کے عہدہ پر ابتداً مصعب بن عمران سرفراز ہوئے یہ عدل انصاف، دیانت داری اور جرأت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہتے،

حکم کے ابتدائی دور حکومت میں ایک واقعہ پیش آیا جس سے ان کا تقویٰ غیر معمولی طور پر نمایاں ہوا، اور ان کی عظمت اس کی نگاہوں میں بالا ہو گئی، واقعہ یہ تھا کہ ایک شخص کی ایک کنیز کو وہاں کے عامل نے غصب کر لیا تھا وہ عامل معزول کیا گیا تو یہ کنیز حکم کے پاس لائی گئی، اور محل میں داخل کر دی گئی جس شخص کی لونڈی غصب کی گئی تھی، اس کو قاضی مصعب کی روش کا حال معلوم ہوا کہ وہ اپنے احکام نافذ کرانے میں حکم اور اس کے خواص کے ہاتھوں سے بھی رعایا کے حقوق دلانے میں پس و پیش نہیں کرتے تو اس امید میں وہ قرطبہ آیا، اور لونڈی کے متعلق سب واقعات قاضی سے بیان کئے قاضی نے شہادتیں طلب کیں، جو شرعی اصول پر پوری اتریں، اور اب شرعی حیثیت سے یہ ضروری ہوا کہ وہ لونڈی عدالت میں لا کر پیش کی جائے اور اس کا بیان لیا جائے، چنانچہ قاضی مصعب نے قصر شاہی میں آکر باریابی کی اجازت چاہی جب حکم کا سامنا ہوا تو قاضی مصعب نے کہا "عوام کا انصاف اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک خواص میں بھی اس کو نافذ نہ کیا جائے" اس کے بعد اس لونڈی کے مقدمہ کی پوری حالت بیان کی، اور پھر استدعا کی کہ یا تو اس لونڈی کو محل سے باہر عدالت میں بھیجا جائے، یا اگر شریعت کی پابندی نہ ہو تو یا ان کو عہدہ قضاء سے معزول کر دیا جائے، حکم نے کہا اس سے بہتر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کو اس کے مالک سے گرانقدر قیمت پر خرید لیا جائے، قاضی مصعب نے جواب دیا کہ مدعی اور شاہد

کو وہ چیزیں [illegible] حق طلب کرنے کے لئے آئے ہیں، جب وہ آپ کے محل سے حق کے حاصل
کئے بغیر لوٹیں گے تو کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ بیچنے والے نے ایسی چیز بیچی جس پر اس کو قبضہ
حاصل نہ تھا، اس [illegible] یہ ہے کہ یا تو وہ لونڈی حاضر کی جائے یا مرفقات کو جس کو آپ
پسند فرمائیں اس [illegible]

خلیفہ نے قاضی [illegible] مجرم کو دیکھ کر لونڈی کو محل سے نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ اس کا
بیان لیا گیا اور وہ اپنے [illegible] کے مطابق اپنے مالک کے سپرد کر دی گئی، اس کے بعد قاضی
نے مالک کو ہدایت کی کہ اگر وہ بیچنا چاہے تو اپنے شہر میں لیجا کر بیچے تاکہ رعایا کے حقوق طلب
کرنے اور ان کی [illegible] کے اختیار میں ہونے کی مثال قائم رہے۔

قاضی [illegible] نے وفات پائی تو [illegible] ان کی موت [illegible]
اس کی ایک [illegible] کو قاضی کی وفات کی خبر اس کو ملی، آدھی رات
گذر جانے کے بعد اس نے دیکھا کہ اس کا بستر خالی ہے، کنیز اس کی تلاش میں نکلی تو دیکھا کہ قصر کے
سامنے [illegible] وہ اس کے انتظار میں کچھ دور پر بیٹھ گئی، نماز کی حالت
میں وہ سجدہ میں گیا [illegible] کنیز کی آنکھیں لگ گئیں، کچھ دیر کے بعد بیدار ہوئی تو
اس کو اسی طرح سجدہ [illegible] کی آنکھیں دوبارہ لگ گئیں، یہاں تک کہ
صبح ہو گئی اور [illegible] اس سے پوچھا کہ وہ کس اضطراب میں بستر سے اٹھنے
پر مجبور ہوا، تو اس نے جواب دیا [illegible] کا سامنا ہو رہا، قاضی مرحوم کے ذریعہ رعایا
کے امور کی طرف سے [illegible] پورا اطمینان میسر فرمایا تھا، مجھ
سے خطا [illegible] نہ مل سکے گا، اس لئے میں نے بارگاہ خداوندی

[illegible] ص ۱۲۸، ۱۲۳

میں التجا کی کہ مجھے اسی کے مثل ایسا قاضی عطا فرما دے جس کو میں اپنے اور لوگوں کے درمیان واسطہ بنا سکوں،

اس کے بعد اسی صبح کو اس نے وزراء کو مشورہ کے لئے طلب کیا کہ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جو اس عہدہ کو سنبھال سکے اور ان امور کے انجام دینے میں اس سے مدد لے سکوں اس مجلس میں مالک بن عبد اللہ قرشی موجود تھے انھوں نے محمد بن بشیر باجی کا نام لیا، وہ مالک ابن عبد اللہ کے ساتھ باجہ میں کتابت کی خدمت انجام دے چکے تھے اور انھیں ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا تجربہ حاصل تھا، حکم کے دل میں بھی بات اتر گئی اس انتخاب کو اس نے پسند کیا اور انھیں بلا کر اس منصب کی ذمہ داری سپرد کر دی،[1]

قاضی محمد بن بشیر بن محمد معافری باجہ کے رہنے والے تھے مصر کے ایک خاندان سے تعلق تھا جو دور ولایت میں باجہ میں آباد ہو گیا تھا، انھوں نے ابتدا قرطبہ کے شیوخ سے علوم کی تحصیل کی تھی، پھر عباس بن عبد اللہ مروزی کے جو شام کے عہد میں باجہ کا عامل تھا، کاتب مقرر ہوئے نیز وہاں دوسرے عامل مالک بن عبد اللہ کے کاتب رہے، اس کے بعد انھوں نے مشرق کا سفر کیا، مصر میں علوم کی تحصیل کی پھر امام مالک رح کی خدمت میں مدینہ منورہ پہونچے اور ان کے تلامذہ میں داخل ہو گئے، حج سے واپس آنے کے بعد قاضی مصعب بن عمران ہمدانی نے ان کو اپنا کاتب مقرر کیا اور ان کی وفات کے بعد اس مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے حکم کے عہد میں عہدہ قضا پر مامور ہوئے[2] اور قضاءت کے فریضہ کو بڑی نیک نامی سے انجام دیا، ابن القوطیہ اور دوسرے مورخین نے ان کو [illegible] قضاۃ میں شمار کیا ہے، صاحب [illegible] کا بیان ہے

---

[1] نفح الطیب [illegible] ص [illegible]، تاریخ قضاۃ الاندلس [illegible] ص ۲۷۵، التکملہ لابن الابار ص ۱۹۰، ۱۹۱، ابن الابار نے ابن الفرضی کی، اور بہت سی بعض ایسی باتیں بھی درج کی ہیں جو واقعۃً قیاساً صحیح نہیں ہیں،

وہ جب وہ اس عہدہ پر مامور ہوئے تو [illegible] ورع اور زہد سے اپنے پیشروؤں پر فضیلت لے گئے

انہوں نے اس منصب پر مامور ہونے کے بعد اپنی ہیئت و وضع میں کوئی تبدیلی نہیں کی

کہ ان کی سادگی میں کوئی فرق آتا، ایک خاص وقت پر مسجد میں جاتے اور مقدمات کے فیصلے

کے لئے بیٹھ جاتے، اس وقت وہ اس ہیئت کذائی میں رہتے کہ کسی اجنبی کے لئے ان کو قاضی

باور کرنا دشوار ہوتا تھا لیکن جب مقدمہ کا فیصلہ کرتے تو اپنے فضل و ورع و زہد سے سب

لوگوں میں ممتاز ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص قاضی کو دریافت کرتا ہوا مسجد جامع میں

آیا، وہ اپنے اسی لباس میں ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، آنے والا ایک حلقہ کی طرف گیا اور

اس سے قاضی کے متعلق دریافت کیا، لوگوں نے اس حلقہ کی طرف اشارہ کیا جس میں قاضی

[illegible] وہ ان کے پاس آیا [illegible] دیکھ کر یہاں سے اس حلقہ میں واپس گیا،

اور ان لوگوں سے کہا [illegible] لیکن

[illegible] ان

لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ فریب نہیں دیا گیا ہے درحقیقت یہی قاضی ہیں، ان کے پاس جانے کے

بعد اندازہ ہوگا کہ ان میں کیسے فضائل موجود ہیں، چنانچہ وہ دوبارہ وہاں گیا، گفتگو شروع

کی اور غیر معمولی خوشی کے ساتھ وہاں سے لوٹ کر آیا، اور اس حلقہ کے لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور

قاضی کے فضائل و مناقب بیان کر کے تصدیق کی

حلم ان کے اندر بدرجہ [illegible] عدل و انصاف پر [illegible] رکھتا تھا اور دل سے

قدر دان تھا، ایک [illegible] عباسی [illegible] ایک شخص نے ایک

[illegible] اس کے [illegible]

فیصلہ کر دیا، عباسی کو [illegible] کی بارگاہ میں بڑی منزلت حاصل تھی [illegible] قاضی [illegible]

اس کی ماں کو دینے میں باتیں ثابت کر چکے تھے بہاں سے بڑھ کر حکم کی بارگاہ میں کسی کو
تنبیہ دیا اصل یہ تھا اس کو قاضی کے فیصلہ سے خفا [illegible] ہو گئی ہوا اس نے حکم سے ان کی
تنبیہ کی اور اس معاملہ کی اس نے [illegible] ہمدردی کہ قاضی کو [illegible] کر دے [illegible] کا مطالبہ
کیا۔ حکم نے کہا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہوا تو قاضی نے تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہے تو تم
اس سے اس کے گھر چھپ کر [illegible] ملاقات [illegible] پوچھا ہوا جا کر ملو اگر تم کو طلب
خاطر انھوں نے اپنے گھر پر بلا لیا اور صفائی سے ساتھ تم سے ملے تو میں سمجھ لوں گا کہ تمہارا
بیان صحیح ہے اور ان کو معزول کر دوں گا مگر اس نے [illegible] کا انتہا [illegible] جواب دیا اور قاضی
کے گھر پہنچا [illegible] کو تشخیص کر دیا کہ
وہ [illegible]
قاضی محمد بن بشیر [illegible]
[illegible] اپنا نام
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ہوتا کہ ہم [illegible]
[illegible]
[illegible]

(اندلس)

جب قاضی محمد بن بشیر کی وفات کا وقت آیا تو حکم کی طمانیت قلب پھر رخصت ہوئی اور وہ بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز سے حاضر ہوا چنانچہ اس کی ایک کنیز بیان کرتی ہے کہ حکم ایک مرتبہ رات کو بستر سے اٹھ گیا، عورتوں میں کمال غیرت کے سبب سے بدگمانی کا جذبہ ہوتا ہے تو اس میں بیدار ہوا چنانچہ اس نے اس کے نقش قدم پر اس کا پیچھا کیا تو اس کو قصر کے ایک حصہ میں نماز پڑھتے اور دعا میں مصروف دیکھا اس کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے اس سے اپنی بدگمانی بیان کی اور کہا کہ جب اس نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ لوٹ آئی یہ سن کر حکم نے کہا میں نے عہدۂ قضاء محمد بن بشیر کے سپرد کیا تھا مجھے اس سے انشراح حاصل تھا اور میرا قلب مطمئن تھا اور لوگوں کے معاملات کی طرف سے مجھے آرام حاصل تھا کیونکہ میں ان کے عدل و دیانت داری سے واقف تھا لیکن مجھے آج رات معلوم ہوا کہ اب ان کا چل چلاؤ ہے اور ان کے انتقال کا وقت قریب ہے اس لئے مجھے صدمہ ہوا اور مجھ پر غم چھا گیا اس لئے میں رات اٹھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور گریہ و زاری کروں کہ وہ مجھے ان کے عوض کوئی ایسا آدمی بخشے جس پر میرا دل مطمئن ہو سکے اور ان کے بعد مسلمانوں کی قضاءت کی خدمت اس کے سپرد کر سکوں۔[1]

قاضی محمد بن بشیر نے ۱۹۴ھ میں وفات پائی اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے قاضی سعید بن محمد بن بشیر اس منصب پر فائز کئے گئے اور [illegible][2]

علم و فضل حکم

حکم کو ادب و شعر سے دلچسپی تھی، خود بھی شعر کہتا تھا اور اچھے اور عمدہ شعراء میں شمار کیا جاتا تھا، واقعہ زہرا اور کنیزوں کے متعلق اس کی چند نظمیں [illegible]

۱؎ افتتاح الاندلس [illegible] ۲؎ [illegible] ج ۲ ص ۱۰۰ [illegible]

لکنت تھی اور اس کی وجہ سے "اخرس" (گونگا) بھی کہا جاتا تھا، دینی علوم سے اس کو کچھ زیادہ مناسبت نہ تھی، اور علمائے اندلس سے اس کا شدید اختلاف رہ چکا تھا، باایں ہمہ علماء و صالحین کی صحبت کو غنیمت جانتا تھا، انھیں عزت و احترام سے مجلس میں جگہ دیتا، اور ان کی صحبت سے فیض اٹھاتا تھا، حضرت زیاد بن عبدالرحمٰن سے زیادہ حسن عقیدت رکھتا تھا، ایک مرتبہ وہ مجلس میں موجود تھے، حکم کسی غلام پر غضبناک ہوا اور غصہ میں ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا، زیاد نے یہ سنکر کہا خداوند تعالیٰ امیر کے لئے بہتری کرے، مالک ابن انس نے مجھ سے ایک حدیث سلسلۂ سند بیان کی ہے کہ جو شخص غیظ کو اس حال میں روکے کہ اس کو پورا کر سکتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دامن کو قیامت کے دن امن و ایمان سے بھر دے گا، اس نے پھر زیاد سے پوچھا کیا خدا کی قسم واقعی مالک نے تم سے یہ حدیث بیان کی ہے تو زیاد نے قسم کو دہرایا اور واقعی مالک نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی ہے، حکم کا غصہ جاتا رہا، اور اس غلام کو معاف کر دیا، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ فقہاء اور اہل علم کو قریب رکھتا تھا"[1]

حلیہ، اخلاق و عادات

حکم دبلا پتلا، لمبے قد اور گندمی رنگ کا تھا، بہت سخت گیر اور رعب و داب قائم رکھنے کا شائق تھا، خدم و حشم کثرت سے رکھتا تھا، لوگوں کو خصوصیت [illegible] اپنا بنایا تاہم طبیعت میں نرمی بھی موجود تھی، [illegible] کا فیصلہ [illegible] وہ حاجت مندوں کے ساتھ لطف سے پیش آتا، اور لوگوں کی حاجتیں دور کرتا، وہ طبعاً بہادر، اور کاموں میں پیش پیش رہتا تھا، بیماروں کی عیادت کے لئے جاتا، تعزیت کرتا، اور جنازہ میں شریک ہوتا تھا، لیکن [illegible] اس کی خوبیوں پر

[1] نفح الطیب ج ا ص ۱۵۹، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۰۰

بھی پردہ پڑگیا، اور علما و صلحا کو اس کی مخالفت پر آمادہ ہونا پڑا، اور اس کا دامن جلیل القدر علما و صلحا کے خون سے داغدار ہوا، علامہ ابن حزم کی روایت ہے،

”آخر میں وہ گناہوں سے بیزار ہوگیا تھا، توبہ کرلی تھی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے“

اولاد و جانشین حکم کے ۱۹ یا ۲۰ لڑکے اور ۲۰ لڑکیاں تھیں، عبد الرحمٰن کو اس نے اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا، اور اسی نے اس کے بعد امارت کی زمام ہاتھوں میں لی[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۸، ۲۶۹ و نفح الطیب ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰

عبدالرحمٰن اوسط بن حکم

۲۰۶ھ - ۲۳۸ھ
۸۲۱ء - ۸۵۲ء

عبدالرحمٰن کی کنیت ابوالمطرف اور ماں کا نام حلاوہ تھا، یہ حکم کی گورنری کے زمانہ میں طلیطلہ میں ۱۷۶ھ (۷۹۲ء) میں پیدا ہوا، ۳۱ سال کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا، یہ اپنے زمانہ کے خوبصورت اور حسین نوجوانوں میں سمجھا جاتا تھا، قد لمبا، رنگ گندمی، آنکھیں بڑی، اور داڑھی گھنی تھی، آخر عمر میں حنائی خضاب لگاتا تھا،

عبداللہ کی بغاوت

اگرچہ اس کے ہم سن اس کے اور بھائی بھی تھے، مگر انہوں نے اس کی امارت کی تائید سچے دل سے کی، اور مملکت کے امور میں جانبازی کے ساتھ اس کی رفاقت اور معاونت کی، تاہم امارت کے لئے خانہ جنگی سے اس کا دور بھی خالی نہیں رہا، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الداخل ابھی زندہ تھا، اور اپنی جاگیر بلنسیہ میں فراغت کی زندگی بسر کرتا تھا، وہ ہشام کے عہد سے بغاوت کرتا آیا تھا، اس موقع پر بھی اس کو خیال آیا کہ شاید وہ اس کمسن پوتے کے مقابلہ میں بازی لیجائے، چنانچہ وہ فوج لے کر تدمیر پر قبضہ کرنے کی نیت سے بڑھا، اور وہاں سے قرطبہ کا قصد رکھتا تھا، عبدالرحمٰن نے اطلاع پاتے ہی اس کو روکنے کے لئے فوج بھیجی، فوج کشی کی خبر سن کر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور مقابلہ کئے بغیر بلنسیہ لوٹ گیا، اس کے بعد وہ کوئی مزید کارروائی نہ کرنے پایا تھا کہ

سنہ ۲۰۶ھ میں اس کا پیام اجل آپہنچا، اور امارت کی حسرت دل میں لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا، اور اندلس کی امارت آلِ ہشام کے لئے مختص ہو گئی، عبدالرحمٰن اُس کی وفات کے بعد اُس کی آل اولاد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، سب کو قرطبہ بلوایا، اور اس کے لڑکوں کو حکومت کے اہم منصبوں پر سرفراز کیا[1]

الیبیرہ کا ایک وفد اور ایک ناگہانی حادثہ

حکم نے الیبیرہ کے حاکم ربیع کو اُس کے مظالم کی پاداش میں سولی دیدی تھی، ربیع نے ذمیوں سے جو مال و دولت جبراً وصول کیا تھا، اس کو لوٹانے اور مظالم کا معاوضہ دینے کا موقع نہ آسکا تھا کہ حکم نے وفات پائی؛ عبدالرحمٰن بر سر اقتدار آنے کے بعد دوسری مصروفیتوں میں مشغول ہو گیا، اور اس کو بھی ادھر توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا، اس لئے ۲۰۲ھ میں مظلوم اپنا جتھا بنا کر قرطبہ آگئے اس میں زیادہ تعداد البیرہ والوں کی تھی، نیز اس کے آس پاس کے لوگ بھی تھے، یہ لوگ اپنا مطالبہ لے کر قصر حکومت کے سامنے آئے، اس وقت تک غصب کئے ہوئے مال، اور اُن کے مستحقین کی تعیین نہ ہو سکی تھی

عبدالرحمٰن نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ اُن کو سمجھا بجھا کر اس وقت واپس جانے پر آمادہ کریں لیکن وہ لوگ شاہی خدام سے الجھ پڑے، اور کشت و خون کی نوبت آگئی، اور شاہی فوج نے پہنچ کر اُن کو منتشر کیا گیا، اس سلسلہ میں بہت سے لوگ مقتول بھی ہوئے، اس کے بعد ان لوگوں نے مقتولین کا قصاص طلب کرنے کیلئے آواز بلند کی، اور پھر بیدردی سے بڑی تعداد میں قتل کر دیئے گئے

قبائلی جنگ

عبدالرحمٰن [illegible] ۲۰۷ھ میں اندلس میں ایک شدید دشمنی جنگ تھی جس سے [illegible] سلسلہ جاری ہو گیا، دونوں طرف سے جنگجو

---

[1] ابن الاثیر ج ۶ ص [illegible] [illegible] ج ۲ ص ۱۲۷

لورقہ مین جمع ہوگئے اور سخت کشت و خون ہوا جس مین تین ہزار آدمی مارے گئے، عبدالرحمن نے
اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے یحیی بن عبداللہ بن خالد کو فوج لے کر بھیجا، شاہی لشکر کو دیکھتے
ہی لوگون نے ہتھیار ڈال دیئے، یحیی فوج لے کر ہٹ آیا، اُس کے ہٹتے ہی پھر دونون قبیلے
نبرد آزما ہوگئے، اور اس کے بعد یہی صورت ہوتی کہ جب یحیی اپنا لشکر لیکر پہنچتا، تو لوگ منتشر
ہو جاتے جب وہ واپس آتا تو پھر کسی دوسرے مقام پر لڑائی شروع کر دیتے آخر وہ تھک کر لوٹ
آیا، اور اس علاقہ مین کشت و خون جاری رہا، بالآخر عبدالرحمن نے سنہ ۲۱۲ھ (۸۲۵ء) مین اس فتنہ کے
کسی نہ کسی طرح ختم کرانے کا فیصلہ کیا، اُس نے شاہی لشکر بھیج کر ابوالشماخ محمد بن ابراہیم سے جو
یمنی جماعت کا سرگروہ تھا، چند یمنی عمال طلب کئے، مگر اس ضمانت کے باوجود لڑائی کا
خاتمہ نہین ہوا، تو عبدالرحمن نے تدمیر کی مرکزیت کو توڑنے کے لئے مرسیہ کو اس صوبہ کا دارالحکومت
قرار دیا، اور تمام سرکاری عمال و دفاتر کو یہان منتقل کر دیا، مرسیہ اسی زمانہ سے اس علاقہ
کا پایۂ تخت ہے، لیکن یہ حکمت عملی بھی فتنہ کو دور کرنے مین کامیاب نہین ہوئی، تو بالآخر سنہ ۲۱۳ھ (۸۲۸ء)
مین اُس نے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا، جس نے اس خونریزی کا خاتمہ کیا، ہنگامہ فرو ہوا، اور
ابوالشماخ مضری کو تدمیر سے جلا وطن کرنے کے لئے شاہی لشکر مین ایک عہدہ سپرد کر دیا
گیا، اور سات سال کی خونریزی کے بعد تدمیر سے فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو سکا[1]

اندلس کے جن شہرون مین ماردہ اور طلیطلہ بھی تھے، یہان عیسائیون کی آبادی
غالب تھی، ہمسایہ عیسائی حکومتین انھین بغاوتون پر آمادہ کرتی رہتی تھین، یہی وجہ ہے کہ طلیطلہ
یہ دونون شہر بڑی طرح پامال کئے گئے، مگر عبدالرحمن [illegible] طلیطلہ مین بھی یہان بغاوتین اٹھین، اور
فرو ہوئین،

---

[1] ابن الاثیر ج ۶ ص ۱۴۶، ۲۰۲، ۳۲۸ [illegible] ابن خلدون ج ۴ [illegible]

ماردہ مین بغاوت

حکم کے عہد مین ماردہ مین ایک شخص قعنب نامی کی فتنہ انگیزی کا اجمالی تذکرہ گذر چکا ہے، عبدالرحمن نے وہان فتنہ کا استیصال کیا، تو وہ ماردہ چلا آیا، اور یہان اُس نے ابتداً بربرون اور نومسلم عیسائیون مین خانہ جنگی کرادی جس مین قعنب مارا گیا، اُس کے مارے جانے کے بعد ایک قائد محمود بن عبدالجبار ماردی نامی نے فتنہ کی قیادت اپنے ہاتھ مین لے لی اور اس کا رُخ حکومت کی سمت کردیا، چنانچہ سنہ ۲۱۳ھ (۸۲۸ء) مین فتنہ انگیزون نے ماردہ کے عامل کو قتل کرڈالا، عبدالرحمن نے فوراً ایک فوج بھیجی، جس نے شہر کا محاصرہ کیا، آس پاس کی کھیتیان برباد کین، درخت کاٹ ڈالے، اہل ماردہ جانی ومالی نقصان کی زیادتی کو دیکھ کر اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، چنانچہ شاہی لشکر نے شہر سے چند یرغمال لے کر ان کو امان دیدی، اور آیندہ بغاوتون کے سدباب کے لئے فصیل شہر جابجا سے توڑ ڈالی اور لشکر واپس چلا گیا،

عبدالرحمن نے حالات سے اور فصیل شہر کے اکھاڑے ہوئے پتھرون کو دیوار کے نیچے چھوڑ دینے کا حال اس کو معلوم ہوا، تو اس نے ان پتھرون کو دریا مین پھنکوا دینے کے لئے کچھ لوگون کو ماردہ بھیجا، تاکہ شہر والے آیندہ فصیل کی مرمت نہ کرسکین، شہر والے حکومت کی یہ احتیاط دیکھ کر پھر بپھر پڑے، اور حاکم ماردہ کو گرفتار کرکے دوبارہ بغاوت کردی، اور فصیل کی مرمت مین ہمہ تن مصروف ہوگئے، اور اس کو پہلے سے زیادہ مستحکم کرلیا،

عبدالرحمن سنہ ۲۱۴ھ (۸۲۹ء) مین خود فوج لے کر گیا، اور ماردہ کے یرغمالون کو بھی ساتھ لے لیا، لیکن اب ان یرغمالون کا وجود کالعدم ہوچکا تھا، کیونکہ حاکم ماردہ اور اس کے دفتر کے سرکاری ملازمین بھی باغیون کے قبضہ مین تھے، چنانچہ اہل ماردہ نے بڑی جسارت کے ساتھ سرکاری ملازمین کے بدلہ مین یرغمالون کو واپس [illegible] ان قیدیون کا

تبادلہ ظاہر کرنا پڑا، اس کے بعد اُس نے محاصرہ کی سختیاں کین، مگر اب شہر کی فصیل پہلے سے زیادہ مضبوط تھی، اس لیے اس کو نقصان پہنچا کر عبدالرحمٰن واپس چلا آیا، اور یہ التزام رکھا کہ پے در پے فوجین جاتی رہین، اور اہل شہر کو پریشانیوں مین مبتلا کرتی رہین، چنانچہ اسی طرح ۲۱۲ھ مین فوج بھیجی گئی، اور واپس آئی ۲۱۸ھ مین آخری مرتبہ پھر فوج کشی کی گئی، عبدالرحمٰن بھی پہنچ گیا تھا، ماردہ کی بغاوت پر تقریباً سات برس گذر گئے تھے، اس مرتبہ شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا، لوگ فصیل کی دیوارون پر چڑھ گئے، اور قریب تھا کہ شہر مین فاتحانہ داخلہ ہو، اور قتل عام جاری ہوجائے، شہر سے عورتون بچون، اور بوڑھی عورتون کے رونے اور چیخنے کی آوازین آرہی تھین، اُن کی آہ وزاری سے قیامت کا سماں پیدا ہوگیا، عبدالرحمٰن اس منظر سے متاثر ہوا، اُس نے درباریون کو جمع کرکے کہا کہ شہر یا باغیون پر اگرچہ رحم نہین کیا جاتا، مگر بے تصور [illegible] کی آہ وزاری دیکھی نہین جاتی، خداوند تعالیٰ نے اب تک ہماری تائید کی ہے، ہم انتقام لے سکتے ہین لیکن ہم اُن کو معاف کردین تو زیادہ بہتر ہے، اگر انھون نے اس احسان کو بھی نہ مانا تو خدا خود اُن سے انتقام لیگا، وہ اس گفتگو مین مصروف تھا کہ اہل شہر کی طرف سے اطاعت قبول کرنے اور اپنے آپ کو حوالہ کردینے کا پیام لیکر قاصد پہنچا، عبدالرحمٰن نے انھین امان دی، اور شہر کے دروازے کھول دیے گئے، کچھ لوگ جو اطاعت سے اب بھی منحرف رہ گئے تھے، وہ شہر مین [illegible] داخلہ سے پہلے شہر سے نکل گئے، ان کا سرغنہ وہی قائد محمود بن عبدالجبار ماردی تھا، لیکن اس کے شہر سے نکلنے ہی [illegible] اپنی بہن [illegible] سے مقابلہ کرنا پڑا، وہ حکومت کی مؤید تھی، اور دریا [illegible] فوج لے کھڑی تھی، [illegible]

[illegible]

[illegible]

مقابلہ ہوا، اور اس کے ساتھیوں کی تعداد کم ہوتی گئی، یہاں تک کہ ایک قلعہ منت سالوط جو وسطی اندلس میں قلعہ باج کے پاس واقع تھا، پناہ گزیں ہوا، عبد الرحمن نے ۲۲۰ھ/۸۳۵ء میں یہاں بھی لشکر بھیجا، محمود شاہی لشکر کی آمد کی خبر سن کر فرار ہوا، اس کی تلاش میں چھوٹے چھوٹے دستے جا بجا پھیلائے گئے، ایک مقام پر اس سے مڈبھیڑ ہو گئی، محمود کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ تھی، وہ اس شاہی فوج کے مختصر دستہ پر جھپٹ پڑا، اور مغلوب کر کے ہتھیار چھین لیے اور پھر اسی لمحہ آگے کی سمت فرار ہو گیا، پھر ایک دوسرے دستے سے آمنا سامنا ہوا، اور اس کو فرار ہونے کا موقع مل گیا، پھر ایک تیسرے دستہ سے مقابلہ ہوا، اور اس پر بھی وہی غالب ہوا، مقابلہ کے بعد ہتھیار چھین لئے، اس کے بعد اس کو ایک آبادی مدینہ مینہ میں گھس جانے کا موقع ملا، اور شہر پر مستولی ہو گیا، مویشی اور سامان رسد فراہم کر کے یہاں سے بھی فرار ہو گیا،

اگرچہ محمود کامیابی کے ساتھ بار بار جان بچا کر نکل بھاگا، مگر جانتا تھا کہ شاہی لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، اس لئے اس نے اسلامی اندلس سے نکل جانے کا فیصلہ کیا، اور حکومت جلیقیہ کے حدود میں داخل ہو کر ایک سرحدی قلعہ پر قابض ہو گیا، اس نے یہاں پانچ سال تین مہینے گزار لئے لیکن جب الفانسو دوم نے ادھر رخ کیا، تو اس کا پیام قضا آپہنچا اور اس نے ایک ہی حملہ میں ماہ رجب ۲۲۵ھ/۸۴۰ء محمود اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا،[1]

طلیطلہ میں بغاوت

طلیطلہ کے باشندے حکم کے ہاتھوں سفاکانہ قتل عام کے بعد خاموش ہو گئے تھے، چنانچہ حکم کا پورا دور، پھر عبد الرحمن کا ابتدائی زمانہ امن وامان سے گزرا، لیکن ان باغیوں میں سے حکم کے عہد میں جو بچ گئے تھے، ایک شخص ہاشم ضراب تھا، اس نے اس سانحہ کے بعد طلیطلہ

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۸۰، ۲۴۰، ۲۹۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۲۸، مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۰، ۱۲۹، افتتاح الاندلس ص ۱۷،

کی سکونت ترک کر کے ایک امن پسند شہری کی حیثیت سے قرطبہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی لیکن جب واقعہ ربض پیش آیا تو باغیوں میں مل کر باغیانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا، اور بغاوت کی ناکامی دیکھ کر طلیطلہ کے نواح میں چلا گیا، اور در پردہ حکومت کے خلاف اپنی تحریک جاری رکھی، طلیطلہ والوں کو اموی حکومت سے عناد تھا، اور سرحد کے عیسائی یہاں کے عیسائیوں کو برانگیختہ کرنے میں مستقل طور پر مصروف تھے، چنانچہ چند سال کے اندر بغاوت کی فضا پھر تیار ہو گئی، طلیطلہ اور اس کے نواح کے عیسائیوں کا دینی تعصب روز بروز بڑھتا گیا، اور اسلام کی توہین اور مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو سب و شتم کرنے سے باز نہ آتے،

ہاشم ضراب نسلاً عیسائی اور وطناً طلیطلی تھا، طلیطلہ کی پچھلی تباہی کا انتقام لینے کا جذبہ اس کے دل میں موجزن تھا، اس نے طلیطلہ اور اس کے نواح کے عیسائیوں کے اس جذبۂ عناد سے فائدہ اٹھایا، اور انھیں نئے سرے سے حکومت کے خلاف علم بلند کرنے پر آمادہ کر لیا، چنانچہ اس نے اس زمانہ میں جب عبد الرحمٰن ماردہ کی بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف تھا، اپنے جمع کئے ہوئے لشکر کو لیکر باغیانہ سرگرمی جاری کی، اور سب سے پہلے ۲۱۴ھ (۸۲۹ء) میں بعض وفاد اور بربری قبائل پر حملہ کیا، اس کے بعد طلیطلہ کے آس پاس کے شہروں پر حملے کئے اور اس کی شہرت پھیلتی اور فوج میں اضافہ ہوتا گیا، اس کے بعد اس نے شنت بریہ پر حملہ کیا، یہاں بربروں سے اس کی کئی لڑائیاں ہوئیں، اس کے باوجود اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا،

عبد الرحمٰن نے اسی سال ۲۱۴ھ (۸۲۹ء) میں اس کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی، دونوں میں مقابلہ ہوا مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا، اور اس نے موقع پا کر دو مقاموں پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد ۲۱۶ھ (۸۳۱ء) میں اس کے استیصال کے لئے ایک عظیم الشان لشکر بھیجا گیا، جس نے حصن سطالہ کے مغرب میں اس کا مقابلہ کیا، چند دنوں تک خونریز لڑائی جاری رہی، بالآخر ہاشم نے شکست کھائی

[illegible] ہاتھ [illegible]

[illegible] ۲۱۶ھ [illegible] اس نے اپنے بھائی

[illegible] کے وقت

[illegible] لشکر کو قلعہ باج

[illegible] کر دیا اور

خود [illegible] چلا گیا

[illegible] اور [illegible] سے

[illegible] قلعہ با

[illegible] ہوں

میں [illegible] قلعہ باج کی طرف آگیا تو

[illegible]

جو لوگ بچ گئے [illegible]

کے پاس قلعہ باج میں [illegible] کی فوج اس بیدردی سے

باغی لشکر کو برباد کر دیا [illegible] حسرت سے

جھک گیا اس کی رگوں میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

اس [illegible]

ابن اثیر ج ۲ ص [illegible] ابن خلدون ج ۳ ص [illegible]

اور پھر قلعہ رباح میں مقیم ہو گئی، اور محصورین کے سامان رسد کے روکنے کی جو ممکن صورتیں ہو سکتی تھیں، وہ عمل میں لائی گئیں، مگر اہل شہر کی ہمتیں استوار رہیں، اور محاصرہ کی سختیوں کو برداشت کرتے رہے، کچھ دن گذرنے کے بعد ۲۲۱ھ/۸۳۶ء میں ان لوگوں نے قلعہ رباح پر حملہ کی پھر تیاری کی، اور ہوشیاری کے ساتھ وہاں تک پہنچ گئے، شاہی لشکر سے مقابلہ ہوا، اور ان لوگوں کو پھر شہر میں آکر پناہ لینی پڑی،

اس کے بعد ۲۲۲ھ/۸۳۷ء میں عبدالرحمن نے اپنے بھائی ولید بن حکم کی سرکردگی میں ایک اور تازہ دم لشکر بھیجا، ولید نے غیر معمولی اہتمام سے محاصرہ کیا، اہل شہر سالہا سال کی مدافعت و خونریزی سے تھک چکے تھے، ولید کی نئی سختیاں ان کی برداشت سے باہر ہو گئیں، چنانچہ ایک دو مقابلوں کے بعد شاہی لشکر شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا، اور ۹ رجب ۲۲۲ھ/۸۳۷ء سے طلیطلہ اموی حکومت کی اطاعت میں داخل ہو گیا،

ولید شہر پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں ٹھر گیا، اور آخر شعبان ۲۲۳ھ/۸۳۸ء تک شہر کے اس قلعہ کی جس کو حکم نے تعمیر کرایا تھا مرمت و تجدید کی، اور ایک مستحکم فوج یہاں متعین کر دی، طلیطلہ کے سر ہونیکے بعد یہ پورا صوبہ اموی حکومت کی اطاعت میں داخل ہو گیا، اور حالات پورے طور پر پرسکون ہو گئے[1]،

چھوٹی چھوٹی چند بغاوتیں اور ان کا استیصال

عبدالرحمن کے عہد حکومت میں مختلف مقاموں پر ایک دو اور بغاوتیں بھی ہوئیں، اور وہ بہت جلد قابو میں کر لی گئیں، اس سلسلہ میں شہر باجہ پہلے سے علم بغاوت بلند کئے تھا، عبدالرحمن نے ۲۱۴ھ/۸۲۹ء میں دفعتہ اس پر قبضہ کر لیا[2]، ۲۱۱ھ/۸۲۶ء میں تاکرنا کے باشندوں نے سر اٹھایا، مگر جلد ہی زیر کر لئے گئے[3]، اس کے بعد ۲۳۵ھ/۸۴۹ء میں اس علاقے کے

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۳۶، ۳۳۷ [2] رر ص ۲۹۳ [3] رر ص ۲۰۷

شورش پسند بربرون نے پھر سرکشی اختیار کی تو عبد الرحمن نے ایک فوج بھیج کر ان کو منتشر کر دیا، اور تاوان کی بھاری رقم ان سے وصول کرائی،[1] اسی سال تدمیر کے نواح مین لوگون نے ایک قائد محمد بن عیسیٰ بن سابق کی سرکردگی مین بغاوت کی، عباس بن ولید معروف بہ طبلی اس نواح مین شاہی لشکر کا قائد تھا، اس نے فوجکشی کر کے ان لوگون کو منتشر کیا،[2] اسی طرح ۲۳۶ھ / ۸۵۰ء مین جابیہ بربری نے جزیرہ خضراء کے کوہستانی علاقہ مین سر اٹھایا، ایک فوج بھیجکر اسکی بھی سرکوبی کی گئی[3]

۲۳۷ھ / ۸۵۱ء مین اندلس کے سرحدی علاقہ مین نبوت کا ایک مدعی ظاہر ہوا، آیات قرآنی کی تاویلات کر کے اپنی نبوت کے ثبوت مین لایا، غوغائیون کی ایک جماعت اس کی معتقد ہو گئی، اس نے اپنی شریعت مین بالون اور ناخنون کا ترشوانا ممنوع قرار دیا تھا، اس علاقہ کے حاکم کو اطلاع ملی تو فوج کا ایک دستہ بھیج کر اس کو گرفتار کرایا، حاکم صوبہ کے روبرو آتے ہی اس نے اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کی، حاکم نے اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا، اس نے اس کو ماننے سے انکار کیا، ارتداد کی شرعی فرد جرم اس پر عائد ہو چکی تھی، چنانچہ اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا،[4]

نارمن قزاقون کی یورش اس زمانہ مین شمالی یورپ اسکنڈی نیویا کی نارمن قوم، قزاقی مین شہرۂ آفاق ہو رہی تھی، ان لوگون نے ابھی تک عیسائیت قبول نہین کی تھی اپنے آبائی دین بت پرستی پر قائم تھے، اس لئے عرب مورخین نے انھین مجوس کہا ہے، انھون نے چھوٹی چھوٹی کشتیان بنالی تھین، اور سمندری راستہ سے چھاپے مارتے پھرتے تھے، ان کے حملے انگلستان اور مغربی فرانس پر ہو چکے تھے، ۲۲۹ھ / ۸۴۳ء مین انھون نے اندلس کا رخ کیا، پہلے حکومت جلیقیہ کے ساحل پر لوٹ مار کی، پھر کشتی بڑھا کر اسلامی اندلس کی سمت آئے، اور بحر محیط (اٹلانٹک)

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۴۳۳ [2] ایضاً ص ۸ [3] ایضاً ص ۳۴، ۴۴

[illegible]

پہلے تو اور [illegible] فوج میں [illegible]

فوج کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

فوج میں [illegible]

مرتب کر کے ان [illegible]

اور بڑی [illegible]

[illegible]

منقول [illegible]

[illegible]

[illegible] داخل ہونے پر روکے رہے، اس پہلی یورش کے بعد وہ اپنی کشتیوں پر سوار [illegible]

[illegible] پاس شاہی فوج کا ایک دستہ بعض قائدین کی نگرانی مین موجود [illegible] کے قریب لشکر کے ایک دستہ سے پہلی [illegible] قزاق [illegible] گئے اور باقی ماندہ اپنی کشتیون پر سوار ہونے [illegible] استعمال کرتے رہے کشتی سے اتر کر [illegible] سامان لیجا کر کشتیون مین لاد دیتے ان کی اس عام [illegible] کا ایک تہلکہ مچ گیا اشبیلیہ والون نے شہر کو خالی کر دیا [illegible] کچھ لوگ اشبیلیہ کی پہاڑیون مین روپوش ہو گئے اور [illegible] قرطبہ اور اس کے نواح مین چلے گئے [illegible] انھون نے عوام کی دل دہی [illegible] اور مہاجرین کو واپس جاکر مقابلہ کرنے اور [illegible] کے لوگ آ گئے اور انھون نے ان کو سنبھالنا چاہا [illegible] کہ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے [illegible]

[illegible] قزاقون کا مقابلہ کرنے کیلئے وزراء سے مشورہ کیا اور [illegible] کی طرف بھیجے جائین، چنانچہ [illegible] کے قریب ایک گاؤن کنتش [illegible]

[illegible] افتتاح الاندلس ص ۹۲؎

مین جو اشبیلیہ کے سامنے واقع تھا، شب کے وقت کو ذبح کر کے یہاں پہنچکر چھپ رہا، اور ایک کلیسا کی بلندی پر کچھ لوگ چھپ کر بیٹھ رہے قزاقون کا ایک گروہ جو ۱۶ ہزار کی تعداد مین تھا، موردر کی طرف جا رہا تھا جب اس قریہ کے پاس پہنچا، تو جاسوسون نے کلیسا کے اوپر آگ روشن کی جو پہلے سے علامت ٹھہرائی گئی تھی، آگ روشن ہوتے ہی لوگ قریہ سے نکل کر حملہ آور ہوئے اب ان قزاقون اور اشبیلیہ کے درمیان یہ اسلامی لشکر تھا مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور کہا جاتا ہے کہ سب تہ تیغ کر دیئے گئے،

اس کے بعد وزراء اشبیلیہ آئے حاکم اشبیلیہ شہر مین محصور ہو کر جان بچائے بیٹھا تھا اس کو باہر نکالا، اور اشبیلیہ والون کو اطمینان نصیب ہوا،

قزاق اس گروہ کے علاوہ جو موردر جا رہا تھا دو اور گروہون مین ہو گئے تھے ایک لقنت کی سمت تھا، اور دوسرے نے قرطبہ کی راہ لی تھی، موردر جانے والے گروہ کا حشر دیکھ کر وہ دونون سمٹ کر یکجا ہو گئے اور اشبیلیہ سے بالا بالا قلعہ زعواق کی طرف چلے آئے وادی کبیر مین ان کی کشتیان کھڑی تھین، ان پر اس حال مین سوار ہوئے کہ لوگ پتھر پھینک پھینک کر مار رہے تھے جب اشبیلیہ سے اتر کر ایک میل بڑھ آئے تو چلا کر کہا کہ اگر تم لوگ فدیہ دیکر قیدیون کو چھڑانا چاہتے ہو تو ہم فدیہ لین گے، ان کی اس آواز پر لوگون نے دریا مین پتھرون کی بارش روک لی، اور فدیہ پر گفتگو شروع کی، چنانچہ ان لوگون نے فدیہ مین سونا چاندی لینے کے بجائے کپڑے اور کھانے کی چیزین طلب کین، اور فدیہ لے کر قیدیون کو چھوڑ دیا،

اس کے بعد یہ لوگ ناکور کی سمت بڑھے اور یہان بھی کچھ لوگون کو گرفتار کیا جن مین بنو صالح کے اجداد بھی تھے، جو یہان کے ممتاز رؤسا مین تھے امیر عبدالرحمن نے ان کو بھی فدیہ دیکر چھڑا لیا،

اس کے بعد ان لوگوں نے اشبیلیہ و ناکور کے نواح کو چھوڑ دیا، اور مختلف ساحلی مقامات پر چھاپے مارتے اور غارت گری کرتے پھرے[1] عبد الرحمن نے بھی ان کی نقل و حرکت پر توجہ رکھی، ان کے استیصال کے لئے فوج بھیجی، اور مقامی باشندوں کو ان سے مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا، چنانچہ ماہ ربیع الاول میں، اس نے ان قزاقوں کو اندلس سے نکالنے کے لئے ایک عظیم الشان فوج بھیجی، جس نے ان سے سخت مقابلہ کیا، قزاق شکست کھا کر میدان سے بھاگے، شاہی لشکر نے ۲۵ ربیع الاول کو ان کا تعاقب کیا، ان کی شکستوں اور فراروں کو دیکھ کر اس نواح کے باشندوں کی ہمتیں بھی بلند ہو گئی تھیں چنانچہ ہر سمت سے مسلمان فوجیں مرتب کر کر کے ان کے مقابلہ کے لئے نکلے، ابتداءً اس غیر سرکاری لشکر کو شکست ہوئی، مگر ان لوگوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا، ادھر شاہی لشکر نے بھی ان پر سخت حملہ کیا، جس میں ۵۰۰ قزاق مارے گئے، ان لوگوں نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنی کشتیوں کا رخ کیا، مسلمان ساحل کی چار کشتیوں کو بھی پکڑنے میں کامیاب ہوئے، کشتیوں کے سامان پر قبضہ کر کے ان کو جلا دیا، باقیماندہ کشتیاں اپنے سواروں کو لے کر ساحل سے دور نکل گئیں، اور بحر محیط میں سامنے کھڑی دکھائی دیتی رہیں، لیکن مسلمانوں کی دسترس سے باہر تھیں کیونکہ اندلس کا سمندری بیڑا یہاں موجود نہیں تھا،

اس کے بعد یہ لوگ مغربی اندلس کے شہر لبلہ میں اترے، اور چند مسلمانوں کو قید کر لیا، اس کے بعد مال غنیمت تقسیم کرنے کیلئے اندلس کے قریب کے ایک جزیرہ قوریس میں اترے، مال غنیمت تقسیم ہو رہا تھا کہ سمندر کی راہ سے مسلمانوں کا ایک دستہ ان کے سر پر پہنچا، کچھ مال غنیمت واپس لیا، اور دو ڈاکو مارے گئے، پھر یہاں سے لوٹ کر یہ لوگ شذونہ پہنچے، یہاں دو دن ٹھہر کر لوٹ مار کرتے رہے،

اس اثناء میں عبد الرحمن نے بحری مدد اشبیلیہ کے ساحل پر بھیجی، بحری کمک کی آمد کی

[1] افتتاح الاندلس ص ۶۲،۶۳

خبر سنکر یہ لوگ لبلہ کی طرف مڑ گئے اور یہاں ان غارتگری کی اور لوگوں کو قید کر لیا [illegible]
پرتگال کے سب سے جنوبی علاقہ میں ایک شہر تھا دیکھے گئے اس کے بعد یا جہ میں وارد ہوئے [illegible]
الزین پہنچے اور اس کے بعد [illegible] ان لوگوں کو [illegible]
بحر محیط میں کسی اور طرف نکل گئے اور مسلمانان اندلس کو [illegible]
ان قزاقوں کے جانے کے [illegible]
ہوئی جن کو ان کی یورش و نقصانات پہنچے [illegible]
نقصانات کی تلافی کی گئی کہ ان میں سے اشبیلیہ کی فصیل [illegible] نقصان [illegible]
کے مشورہ سے عبد اللہ بن سنان جو عبد الرحمن کے [illegible]
مامور کیا گیا، وہ اشبیلیہ آیا اور اپنی نگرانی میں فصیل تعمیر کرائی [illegible] کا نام
بھی کندہ کیا گیا۔[1]

دار الصناعہ کا قیام | نارمنوں کے اچانک حملہ اور [illegible]
میں بحری بیڑے کی کمی تھی اس حادثہ سے عبد الرحمن [illegible]
اشبیلیہ میں ایک دار الصناعہ (جہاز سازی کا کارخانہ) قائم کیا گیا [illegible] بحری
طاقت بڑھائی جانے لگی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اندلس کی بحری طاقت [illegible] بڑی طاقتوں
میں شمار کی جانے لگی۔ ابن القوطیہ لکھتا ہے:

"[illegible] کے بعد امیر عبد الرحمن نے حکم [illegible] اور اشبیلیہ میں [illegible]
قائم کرنے کا حکم دیا چنانچہ [illegible] تیار کرائے [illegible]

[1] ابن اثیر ج ۷ ص [illegible] [illegible]
ص ۱۵

[illegible] ان کو یہاں [illegible] اور ان کے [illegible] اور آلات [illegible] گئے

[illegible] انگریزی [illegible] چنانچہ [illegible] احمد کے عہد [illegible]

[illegible] دوسری طرح [illegible] کی [illegible] کے [illegible]

[illegible] ان کی [illegible] اور وہ خود [illegible]

[illegible]

[illegible] اس کی [illegible] حکومت [illegible] اس کے

[illegible] حکومت کے [illegible]

[illegible]

[illegible] دیا

[illegible]

[illegible] اس [illegible]

[illegible] گیا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] یورپ [illegible]

[illegible] مبارک

اس کے بعد سنہ ۲۰۸ھ میں عبد اللہ بن عبد الرحمن الداخل کے لڑکے عبید اللہ معروف بابن بلنسی کی سرکردگی میں ایک دوسری بڑی فوج بھیجی گئی جس نے قتل و غارت گری اور قیدیوں کی گرفتاری کی۔ ماہ ربیع الاول میں ایک جگہ عیسائی لشکر سے مقابلہ ہوا، مسلمانوں کو کامیابی ہوئی، بہت سے عیسائی مارے گئے اور کوئی ایک قلعہ قبضہ میں آیا۔ اسی طرح اسی سال ایک دوسرا لشکر بھیجا گیا جس نے ماہ رمضان میں ایک عیسوی لشکر کا مقابلہ کیا، اور بعض [illegible] پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد سنہ ۲۱۲ھ میں نوزائیدہ عیسائی حکومت کے پایۂ تخت برشلونہ پر فوج [illegible] بعد جرنادہ پر حملہ ہوا۔ عیسائی شہر میں محصور ہو گئے، اور اسلامی لشکر نے [illegible] اور غارت گری کا طوفان بپا رکھا۔[۱]

ان حملوں سے اندلس کی سرحد پر [illegible] فرانسیسی [illegible] کے نام سے قائم کی گئی تھی، وہ [illegible] دار الحکومت [illegible] سے نوزائیدہ سلطنت قائم کی گئی تھی، وہ سب خاک میں مل گئے۔

حکومت بیزنطی کی سفارت اب اندلس کی اسلامی حکومت دنیا کی عظیم سلطنتوں میں شمار کی جانے لگی تھی، چنانچہ عبد الرحمن کی تخت نشینی [illegible] تھیوفیلس [illegible] نے سلطنت امویہ اندلس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ [illegible] حکومت اور خلافت عباسیہ کے تعلقات [illegible] بیزنطی شہنشاہ کے اندلس کی طرف رخ کرنے کا سبب یہی تھا، چنانچہ تھیوفیلس نے سنہ [illegible] میں دوستی کا پیام دے کر سفارت [illegible] بھیجا [illegible] پہنچا [illegible] مشرق [illegible] قسطنطنیہ [illegible] کی کمزوری بھی [illegible] حضرت الحکم نے قبول کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سفارت کا [illegible] کو ان کی کمزوری [illegible] عیسائی [illegible] کی ترغیب دینا تھا، اگر عباسی سلطنت پر حملہ کیا جائے۔

---

[۱] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۸۲ و ۳۰۲ و [illegible]

تو بیزنطی حکومت اپنے تمام ذرائع سے مدد کرے گی، لیکن اموی سلطنت ان دنوں اپنے داخلی معاملات میں الجھی ہوئی تھی، اس لئے اس کو قبول کرنا ممکن نہ تھا، اس لئے اس مسئلہ کو آئندہ حالات پر اٹھا رکھا گیا، اور وفد بھی تکلفات و پیام و سلام کے بعد رخصت ہو گیا[1]

جوابی سفارت — عباسیوں نے بیزنطی سلطنت کو اس کے زرخیز صوبہ ایشیائے کوچک سے محروم کر دیا تھا اور ان سے خود قسطنطنیہ کو خطرہ درپیش تھا، اس لئے میکائیل کی وفات کے بعد جب شہنشاہ تھیوفلس (۸۲۹ء - ۸۴۲ء) تخت نشین ہوا، تو اس نے بھی سلطنت امویہ اندلس پر امید کی نگاہ ڈالی، اور عرب مورخین کی تصریح کے مطابق ۲۲۵ھ میں حکومت بیزنطی کی ایک سفارت قرطبہ آئی، اور اس نے یہاں حکومت عباسیہ پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی، اور بیزنطی فوج کے ساتھ اس حملہ میں شریک ہونے کا یقین دلایا، اور اس وفد نے بھی قیمتی تحائف پیش کئے[2]

امیر عبدالرحمن نے اس کے جواب میں ایک وفد یحییٰ غزال کی سرکردگی میں بھیجا، یحییٰ عباسیوں کے زمانہ میں دولت سے وابستہ تھے، شعر و حکمت میں شہرۂ آفاق تھے، کسی سبب سے بنو عباس سے آزردہ ہوئے، اور اس کی اطلاع عبدالرحمن کو ملی، تو اس نے ان کو اندلس بلا لیا، اور مقربین خاص میں ان کو جگہ دی، اسی سبب سے اس سفارت کے لئے ان کا انتخاب عمل میں آیا، یحییٰ نے قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی خدمت میں ہدیے پیش کئے، اور دولت امویہ و حکومت بیزنطی کے دوستانہ مراسم کی بنیاد مستحکم کی[3]

---

[1] اخبار اندلس جلد ا ص ۲۴۴، عربی مآخذ میں اس سفارت کا حال نظر سے نہیں گذرا، [2] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب ج ا ص ۱۷۰، اخبار اندلس ج ا ص ۲۹۴، یحییٰ کی اس جوابی سفارت کا تذکرہ مسٹر اسکاٹ میکائیل کے عہد میں بیان کرتے ہیں، اور عربی مآخذ میں تھیوفلس کے زمانہ میں لکھا

دولت عباسیہ پر حملہ اور اس سے اجتناب

ان سفارتوں کا جو اصل مقصد تھا اس میں ہسپانوی سلطنت کو کامیابی نہیں ہوئی، عبدالرحمٰن دولت عباسیہ [illegible] جو اغالبہ (افریقیہ) سے [illegible] نئے شہر کی بنا ڈالی تھی [illegible] میں اس شہر کو ایک [illegible] فتح [illegible] کی اطلاع جب عبدالرحمٰن کو پہنچی، تو اس نے اس حسن خدمت کے صلہ میں اس کو [illegible] ہزار درہم عطا کیے، لیکن ہم اندلس کے داخلی حالات اور سرحد کی عیسائی حکومتوں کی [illegible] شورشوں اور ہنگامہ آرائیوں کی فضا ایسی نہ تھی کہ عبدالرحمٰن اندلس [illegible] کی مہم پر جانا گوارا کرتا، اس لئے اس نے دولت عباسیہ [illegible] بھی نہیں کیا،

حکومت مصر کی سفارت اور باہمی تعلقات

بنیرہ روم اور شمالی افریقہ [illegible] لیکن چونکہ [illegible] سرزمین سے [illegible] مگر [illegible] اسلامی حکومت [illegible] ایشیائیوں کی طرح [illegible] اور [illegible] اسلامی [illegible]

[illegible]

[illegible] الطیب [illegible] ۱۲۹ [illegible]

باجگذار تھے، عبدالرحمٰن کے زمانہ میں یہاں کے آزاد حکمران نے فرانس سے سرکشی کی اور اپنی آزاد
ریاست کی داغ بیل ڈالی، ایک ہم مذہب منظم سلطنت سے جدا ہونے کے بعد اس کو اپنے تحفظ
کی ضرورت ہوئی، جو اس کو فرانس کے حملوں کے وقت بچا سکے، اسی غرض سے یہاں کے حکمران
نے ایک سفارت اندلس بھیجی، عبدالرحمٰن نے اس کے رتبہ کے مطابق اس کا استقبال کیا،
اور اس نوزائیدہ حکومت سے آئندہ تعلقات استوار کرنے کے لئے ایک معاہدہ کرنا منظور
کرلیا، چنانچہ ان دونوں حکومتوں میں یہ طے پایا کہ اگر حکومت نوار پر کوئی حکومت حملہ آور ہوگی،
تو اسلامی اندلس کی حکومت اس کی مدافعت کرے گی، اور حکومت نوار نے یقین دلایا کہ جب کوہ
پائرنیس کے اس پار اور کوئی اسلامی مہم جائے گی، تو اس کے گذرنے کی وہ آسانیاں بہم
پہنچائے گی۔

عیسائیوں سے معرکہ آرائیاں | اس معاہدہ سے طرفین نے فائدہ اٹھایا، چنانچہ جب [illegible]
[illegible] ( ) اور کاؤنٹ اسنیریس ( ) کی سرکردگی
میں سلطنت نوار پر حملہ آور ہوا تو مسلمانوں اور نوار کے عیسائیوں نے مل کر ان کی واپسی میں
اسی طرح اس لشکر کو برباد کر دیا جس طرح شارلیمین کی فوج برباد کی جا چکی تھی۔[1]

اس کے بعد ایک اور فوجی افسر [illegible] ( ) سلطنت فرانس سے
ناراض ہو کر [illegible] مارچ میں آیا، [illegible]
[illegible]
کرلیا، پھر اس نے اپنے بھائی کو [illegible]
لشکر [illegible]

[1] [illegible]

مین واقع تھا اور فرانس کی شہنشاہیت کے زیر حکم تھا، تاخت و تاراج کیا، بعض مقامات پر لڑکا ارنج کے لشکر سے مقابلہ ہوا، بہت سے عیسائی مارے گئے، اور بڑی تعداد مین گرفتار کیے گئے،
اس حملہ مین ایک قلعہ حصن الصخرات نام کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کیا، لڑنے والے عیسائی مارے گئے، اور عورتین اور بچے گرفتار کیے گئے، اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا،

اس کے بعد دوسرے سال ۲۲۴ھ مین ایک لشکر گیا، ان ہی مقامات پر دوبارہ جنگ ہوئی، اس مرتبہ عیسائیون نے جم کر مقابلہ کیا، خون ریز لڑائی ہوئی، عیسائیون نے اس مرتبہ بھی شکست کھائی، اور بڑی تعداد مین مارے گئے، مورخین کا بیان ہے کہ میدان لاشون سے اس قدر پٹ گیا تھا کہ جب وہ جمع کی گئین تو عرب سوار گھوڑے پر سوار ہو کے باوجود کشتون کے اس پشتہ کے اس پار کی چیزین نہ دیکھ سکتے، اب کاؤنٹ (قمس) بر شلونہ کے قبضہ مین صرف بر شلونہ اور چند باقی رہ گئے تھے، اس کے بعد افواہ پھیلی کہ فرانسیسی لشکر بڑے پیمانہ پر اس علاقہ پر حملہ آوری کے لئے آرہا ہے، قرطبہ سے پھر مدد طلب کی گئی، چنانچہ فرانسیسی بغیر مقابلہ کئے واپس چلے گئے۔[۱]

ان پے در پے اسلامی حملون کے جواب مین عیسائیون مین بھی جنبش ہوئی، چنانچہ شاہ لوئی نے ۲۲۴ھ مین شمالی وسطی اندلس کے اسلامی شہر مدینۂ سالم پر حملہ آور ہونے کیلئے کوچ کیا، سرحدی صوبہ کے گورنر فرتون بن موسیٰ ایک لشکر جرار لے کر مقابلہ کے لئے نکلا، اور راستہ روک کر صف آرا ہوا، عیسائی ایک خون ریز لڑائی کے بعد بہت سے مقتولین اور اسیرون کو مسلمانون کے ہاتھون مین چھوڑ کر فرار ہو گئے، اسلامی لشکر نے تعاقب کر کے عیسائی حکومت کے حدود مین داخل ہوا، اور ایک جنگی قلعہ کو جو انکی سرحد مین مسلمانون کی مدافعت کے لئے تعمیر کیا تھا، محاصرہ کے بعد فتح کر کے

---

[۱] ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۶۱، ۱۶۲، ۲۳۴، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۹، و اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۲۸۶، ۲۸۷

مسمار کر دیا۔

اس کے بعد عبد الرحمٰن نے فرانس پر حملہ آور ہونے کی فوجی تیاری کی اور صائفہ الجیش کے طور پر ایک لشکر روانہ بھی کیا گیا، مگر سلطنت کے داخلی حالات کے سبب یہ مہم ملتوی کی گئی، اور صائفہ الجیش واپس بلا لیا گیا۔

حکومت جلیقیہ سے آویزش | حکومت جلیقیہ اور اسلامی حکومت اندلس کے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے وہ باقی نہیں رہ سکے [illegible] آخر کار [illegible] نے شوق جہاد میں بلاد جلیقیہ کا رخ کیا، بہت سے قلعوں پر قبضہ کیا [illegible] اور آبادیوں کو تباہ و برباد اور مال غنیمت حاصل کر کے [illegible] اور ان کی تعداد بڑھائی رہیں، اور [illegible] واپس آگئیں۔

[illegible] یہ آخری حملہ تھا اس کے بعد [illegible] میں وفات پائی، اس کے بعد [illegible] Ramero I [illegible] اس کا جانشین ہوا۔

اس کے بعد [illegible] موسیٰ [illegible] کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان لشکر کوہ پائیرنیس کے اس پار حملہ آور [illegible] موسیٰ سرقسطہ کے والی قرتون موسیٰ کا بیٹا تھا جس [illegible] کی سرحد کی حفاظت اور عیسوی حدود حکومت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں باشی ودمی کر کے خدمت [illegible] کی پچاس [illegible] اپنی قلم سے لکھا

اور رفاقت گری کرنا ہوا [illegible] پانچ [illegible] کے درمیان [illegible]

لشکر سے [illegible] عیسائیوں نے اسلامی لشکر کو [illegible] مقابلہ [illegible] بہت دشواری

میں گھر گیا تھا لیکن [illegible] اور عیسائی شکست کھا

کر [illegible]

خوشی کی نوبت اس لشکر [illegible] ایک مقید [illegible] موقع ملا ہوا

تھا [illegible] الفاظ [illegible] دربار [illegible] میں رسائی حاصل تھی [illegible]

[illegible] نکال [illegible]

اس نے [illegible]

[illegible]

[illegible] ایک [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قلہرہ سے تقریباً ۵۰ میل جنوب میں واقع تھا،

چند دنوں کے بعد حارث نے ارنیط کا رخ کیا، یہاں موسیٰ نے ہم سرحد عیسوی حکومت نوار کے حکمران سے مدد طلب کی، چنانچہ وہ مدد کرنیکے لئے فوج لیکر آیا، اور موسیٰ و غرسیہ شاہ نوار ایک کمینگاہ میں فوج لیکر حارث کی گھات میں چھپ کر بیٹھ گئے، چنانچہ حارث دریائے بلنہ تک آیا تھا کہ کمینگاہ کی فوج باہر نکل کر حملہ آور ہوئی، حارث زخمی ہو کر گرفتار کر لیا گیا، اور موسیٰ نے بڑھ کر تطیلہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور یہاں بنو قسی کی خود مختار حکومت قائم کر لی،

عبد الرحمٰن ثانی نے شاہی لشکر کے شکست کھانے اور قائد کے گرفتار ہو جانیکی اطلاع پا کر ایک عظیم الشان لشکر تیار کر کے اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی میں موسیٰ اور غرسیہ کی سرکوبی کیلئے بھیجا، محمد نے ماہ رمضان ۲۲۹ھ (۸۴۴ء) میں تطیلہ آکر شہر کا محاصرہ کر لیا، موسیٰ نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اطاعت قبول کرنیکا پیام دیا، محمد نے اس کا قصور معاف کیا، اور اسی کو دوبارہ تطیلہ کا والی مقرر کر دیا،

اس کے بعد اس نے حکومت نوار کے دار السلطنت بنبلونہ کی سمت فوج بڑھائی، تا کہ غرسیہ کو اس کے جرم کی سزا دیجائے، اس کا جرم اس لئے زیادہ سنگین تھا کہ چند سال پیشتر سفارت کے ذریعہ باہمی اتحاد کا معاہدہ کر چکا تھا، غرسیہ نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا، محمد نے اتنا سخت حملہ کیا کہ غرسیہ کی جان کے لالے پڑ گئے، وہ جنگ میں مارا گیا، اور عیسوی لشکر بڑی ابتری سے منتشر ہو گیا[1]،

موسیٰ نے کچھ ہی دنوں کے بعد دوبارہ سرکشی اختیار کر لی تھی، عبد الرحمٰن ثانی نے ایک دوسرا لشکر بھیجا، شاہی لشکر کے آتے ہی اس نے پھر اطاعت قبول کی، اور اپنے لڑکے اسمٰعیل کو یرغمال بنا کر عبد الرحمٰن

[1] غرسیہ کے لڑائی میں مارے جانیکا تذکرہ ابن خلدون، ابن اثیر اور مقری نے کیا ہے، ابن خلدون نے اس کو بنبلونہ کا حکمران اور مقری نے اس کو اس زمانہ کے بڑے عیسائی حکمرانوں میں سے لکھا ہے، لیکن مغربی مؤرخین کی تحریروں میں اس واقعہ کا تذکرہ نظر سے نہیں گذرا، گمان ہوتا ہے کہ یہ مقتول گرسیہ (شانجہ) کے سوا نوار کے حکمرانوں میں سے کوئی دوسرا ہو، واللہ اعلم،

کے پاس بھیجدیا،

چند سال کے بعد جب موسیٰ کا لڑکا اسمٰعیل عبدالرحمٰن کے قبضہ سے نکل بھاگا تو موسیٰ کو سہ بارہ خودسری اختیار کرنیکا موقع مل گیا، چنانچہ ۲۳۳ھ/۸۴۸ء میں اس نے بغاوت کی، محمد بن عبدالرحمٰن کی سرکردگی مین پھر فوجکشی کی گئی اور اس نے اطاعت قبول کی، اس کے بعد یہ اطاعت سے پھر کبھی منحرف نہین ہوا اور عیسائیون کے حملون سے اسلامی سرحد کی حفاظت کی خدمت اس سے پھر لی جانے لگی،[۱]

عیسائیون سے معرکہ آرائیان | اس کے ساتھ عیسوی حکومتون سے آویزش قائم رہی، چنانچہ ۲۳۱ھ/۸۴۶ء مین ایک نئی فوج حکومت جلیقیہ پر حملہ آور ہوئی، بہت سے عیسائی مارے گئے، بہت سے گرفتار ہوئے اور مال غنیمت حاصل ہوا، یہان تک کہ اسلامی لشکر شمالی اندلس کے شہر لیون پہنچا، یہ شہر ۹۵ھ/۷۱۴ء مین مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا اور ۱۲۵ھ/۷۴۲ء مین عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا تھا، مسلمانون نے اس حملہ مین اس کا سختی سے محاصرہ کیا، اور منجنیقون سے پتھرون کی بارش شروع کردی، شہر کے باشندے خوف سے گھبرا کر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ کر فرار ہو گئے، کثیر دولت شہر مین موجود تھی، وہ مسلمانون کے قبضہ مین آئی، وہ جس سامان کو لیجا سکے اس کو منتقل کیا، اور جو لیجانے کے قابل نہ تھا اس کو برباد کردیا، شہر کی فصیل کو بھی منہدم کرنا چاہا، لیکن وہ اگر عریض تھی، اس کو منہدم کرنا دشوار تھا، اس لئے جابجا سے اس کو نقصان پہنچایا، اور شہر سے مال غنیمت لاد کر روانہ ہو گئے،[۲]

عبدالرحمٰن اور رودمیر دونون کی زندگی مین مسلمانون کی جلیقیہ پر یہ آخری فوجکشی تھی، اس کے بعد رودمیر نے ماہ رجب ۲۵۲ھ/۸۶۶ء مین وفات پائی، اور اس کا لڑکا اوردونو اول اس کا جانشین ہوا، اس نے اپنے عہد حکومت مین برباد شدہ قلعون کی تعمیر و تجدید کی،[۳]

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷ ص ۵، ۱۳، ۱۴، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، [۲] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۲۱، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱، ۱۶۲ [illegible]

اس کے بعد کوہ پائیرنیس کے علاقہ مین ۲۳۵ھ/۸۴۹ء مین المنذر بن عبد الرحمن کی قیادت مین فوجکشی ہوئی، اور البہ (الاوہ) کے نواح مین غارت گری کی[۱]

نارمنون کی یورش کے بعد اندلس کا شاہی بیڑہ بھی مستحکم ہوگیا تھا چنانچہ اسی زمانہ مین ایک بحری فوجکشی کی گئی، فرانس کے ساحل پر فوجین اتر ین ملک کے اندرونی حصہ مین لوٹ مار کی، اور مارسیلز کے مضافات کو خاص طور پر لوٹ لیا[۲]

شارلیمین کی سلطنت اس کے بیٹون مین تقسیم ہوگئی تھی فرانس اور گاتھک مارچ چارلس گنج کی شہنشاہی مین تھے کاؤنٹ برن ہارٹ والی برشلونہ سے شاہ فرانس سے تعلقات خوشگوار نہین رہے والی برشلونہ نے مسلمانون کے پے درپے حملون سے پریشان ہوکر اسلامی اندلس سے تعلقات پیدا کر لئے تھے کاؤنٹ سیاسی چال مین آکر چارلس کے ہاتھون سے مارا گیا، اسی زمانہ مین ۲۳۶ھ/۸۵۰ء مین عبد الرحمن نے عبد الکریم کی سرکردگی مین برشلونہ پر قبضہ کرنیکے لئے فوجکشی کی، اسلامی لشکر قلعے تباہ و برباد کرتا ہوا برشلونہ پہنچا، اور ایک محاصرہ کے بعد یہودیون کی مدد سے شہر پر قبضہ ہوگیا، بہت سے عیسائی مقتول و گرفتار ہوئے[۳]

برشلونہ پر قبضہ کرنیکے بعد اسلامی لشکر جرندہ کی سمت گیا، اور اس کے مضافات کو تباہ و برباد کرکے واپس چلا آیا،

عبد الرحمن کے زمانہ مین اسلامی ممالک پر سب سے آخری یورش ۲۳۷ھ/۸۵۱ء مین کی گئی، اور اس مین بھی مسلمانون کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲۹) [۴] ابن اثیر جلد ۵ ص ۴۴۳ اسپین (وبلیس) اسٹوری آف دی نیشن جلد ۲ ص ۴۰ [۵] ابن اثیر جلد ۷ ص ۴۳ [۶] اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۲۹۴

برشلونہ اور اس کے نواح پر اگرچہ عبدالرحمٰن کے زمانہ مین کامل اقتدار حاصل ہو گیا، لیکن یہ قبضہ پائدار ثابت نہین ہوا، کچھ دنون کے بعد یہ مقامات مسلمانون کے قبضہ سے پھر نکل گئے،[۱]

عیسائیون مین ایک نئی مذہبی تحریک

اس کے عہد حکومت کے متعلق موجودہ زمانہ کے عیسائی مورخین نے اپنے قدیم عیسائی مورخین کے حوالہ سے ایک ایسی داستان بھی لکھی ہے جو اب بہت مشہور ہو چکی، مگر اس کا سُراغ ہمین عرب مورخین کے بیانون مین نہین ملا تاہم اُس کی شہرت کا تقاضا ہے کہ ہم ان واقعات کو بھی اجمالی طور پر ذیل مین نقل کرین،

روایت ہے کہ اس کے عہد مین اندلس مین جان نثاران مذہب کی ایک جماعت پیدا ہوئی، جس کے افراد دین اسلام کو برملا بُرا کہتے، نعوذ باللہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات گرامی کو سبّ وشتم کا نشانہ بناتے، اور اس کی پاداش مین حکومت کی سختیان خوشی سے قبول کرتے، اور اپنے نقطۂ نظر سے وہ قتل ہو کر عیسائی مذہب کی خدمت مین نثار ہو جاتے تھے، لین پول نے اس حکایت کو تفصیل سے درج کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ

اندلس مین عیسائیون کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتین حاصل تھین، اُن کے طبائع کی کج روی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا، اندلس کے پادری کلیساؤن کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہان تھے، لیکن اسلامی حکومت کی اس روا دارانہ روش سے اُن کو عیسائیون کے جذبات کے برانگیختہ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا، اس لیے انھون نے چند غالی مسیحیون مین یہ خیالات پیدا کئے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفین اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے حکمرانون کو مشتعل کر کے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفین

[۱] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۴، ابن خلدون جلد ۴ صفحہ ۱۲۱، نفح الطیب جلد ۱ صفحہ ۱۱۱، اخبار الاندلس ج ۱ ص ۱۰۹، ۱۱۵، ۱۱۹

(اندلس)

پہنچائی جائیں تاکہ روح کا تزکیہ و تقدیس ہو سکے، اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب
یولوجیس (Eulogius) تھا، وہ اپنی مشقت و مجاہدہ کی راہبانہ زندگی
سے عیسائیوں میں عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اُس نے چند نوجوانوں میں فدائیت کا
جذبہ پیدا کیا کہ اپنی روح کو پاک کرنے کے لئے اس نئے "دین اسلام" اور اس کے داعی
(علیہ السلام) پر سب و شتم کریں، اسلامی قانون کے رو سے اسلامی حکومت میں شاتم رسولؐ کی
سزا قتل ہے، حکومت انھیں گرفتار کرے گی اور گویا یہ نوجوان حضرت مسیح علیہ السلام کی پیروی
کریں گے، اور اپنی جانوں کو قربان کر کے جام شہادت نوش کریں گے،

یولوجیس کی تحریک کو کامیاب بنانے میں قرطبہ کے ایک دولت مند عیسائی نوجوان
الوارو (Alvaro) اور ایک حسین دوشیزہ فلورا (Flora) نے نمایاں
حصہ لیا، الوارو یولوجیس اور دوسرے پادریوں کے ساتھ مل کر اس تحریک کی رہنمائی کرتا رہا،
فلورا کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی، باپ کا انتقال ہو چکا تھا، ماں نے بچوں کو
تعلیم و تربیت دی، فلورا کا بھائی تو اپنے آبائی دین پر قائم رہا مگر ماں نے لڑکی کو اپنی تربیت
سے درپردہ عیسائی بنا لیا، یولوجیس کی تلقین اور بائبل کی اس عبارت سے کہ وہ شخص جو لوگوں
کے سامنے مجھ سے انکار کرے گا میں اس باپ کے سامنے جو آسمان میں ہے اس سے انکار
کر دوں گا، اس کے جذبات برانگیختہ ہوئے، وہ بھائی کے گھر سے نکل بھاگی، اور عیسائیوں
میں جا کر پناہ گزین ہو گئی، جب اس کے فرار ہونے کی ذمہ داری عیسائی پادریوں کے سر ڈالی
گئی، تو وہ گھر واپس آئی، اور علانیہ دین مسیحی قبول کرنے کا اعلان کیا، بھائی نے اس کو
سمجھایا، مگر وہ اپنے عقیدہ پر استوار رہی، تو اس کا معاملہ شرعی عدالت میں لایا گیا، قاضی
نے اس کو دُرّے لگوائے، اور شرعی حکم کے مطابق اس کو گھر واپس کیا کہ اس کے ساتھ دوبا

اسلام پیش کیا جائے اور اس دین کے قبول کرنے کی تلقین کی جائے، واپس آنے کے بعد وہ پھر فرار ہو گئی اور کسی عیسائی کے گھر میں روپوش ہو گئی،

یہاں پہلی مرتبہ یولوجیس سے اس کی ملاقات ہوئی، اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کے دلوں میں مسیحی رشتہ کی معصوم اور پاک محبت ایک دوسرے سے پیدا ہو گئی، چنانچہ یولوجیس فلورا کو اپنے ایک خط میں اپنی اس پہلی ملاقات کے تاثرات ان الفاظ میں لکھتا ہے،

اے مقدس بہن! تو نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ تو نے مجھ کو (پیٹھ) وہ گردن دکھائی جو دروں کی چوٹ سے پاش پاش ہو چکی تھی، اور جس پر سے وہ خوبصورت لٹین کاٹ دی گئی تھیں جو کبھی اس پر لٹکا کرتی تھیں، یہ اس لیے کہ تو نے مجھے اپنا روحانی باپ تصور کیا، اور تو نے مجھے اپنی طرح مخلص اور پارسا یقین کیا، میں نے ان زخموں پر آہستہ سے اپنا ہاتھ رکھا، میں نے چاہا کہ میں انہیں اپنے لبوں سے اچھا کردوں، کیا میں جسارت کر سکتا تھا..... جب میں تجھ سے جدا ہوا، تو میں اس شخص کی شکل تھا، جو خواب میں چہل قدمی کرتا ہو اور نہ ختم ہونے والی آہ و زاری کرتا ہو۔

فلورا کچھ دنوں تک عیسائیوں کے حلقہ میں روپوش اور کلیسا میں حاضری دیتی رہی، اس کے بعد یولوجیس کی تحریک کے عملی مظاہرے شروع ہوئے، چنانچہ ایک پادری پرفکٹس (Perfectus) [illegible] عین عید کے دن مسلمانوں کے ایک مجمع میں گھس آیا، اور دین اسلام اور رسول اسلام علیہ السلام کی شان میں نازیبا کلمات زبان سے نکالے، مجمع میں اشتعال پیدا ہو گیا، جذبۂ اشتعال میں اس پر ٹوٹ پڑے، اور اس کا کام تمام کر دیا، قرطبہ کا بشپ اس کی لاش اٹھا لے گیا، اور سینٹ اسکلس [illegible] (Acisclus) میں پورے تبرکات کے ساتھ اس کو دفن کیا گیا، اور عیسائیوں نے اس شہید ملت کو ولی کا درجہ عطا کیا، کہا جاتا ہے

کہ اسی دن دو مسلمان دریا میں ڈوب گئے جس کو خوش عقیدہ عیسائیوں نے مسلمانوں سے خدائی انتقام قرار دیا، اور پھر اسی سال عبدالرحمٰن ثانی کے نہایت مقرب خادم نصر کی وفات ہوئی، اور یہ گویا نعوذباللہ مسلمانوں سے خدا کا دوسرا انتقام تھا

اس کے بعد ایک دوسرا پادری آئزک (Isaac) سامنے آیا، یہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کیلئے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کئے جانے لگے اس نے اسلام پر سب و شتم شروع کردی، قاضی کے لئے برداشت کرنا دشوار ہو گیا، اس نے ایک طمانچہ مار کر کہا کہ جانتا ہے اسلام میں اس کی سزا قتل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے اس لئے کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دینداری کے لئے ستائے جاتے ہیں، آسمان کی بادشاہت ان ہی کیلئے ہے، آئزک نے اپنے جرم کی سزا پائی، اور مسیحی اولیاء کی صف میں ایک دوسرے ولی کا اضافہ ہوا،

اس کے بعد قصر شاہی کے ایک عیسائی پہرہ دار سینکو (Sancho) کے دماغ میں یہ سودا سمایا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا، پھر مسیحی دیوانے پادری قاضی کی عدالت میں آئے کہ جو کچھ آئزک و سینکو نے کہا ہے وہی وہ بھی کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا نا ملائم الفاظ میں یاد کرنا شروع کیا، ان سب کی گردنیں بھی اڑا دی گئیں، ان کے اتباع میں [illegible] پادری اور آئے اور وہ بھی جہنم واصل ہوئے اسی طرح ایک سال ۸۵۱ء میں گیارہ عیسائیوں نے گندہ دہنی و بدزبانی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر اپنی جانیں گنوائیں،

لین پول کا بیان ہے کہ اگرچہ گیارہ آدمی اس احمقانہ جوش کے سبب لقمہ اجل بن گئے، تاہم قرطبہ کے عیسائیوں کی بڑی جماعت اس حرکت کو ناپسند کرتی رہی، اور یہ تحریک پادریوں [illegible]

عوام میں مقبول نہ ہو سکی، سمجھدار عیسائیوں نے اسلامی حکومت کی رواداری اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے شریفانہ طرزِ عمل کو یاد دلایا، اور باور کرایا کہ وہ اپنے وسعتِ قلب کے باوجود اس بدزبانی کو برداشت نہ کریں گے، اور نہ اس کی انہیں پروا ہوگی کہ بہر حال اسلام میں شاتمِ رسول کی سزا قتل ہے، علاوہ ازیں ایسی خودکشی عیسائیت کے نقطۂ نظر سے بھی روا نہیں، انجیل مقدس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ بدزبانیاں کرنے والے آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہوں گے،،

یولوجیس نے انجیل کی عبارتوں اور مسیحی علماء کی سوانح عمریوں سے ان اعتراضوں کے جوابات دیئے، مگر پادریوں کی ایک متعصب جماعت کے سوا وہ کسی کو متاثر نہ کر سکا، پھر پادریوں میں بھی اس کی مخالفت کی تحریک شروع ہوئی، چنانچہ اشبیلیہ کے لاٹ پادری نے کلیسا میں ایک مجلس منعقد کی جس میں اس سلسلہ میں نذرِ اجل ہونے والوں کو تو شہادت کے مرتبہ پر فائز رکھا گیا، مگر اس تحریک کو جاری رکھنے کی مذمت کی گئی، اور عام عیسائیوں کو اس کے قبول کرنے سے منع کیا گیا،

اس کے بعد اس تحریک کے سرگرم ارکان گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیئے گئے، اس کے بعد پادریوں کی جماعت میں سے کسی نے اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کیا، لیکن اتفاق سے وہ دوشیزہ فلورا جو کسی عیسائی کے گھر میں روپوش تھی، ایک دن کلیسا گئی، وہاں اس کی ملاقات ایک دوسری عیسائیہ میری (Mary) سے ہوئی، جو مقتول پادری ایزک کی بہن تھی، میری اپنے بھائی کی موت سے بہت متاثر تھی، اس نے فلورا سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کے پاس آسمان کی بادشاہت میں جانا چاہتی ہے، فلورا کی دبی ہوئی آرزو بھی جاگ اٹھی اور اس نے بھی میری کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ دونوں لڑکیاں قاضی کے پاس آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نا ملائم کلمات کہے، قاضی نے ان کو اس سے باز رکھنے کی تلقین کی، پھر گرفتار

کر کے قید خانہ میں بھیج دیا کہ شاید وقتی جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے اور یہ راہ راست پر آجائیں، لیکن ان کا قید خانہ میں آنا، ان کے لئے اور ہلاکت کا باعث ہوا، تحریک کا بانی یولوجیس قید خانہ میں موجود تھا، اس نے وعظ و پند سے انہیں اپنے مقصد پر استوار رہنے کی تلقین کی، اور اس نے فلورا کے لیے ایک پورا رسالہ لکھا، جس میں مذہب کے لئے شہادت حاصل کرنے کے فضائل سمجھائے گئے تھے، چنانچہ یہ دونوں لڑکیاں اپنے عزم میں استوار رہیں، اور ۲۴ نومبر ۸۵۱ء ۲۳۷ھ کو قتل کردی گئیں، یولوجیس نے فلورا کے "واقعہ شہادت" پر ایک پر درد گیت لکھا ہے، جو عیسائیوں کے مذہبی حلقہ میں ایک مدت تک پڑھا پڑھایا گیا،

عبد الرحمن کے زمانہ میں عیسائیوں کی طلب شہادت کا یہ آخری واقعہ تھا، اس کے بعد حالات پر سکون ہو گئے، اور تحریک کے ممبر یولوجیس وغیرہ رہا کردیئے گئے، اور اس کے دوسرے سال عبد الرحمن نے وفات پائی،

لین پول کا خیال ہے کہ عبد الرحمن نے اپنی نرم خوئی سے اس تحریک کا مقابلہ کیا، اس کے لئے خصوصاً اس وقت جب کہ اشبیلیہ میں پادریوں نے متفقہ طور پر اس کو ناروا قرار دے دیا تھا، یولوجیس کو صرف قید کرنے کے بجائے، اس کی زندگی کا خاتمہ کرا دینا چاہئے تھا، لیکن اس نے رحم دلی سے کام لیکر ان کے ان افعال شنیعہ کو جنونانہ حرکتوں پر محمول کیا، اور صرف ان ہی لوگوں کو سزائیں دیں، جنھوں نے اپنے پے در پے عمل سے اپنے کو شاتم رسول کی سزا کا مستوجب ٹھہرایا، اور اسی سبب سے عبد الرحمن اس تحریک کو دبانے میں کامیاب ہوا، اور اس کی حیثیت چند متعصب پادریوں کی مجنونانہ حرکتوں سے کچھ زیادہ قرار نہ پائی، لیکن آگے چل کر یولوجیس نے پھر سر اٹھایا، اور امیر محمد کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچا، جس کا تذکرہ آئندہ

له اسپین لین پول (اسٹوری آف دی نیشنز سیریز ج۶) از ص ۸۲ تا ۹۴،

باب میں تفصیل سے آئے گا،

وفات عبد الرحمٰن نے وسط ماہ ربیع الآخر ۲۳۸ھ / ۸۵۲ء میں ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی،[1]

اولاد و جانشین | عبد الرحمٰن کے ۴۵ لڑکے تھے اور ایک روایت میں ایک سو پچاس لڑکے اور پچاس لڑکیاں کہی گئی ہیں، اپنے بڑے لڑکے محمد کو اس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا، اس انتخاب سے اس کی محبوب ملکہ طروب کو اتفاق نہ تھا، وہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو اندلس کا حکمران دیکھنا چاہتی تھی، اس نے اس کے ولیعہد بنانے جانےکی کوششیں کیں، مگر عبد الرحمٰن نے طروب سے والہانہ شیفتگی رکھنے کے باوجود اس کی مرضی پوری نہیں کی، طروب نے محمد کو راہ سے ہٹانے کے لئے اہل قصر کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا، اور روادود دہش سے اپنا ہمنوا بنایا، قصر کے موالی اس کے ہمنوا ہو گئے، یہاں تک کہ ۲۳۶ھ / ۸۵۰ء میں جب محمد کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی، تو اس نے اپنے ایک وفادار غلام نصر سے سازباز کی، اور محمد کو زہر کھلا کر اس کا کام تمام کر دینے کا فیصلہ کیا، نصر بھی محمد سے خوش نہ تھا، اس لئے وہ اس سنگین جرم کے مرتکب ہونے پر آمادہ ہو گیا،

چنانچہ نصر شاہی طبیب حرانی کے مطب میں پہنچا اس کو ایک ہزار دینار دیکر اس سے زہر قاتل کی شیشی حاصل کر لی، طبیب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ قصر شاہی کے کسی راز سربستہ کی کوئی کڑی ہے، لیکن نصر کو دربار میں جو رسوخ حاصل تھا اس کا اقتضاء یہ تھا، کہ وہ کوئی خطرہ قبول کئے بغیر اس راز کو فاش کر دے یا نصر کو زہر کی شیشی دینے سے انکار کر دے، اس لئے اس نے خاموشی سے زہر کی شیشی نصر کے حوالہ کر دی، اس کے ساتھ عبد الرحمٰن کو ایک خادمہ کے ذریعہ رازداری سے مطلع کرا دیا کہ زہر قاتل کی شیشی شاہی محل میں جا رہی ہے، چنانچہ دوسری صبح کو جب نصر زہر کی وہ شیشی دوا کے نام سے امیر محمد کے پاس لے کر آیا تو وہاں

[1] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۶۳، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱

پر عبدالرحمٰن کو موجود پایا، عبدالرحمٰن نے وہ شیشی نصر کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لی، اور نصر سے کہا کہ اس میں سے پہلے وہ تھوڑی سی دوا خود پی لے، اس کے بعد مریض کو پلائی جائیگی، نصر کے لئے یہ شاہی حکم تھا اور معاملہ کی پوری نزاکت اس کے سامنے تھی، حکم سے سرتابی کرنا ممکن نہ تھا چنانچہ اس نے دوا کے چند قطرے اپنے حلق سے فرو کئے، پھر موقع نکال کر عجلت کے ساتھ طبیب کے مطب میں دوڑا آیا کہ اسے اس زہر کا تریاق مہیا کیا جائے، طبیب نے تریاق اس کے حوالہ کیا، مگر زہر اپنا کام کر چکا تھا، تھوڑی دیر کے بعد نصر کے محل میں اس کی لاش پڑی ہوئی تھی،

اس کی لاش کے ساتھ طروب کی دلی تمنا بھی ہمیشہ کے لئے دفن ہوگئی، [۱]

عہد حکومت | عبدالرحمٰن نے ۳۱ سال تین مہینے حکمرانی کی، اس کا زمانہ امن و عافیت کا دور سمجھا جاتا ہے، اس کے زمانہ میں دولت و ثروت کی بہتات رہی، ابن اثیر و ابن خلدون لکھتے ہیں،

اس کا زمانہ عافیت و سکون کا تھا، اس کے پاس دولت کی بہتات ہوگئی تھی، [۲]

ابن القوطیہ کہتا ہے،

"اس کی رعایا اس کے ساتھ خیر و خوبی کے ساتھ تھی،" [۳]

نظام حکومت | اس نے سلطنت کے آئین و قوانین نئے سرے سے مرتب کئے، [۴] وزراء کے اختیارات و مناصب مقرر کئے وہ معاملات پر مشورہ دینے کے لئے باضابطہ قصر حکومت میں بلائے جاتے اور بحث و تمحیص کے بعد ان کی رائیں قبول کرتا، ابن القوطیہ لکھتا ہے،

عبدالرحمٰن پہلا شخص ہے جس نے وزراء کے قصر میں آنے جانے اور دیوان پر گفتگو کرنے کے وہ طریقے مرتب کئے، جو آج تک جاری ہیں،

۱؎ ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰ افتتاح الاندلس ص ۷۶، ۲؎ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۴۶ و ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰ ۳؎ افتتاح الاندلس ص ۷۵ ۴؎ نفح الطیب ص ۱۶۳ و ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰

حسن اتفاق سے اس کے گرد غیر معمولی تدبر و ذہانت کے لوگ وزراء کی حیثیت سے جمع ہو گئے تھے ان میں سے ایک "وزیر اعظم" کی حیثیت رکھتا اور "حاجب" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ابن القوطیہ لکھتا ہے:

"اس کے وزراء ایسے تھے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد حکمرانوں کے پاس جمع نہیں ہوئے"[۱]

حجابت کے عہدہ پر عبد الکریم بن مغیث سرفراز تھا، دوسرے وزراء میں عیسیٰ بن شہید، یوسف بن بخت، عبد اللہ بن امیہ بن یزید، اور عبد الرحمٰن بن رستم تھے،

عبد الکریم بن مغیث نے عبد الرحمٰن کے اوائل زمانہ حکومت میں وفات پائی تو دیگر وزراء میں اس عہدہ پر سرفراز کئے جانے کیلئے باہم کشمکش پیدا ہوئی ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے حق میں دستبردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوا عبد الرحمٰن نے یہ کشمکش دیکھ کر خزان یعنی افسران خزانہ میں سے کسی کو اس عہدہ پر مامور کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ اس زمانہ میں شاہی خزانہ کے جتنے معتمد افسر تھے ان میں قرعہ اندازی کی گئی چنانچہ مہران بن عبد ربہ کے نام قرعہ نکلا اور وہ اس عہدہ پر مامور کر دیا گیا،

آخر الذکر [illegible] اس عہدہ پر مامور رہا اس کی وفات کے بعد [illegible] بن نافع [illegible] بنایا گیا جب اس نے بھی وفات پائی تو حجابت کا عہدہ عیسیٰ بن شہید اور عبد الرحمٰن بن رستم کے درمیان مشترک کر دیا گیا، پھر ابن رستم کی وفات کے بعد عیسیٰ بن شہید تنہا اس منصب کا ذمہ دار رہا، اور عبد الرحمٰن کے آخر دور حکومت تک وہی مامور رہا اس کے جانشین امیر محمد کے زمانہ میں بھی ابتدائی دو سال اس منصب کے فرائض انجام دیئے[۲]

---

[۱] افتتاح الاندلس ص ۱۰۰، ایضاً ص ۱۰۱،

(اندلس)
۹/۵۰.۱۶

پھر آگے چل کر ان وزراء مین ایک خاص واقعہ سے ایک وزیر کا اور اضافہ ہوا، قرطبہ کی ولایت کے متعلق عبد الرحمٰن کے پاس یکے بعد دیگرے شکایتین آتی رہین، اور وہ والی کو بدلتا گیا، آخر مین اس نے قسم کھائی کہ وہ کسی باشندۂ قرطبہ کو یہ عہدہ سپرد نہین کرے گا، آخری مرتبہ جب جگہ خالی ہوئی، تو اس کے سامنے ایک شخص محمد بن سلم کی توصیف کی گئی جو مضافات قرطبہ کا رہنے والا، اور دیانت، تدبر اور اخلاق و تواضع سے متصف تھا، عبد الرحمٰن نے اس کو قرطبہ کا والی بنا دیا،

حسن اتفاق کہ جب وہ اس عہدہ پر مامور ہو کر پہلے دن شہر سے شاہی محل مین جانے لگا تو اس کو اطلاع دی گئی کہ قصابین کے محلہ مین ایک مقتول بورے مین بند . . . پڑا ہے، اس نے لاش کے لانے کا حکم دیا، جب لاش لائی گئی، تو محل کے سامنے صحن مین اس کو رکھنے کا حکم دیا کہ شاید گذرنے والون مین سے اس کو کوئی پہچان سکے، اور اس بورے کو اپنے پاس منگایا دیکھا تو بالکل نیا تھا، اس نے چٹائی بننے والون اور ہاتھ سے دوسرے کام کرنے والون کو جمع کرنیکا حکم دیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے، تو اس نے پوچھا کہ بورے وغیرہ جو بنائے جاتے ہین، وہ لوگون کے ہاتھ سے ایک قسم کے تیار ہوتے ہین، یا ہاتھ کی صفائی کے لحاظ سے ان مین کچھ فرق ہوتا ہے؟ ان لوگون نے جواب دیا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے بنائے ہوئے بورون کو ایک دوسرے سے تمیز کر سکتے ہین، اس کے بعد اس نے اس بورے کو ان کے سامنے رکھا، لوگون نے اس کو دیکھ کر بتایا کہ یہ فلان شخص کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، اور وہ اس جماعت مین موجود ہے، چنانچہ اس شخص کو سامنے لایا گیا، اس نے اقرار کیا کہ یہ اسی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے، اور اس کو کل ایک نوجوان نے ہمارے یہان سے خریدا ہے، جو شاہی خدام کا پٹکا لگائے ہوئے تھا، اور وہ اس قسم کی ہیئت و حلیہ کا آدمی تھا، پولیس کے آدمی موجود تھے،

ان لوگوں نے قیاس سے بتایا کہ یہ فلاں شاہی خدمت گذار ہو جو رصافہ میں قیام رکھتا ہے چنانچہ پولیس نے اس کے مکان پر پہنچ کر خانہ تلاشی لی تو مقتول کے کپڑے برآمد ہو گئے،

تفتیش جرائم کے اس عاقلانہ طریقہ کی اطلاع عبدالرحمٰن کو ملی تو وہ اس سے بہت خوش ہوا اور اس کو ولایت قرطبہ کی ذمہ داریوں کے ساتھ وزارت کی ذمہ داریوں میں بھی شریک کر دیا، اور وزرا کی مجلس میں اس کی رائیں بڑی وقعت رکھنے لگیں[1]،

یہ وزرا عبدالرحمٰن کے سامنے بڑی آزادی سے اپنی رائیں پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ اس نے اپنی ایک کنیز کے لئے ایک لاکھ دینار کے زیورات کے دینے کا حکم دیا، تو اس سے کہا گیا کہ "اتنی بڑی رقم کو ملک کے خزانہ سے نکالنا مناسب نہیں ہے"

عبدالرحمٰن نے حکم کے عہد حکومت کے واقعات کا لحاظ رکھ کر بھی اپنی زندگی کے لئے رائیں متعین کی تھیں، چنانچہ جیسا کہ آگے آئے گا، ایک طرف وہ علمائے دین و صلحائے امت کے دینی مشوروں کو خاص وقعت دیتا تو دوسری طرف حکم کے خلاف عوام اپنے مذہبی جوش و خروش میں جو کچھ کر گذرے تھے ان .. سے بچنے کی تدبیریں بھی کیں، چنانچہ وہ عوام کی نگاہوں سے چھپ گیا تھا نہ وہ سراپردۂ شاہی میں باریاب ہو سکتے تھے نہ وہ ان کے سامنے آتا تھا، اس لئے سلطنت کے تمام معاملات براہ راست وزرا ہی کے ہاتھوں سے انجام پاتے تھے، ان میں سب سے زیادہ اختیارات حاجب یعنی وزیر اعظم کو حاصل تھے[2]

سلطنت کے اہم مناصب پر تقرریاں براہ راست عبدالرحمٰن کے ہاتھوں سے ہوتی تھیں، ایک مرتبہ وزرا میں سے ایک نے کسی اہم عہدہ پر مامور کئے جانے کی عرضی لکھ کر دی

---

[1] اقتباس الانوار ص ۶۹، ۷۰، [2] ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۲

عبدالرحمٰن کی نظر میں وہ اس عہدہ کے لائق نہ تھا، اس نے عرضی کے نیچے لکھدیا کہ جو شخص کسی خدمت کا اہل نہ ہو، اس سے اس کی محرومی اولی ہے[۵۱]

عبدالرحمٰن کا نقش خاتم عابدالرحمٰن بقضاء اللہ راض تھا،[۵۲]

صیغۂ مالیات عبدالرحمٰن نے مالیات کا شعبہ مستقلاً قائم کیا تھا، اور متعدد ارباب دانش خزانہ کے افسر مقرر کئے گئے تھے، افسران خزانہ میں جنھیں خزان کہا جاتا تھا، موسیٰ بن جُدَیر، ابن السیل ملقب بہ غماز، ظاہر بن ابی ہارون اور مہران بن عبد ربہ بربری تھے، اُن میں سے اول الذکر کو "شیخ الخزان" کہا جاتا تھا یعنی وہ شعبۂ مالیات کا حاکم اعلیٰ تھا، اور آخر الذکر جیسا کہ اوپر گذرا، عبدالکریم حاجب کی وفات کے بعد قرعہ اندازی سے حجابت کے عہدہ پر سرفراز ہو گیا تھا،[۵۳]

یہ افسران خزانہ اپنے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیتے تھے، ایک مرتبہ عبدالرحمٰن رئیس المغنین زریاب کے ایک گانے سے خوش ہو کر اس قدر وارفتہ ہوا کہ تیس ہزار دینار انعام دینے کا حکم دیدیا، صاحب الرسائل یہ فرمان لے کر افسران خزانہ کے پاس آیا، اس زمانہ میں مذکورۂ بالا افسران خزانہ اپنے عہدوں پر مامور تھے، اس حکم کے وصول ہونے پر ان لوگوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا، موسیٰ بن جُدیر شیخ الخزان نے اپنے رفقاء سے دریافت کیا کہ "کیا کہتے ہو"، ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ کی رائے کے ساتھ ہیں، اس پر شیخ الخزان نے صاحب الرسائل سے کہا کہ "اگر ہم لوگ امیر کے اللہ تعالیٰ اُن کو دائم رکھے، خزانہ دار ہیں تو اس کے ساتھ ہم لوگ مسلمانوں کے خزانہ کے بھی امین ہیں اگر

---

[۵۱] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۲۹، [۵۲] نفح الطیب جلد ا ص ۱۶۲،

[۵۳] افتتاح الاندلسی ص ۶۲،

اموال کی تحصیل کرتے ہیں، اور انہی کے مصارف میں خرچ کرتے ہیں نہیں واللہ اس قسم کا خرچ نہیں کیا جا سکتا اور ہم میں سے کوئی بھی اس پر راضی نہیں کہ کل وہ اپنے صحیفہ میں یہ لکھا دیکھے کہ ہم نے مسلمانوں سے تین ہزار مال تحصیل کیا، اور اس کو ایک گانے والے کے ایک گانے کے صلہ میں دیدیا، امیر سے جاکر کہو کہ خداوند تعالیٰ اس کو قائم رکھے، یہ رقم وہ اپنی اس رقم میں سے ادا کریں جو اُن کے پاس موجود ہو۔

صاحب الرسائل اس جواب سے ناخوش ہو کر شاہی محل کی طرف لوٹا، سرا پردہ کے باہر جو افسر متعین تھا، اُس سے کہا کہ خزانچیوں نے مخالفت کی، یہ پیام سنایا، وہ افسر سرا پردہ کے اندر گیا، اور اُس نے بھی اُنہی لفظوں میں امیر کو روداد سنائی، زریاب محل میں موجود تھا، اُس سے نہ رہا گیا، اُس نے کہا، یہ کون قسم کی اطاعت ہے؟ عبدالرحمٰن نے جواب میں کہا کہ یہ صحیح اطاعت ہے، میں نے یہ منصب ایسے احکام کے امتثال کے لئے اُن کے سپرد نہیں کیا ہے، جو کچھ انہوں نے کہلا بھیجا ہے اس میں وہ سچے ہیں، اس کے بعد یہ رقم اُس نے اپنے پاس سے زریاب کو دلوادی[1]۔

اس کے زمانہ میں اندلس کا سالانہ خراج ۷ لاکھ دینار سے ۱۰ لاکھ تک پہنچ گیا[2]، حالانکہ اس کے زمانہ میں چند آفات ارضی و سماوی بھی نازل ہوئیں، چنانچہ آغاز حکومت کے ساتھ ۲۰۷ھ ۸۲۲ء میں سخت قحط پڑا، پھر ۲۱۲ھ ۸۲۷ء میں اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ سیلاب آگیا، بہت سے سرحدی شہروں کی شہر پناہیں منہدم ہوگئیں، اور سرقسطہ کا پل ٹوٹ گیا، پھر ۲۳۲ھ ۸۴۷ء میں امساکِ باران سے ایسا سخت قحط پڑا کہ غلہ کا ایک دانہ بھی اندلس میں پیدا نہ ہوسکا، درختوں کی پتیاں خشک ہوگئیں، اور بہت سے آدمی ضائع ہوگئے، مویشیوں کا نقصان ہوا، سال کے آخر میں بارش ہوئی تو قحط کی مصیبت دور ہوئی، اس کے بعد ۲۳۵ھ ۸۴۹ء میں بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ ایک

---

[1] افتتاح الاندلس صفحہ ۶۸ و ۶۹۔ [2] نفح الطیب جلد اص ۱۶۲۔

ساتھ بہت سے دریا جوش مین آگئے، اور عام تباہی و بربادی پھیلی استجہ کا پل برباد ہوگیا، تاجرون کی پنچکیان ضائع ہوگئین، اسی طرح بہت سے گاؤن غرقاب ہوگئے، دریائے اشبیلیہ سے ۱۶ گاؤن برباد ہوئے، دریائے تاجہ کے سیلاب سے ۱۸ قریئے تہ آب ہوگئے اور ۳۰ میل تک کی زمین پانی سے ڈوب گئی[1] باین ہمہ محض اس کے حُسن انتظام سے اس کے زمانہ مین اندلس مین دولت کی ایسی بہتات رہی کہ اس کی نظیر اس سے پہلے نہین گذری تھی[2]

صیغۂ فوج

حکم کے زمانہ مین فوج کا جو نظام قائم ہوگیا تھا عبد الرحمن نے اس کو برقرار رکھا، اندلس کی داخلی ضرورتون مین صحیح معنون مین صرف دو مرتبہ ماردہ و طلیطلہ کی بغاوتون مین فوج سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی، لیکن غیر ملکی مہمین اُس کے زمانہ مین غیر معمولی طور پر انجام پائین، وہ التزام سے عیسوی ممالک کے تاخت و تاراج کے لئے فوج کشی کرتا رہا - اور باوجودیکہ وہ عوام سے پردہ مین رہ کر زندگی گذارتا تھا، لیکن فوجی مہمون مین دو نادر کرکے شریک ہوتا تھا، ابن القوطیہ لکھتا ہے۔

"دار الحرب مین اس کی لڑائیان جاری رہتی تھین، ایک مرتبہ بذات خود فوج لیکر جاتا، اور ایک مرتبہ اپنے سپہ سالارون کو بھیجتا"[3]

اس کے عہد مین سپہ سالاری کے فرائض اس کے ولی عہد محمد اور دوسرے لڑکے منذر وغیرہ اور حاجب عبد الکریم بن مغیث وغیرہ انجام دیتے رہتے تھے، ان کے ساتھ سرحدی صوبہ کے والی فرتون بن موسیٰ اور موسیٰ بن موسیٰ وغیرہ بھی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیتے، سرحدی صوبہ پہلے کی طرح اس کے عہد مین بھی نیم آزاد رہا - اس

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۳، ۲۴۴ ۔ [2] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۴۶، ۲۳۰، جلد ۶ ص ۲۴۴ و ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۱۱ نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۱ [3] افتتاح الاندلس ص ۱۰۵،

کی حفاظت کی خدمت اس زمانہ میں بھی خاص طور پر اسی کے سپرد رہی،

صیغۂ قضاء | عہدہ قضاء پر حکم کے زمانہ میں قاضی سعید بن محمد بن بشیر مامور تھے، عبدالرحمٰن کے ابتدائی عہد میں وہ اپنے عہدہ پر برقرار رہے، عبدالرحمٰن نے اپنے دورِ حکومت میں قرطبہ کے علماء و صلحاء سے اپنے تعلقات استوار کر لیے تھے، خصوصاً شیخ یحییٰ بن یحییٰ سے بقول ابن القوطیہ ایسے غیر معمولی عقیدت و احترام سے پیش آتا تھا، جیسے ایک سعادتمند بیٹا اپنے بوڑھے باپ کے سامنے ہوتا ہے اس لیے عبدالرحمٰن قضاۃ کے تقرر میں شیخ یحییٰ بن یحییٰ کے مشورے حاصل کر لیتا تھا، اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ شیخ یحییٰ کے مشورہ سے بعض قضاۃ معزول کئے گئے،

چنانچہ عبدالرحمٰن کے عہد میں حسب ذیل مختلف اہل علم اس منصب پر یکے بعد دیگرے سرفراز ہوئے،

۱- سعید بن محمد بن بشیر	
۲- محمد بن شراحیل معافری،	اندلس کے خانوادہ بنو شراحیل کے جد اعلیٰ تھے،
۳- ابو عمرو بن بشیر	
۴- فرج بن کنانہ شذونی	
۵- یحییٰ بن معمر الہانی اشبیلی،	شیخ یحییٰ کے پاس ان کی کوئی شکایت پہنچی جس کی وجہ سے معزول کر دیئے گئے،
۶- اسود بن عقبہ جیانی	
۷- صنوان قرشی	
۸- احمد بن زیاد	جو بنو زیاد کے جد تھے،

اندلس

۹ - یحییٰ بن معمر اشبیلی	دوبارہ اس منصب پر سرفراز کیے گئے،
۱۰ - یخامر بن عثمان جیانی	انھوں نے قبول قضاۃ سے معذرت چاہی، پھر تولیت ... منظور کر لینے کے بعد سبکدوش کیے گئے
۱۱ - معاذ بن عثمان جیانی	یخامر کی [illegible] سبکدوشی کے بعد مامور ہوئے،
۱۲ - سعید بن سلیمان غافقی بلوطی	یہ عبدالرحمٰن کے عہد کے آخری قاضی تھے، [۱]

علم و فضل | عبدالرحمٰن ثانی کو علم دین، علوم عقلیہ اور ادب و شعر سے مناسبت حاصل تھی،

ابن اثیر لکھتا ہے

"وہ ادیب و شاعر تھا اور علوم شرعیہ اور ان کے علاوہ علوم فلاسفہ کا عالم تھا،" [۲]

مجموعہ اخبار اندلس میں ہے،

"اس کو ادب، فقہ، حفظ قرآن اور روایت حدیث میں حصہ عطا ہوا تھا" [۳]

اس لیے وہ اہل علم اور ارباب شعر و ادب کی عزت افزائی اور داد و دہش سے قدردانی کرتا تھا

ابن القوطیہ لکھتا ہے،

"اس نے اپنی حکومت میں اہل علم [illegible] کی عزت و اکرام کرنا اور ان کی

تمام [illegible] [illegible] بنا لیا تھا" [۴]

[illegible] شیخ ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر وسلاس کو غیر معمولی منزلت

حاصل تھی، [illegible] [illegible] مشورہ [illegible] تھے ان کے [illegible] میں وسلاس [illegible]

---

[۱] قضاۃ الاندلس [illegible] [illegible] تاریخ [illegible] اندلس کی علمی [illegible] [illegible]

[illegible] [۲] ابن اثیر جلد [illegible] [۳] مجموعہ اخبار اندلس [illegible] [illegible]

[۴] [illegible] ص ۵۸

ابوعامر لیثی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اور اسی نسبت سے یحییٰ لیثی کہے گئے،

شیخ یحییٰ نے تحصیل علم کے لئے مشرق کے دو سفر کئے، ابتداءً زیاد سے موطا امام مالک سنی اور یحییٰ بن مضر سے احادیث کی تحصیل کی، پھر وہ حج کے لئے روانہ ہوئے، اس سے فارغ ہو کر ۲۸ سال کی عمر میں ۱۷۹ھ ۹۵ء میں امام مالک کی مسند درس کے سامنے حاضر ہوئے، اور موطا کی تحصیل کی، صرف کتاب الاعتکاف کے چند ابواب ان سے نہ سن سکے، اس کی روایت وہ زیاد کے واسطے سے کرتے تھے، امام مالکؒ کے جنازہ میں یہ شریک تھے، ان کے شیوخ میں نافع بن ابو نعیم قاری، ابن عینیہ، لیث اور ابن وہب بھی ہیں، مؤخر الذکر سے ان کی موطا اور جامع سنی، انھوں نے دوسرے سفر میں خاص طور پر ابن القاسم سے استفادہ کیا، ان سے فقہ کی تحصیل کی، اور دس مختلف کتابیں انھوں نے ان کو ودیعت کیں اور اپنی کتب سماع کو بھی ان سے حاصل کیا، بہت سے علوم و فنون میں مہارت حاصل کر کے یہ اندلس واپس آئے، اور یہاں منزلت کی نگاہوں سے دیکھے گئے، اور اندلس میں فتاویٰ کے لئے عیسیٰ بن دینار کے بعد ان ہی کی رائے مستند سمجھی جانے لگی،

شیخ یحییٰ اپنی عقل و دانائی میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، ابن لبابہ کا یہ قول گذر چکا ہے کہ اندلس کے فقیہ عیسیٰ بن دینار ہیں، اس کے عالم ابن حبیب اور اس کے عاقل یحییٰ ہیں، انھیں عاقل کا لقب امام مالکؒ نے عطا فرمایا تھا، وہ ان کی حکمت و دانائی سے بہت خوش تھے، ابن فرحون کہتے ہیں کہ وہ اندلس میں علم کی ریاست ان ہی کی طرف پہنچی،

شیخ یحییٰ کا بیان ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد جب یہ امام مالکؒ سے رخصت ہونے گئے تو انھوں نے نصیحت حاصل کرنے کی درخواست کی، امام مالکؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کی کتاب [illegible] مسلمانوں کے ائمہ اور ان کے عوام کیلئے تم پر نصیحت و اخلاص فرض ہے، اسی قسم کی تلقین زیادہ [illegible]

له دیباج المذہب ص ۳۵۰، ۳۵۱

چنانچہ ان کی زندگی مین یہ نصائح ان کی نظرون کے سامنے رہے، اسی لئے حکم کے زمانہ مین جب اس نے بے راہ روی اختیار کی تو اندلس کی اسلامی سیاست مین انھون نے نمایان حصہ لیا، اور وہ واقعات پیش آئے جو گذر چکے ہین، ان ہی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ عبد الرحمن نے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کی ہدایات کو اپنی زندگی کیلئے شمع راہ بنایا، مسلمانون کے معاملات ان کی رائے سے طے کرتا، اور ملک مین اخلاص و دینداری کا جذبہ نئے سرے سے بیدار ہوا، اور عام طور سے عبد الرحمن کا عہد حکومت اسلام کی تعلیمات کے خلاف نہ گذرا، [۱]

ابن القوطیہ کا بیان ہے کہ شیخ یحیی کو عبد الرحمن کے دربار مین غیر معمولی منزلت حاصل تھی، وہ قضاۃ کو ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہین کرتا تھا، ..... [۲]"

شیخ یحیی نے ماہ رجب ۲۳۴ھ مین ۸۲ سال کی عمر مین وفات پائی، [۳]

اہل ادب مین عبید اللہ بن قرلمان کو امتیاز حاصل تھا، یہ عبد الرحمن الداخل کے مولی بدر کا پوتا تھا، عبد الرحمن ثانی کی بارگاہ مین اس کو غیر معمولی تقرب حاصل تھا، [۴] وہ اندلس مین اس دور کے قادر الکلام شعراء مین مانا جاتا تھا، اور لطف صحبت کی مجلسون مین خاص طور پر شریک رہتا تھا، ایک مرتبہ زریاب نے عباس بن احنف کے دو شعر گائے، عبد الرحمن نے کہا کہ دوسرا شعر، پہلے شعر سے منقطع ہے، ان دونون کے درمیان ایک شعر کی ضرورت ہے جس کو مغنی گا کر متصل کر سکے، عبید اللہ نے برجستہ ایک شعر کہہ کر عبد الرحمن کی خدمت مین پیش کیا، جس کو سن کر وہ بہت محظوظ ہوا، اور خلعت سے سرفراز کیا، [۵]

۱؎ نفح الطیب جلد ۱ ص ۳۴۲، ۲؎ افتتاح الاندلس ص ۷۸، ۳؎ ... دیباج المذہب ص ۳۵۱، ۔ ۔ شیخ کی وفات مین ایک روایت ماہ رجب کے بجائے ماہ ذی الحجہ اور ۲۳۴ھ کے بجائے ۲۳۳ھ بھی آیا ہے،

۴؎ افتتاح الاندلس ص ۵۹، ۵؎ ایضاً ص ۵۹، ۶۰،

ایک مرتبہ عبید اللہ بن قرلمال، اپنی کسی جائیداد کی دیکھ بھال کیلئے ایک دن قرطبہ سے باہر گیا۔ اس کی عدم موجودگی میں عبد الرحمٰن کی طبیعت پر کیف و نشاط طاری ہوا، اور رو ندما کو ساتھ لیکر باہر نکلا۔ شعر و شاعری کی مجلس گرم ہوئی، اور عبد الرحمٰن نے ہر شاعر کو دو سو سے پانسو تک انعام عطا کیا۔ عبید اللہ نے واپس آکر یہ واقعہ سنا تو ایک نظم میں اس مجلس لطف سے اپنی محرومی پر افسوس کیا۔ عبد الرحمٰن نے اسی نظم پر اس کو بھی صلہ دینے کا حکم دیا، اور جواب میں چند شعر لکھ دیئے۔[۱]

اس عہد کا دوسرا قابل ذکر شاعر عبد الرحمٰن بن شمر ہے۔ اس کو عبد الرحمٰن کی بارگاہ میں رسوخ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ ایک کنیز کے حسن و جمال کا ذکر چھڑا ہوا تھا۔ ابن شمر مجلس میں موجود تھا۔ عبد الرحمٰن نے کہا کیا تم اس کے متعلق کچھ کہہ سکتے ہو۔ ابن شمر نے فی البدیہہ اس کی شان میں چند شعر کہے، عبد الرحمٰن کی طبیعت بھی اس وقت موزون تھی، فی البدیہہ اس نے بھی اسی زمین و قافیہ میں چند شعر کہے، پھر ابن شمر کو پانسو کی تھیلی دینے کا حکم دیا۔ تھیلی دیدی گئی، راہ میں خدمت گار نے جو تھیلی لئے جا رہا تھا، ابن شمر سے پوچھا رات چاند کہاں رہا، اس نے برجستہ کہا تمھاری آستین کے نیچے۔[۲]

عبد الرحمٰن نے علوم و فنون کی ترقی کیلئے درسگاہوں کی سرپرستی کی، اپنی ذاتی علوم پڑھنے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بہت سے اضافے کئے، چنانچہ تعمیرات میں اس کے عہد کی بہت سی یادگاریں ہیں عالی شان محلات، قصور، حمام، حوض اور سیرگاہیں بنوائیں جن میں جابجا فوارے چلتے تھے اور ان میں بڑے اہتمام سے پہاڑوں کے چشمہ سے پانی پہنچایا، بکثرت باغ لگوائے، نئی سڑکیں بنوائیں، پرانی سڑکوں کی مرمت کرائی، جیسا کہ چپل اور شہر پناہیں مسمار ہوئیں ان کو نئے سرے سے بنوایا، لین پول لکھتا ہے،

نئے سلطان نے قرطبہ کو بغداد ثانی بنا دیا...... اس نے محلات تعمیر کئے، باغ لگائے اور قرطبہ کو مسجدوں اور عالی شان عمارتوں سے زینت دی اور پل تعمیر کرائے[1]

قرطبہ کی جامع مسجد میں دو رواق اضافہ کئے، یہ اضافے امیر ہشام کے بنائے ہوئے دالانوں میں قبلہ کی طرف اس طرح کئے گئے تھے کہ دس دس ستونوں کی صفوں کے سات دالان در دالان ہو گئے اس طرح مسجد کے مسقف حصہ صدر میں اب آٹھ کے بجائے پندرہ دالان در دالان ہو گئے، یہ اضافہ قبلہ کی سمت میں ہوا تھا، اس لئے قبلہ کی دیوار آگے بڑھا کر بنائی گئی اور محراب مقصورہ اور بادشاہ کے داخلہ کا دروازہ بھی نیا بنوایا گیا[2] جامع قرطبہ کا یہ اضافہ عبد الرحمٰن کے عہد میں تقریباً پورا ہو گیا تھا، صرف تھوڑا سا کام باقی تھا جو امیر محمد کے زمانہ میں تکمیل کو پہنچا، اسی طرح اس نے اشبیلیہ میں اس شہر کی شایان شان جامع مسجد تیار کی اور اشبیلیہ کی فصیل کی تعمیر و تجدید کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے اور اسی طرح اپنی سلطنت کے آغاز ۲۲۵ھ میں اس نے جیان میں ایک جامع مسجد تیار کرائی تھی،[3]

اخلاق و عادات فنون جمیلہ سے اس کی یہ دلچسپی اس کی عام زندگی کے مظاہر میں بھی آشکارا تھی اور طبعاً حسن پرست تھا، اور حسین عورتوں سے غیر معمولی شغف رکھتا تھا، حسین عورتوں کے جھرمٹ میں رہنا

---

[1] مورس آن اسپین ص ۸۰ [2] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۷ و جلد ۶ ص ۷۵، ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۳۰، نفح الطیب جلد ۱ ص ۲۴۶، اندلس کا تاریخی جغرافیہ ص ۲۳۳، ۲۳۴، و افتتاح الاندلس ص ۷۶، ۹۵، اخبار الاندلس جلد ۱ [3] افتتاح الاندلس ص ۷۰، ۹۰، ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۰۲

کرتا، طروب، مدثر، شنا، قلم اس کی حسین وجمیل کنیزین تھین جن سے وہ محبت رکھتا تھا، اور اس کے حسن وعشق کی داستانین لوگون کی زبانون پر تھین، ابن اثیر لکھتا ہے،

"وہ ادیب وشاعر تھا، اور وہ ان چند لوگون مین سے تھا جنھون نے کنیزون سے عشق کیا، اس کی ایک کنیز طروب نام کی تھی جس سے وہ عشق کرتا تھا، اور اس کے عشق کی داستانین مشہور ہوئین،[1]

مقری لکھتا ہے،

"اس کی طبیعت کا میلان عورتون کی جانب بہت زیادہ تھا، اور اپنی کنیز طروب کا دالہ وشیدا تھا، اور اس راہ مین اس نے بڑی تکلیفین بھی اٹھائین،"

اگر کبھی قرطبہ سے باہر جاتا، اور سفر مین زیادہ دن لگ جاتے تو یہ جدائی اس کو شاق گذرتی، چنانچہ میدان جنگ سے طروب کے نام پرشوق نظمین لکھ کر بھیجا کرتا تھا،

ایک مرتبہ وہ کسی بات پر اس سے خفا ہو گئی، عبد الرحمن نے اس کو بلا بھیجا، اس نے آنے سے انکار کیا کہ خواہ اس کی پاداش مین جو کچھ بھگتنا پڑے، عبد الرحمن نے خود اس کے محل مین جانا چاہا، اس نے دروازے بند کر لئے، خادمون نے دروازہ توڑنے کی اجازت چاہی، عبد الرحمن نے منع کیا، اور دروازے پر دینار کی تھیلیون کا ڈھیر لگا دینے کا حکم دیا، چنانچہ دینار کی تھیلیان دروازہ پر نیچے سے اوپر تک چن دی گئیں، پھر عبد الرحمن خود پہنچا، اور خوشامد کر کے کہا کہ دروازہ کھولے، پھر اسی کیا کہ دینار کی تھیلیان اس کے قدمون پر ہیں، طروب نے دروازہ کھولا، دینار کی تھیلیان جو تقریبا ... دینار تھے اس پر نچھاور ہین، اور وہ عبد الرحمن کے قدمون سے لگی،

ایک مرتبہ اس نے ایک لاکھ دینار کا ایک زیور اس کو عطا کیا، وزرا کو یہ شاق گذرا کہ شاہی

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۶

خزانہ کی ایسی خطیر رقم ایک کنیز کو نذر کر دی جائے، عبدالرحمٰن نے کہا یہ جس کے جسم پر زینت بنے گا، وہ اس سے بھی زیادہ بیش قیمت اور بے بہا گوہر ہے، کیا دست زمین پر اس کے حسن و جمال کے دیکھنے سے زیادہ کسی چیز میں آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہوگی، پھر ابن شمر کی طرف متوجہ ہوا، اس نے فی البدیہہ چند شعر کہے، اور انعام سے نوازا گیا،

اس کی ایک دوسری کنیز مدثرہ تھی، اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تھا، اسی طرح اس کی ایک محبوبہ شفا تھی، ایک اور محبوبہ کا نام قلم تھا، وہ حسن و جمال کے زیور سے آراستہ ہونے کے علاوہ ادیبہ اور شاعرہ تھی، اور فن خطاطی میں کمال رکھتی تھی،

لیکن عبدالرحمٰن نے ان کنیزوں سے غیر معمولی تعلق خاطر رکھنے کے باوجود سیاسی معاملات میں ان کی مداخلت کبھی قبول نہیں کی، ولی عہد کی نامزدگی کا واقعہ اس کی بہترین مثال ہے،

عبدالرحمٰن کی رنگین زندگی کی دلچسپیوں میں موسیقی بھی شامل تھی، وہ گانا سننے کا بہت شائق تھا، گانے کی محفلیں اکثر منعقد ہوتی رہتی تھیں، اس عہد کا باکمال مغنی زریاب جس کا نام علی بن نافع تھا، اسی کے عہد میں اس کی قدردانی سے اندلس آیا، وہ مہدی کا غلام اور مشہور مغنی ابراہیم موصلی کا شاگرد رشید تھا، وہ ایک مرتبہ ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہوا اس کا گانا سن کر ہارون رشید ایسا گرویدہ ہوا کہ ابراہیم موصلی نے اس کو بغداد چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا اس نے خاموشی کے ساتھ مغرب کی راہ لی، قیروان آیا پھر یہاں سے اندلس آنا چاہا حکم نے اسکو اندلس آنے کی دعوت دی مگر اسکے آنے سے پہلے اسکا انتقال ہو گیا عبدالرحمٰن اسکی پذیرائی کیلئے تیار تھا چنانچہ سنہ ۲۰۶ھ میں یہ اندلس کے ساحل پر اترا، عبدالرحمٰن کی ہدایت کے مطابق عمال حکومت نے ہر مقام پر اس کا شاندار استقبال کیا، جب قرطبہ کے قریب آیا، تو عبدالرحمٰن فرط شوق میں خود استقبال کے لئے دور تک گیا، اور شاہی محل میں لا کر ٹھہرایا، پھر چالیس ہزار دینار

سالانہ وظیفہ مقرر کرکے ایک عالیشان محل میں ٹھہرا دیا، اور متعدد جائدادیں اور جاگیریں عطا کیں گانے کی مجلسوں میں جب کبھی اس کے کسی گانے سے بہت محظوظ ہوتا، تو ہزاروں ہزار انعام میں دیتا تھا۔ زریاب مستقل طور پر اس کے دامن دولت سے وابستہ رہا۔ اس کی بدولت اندلس میں فن موسیقی کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی [illegible] [illegible] اضافہ ہوئے جن کی تفصیلات [illegible] آئی ہیں۔

عبدالرحمٰن کے زمانے سے ہی دیکھا گیا کہ ثقافت اندلس کی [illegible] ایران ہو چنانچہ عام تہذیب و معاشرت، وضع قطع، تراش خراش، سیر و شکار اور خورش و پوشش اور عام لباس میں نت نئے تکلفات اور شان و شکوہ پیدا ہوئے، دربار کو شاہانہ اہتمام سے سجایا گیا، امیر کی دستار میں طغرا سے اعتنا بڑھایا گیا، غلام و خواجہ سرا محل سرا اور دربار میں اپنے خاص لباس میں جن سے وہ پہچانے جاتے تھے پیش پیش رہتے، عرب مورخین کہتے ہیں کہ وہ شاہانہ شان و شکوہ میں ولید بن عبدالملک کے مشابہ تھا۔[۵۲]

عبدالرحمٰن بڑا سخی و فیاض تھا، اس کے ساتھ چشم پوشی و درگذر سے بھی کام لیتا تھا ایک مرتبہ دینار کے [illegible] تھیلے اس کے پاس رکھے ہوئے تھے [illegible] آئے اور چلے گئے آخر میں ایک خواجہ سرا رہ گیا، اور عبدالرحمٰن کو کچھ اونگھ آگئی، خواجہ سرا نے سمجھا کہ سو گیا ہے اس نے ایک تھیلے پر اپنی آستین رکھی، اور اس میں سے کچھ رقم غائب کر دی، عبدالرحمٰن اس حرکت کو دیکھ رہا تھا، مگر خاموش رہا [illegible] اپنے لگے، ایک کھلا ہوا تھا، اس میں رقم کم نکلی، لوگ ایک دوسرے کی طرف شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے، عبدالرحمٰن نے کہا اس معاملہ کو چھوڑ دو، اس کو بہرحال لینے والے نے لیا ہے اس نے دیکھ لیا ہے۔

[۵۲] نفح الطیب جلد ۱ ص ۱۶۹، التکملہ ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، تاریخ الاندلس ص ۹۳، ۹۴، اخبار الاندلس ج ۱

اس کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔

وہ اپنے انہی فضائل حمیدہ کی وجہ سے رعایا کی نظروں میں بہت محبوب تھا ۔[1]

عبدالرحمن اپنی دلچسپ رنگین زندگی کے ساتھ ساتھ نہایت پابند صوم و صلوٰۃ بھی تھا اور شرعی اوامر و نواہی کا پاس و لحاظ رکھتا تھا، ایک مرتبہ رمضان میں ایک دن کا روزہ توڑ ڈالا تو شیخ یحییٰ بن یحییٰ نے ۶۰ دن کے روزے کفارے میں رکھوائے ، اس کے پابند شریعت ہونے کی وجہ عوام میں بھی دینداری پھیلی ، لوگوں نے اس کی عشق بازی کو اس کی طبیعت کی کمزوری اور اس کی دینداری کو اس کی زندگی کا جوہر سمجھا اور اس کے پرتو اور اثر سے عوام نے دینداری اور زہد و تقویٰ کو اپنی زندگی کا شعار بنایا ۔[2]

[1] مجموعہ اخبار اندلس ص ۱۳۵، ۱۳۶ [2] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۲۲ ،

اس کتاب سے کسی کو [illegible]

[illegible] ہو گا [illegible]

مصنف کی دوسری کتاب

تاریخ صقلیہ

جلد اوّل

مسلمانون نے سسلی پر ڈھائی سو برس تک حکومت کی اور اسپین کی طرح اسکو بھی اسلامی خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا اور تقریباً پانچسو برس تک کسی نہ کسی حیثیت سے اس سے وابستہ رہے، مگر افسوس ہے کہ اس ملک کی کوئی مستقل تاریخ اردو انگریزی مین کیا عربی مین بھی موجود نہین ہے، چھ سات برس کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد دو ضخیم جلدون مین اسکی تاریخ مرتب کی گئی ہے، اس جلد مین صقلیہ کے جغرافی حالات، سسلی، اٹلی و جزائر سسلی پر اسلامی حملون کی ابتدا، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کی حکومتون کا عروج اور مسلمانون کے مصائب اور جلاوطنی کا مرقع دکھایا گیا ہے، قیمت صہ

مینجر

جلد دوم

اس مین پہلے مسلمانان صقلیہ کے قبائلی حالات اسلامی عہد کی زبان، مذاہب اور وہان کے باشندون کے اخلاق و عادات کا ذکر ہے، پھر نظام حکومت کی تفصیل ہے جس مین اسکے مختلف شعبون اور ان کی کارگذاریون کا ذکر ہے، پھر معاشی حالات کے ضمن مین مسلمانون کی صنعت و حرفت، زراعت اور تجارت کا بیان ہے، اسکے بعد علوم و آداب کا باب ہے جسمین مختلف علوم قرآن و حدیث، فقہ و تصوف، تاریخ، شعر و شاعری، اور علوم عقلیہ کا بیان ایک ایک فصل مین ہے، اور اسی کے ساتھ مفسرین، محدثین، فقہا وغیرہ کے سوانح حیات، ان کی تصنیفات کا ذکر ہے، آخری باب سسلی کے اسلامی تمدن سے یورپ کے استفادہ کے متعلق ہے، قیمت صہ

مینجر

(طابع و ناشر صدیق احمد)